بلادالاولیا

لاہور

طاہر لاہوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بلادالاولیا

لاہور

صوفیائے لاہور، اولیائے لاہور، بزرگانِ لاہور

مقبرے اور زندہ قبریں

مصنّف ومؤلف

طاہر لاہوری

ناشر: علی طاہر ۱۲۱- ستلج بلاک علامہ اقبال ٹاؤن - لاہور

marfat.com
Marfat.com

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ

ان کے نام جنہوں نے اس
گناہ گار کو روحانی فیض سے نوازا

نام کتاب	بلاد الاولیاء
مؤلف اور مصنف:	طاہر لاہوری
کمپوزنگ	یونیک پبلشنگ' ورکس 218 ستلج بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور
تزئین	محمد رشید شاکر حسین شرکت پروس
پریس	طیب اقبال رائل پارک لاہور
قیمت	-/150روپے
ناشر	علی طاہر 121 ستلج بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

marfat.com
Marfat.com

فہرست

۱ صوفیائے لاہور
۲ تصوف
۳ صوفی
۴ حضرت علی ہجویریؒ
۵ حضرت میراں موج دریاؒ
۶ حضرت میاں میرؒ
۷ شیخ محمد اسمٰعیل میاں وڈاؒ
۸ خواجہ حسین زنجانیؒ
۹ شیخ ابو المعالیؒ
۱۰ سید خاوند محمود ایشاںؒ
۱۱ شیخ طاہر بندگیؒ
۱۲ حضرت داؤد بندگیؒ
۱۳ سید عزیز الدین مکیؒ
۱۴ بابا شاہ جمالؒ
۱۵ ملا شاہ بدخشانیؒ
۱۶ حضرت شاہ بلاولؒ
۱۷ شیخ عبداللہ بلوچؒ
۱۸ شیخ شاہ حسینؒ
۱۹ حضرت شاہ محمد غوثؒ
۲۰ شیخ ایاز غزنویؒ
۲۱ حضرت میر جان کابلیؒ
۲۲ پیر شاہ عنایت قادریؒ
۲۳ حضرت سید مٹھاؒ
۲۴ حضرت میراں بادشاہؒ
۲۵ پیر شیرازیؒ
۲۶ شیخ بلوموؒ
۲۷ حاجی محمد عبداللہ گیلانیؒ
۲۸ شیخ محمد اسماعیل محدثؒ
۲۹ سید یعقوب زنجانیؒ
۳۰ سلطان جلال الدین حیدرؒ
۳۱ میاں پاک داماںؒ
۳۲ سید شہاب الدین نہراؒ
۳۳ حضرت بی بی کلاںؒ
۳۴ سید اسماعیل گیلانیؒ
۳۵ حاجی محمد عبداللہ گیلانیؒ
۳۶ سید احمد توختہ ترمذیؒ

سلسلہ قادریہ

۳۷ حضرت شاہ فیروز قادریؒ
۳۸ سید محمود حضوریؒ
۳۹ سید میر میراں گیلانیؒ
۴۰ ابو اسحاق قادریؒ
۴۱ سید کامل شاہ قادریؒ
۴۲ پیر عبدالقادر گیلانیؒ
۴۳ سید عبدالحکیم گیلانیؒ
۴۴ سید عبدالقادر شاہ گداؒ
۴۵ سید عبدالرزاق شاہ چراغؒ
۴۶ سید سرور دین حضوریؒ

marfat.com
Marfat.com

۴۷ شیخ محمد سلطان مرگ نینی
۴۸ مصاحب خان خرد
۴۹ شیخ محمد عظیم قادری
۵۰ شاہ سردار قادری
۵۱ شیخ جان محمد قادری
۵۲ سید علی شاہ قادری
۵۳ حضرت شادی شاہ قادری
۵۴ حضرت سردار شاہ کابلی
۵۵ حضرت فضل شاہ نوری
۵۶ سید قطب الدین لاہوری
۵۷ حضرت شاہ نبی قادری
۵۸ خواجہ محمد سعید
۵۹ سید عبدالوہاب قادری
۶۰ سید بدرالدین گیلانی
۶۱ شاہ شرف قادری
۶۲ شاہ محمد رضا قادری شطاری
۶۳ شاہ درگاہی قادری
۶۴ سید عبدالوہاب گیلانی
۶۵ حاجی محمد ہاشم گیلانی
۶۶ سید جعفر گیلانی
۶۷ سید محمد فاضل متوکل
۶۸ سید عمر گیلانی
۶۹ پیر مسکین علی شاہ
۷۰ ملا حامد قادری
۷۱ سید جیون شاہ
۷۲ حضرت شمس قادری
۷۳ سید نتھا دیوان قادری
۷۴ خواجہ بہاری قادری
۷۵ حضرت داراشکوہ قادری

سلسلہ نقشبندیہ

۷۶ شیخ حامد نقشبندی
۷۷ سید منور شاہ نقشبندی
۷۸ شیخ سعدی بخاری
۷۹ حاجی محمد سعید نقشبندی
۸۰ شیخ محمد شاہ نقشبندی

سلسلہ سہروردیہ

۸۱ حضرت چوہڑ بندگی
۸۲ حضرت حسو تیلی
۸۳ شیخ موسیٰ آہنگر
۸۴ حضرت جھولے شاہ بخاری
۸۵ بابا گھوڑے شاہ
۸۶ سید عبدالرزاق مکی
۸۷ شیخ جان محمد سہروردی
۸۸ مولوی جان محمد لاہوری
۸۹ سید محمود نور رنگ بخاری
۹۰ سید عماد الملک
۹۱ پیر کرم شاہ قریشی
۹۲ حضرت سکندر شاہ
۹۳ پیر مراد بخش
۹۴ پیر قلندر شاہ قریشی

سلسلہ چشتیہ

marfat.com
Marfat.com

۹۵ شیخ رحمت اللہ چشتیؒ
۹۶ شیخ محمد سعید چشتی شرقپوریؒ
۹۷ مولانا غلام قادر بھیرویؒ
۹۸ حضرت خیر شاہ چشتیؒ
۹۹ شیخ فیض بخش چشتیؒ
۱۰۰ حضرت محمد عارف چشتیؒ
۱۰۱ شیخ محمد سلیم چشتیؒ
۱۰۲ شیخ عبدالخالق چشتیؒ
۱۰۳ شیخ عارف چشتیؒ
۱۰۴ شاہ کاکو چشتیؒ
۱۰۵ شیخ محمد سلیم چشتی صابریؒ
۱۰۶ شیخ جان اللہ چشتیؒ
۱۰۷ حاجی عبدالکریم چشتیؒ

لاہور کے مجذوب

۱۰۸ حضرت مستان شاہؒ
۱۰۹ فقیر نظام شاہؒ
۱۱۰ مستی مجذوبؒ
۱۱۱ ایک مجذوبؒ
۱۱۲ شیخ یوسف مجذوبؒ
۱۱۳ منگا مجذوبؒ
۱۱۴ لعلن شاہ مجذوبؒ
۱۱۵ پیر ڈھل مجذوبؒ
۱۱۶ پیر بھولا مجذوبؒ
۱۱۷ میاں مونگر مجذوبؒ
۱۱۸ شیخ کمال مجذوبؒ
۱۱۹ پیر فتح شاہ سرمستؒ
۱۲۰ بخاری شاہ مجذوبؒ
۱۲۱ تاجے شاہ مجذوبؒ
۱۲۲ وریکاں والے مجذوبؒ
۱۲۳ عظیم شاہ مجذوبؒ
۱۲۴ سائیں مجنوں مجذوبؒ
۱۲۵ صوفی مقبول احمد مجذوبؒ
۱۲۶ گڈی سائیں مجذوبؒ
۱۲۷ سائیں قادر بخشؒ
۱۲۸ عید محمد مجذوبؒ
۱۲۹ غلام محمد رنگیلا مجذوبؒ
۱۳۰ سائیں غلام حیدرؒ
۱۳۱ سائیں ٹھوکر والےؒ
۱۳۲ سائیں چھتری والےؒ
۱۳۳ صوفی دین محمدؒ
۱۳۴ غلام قادر مجذوبؒ
۱۳۵ بابا غلام رسول مجذوبؒ
۱۳۶ سائیں عالمگیر مجذوبؒ
۱۳۷ مائی بھاگی مجذوبہؒ
۱۳۸ سائیں شیر محمد مجذوبؒ
۱۳۹ مولوی عبداللہ مجذوبؒ
۱۴۰ مکھن شاہ مجذوبؒ
۱۴۱ ایک مجذوبہؒ
۱۴۲ پیر فضل شاہؒ
۱۴۳ پیر علی رنگریزؒ
۱۴۴ بلند علی نوشاہی مجذوبؒ

چند بلند پایہ بزرگ

marfat.com
Marfat.com

۱۴۵ حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ
۱۴۶ شیخ حامد قاریؒ
۱۴۷ پیر زہدی لاہوریؒ
۱۴۸ پیر شاہ حسینؒ
۱۴۹ پیر یعقوب گیلانیؒ
۱۵۰ سید صوف لاہوریؒ
۱۵۱ حضرت پیر بلخیؒ
۱۵۲ سید سربلند لاہوریؒ
۱۵۳ پیر ذکیؒ
۱۵۴ پیر محمد شاہ شیرازیؒ
۱۵۵ مفتی غلام محمد لاہوریؒ
۱۵۶ مفتی غلام سرورؒ
۱۵۷ پیر غازی غائب شاہؒ
۱۵۸ شیخ ابو تراب شاہ گداؒ
۱۵۹ بدر الدین شاہ عالمؒ
۱۶۰ سید حمید گیلانیؒ
۱۶۱ سید عبدالخالقؒ
۱۶۲ سید زندہ علیؒ
۱۶۳ مولوی غلام فریدؒ
۱۶۴ مفتی سلیم اللہؒ
۱۶۵ شیخ لدھا شاہؒ
۱۶۶ مولوی غلام رسول فاضلؒ
۱۶۷ حاجی جمیلؒ
۱۶۸ پیر برہانؒ
۱۶۹ املی والا تکیہ
۱۷۰ حافظ غلام محمدؒ
۱۷۱ مستقیم شاہ مجذوبؒ
۱۷۲ سید عبدالقادر لاہوریؒ
۱۷۳ شاہ فرید نوشاہیؒ
۱۷۴ شاہ کتہ نوشاہیؒ
۱۷۵ شیخ موسیٰ کھوکھرؒ
۱۷۶ شیخ محترمؒ
۱۷۷ پیر چراغ شاہؒ

لاہور کے چند مقتدر بزرگ

۱۷۸ بابا ترت مراد شاہؒ
۱۷۹ بابا شاہ کمالؒ
۱۸۰ پیر نوگزہؒ
۱۸۱ پیر دو موریہ پل والے
۱۸۲ بابا گمدو شاہؒ
۱۸۳ حضرت معصوم شاہؒ
۱۸۴ حاد بھیاؒ
۱۸۵ کھڑ کڑ پیرؒ
۱۸۶ ڈوڈی پیرؒ
۱۸۷ بابا مہردین فوجیؒ
۱۸۸ پیر غائب شاہؒ

موجودہ عہد کے بزرگ

۱۸۹ علامہ اقبالؒ
۱۹۰ آغا تجمل حسینؒ
۱۹۱ غازی علم دین شہیدؒ

marfat.com
Marfat.com

۱۹۲ حضرت بابو غلام سرورؒ
۱۹۳ حافظ عبدالکریمؒ
۱۹۴ سید ۔ ار علی شاہؒ
۱۹۵ سید ابوالحسناتؒ
۱۹۶ سید ابوالبرکاتؒ
۱۹۷ پیر سائیں فضل دین شاہؒ
۱۹۸ پیر حسین علی شاہؒ
۱۹۹ بابا شمشیر علی قادریؒ
۲۰۰ گاماں پہلوان رستم زماںؒ

پیر دستگیر نامیؒ

۲۰۱ سائیں منظور مٹی والی سرکارؒ
۲۰۲ بابا جیؒ
۲۰۳ مولانا محمد حسین پسروریؒ
۲۰۴ حضرت حفیظ جالندھریؒ
۲۰۵ سر سکندر حیاتؒ

چند مقبرے

۲۰۶ مقبرہ قطب الدین ایبک
۲۰۷ مقبرہ جہانگیر بادشاہ
۲۰۸ مقبرہ ملکہ نورجہاں
۲۰۹ مقبرہ انار کلی
۲۱۰ مقبرہ زیب النساء

چند بزرگ جن کے لاہور میں زیادہ عقیدتمند ہیں

۲۱۱ حضرت سلطان باہوؒ
۲۱۲ حضرت بابا بلھے شاہؒ
۲۱۳ پیر جماعت علی شاہؒ
۲۱۴ پیر کرم الٰہی کانوالی سرکارؒ
۲۱۵ حضرت میاں چنوںؒ
۲۱۶ حضرت صوفی برکت علیؒ
۲۱۷ حضرت خالد تاتاریؒ
۲۱۸ صوفی حفیظ اللہؒ
۲۱۹ حاجی پیر حیات محمدؒ
۲۲۰ پیر محمد صادق نقشبندیؒ
۲۲۱ حضرت صوفی محمد اقبالؒ
۲۲۲ مائی پٹیاں والیؒ
۲۲۳ بابا سیالکوٹ والے
۲۲۴ سائیں مجذوبؒ
۲۲۵ بکے مجذوبؒ
۲۲۶ سائیں دیوانہؒ
۲۲۷ مجذوب بچہ
۲۲۸ ثاقب شاہؒ

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بمصطفیٰ برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی ست

اقبالؒ

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ
تیر جستہ باز گردانند زراہ

مولانا رومؒ

یہی تو لوگ ہیں معمار آدمیت کے
ہوئی ہے جن سے اصول حیات کی تکمیل

نام فقیر تہاں دا باہو
قبر جناں دی جیوے ہو

سلطان باہوؒ

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صوفیائے لاہور

ایک دور صدیوں پہلے ایسا بھی گزرا ہے۔ کہ لاہور کو مندروں کا شہر کہتے تھے صوفیائے کرام نے جب یہاں اسلام کا جھنڈا گاڑا تو اس دور کے ہندو حکمران کو یہ سخت ناگوار گزرا۔ طرح طرح سے انہیں پریشان کیا۔ مگر اولیائے حق کوئی قدم بغیر حکم کے نہیں اٹھاتے۔ وہ خود نہیں آئے تھے بھیجے گئے تھے۔ باقاعدہ ایک روحانی سلطنت قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان روحانی تاجداروں کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ایسی ایسی طاقتیں عطا فرما رکھی ہیں کہ ان کی مجالس کے فیصلے دنیاوی سلطنتوں میں ردو بدل کے نہ ٹلنے والے فیصلے کرتے ہیں۔ خلق خدا کی خدمت پر مامور یہ لوگ ابدال ہوں۔ قطب ہوں یا غوث ہوں۔ عام دنیا داروں کی نظر انہیں نہیں دیکھ سکتی۔ بالکل اسی طرح جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی حکایت مبارکہ کلام پاک میں بیان فرمائی گئی ہے۔ کہ کشتی میں چھید کردیا یا اسے عیب دار بنا دیا تو حضرت خضر علیہ السلام ایسے آلات تو نہیں ساتھ رکھتے تھے کہ وہاں بیٹھ کر اسے لوگوں کے سامنے عیب دار بنا دیتے اگر ظاہر میں ایسا ہوتا تو لوگ آپ کو منع کرتے خفا ہوتے پکڑ کر بادشاہ کے اہل کاروں کے پاس لے جاتے بلکہ ایک باطنی روحانی طاقت سے اسے عیب دار بنا دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام پیغمبر تھے ان کی پیغمبرانہ روحانی سلطنت اور کشف کو معلوم تھا کہ خضر علیہ اسلام نے ہی کشتی میں چھید کیا ہے۔ اس عمل کو عام لوگ نہیں دیکھ سکتے تھے بظاہر یہ اچھا کام نہیں تھا۔ بباطن یہ ایک نیک کام تھا اسی طرح جو نیک والدین کا لڑکا مرگیا وہ بھی خضر علیہ السلام نے اس کا گلا گھونٹا نہ اس پر تلوار چلائی۔ اگر ایسا ہوتا تو لوگ پکڑ کر انہیں قاتل قرار دیتے اور عدالت میں لے جاکر پیش

marfat.com

Marfat.com

کرتے۔ مگر وہ بھی حضرت خضر علیہ السلام کی روحانی طاقت سے امر سے یا حکم سے مرگیا اس موت کا علم بھی صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تھا یتیم بچوں کے خزانے کی حفاظت کے لئے دیوار پر ہاتھ پھیرا تو وہ پوری مضبوط دیوار بن گئی۔ بظاہر یہ کام حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اچھے نہیں لگے مگر جب انہیں بتایا گیا تو انہیں پتہ چلا کہ ظاہری دنیا سے الگ ایک باطنی دنیا بھی ہے جو وسیع تر بھلائی کے لئے کام کرتی ہے۔ جو کام بظاہر غلط معلوم ہوتے ہیں۔ مگر ان کے دور رس نتائج میں بڑی بڑی بھلائیاں مضمر ہوتی ہیں۔

لاہور میں جن بزرگوں نے آکر اسلام کا جھنڈا گاڑا وہ بزرگ سر قدر کے امر کے تحت یہاں بھیجے گئے تھے انہیں اپنی کامیابیوں کا یقین تھا اور ان تکالیف کا بھی علم تھا جو اس راستے میں آنے والی تھیں یہ بے خوف لوگ ہوتے ہیں انہیں اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہوتا۔ دنیا کے ہر رد و بدل کے پیچھے ابدالوں کی مجلس کے ارکان کا ہاتھ ہوتا ہے یہ لوگ زندہ ہوتے ہیں مگر نظر نہیں آتے۔ یہ اختیار انہیں اللہ تعالیٰ نے دے رکھا ہوتا ہے ان لوگوں کو یہ سلطنت کیوں عطا ہوتی ہے؟ اس لئے کہ ان لوگوں کا اٹھنا بیٹھنا' چلنا' پھرنا' کھانا پینا' سونا' جاگنا' سننا اور بات کرنا ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ہو جاتی ہے ان کا اپنا آپ ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر لوگ اللہ کا امر بن جاتے ہیں۔ ان کا جسم خاکی ہر ظاہری کام کرتا ہے عمل کرتا ہے مگر روح اپنے مثالی جسم کے ساتھ جہاں چاہے چلی جاتی ہے کوئی دیوار کوئی پہاڑ ان کے راستے میں حائل نہیں ہوتا جسم وجاں لاہور میں ہر کام کر رہے ہوتے ہیں اور روح اسی مثالی جسم کے ساتھ خانہ کعبہ میں نماز ادا کر رہی ہوتی ہے ان کے سامنے کائنات کی ہر شے ہوتی ہے۔ تحت الثریٰ سے عرش معلیٰ نظر کے سامنے ہوتا ہے کامل ولی' صادق مرشد' جب کسی کو بیعت کرتا ہے تو سالک صادق' سچے مرید کی زندگی کے حالات تحت الثریٰ سے لوح محفوظ تک دیکھ لیتا ہے اگر کوئی اس راہ پر چلنے کا اہل نہ ہو تو اسے بیعت نہیں کیا جاتا۔ ایسے بلند مقام پر پہنچ کر راستے سے بھٹک بھی جاتے ہیں اس لذت سرمدی کو برداشت نہیں کر سکتے اور جذب و مستی

marfat.com
Marfat.com

میں انا الحق کا نعرہ لگا کر کھال کھنچوا لیتے ہیں۔ سولی پر چڑھ جاتے ہیں۔ ضبط کی یہ بہت بڑی کٹھن منزل ہوتی ہے۔

ولی پیدائشی بھی ہوتے ہیں۔ کچھ مجذوب ہوتے ہیں۔ کچھ مجاہدے اور مرشد کامل کی توجہ سے مشاہدے کی منزل تک پہنچتے ہیں جو مجذوب گلی کوچوں ' بازاروں اور گھروں میں نظر آتے ہیں یہ تمام پاگل نہیں ہوتے ' ذہنی مریض نہیں ہوتے ' ان میں پانچ فیصد روحانی لوگ ہوتے ہیں ' ولی ہوتے ہیں ' ان میں بھی کئی خدمت خلق پر مامور ہوتے ہیں۔ ایک شخص پریشانی کے عالم میں لاہور کے اے جی آفس کے سامنے انکم ٹیکس آفس والے فٹ پاتھ پر جارہا تھا کسی مسئلے میں اسے تھانے اور کچہریوں تک جانے کا خدشہ تھا سامنے حضرت سید موج دریا بخاریؒ کے مزار کا گنبد تھا وہ اسی مزار پر حاضری دینے جارہا تھا وہ بے حد پریشانی کے عالم میں تھا۔ اچانک سامنے سے ایک بارہ سال کا لڑکا آرہا تھا بہت خوبصورت بچہ تھا۔ لوہے کی ہلکی پھلکی زنجیریں گلے میں ڈال کر اس کے ہاتھ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے قمیض اور دھوتی پہنے ہوئے تھا۔ جب اس شخص کے قریب آیا تو بولا " اساں کچہریاں تے تھانیاں وچ نئیں جانا" یعنی ہم نے کچہریوں اور تھانوں میں نہیں جانا وہ شخص کچھ دور جاکر چونکا کہ یہ بات تو میرے دل میں تھی۔ وہ لوٹ کر اس لڑکے کو دیکھنے کے لئے آیا تو وہ لڑکا اسے کہیں نہ ملا۔ اور وہ معاملہ بھی بغیر تھانوں اور کچہریوں کے حل ہوگیا۔ ایک باشرح نوجوان روزنامہ امروز لاہور میں کتابت کرتا۔ کھدر کے صاف ستھرے کپڑے پہنتا سر پر عمامہ شکل صورت بھی نورانی سی تھی وہ اکثر اہل طریقت کی باتیں کرتا۔ لاہور کے موہنی روڈ پر اس کی عطار کی دکان تھی ایک مسجد میں امامت کے فرائض بھی انجام دیتا تھا۔ اسی موہنی روڈ پر ایک پاگل سرپٹ بھاگتا رہتا۔ ہر وقت ہنستا رہتا۔ کوئی کھانے پینے کی چیز کسی سے لے کر نہ کھاتا۔ صرف عطار کے پاس آکر ایک شربت کا گلاس پیتا پھر بھاگ جاتا۔ نوجوان کاتب ایسی جگہ رہتا تھا جہاں راستے میں ایک ویرانہ سا بھی آتا تھا۔ آگے بند روڈ تھی اور دریائے راوی تھا۔ اسے گھر جانے میں کافی دیر ہوگئی رات کے بارہ بج گئے

marfat.com
Marfat.com

جب وہ اس ویرانے کے قریب پہنچا تو دور سے دیکھا مت سی لکڑیوں کا الاؤ جل رہا ہے پاس ایک آدمی بیٹھا ہے سردی بلا کی تھی مگر آگ کے شعلے بھی تیز تھے جب وہ نوجوان مولوی اور قریب گیا تو دیکھا جو آدمی آگ کے کنارے بیٹھا ہے اس نے اپنی دونوں ٹانگیں دہکتی آگ کے شعلوں میں رکھی ہوئی ہیں جب وہ اس کے پاس گیا تو یہ وہی پاگل تھا جو روز اس سے شربت پیتا تھا۔ نوجوان نے حیرت سے کہا اوئے یہ کیا؟ ۔ اس نے کہا ۔ دیکھو جس چیز کو پانی پاک نہیں کرتا اسے آگ سے پاک کرلیا جاتا ہے۔ مولوی گھر چلا گیا مگر وہ سمجھ گیا کہ یہ پاگل نہیں اس کے بعد وہ پاگل کبھی نظر نہیں آیا ۔ نوجوان مولوی نے اسے بہت تلاش بھی کیا مگر اس کا کہیں سراغ نہیں ملا۔

لاہور کے لکشمی چوک **میکلوڈ** روڈ پر ایک مجذوب دن رات سڑک پر بھاگتا پھرتا۔ ادھیڑ عمر تھی مگر جسمانی طور پر سمارٹ تھا گندا سا قمیض پاجامہ پہنتا۔ ایک ہی صدا لگاتا کیے ۔ کیے ۔کیے یا اپنے کان پکڑ پکڑ کر کھینچتا رہتا اس کا دھیان ایک طرف تھا دوسری طرف ایک آدمی ازراہ تفنن اس کے کان کے بالکل قریب کھڑا ہوگیا کیے کیے مگر وہ ایک مرتبہ کیے کہتا خفیف سا وقفہ بھی درمیان میں دیتا اس شخص نے سنا تو چہرے کے رونگٹے کھڑے ہوگئے کیے تو بلند آواز سے کہتا اس کے بعد آہستہ سے کیے اللہ کیے محمدؐ اس شخص نے بتایا یہ مجذوب نہ کسی سے کھاتا ہے نہ پیتا ہے کبھی کبھی اسے چائے پیتے دیکھا گیا ہے یہ اللہ کا خاص بندہ ہے اس کی فراست سے بچو۔ یہ پاگل نہیں ہے بلکہ ہم پاگل ہیں ۔ اس کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے غائب ہوگیا۔

تاج کمپنی لاہور میں ایک بوڑھا آدمی کبھی کبھی کوئی کتاب خریدنے آیا کرتا تھا میلی سی سفید پگڑی سر پر موٹے شیشوں کی عینک کو کالے رنگ کی ڈوری باندھ کر کانوں میں باندھی ہوئی ۔ میلہ سا لمبا کوٹ لٹھے کا میلہ تہبند ایک گندے رومال میں کچھ چیزیں باندھ کر کندھے پر لٹکائے رکھتا اکثر وظائف کی کتابیں خریدتا' تاج کمپنی کا مفتی منیجر تھا۔ اچھا آدمی تھا۔ وہ اس کی بہت عزت کرتا اس کو چائے پلاتا

marfat.com

Marfat.com

اور اکثر اس سے کچھ دعا کی استدعا بھی کرتا وہاں ایک اور آدمی بھی آتا جو مینجر کا دوست تھا ایک دن وہ بیٹھا ہوا تھا تو بابا جی آ گئے۔ اس آدمی کے چہرے کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہے جب وہ آدمی اٹھ کر باہر گیا تو بابا جی بھی اس کے ساتھ اٹھ کر چلے گئے اور اسے کہا کہ تم حزب البحر پڑھا کرو میری طرف سے تمہیں اجازت ہے دعائے جذب البحر انتہائی مصیبت میں پڑھی جاتی ہے بغیر کسی بزرگ کی اجازت کے اسے نہیں پڑھا جاتا بابا جی نے کہا دیکھو میں دن رات حضرت شاہ محمد غوث والی مسجد میں ہوتا ہوں کوئی دشواری پیش آئے تو مجھے آ کر مل لینا عصر کی نماز سے مغرب تک یہ دعا پڑھتے رہو اس آدمی سے پوچھا کہ آخر بات کیا ہے یہ بابا جی آپ کو جانتے ہیں؟ اس نے کہا بالکل نہیں یہ بزرگ صاحب کشف ہے مجھے دیکھتے ہی میری اندر کی کیفیت معلوم کر لی۔ اس نے بتایا کہ مجھ پر کسی گھریلو مسئلے کی بناء پر دشمنوں نے تیرہ جھوٹے مقدمے کر رکھے ہیں اس وقت جتنا میرے ذہن اور اعصاب پر دباؤ ہے کسی اور پر ہوتا تو مر جاتا۔ کچھ دنوں بعد دعائے حزب البحر پڑھنے سے تمام حالات بخیر و خوبی حل ہو گئے کافی دیر بعد اس نے اس بابا کا قصہ کسی کو سنایا تو اس نے کہا میں انہیں ملنا چاہتا ہوں وہ اسے مسجد شاہ غوث" بیرون دہلی دروازہ لے کر آیا مسجد اور مزار پر بابا جی کو تلاش کیا تو پتہ چلا وہ وفات پا چکے ہیں وہ سیالکوٹ کے کسی گاؤں سے اکثر یہاں آتے تھے۔

ایک شخص مولوی غلام محمد قلعہ گجر سنگھ میں برسوں دکھیا لوگوں کی شفایابی کا سبب بنا رہا وہ ایک مسجد میں امامت کے فرائض ادا کرتا تھا اللہ تعالیٰ نے ایسا کرم کیا کہ کسی مرشد کامل کی نظر پڑ گئی دل پر عشق الٰہی کا ظہور ہوا دنیا چھوڑ دی ایک گلی میں ڈیرا لگا لیا اور خاموشی اختیار کی کپڑے انتہائی سادہ اور قدرے میلے ایک چارپائی یا ایک تخت پوش پر گلی کے کنارے پڑا رہتا اس کے پاس یہی اسباب دنیا تھے اس کے پاس صبح سے شام تک عورتیں' مرد بچے' بوڑھے' پانی کی بوتلیں لئے بیٹھے رہتے وہ باری باری سب کو دم کر کے دیتا لوگ شفا یاب ہو جاتے دعا کرتا حاجت پوری ہو جاتی کئی سال اس کا یہ فیض جاری رہا۔ ذکر ہر وقت کرتا بات کسی سے نہ

marfat.com
Marfat.com

کرتا ایک اللہ کا بندہ وہاں سے گزرتا مولوی غلام محمد اسے سلام ضرور کرتا زبان سے نہیں ہاتھ سے سلام کرتا اس کے پاس ہر وقت دکھیا لوگوں کا میلہ لگا رہتا لوگ خود ہی اناج لاتے وہیں پکاتے اور لنگر بھی تقسیم ہوتا رہتا جس شخص کو مولوی غلام محمد خود سلام کرتا ایک دن وہ گزرا تو وہ بزرگ آنکھیں بند کئے لیٹا ہوا تھا جب وہ شخص قریب آیا تو مولوی غلام محمد نے آنکھیں کھول لیں اس شخص سے ہاتھ ملانے کے لئے اوپر اٹھایا اس سے ہاتھ ملا کر اشارے سے کہا اب میں جا رہا ہوں حالانکہ مرنے کے کوئی آثار نہ تھے دوسرے دن وہ شخص گزرا تو مولوی غلام محمد وفات پا چکے تھے۔ عقیدتمندوں نے واہگہ کے نزدیک انہیں دفن کیا اور ہر سال عرس ہوتا ہے۔

بابو غلام سرور ریلوے میں گارڈ تھے لیکن شروع سے عارفان حق کے صحبت یافتہ تھے روحانی بصیرت رکھتے تھے۔ مرشد کامل نے ایسی نظر ڈالی کہ جذب و مستی کی کیفیت طاری رہنے لگی لاہور میں موچی گیٹ کے اندر رہتے تھے کلین شیو تھے پتلون کوٹ اور نائی لگاتے تھے۔ باقاعدگی سے ڈیوٹی دیتے تھے مگر گھر کے اندر اور باہر روش درویشانہ تھی عشق الٰہی کی خوشبو سے ذہن دل اور نگاہیں مخمور رہتیں جب منزل بلند ہوئی تو کیفیت بالکل بدل گئی اس وقت عمر بھی زیادہ نہیں تھی ایک دن ڈیوٹی پر گئے تو جس ریل گاڑی پر ڈیوٹی تھی وہ گاڑی جا چکی تھی اسٹیشن ماسٹر سے ملے تو حیرت زدہ ہو گیا اور کہا کہ ابھی تو آپ ٹرین لے گئے سبز جھنڈی لہرائی سیٹی بجائی' اور مجھے ہاتھ ہلا کر سلام کیا۔ بابو غلام سرور نے کہا کہ میں تو لیٹ ہو گیا ہوں اسٹیشن ماسٹر حیران رہ گیا رجسٹر لایا اور کھول کر انہیں دکھایا یہ دیکھئے آپ کے دستخط موجود ہیں اچھا اگر یہ بات ہے تو میرے لئے نوکری مشکل ہو جائے گی بابو غلام سرور نے کہا اور مستعفی ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ اور پھر ایسا وقت آیا کہ مجذوبیت طاری ہو گئی آنکھیں چڑھی ہوئی' سر کے بال بکھرے ہوئے' اپنی چھوٹی سی بیٹھک میں بیٹھے ہوئے تھے دو تین باشرح بزرگ ادب سے بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے ایک مینا پال رکھی تھی بار بار اس سے باتیں کرتے لیکن

marfat.com
Marfat.com

بلاتے اسے بیٹا بیٹا کہہ کر بیٹا ہر بات کا صاف زبان میں جواب دیتی دیکھا تو اوپر سے آپ کے گھر والے محلے کے بچوں کو شیرینی بانٹ رہے تھے اتنے میں ایک دیہاتی آیا اس کے ساتھ پندرہ سولہ سال کا لڑکا تھا۔ وہ سلام کر کے ادب سے بیٹھ گئے حضرت بابو غلام سرورؒ نے پوچھا میاں کون ہو۔ کہاں سے آئے ہو؟ دیہاتی نے جواب دیا حضرت جی میں ضلع سیالکوٹ کی تحصیل پسرور کے ایک گاؤں بسرا سے آیا ہوں اور مولوی اللہ رکھا صاحب نے آپ کے پاس بھیجا ہے بابو غلام سرو۔ نے پوچھا میاں اللہ رکھا صاحب نے کیوں بھیجا ہے۔ آپ کے پاس دعا کے لئے بھیجا ہے۔ آپ دعا فرمائیں میری مصیبت ٹل جائے۔ بابو غلام سرور نے جواب دیا میاں صاحب خود تمہارے لئے دعا کیوں نہیں کرتے؟ جاؤ انہیں کہو وہ خود تمہارے لئے دعا کریں مصیبت ٹل جائے گی اتنے میں چائے آگئی۔ اس دیہاتی کو پیش کی گئی تو اس نے انکار کر دیا یہ اس کی بد نصیبی تھی۔

وہ دیہاتی تو وہاں سے چلا گیا مگر اس کی مصیبت ٹل گئی بابو غلام سرور کے آمدنی کے ذرائع کوئی نہیں تھے مگر لنگر اور مہمان نوازی جاری رہتی تھی انہیں بمبئی سے منی آرڈر آتے تھے مگر یہ معلوم نہ تھا کہ کون بھیجتا ہے اور کہاں سے آتے ہیں ہو سکتا ہے کہ ان کے مرید بمبئی میں ہوں یا پھر بھی یہ آمدنی ایک پراسرار سی تھی آپ کی شہرت لاہور اور لاہور سے باہر دور دور تک پھیل گئی تو ہزاروں لوگ آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو گئے مجذوبیت میں اکثر آپ سے کرامات ظاہر ہوتیں آپ کے کئی **خلیفے** ہیں اور ان کے مریدوں کی تعداد سینکڑوں تک ہے۔

آپ کے خلیفہ اول سیالکوٹ کے ایک گاؤں بریلہ شریف میں صوفی محمد حفیظ اللہ ہیں اور دوسرے قصبہ ظفروال کے قریب جندراں کا شریف میں ہیں یہ گاؤں بھی تحصیل پسرور میں ہے ان کا نام صوفی محمد اقبال ہے دونوں خلفاء کے لنگر جاری رہتے ہیں اپنے مرشد پاک بابو غلام سرورؒ سے انتہائی عقیدت رکھتے ہیں حضرت بابو غلام سرورؒ کا مزار میانی صاحب لاہور میں ہے ہر سال عرس وہیں منعقد ہوتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

یہ روحانی سلطنت کا سلسلہ ایسا ہے جس میں اسرار ہیں پوشیدہ رکھنے یا رہنے کا مقصد' یا ان کا ولایت یافتہ لوگوں کے منصب اور درجات یہ بھی الگ الگ ہیں ان میں بعض ایسے ولی ہوتے ہیں جن کو اپنی ولایت کا علم نہیں بھی ہوتا مگر وہ خدمت خلق ' درس و تدریس ' اصلاح و معاشرہ' تبلیغ دین ' بھٹکے ہوئے لوگوں کی رہنمائی - بیماروں کی شفایابی جیسے اور بہت سے کاموں پر یہ لوگ معمور ہوتے ہیں ان میں صرف سادہ لباس اور بے نیازانہ روش کے لوگ ہی نہیں ہوتے بلکہ گھریلو قسم کے سفید پوش یا بہترین لباس پہننے والے سوٹڈ ' بوٹڈ' ٹائی وغیرہ لگانے والے لوگ بھی ہوتے ہیں کاروں کوٹھیوں کے مالک ' ملوں کے مالک' نواب ' رئیس' بادشاہ' اور شہنشاہوں میں بھی کچھ لوگ ڈیوٹیوں پر معمور ہوتے ہیں مگر غوث ' قطب ' ابدال' سپرپاور رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ان کو بہت سے اختیار دے رکھے ہوتے ہیں اور باقاعدہ ان کی مشاورت ہوتی ہے مجلس کے ارکان فیصلے صادر کرتے ہیں اس روحانی بادشاہت کا ذکر پہلے بھی تفصیل سے آچکا ہے۔

بہت سی گمنام ہستیاں بھی عشق الٰہی میں ڈوبی ہوتی ہیں اور گمنامی کے عالم میں ہی وہ دنیا سے پردہ کرجاتے ہیں بعض لوگ ولیوں کی ولایت سے پہلے کی زندگی کے نقائص اور گناہ بیان کرکے ان کی حرمت اور تقدس کو مسخ کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر ایسا نہیں اللہ تعالیٰ جب چاہے جس عمر میں چاہے کسی کو ہدایت یافتہ بناسکتے ہیں چور سے قطب بن جاتے ہیں ڈاکو سے ولی اور ڈاکوؤں کے سردار سے حضرت فضیل بن عیاضؒ بن جاتے ہیں ہدایت کی کرن کسی وقت بھی دل کی سیاہیاں دھوسکتی ہے۔

اس دور میں اور بہت سی ہستیوں کے علاوہ حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ بھی بہت بڑے روحانی منصب پر معمور تھے وہ شاعری ' علم کے علاوہ الہام سے کرتے تھے ایران اور تاشقند میں لوگ ان کے نام کو سلام کرتے ہیں وہ پیغمبر نہیں

marfat.com
Marfat.com

تھے مگر کلام پیغمبرانہ ہے ان کے ذمے یہی خدمت تھی یہ بہت بڑی ولایت تھی جو اللہ تعالیٰ نے اس مرد قلندر کو عطا کی' بنیان اور تہبند پہن کر میو روڈ والی کوٹھی کے لان میں چھتر کے نیچے چارپائی پر لیٹا ہوا درویش ولی نہیں تو کیا تھا؟ ان کی قبر زندہ ہے نام زندہ ہے یہ لوگ زندہ لوگوں میں شمار ہوتے ہیں ان کے فلسفے ان کی شاعری پر سینکڑوں کتابیں اور ہزاروں مضامین لکھے جاچکے ہیں دنیا کے کونے کونے میں ان کا نام زندہ ہے ان کی عزت حرمت اور تقدس زندہ ہے علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کا کلام زندہ کرامت ہے انہوں نے جو تصور پیش کیا اس کی تکمیل بھی ایک بڑی کرامت ہے علامہ اقبال کو جو علم عطا فرمایا گیا تھا وہ دنیا کے تمام علموں سے بالاتر تھا۔ یہ اسی علم کا اعجاز تھا کہ نطشے 'گوئٹے اور مشرقی مفکرین نے جہاں جہاں ٹھوکر کھائی ان کی نشاندہی کی ۔ اور ایسے ہی نہیں مقام کبریا سمجھانے کا دعویٰ کیا جاسکتا

حضرت محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ ایک جدید طرز کے انسان تھے مگر جب مسلمانوں کی قیادت کے لئے روحانی کیبنٹ میں آپ کا نام چن لیا گیا تو اس کے بعد وہ روحانی ہستی بن چکے تھے مملکت پاکستان اور آپ کی بے داغ زندگی ایک زندہ کرامت ہے ۔ بقول حضرت حسرت موہانی ۔ صبح دم پردے کے پیچھے سر بسجود سسکیاں بھرنے والا شخص صاحب ولایت نہیں تو کیا ہے ؟ ۔

پاکستان میں تین شہر مدینتہ الاولیاء ہیں لاہور' ملتان اور اوچ شریف مگر دنیا کی ہر بستی ہر چھوٹا گاؤں اور ہر بڑا شہر ولی سے خالی نہیں ہوتا یہ کرہ ارض جب ان لوگوں سے خالی ہوجائے گا تو قیامت آجائے گی وہ لوگ جو اپنی ساری کوششیں تمام توانائیاں دنیا کی چند روزہ عارضی زندگی پر صرف کردیتے ہیں وہی لوگ بہت بڑے گھاٹے میں رہتے ہیں مگر روحانی ہستیوں پر دنیا کی ناپائیداری کا بھید کھل جاتا ہے وہ اسی لئے دل سے دنیا نکال دیتے ہیں ۔ اور خواہشات سے دل خالی کرلیتے ہیں اسی لئے وہ کوئی پائیدار کام کر گزرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرلیتے ہیں لاہور ایسا خیرو برکت والا شہر ہے جہاں حضرت علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ ' حضرت موج

marfat.com
Marfat.com

دریا بخاری رحمتہ اللہ علیہ، اور حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ جیسی پاکیزہ ہستیوں اور دوسرے سینکڑوں بزرگوں کے روحانی فیض کا نور لاہور کو جگمگائے ہوئے ہے تاریخوں میں قریباً" ایک ہزار روحانی ہستیوں کے حالات ملتے ہیں ان کے علاوہ ہزاروں ولی اس شہر کے گلی کوچوں، قبرستانوں اور نواحی بستیوں میں آسودہ خاک ہیں۔

اس راہ پر چلنا آسان کام نہیں ہے سلوک کی منزلیں بڑی کٹھن ہیں تاہم اس مختصر زندگی کو سمجھ لیا جائے تو دنیا کی اصل زندگی کا روپ آشکارا ہو جاتا ہے نسل در نسل ایک ہی طرح کی بے ادبیوں میں پھنسے ہوئے لوگ علم کی روشنی اور بزرگوں کی صحبت سے جہالت کے خول سے باہر آ بھی سکتے ہیں تو لاہور کے بھاٹی گیٹ کے اندر کچھ ہی دور جا کر کوچہ پٹ رنگاں ہے بڑے بازار سے اس کے اندر داخل ہوں تو سامنے ایک چھوٹی سی مسجد ہے پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے پہلے اس کے اندر ایک باہوش بزرگ بیٹھتے تھے اکثر ہاتھوں میں عصا سر پر دوپلی ٹوپی شلوار قمیض پہنے بڑی بڑی آنکھیں چڑھی ہوئی مسجد میں داخل ہوتے تو کچھ لوگ ادب سے ان کا استقبال کرتے وہ پھر عشاء تک مسجد میں ہی رہتے عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے نماز ظہر کے بعد حلقہ ذکر منعقد ہوتا اللہ ہو اللہ ہو کی آوازیں بلند ہوتیں ان کا نام حافظ عبدالکریم" تھا اور معروف بزرگ حافظ عبدالکریم رحمتہ اللہ علیہ راولپنڈی والوں کے مرید تھے اور ان کے خلیفہ اول تھے بھاٹی گیٹ والے حافظ عبدالکریم" بظاہر دنیا سے کنارہ کش تھے مگر ان کے بیٹے بیٹیاں عزیز و اقارب سب تھے اور کھاتے پیتے لوگ تھے۔ مگر حافظ صاحب دنیا سے بالکل کنارہ کئے ہوئے تھے۔

ایک دن ایسا ہوا کہ ایک چودہ پندرہ سال کا لڑکا جوان سے بیعت تھا نماز ظہر کے بعد اسے بلالیا۔ نماز کے بعد ذکر کی محفل شروع ہوئی ذکر کرتے کرتے حافظ نے اللہ ہو کا ایک ایسا نعرہ مارا کہ وہ لڑکا بے ہوش ہو گیا ذکر ختم ہوا تو دوسرے مریدوں سے کہا کہ اس لڑکے کے جسم کو دباؤ۔ دو آدمیوں نے اسے دبایا آدھ گھنٹے

marfat.com
Marfat.com

کے بعد اسے ہوش آیا تو زار و قطار رونے لگا آنسو تھے کہ تھمتے ہی نہیں تھے ایک مرید جو آپ کے زیادہ قریب تھا اس نے عرض کی یا حضرت ہمیں تو برسوں آپ کی خدمت میں ہوگئے ہیں مگر کچھ حاصل نہ ہوا اور اس نادان سے لڑکے پر پہلے دن ہی ایسی نوازش اور نور کی بارش ؟ آپ نے فرمایا گیلے موچھے آگ نہیں پکڑتے نرم و نازک سوکھی شاخیں فوراً" آگ پکڑ لیتی ہیں ایک نظر نے جو اس لڑکے کے دل پر اثر کیا تمہارے دل پر برسوں سے وہ نظر پڑ رہی ہے مگر کوئی اثر نہیں ہوا اب وہ لڑکا اسی سال کی عمر میں آج بھی زندہ ہے اس لڑکے نے بتایا کہ وہ نظر ایسی تھی کہ جیسے پتھر کی سل پر کوئی برش پھیر رہا ہے۔

بعض اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ایسے ہوتے ہیں جن کی ڈیوٹی صرف مخلوقات عالم کے لئے دعا کرنا ہوتی ہے وہ دعا کرتے ہیں تو تمام کائنات کی مخلوقوں کے لئے وہ صرف اپنے لئے اپنی اولادوں کے لئے یا صرف اپنے عزیز و اقارب کے لئے دعا نہیں کرتے وہ نہ حصول دنیا مانگتے ہیں نہ مال و دولت مانگتے ہیں اس کرہ ارض کے لئے اس کے تمام شہروں اور بستیوں کے لئے تمام انسانوں کے لئے امت محمدؐ کے لئے امت محمدؐ کی بخشش کے لئے مظلوموں کے لئے ظالموں کے لئے محکوم لوگوں کے لئے حاکموں کے لئے چرند پرند آبی اور خاکی مخلوقوں کے لئے تمام کائنات کے لئے کائنات کی تمام مخلوقوں اور تخلیقوں کے لئے دعا کرتے ہیں سوائے ابلیس اور اس کی فوجوں اور اس کی اولادوں کے تو ایک ڈیوٹی ان لوگوں میں یہ بھی ہوتی ہے کہ یہ لوگ اس وقت تک کسی کو پند و نصیحت نہیں کرتے جب تک اپنی اصلاح نہیں کرلیتے اوپر جن بزرگوں کا ذکر ہوا ہے یہ سنی سنائی باتیں نہیں مصنف کے مشاہدے کی باتیں ہیں۔ لاہور شہر ایک روحانی شہر ہے اسے مدینتہ الاولیاء کہتے ہیں اسے بلاد الاولیاء کہتے ہیں اس میں سینکڑوں قبرستان ہیں۔ ان قبرستانوں میں عام **گہنگاروں** کے علاوہ ہزاروں اولیاء اللہ بھی آسودہ خاک ہیں اندرون شہر کے گلی کوچوں میں سینکڑوں مزارات زندہ ہیں جن میں سے کچھ کی تاریخیں تصدیق کرتی ہیں اور کچھ مزار ایسے ہی جن کی تاریخ نہیں ملتی بہرحال ان مزارات میں بھی بہت

marfat.com
Marfat.com

سے مجذوب اور ولی دفن ہیں اور ایسے بھی ہیں جو یار لوگوں نے ڈیرا سجانے کے لئے قبروں کو سجا بنالیا ہے جھنڈا گاڑ لیا ہے اور چرس خانے' چنڈو خانے بنالئے ہیں منشیات فروشی' اور بھنگ چرس نوشی کے اڈے بنالئے ہیں بہرحال اس طرح کی اخلاقی پستیاں اور مفاد پرستیاں بھی ساتھ ساتھ چلتی ہیں اس شہر میں ایک نور کا دریا بہتا ہے جس کی وجہ سے محبت کی خوشبو اس شہر میں پھیلی رہتی ہے انقلابات زمانہ اور آبادیوں کے بڑھ جانے سے بھی اس خوشبو میں کمی واقع نہیں ہوتی گلشن آرائیوں چمن ویرانیوں خانہ آبادیوں اور خانہ بربادیوں سے روحانی فضا اور روحانی مہک میں کوئی کمی نہیں ہوتی کوئی خلا پیدا نہیں ہوتا۔

اس کتاب میں ایک سو سے زائد ایسے بزرگوں اور مجذوبوں کا بیان ہے جن کا پہلے کسی کتاب یا تاریخ میں ذکر نہیں مگر ان کے مزار زندہ ہیں ان کے علاوہ بھی سینکڑوں مزار لاہور کی زمین میں بکھرے پڑے ہیں جن پر تحقیق کی ضرورت ہے۔

ان کے علاوہ شاعروں' ادیبوں' اور دانشوروں میں بھی صاحب ولایت' صاحب منصب اور صاحب منزل لوگ ہوتے ہیں قدرت اللہ شہاب صاحب منزل بزرگ تھے واصف علی واصف کے متعلق سنا ہے کہ وہ بھی صاحب منزل ہستی تھے کچھ اور دانشور بھی ہیں ان کے اندر روحانیت تو ہے مگر وہ اندر سے دنیا کو نہیں نکال پاتے۔

طاہر لاہوری

121۔ ستلج بلاک علامہ اقبال ٹاؤن

لاہور

marfat.com
Marfat.com

تصوف

اسلام بنیادی طور پر ایک روحانی دین اور پوری انسانیت کا مذہب ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غار حرا والی حیات مقدس کا بنیادی تصور پیش کرتی ہے - رہبانیت روح تصوف کے سراسر منافی ہے تصوف براہ راست قرآن وسنت سے ماخوذ ہے اسی تصوف کے سائے میں انسانی زندگی درجہ کمال تک پہنچتی ہے -

عشق الٰہی - رضائے الٰہی اور معرفت الٰہی تصوف کی روح ہیں ان کو حاصل کرنے کے لئے اپنی ذات کی نفی کرنی پڑتی ہے اپنی ذات کی نفی کرنے سے ذہن و دل کی وہ تمام غلاظتیں دھل جاتی ہیں جنہوں نے انسان کی بصیرت ' بصارت دل اور دماغ پر دنیا کی محبت کے اندھے غلاف چڑھا رکھے ہوتے ہیں اپنی ذات کی بڑائی غرور کے خانے میں بند زندگی کے بت کو پاش پاش کرنے میں اپنی ذات کی نفی کا پہلا وار اسی انا کی دلدل میں لپٹے پیکر پر پڑتا ہے اور دل گناہ کی آلودگیوں سے پاک ہوجاتاہے پھر عبادت ' ریاضت ذکر چلنے پھرنے اور پھر نیک عمل میں لذت محسوس ہونے لگتی ہے یہ تصوف کی پہلی منزل ہے۔ پھر اگلا قدم اطاعت حق کی منزل میں رکھنا ہوتاہے اور ہر کام اطاعت حق کے حوالے سے کیا جاتاہے تصوف کرامت کی طلب کا تصور نہیں بلکہ کرامتیں خود بخود صادر ہوتی چلی جاتی ہیں یہ کام اللہ تعالیٰ کے حوالے سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی محبت کے انوار ' تجلیات اور جلوے دل کی رگ رگ سے پھوٹنے لگتے ہیں یہ تصوف میں وہی مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ بندے سے خود پوچھتا ہے کہ بتا تیری مرضی کیا ہے بندہ جو کہتا ہے اللہ تعالیٰ مان لیتے ہیں- یہی رضا کی منزل ہے یہاں اللہ تعالیٰ کی ہر خوشی بندے کی خوشی ہوتی ہے اور بندے کی ہر خوشی اللہ پاک کی خوشی ہوتی ہے اس منزل پر صوفی کے سامنے سے تمام پردے اٹھ جاتے ہیں تحت الثریٰ سے لوح محفوظ تک ہر شے نظر آنے لگتی ہے اور ہر شے میں جلوہ الٰہی نظر آنے لگتا ہے پھر بندے کا کھانا پینا' اٹھنا بیٹھنا' چلنا

marfat.com
Marfat.com

’ پھرنا خاموشی اور بولنا سب اسی مالک حقیقی کا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آتی۔

مگر ان تمام مراحل کو طے کرنے کے لئے ایک مرشد کامل کی ضرورت ہوتی ہے ایک راہبر ایک استاد کی ضرورت ہوتی ہے سب سے پہلے مرشد پاک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے ان سے بڑھ کر کوئی مرشد اور راہبر نہیں۔ حضور اکرمؐ کے تربیت یافتہ چاروں بڑے صحابہ کرامؓ کے علاوہ دوسرے صحابہ کرامؓ پر اس بلند مرتبہ مرشد پاک کی زندگی کے اثرات اس طرح مرتب ہوئے کہ بندہ مولا صفات بن گئے۔ ان کی زندگیوں کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ ان کی عظمتوں کے مینار محبوب حق کے صدقے میں کن بلندیوں پر ہیں۔

ان صحابہ کرامؓ سے جو تصوف کا سلسلہ چلا وہ آج تک جاری و ساری ہے اور قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔ مرشد کی تلاش ایک دینی ضرورت ہے اور تصوف میں مرشد کامل کے بغیر دین کی روح کو سمجھنا محال ہے۔ کتابوں کی ورق گردانی سے نہیں بلکہ فیضان نظر سے یہ مقامات سمجھ میں آتے ہیں اور حاصل ہوتے ہیں۔

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ علم کا سمندر پی گئے مگر وہ فرماتے ہیں کہ رب ذوالجلال کی شان کی قسم! میں علم کی دنیا کا شہسوار تھا۔ مگر حقیقت کی تلاش پھر بھی رہی جب صوفیائے کرام کی صحبت نصیب ہوئی تو معلوم ہوا کہ صوفیاء کا راستہ ہی درست ہے اللہ کی بارگاہ تک پہنچنے کا راستہ یہی ہے مگر یہ بغیر عمل اور جستجو کے حاصل نہیں ہوتا صوفیاء کرام کا راستہ ہی سنت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے منور ہے مرد کامل کی نسبت کے بغیر دین کا فہم حاصل نہیں ہوتا اور گمراہی کے امکانات کم ہوتے ہیں شیطان نے قسم کھائی تھی کہ پروردگار عالم تیرے عزوجل کی قسم میں انسانوں کو گمراہ کر کے رہوں گا مگر تیرے نیک بندوں پر میرا بس نہیں چلے گا۔

marfat.com
Marfat.com

پیر کامل :۔ پیر کامل وہ ہے جو علم معرفت جانتا ہو ۔ دین کا علم جانتا ہو ۔ کیونکہ بڑے بڑے عالم بھی مشائخ کے مرید ہوئے ہیں یہ لوگ علم میں تو ان سے بڑھ کر ہوتے ہیں مگر علم معرفت کے لئے مشائخ سے ہی رجوع کرنا ضروری ہوتا ہے پرہیز گار ہو اور صاحب تقویٰ ہو جملہ شرعی شرائط ' قواعد اور احکام کی پابندی کرنے والا ہو دل پاک ہو' ذہن پاک ہو' نظر پاک ہو ' پاکبازی میں بے مثل ہو لغویات سے پرہیز کرے عبادت و ریاضت ۔ مجاہدہ' روئیں روئیں میں رچے بسے ہوں حسن خلق ہو' غنی ہو ' مریدوں کے حق میں شفیق اور رحیم ہو ' دولت اور امارات سے بے نیاز ہو صاحب ولایت ہو صاحب کرامت ہو ولایت اور کرامت کا اظہار لوگوں کو متاثر کرنے کے لئے نہ کرے دنیا اس کے در پر سائل بن کر آئے وہ سوائے اللہ کے کسی کا سائل نہ ہو۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ سے فرقہ ملامتیہ چلا تھا دنیا سے بچنے کے لئے یہ فرقہ البتہ بہت سے ایسے عمل کرتا ہے جن سے لوگ ان سے نفرت کریں اور دور رہیں اس سلسلے کے لوگوں میں بہت سی مکروہات بھی شامل ہوتی ہیں اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رجوع میں خلل سے بچنے کے لئے کوئی کام ہو تو جائز ہے جسمانی لذتوں کے عنصر شامل ہو جائیں تو مکروہ ہیں گناہ ہیں اس فرقے کو کچھ لوگ ناپسند کرتے ہیں بہرحال کاملین ان میں بھی ہوتے ہیں قلندر اور مجذوب اس سے مستثنیٰ ہیں۔

مرید :۔ مرید کا لفظ ارادے سے نکلا ہے جس چیز کا ارادہ کیا جاتا ہے اسے مراد کہتے ہیں عربی زبان میں بیعت بیچنے کو کہتے ہیں بیعت کرنا صحابہ کرامؓ کی سنت ہے اور بیعت لینا حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنت ہے ۔ بیعت کئی قسم کی ہے بیعت اطاعت' محبت' بیعت ہجرت' بیعت جہاد' شیخ کے حق میں مرید کا پہلا ادب یہ ہے کہ مرید کا رشتہ شیخ کے ساتھ محبت اور عشق کی سطح پر استوار ہو اس میں عقلی پیمانے کا دخل نہ ہو جب صدق دل سے بیعت کرلی جائے تو پھر کسی تنقید یا اعتراض کی گنجائش نہیں رہتی شیخ امتحان کے لئے اگر کوئی بات بعید از عقل کہہ دے تو

marfat.com

Marfat.com

مرید کے لئے اعتراض کی گنجائش نہیں ورنہ اخذ فیض نہ ہوگا۔ طریقت کے آداب میں یہ بھی ہے کہ چاروں مسالک کو حق جانے مگر تقلید اپنے امام کی کرے مرید جہاں سے ملے فیض لے لے مگر اسے اپنے مرشد کی جانب سے جانے علم کے بغیر سلوک فتنہ کا باعث ہے اور علم سلوک کے بغیر حجاب ہے علم بذات خود ایک پردہ ہے امام مالکؒ کا قول ہے کہ جس نے علم شریعت حاصل کیا اور سلوک چھوڑ دیا وہ ملحد ہے حضرت شیخ جلال الدین بخاری کا قول ہے کہ سچا مرید وہ ہے جس کے بائیں ہاتھ کا فرشتہ بیس سال تک کوئی گناہ نہ لکھ سکے اگر کوئی گناہ کرتا ہے تو فوراً توبہ کرلیتا ہے طریقت میں دوری نام کی کوئی چیز نہیں شیخ کی روح خواب میں بھی مرید کی رہنمائی کرتی ہے تصوف کی روح حسن خلق ہے۔

الصفاء تصوف کا پہلا مادہ ہے اس عربی لفظ کے معنی پاک کرنا اجلا کرنا' چمکانا' میل کچیل نکال کر چمکانا تصوف اس لفظ کے حوالے سے دل کو گناہوں کی آلودگیوں سے پاک صاف کرکے چمکانا ہے۔ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ نے بھی تصوف کو یہی معنی پہنائے ہیں لوح دل کو رذائل کی میل کچیل اور گناہوں سے پاک کرکے باطنؒ کو چمکانا دوسرا مادہ الصفو ہے اس کے معنی کسی سے دوستی اور محبت میں اخلاص کو کہتے ہیں مخلص دوست کو صفی کہتے ہیں تصوف اللہ تعالیٰ سے دوستی کے رشتے کو استوار کرنا ہے صوفی جنت دوزخ سے بے نیاز ہوتا ہے اور صرف عشق الٰہی میں غرق رہتا ہے ایک لفظ الصف ہے یعنی صوفی بارگاہ خداوندی میں صف اول میں ہوتا ہے ان کے علاوہ صوفی صوف یعنی کالے کپڑے پہننے والے متقی' پرہیزگار' عبادت گزار اور علائق دنیا سے بے نیاز کو بھی کہتے ہیں جو اس کے پاس ہوتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی ملکیت سمجھتا ہے اسے طمانیت حاصل ہوتی ہے اسے کچھ مل جائے تو دوسروں میں بانٹ دیتا ہے تصوف میں غفلت سب سے نقصان دہ چیز ہے سلطان باہوؒ نے فرمایا ہے "جو دم غافل سو دم کافر"

نماز تصوف کی روح ہے قرآن پاک میں نماز تہجد سے لے کر تمام نمازوں کا ذکر آتا ہے فقر کی نماز۔ صوفی کی نماز عام نمازیوں کی نماز سے مختلف ضرور ہوتی

marfat.com
Marfat.com

ہے اس کا تعلق ظاہر سے نہیں بلکہ باطن سے ہے دنیا میں پھنسے ہوئے انسان کی نماز دنیاوی مسائل اور خواہشات کے تانے بانے میں الجھی ہوئی ہوتی ہے جبکہ صوفی کی نماز دنیا کی تمام آلائشوں سے پاک ہوتی ہے بارگاہ ایزدی میں حاضر ہوتا ہے اور دنیا و مافیہا سے بے خبر نماز کی زبان میں اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتا ہے گردو پیش سے بے خبر اپنی کوتاہیوں اور گناہوں پر روتا ہے اور معافی کی بھیک مانگتا ہے صوفی دل کی گہرائیوں سے مالک حقیقی کی عبادت کرتا ہے اور پھر بھی اپنے آپ کو گنہگار سمجھتا ہے۔

وہ خالق کل کائنات کے ذرے ذرے کے حالات سے آگاہ ہے اس کے حکم کے بغیر کوئی شے ہل نہیں سکتی۔ زندہ قبروں پر جو انوار برستے ہیں وہ صاحب قبر کی عظمت پر نچھاور ہوتے ہیں خیر و شر کے اژدحام میں جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کو اس کی خبر ہے۔

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صوفی

صوفی صوف کے کپڑے پہنے ' سیاہ لباس پہنے ' سبز لبادہ میں ہو۔ سفید چولا ہو خواہ گدڑی زیب تن رکھتا ہو اس کے جسم کے روئیں روئیں سے۔ تار تار سے ' نفس نفس سے ایک ہوک سی اٹھتی ہے۔ ہو کی ایک صدا اٹھتی ہے۔ اس صدا کا بکھرا ہوا ایک ایک تار ' اس تار کے ایک ایک جھونکے میں اس خالق لم یزل کی واحد نیت ' حقانیت۔ حسن صمدیت ' بحر رحمانیت اور جوش کبریت کے انوار کی بارش اس انداز میں کھل کر ہوتی ہے کہ دل و دماغ اور نگاہ کی حدود میں جو کچھ ہوتا ہے دھل جاتا ہے باقی وہی کچھ رہتا ہے جس کو فنا نہیں صوفی کے اس لباس کی زیبائش کے بے نیازانہ انداز میں کائنات کا تمام حسن سمٹ کر رہ جاتا ہے صوفی کی گدڑی کے ایک پیوند کے ایک ایک ریشے میں تجلیات کے سمندر ہوتے ہیں۔ محبت کے جلوے ' عشق کی حشر سامانیاں زیب داستاں کی حدود سے نکل کر نقطہ ء حقیقت کی بلندیوں تک پہنچ جاتی ہیں۔ نگاہ نکھر جاتی ہے نتھر جاتی ہے ' تحت الثریٰ سے لوح محفوظ تک کوئی ذرہ کوئی شے پوشیدہ نہیں رہتی۔

اولیاء صوفیاء اور بزرگان محترم ' پیغمبروں اور نبیوں پر اتارے گئے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی روح ہوتے ہیں۔ ان حضرات کے لئے ان احکامات سے باہر کوئی حکم باعث افتخار نہیں ہوتا۔ قابل عمل نہیں ہوتا۔ انسانی زندگی اسی دائرہ کے اندر رہ کر ہی دنیاوی دینی اور روحانی تسکین حاصل کر سکتی ہے۔ اسی طرح جس طرح تمام پیغمبروں پر نازل کی گئی الہامی کتب۔ صحیفے اور حکایات کی روح قرآن پاک ہے۔ قرآن پاک کی روح الحمد شریف اور الحمد شریف کی روح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے اور بسم اللہ کی روح بسم اللہ کی ب میں ہے اسی طرح نبیوں اور پیغمبروں کے

marfat.com

Marfat.com

بعد اسی طرح تمام مراحل سے گزر کر یہ لوگ انسانی زندگی کی روح ہیں ۔ علم ' عبادت ' محبت ' سخاوت ' خدمت ' ادب ' شرافت ' عدل اور احساس کی دولت سے مالا مال ہستیوں کا احساس شفاف آئینہ کی طرح ہوجاتا ہے ۔ اس میں وسعت پیدا ہوتی رہتی ہے دنیا اور اسباب دنیا سے بے رغبتی اور ان کی ناپائیداری کا احسا اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ دنیا کی محبت سے ذہن و دل خالی ہوجاتے ہیں دنیا کی تمام غلاظتیں چھٹ جاتی ہیں انوار اور تجلیات کی بارش ذہن و دل پر ہونے لگتی ہے اور یہ احساس پہاڑوں کی طرح مضبوط ہوجاتا ہے ۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت ساتھ ہے ہر خوف ہر غم ختم ہوجاتا ہے سجدے میں سر رکھ کر سب کچھ بھول جانے والوں کو یہ احساس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور سر رکھا ہوا ہے اور پھر احساس کا آئینہ اس حد تک شفاف ہوجاتا ہے کہ وہ ایک سورج بن جاتا ہے ۔ سب اندھیرے چھٹ جاتے ہیں ہر شے بے روک ٹوک نظر آنے لگتی ہے صوفی کو لباس کے حوالے سے نہیں احساس کے حوالے سے دیکھا جاتاہے کمان سے نکلا ہوا تیر ایسے واپس نہیں آجاتا ہمت حوصلہ اور برداشت کی حد تک پہنچنا ہوتا ہے۔

کاملیت کے درجے پر پہنچ کر نماز کی لذت کے سامنے دنیا کی تمام لذتیں ہیچ ہوجاتی ہیں ذکر کی لذت تڑپا کر رکھ دیتی ہے محویت کا یہ عالم بے خودی کی یہ حالت ' دو عالم سے بیگانگی کی یہ صورت ' ہوش و خرد سے آزاد کردیتی ہے مگر کاملیت کی منزل بہت دور ہے۔ راستے سنگلاخ ہیں ۔ بڑے جتن ' بڑی لگن کا مرحلہ ہے اذیتناک ' کٹھن ' دردناک ' سفر سے گزر کر طمانیت راحت افزا سکون تو ہوجاتا ہے مگر عشق کی تڑپ ' تپش اور بے قراری کا سمندر دل کے اندر طوفان برپا رکھتا ہے۔ صوفی بننا آسان نہیں ہے ۔

عورت مرد کے جسم کا ہی ایک حصہ ہے۔ اس کو جدا کرنا اپنے جسم کے ایک حصے کو کاٹ کر پھینک دینے کے مترادف ہے پھر ' رت ماں ' بیٹی ' بہن ' بیوی ' اور محبوب کے درجے میں ہے سب سے مشکل اور سب سے کٹھن ' یہ مرحلہ اور یہ امتحان ہے اس سمندر کو اس طوفان کی خوفناک پہاڑوں جیسی مہیب موجوں اور

marfat.com
Marfat.com

چھلوں سے زبردست جنگ کے بعد اس سمندر کو پار کرنا ہوتا ہے سب اسی میں غرق ہو کر رہ جاتے ہیں کیونکہ ہر چہرے میں اس کی اپنی جھلک ہے اس جھلک کی روح کو کشید کرنے کے لئے اس کی تمام مادی کثافتوں کو جھٹک کر پھینک دینا ہوتا ہے اس امتحان سے گزر کر انسان صوفی بنتا ہے۔

انسان اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں حسین ترین مخلوق ہے اس صنف میں بھی عورت کو اولیت کا درجہ حاصل ہے عورت حسین ہے مگر کمزور ہے انتہائی ذہین ہے مگر سطحی عقل رکھتی ہے مرد کی تسخیر تو اس کے حصے میں ہے مگر تسخیر مہو ماہ اس کی دسترس میں نہیں پیغمبر کو جنم تو دیتی ہے پیغمبر نہیں ہو سکتی اس مرحلے سے کون گزر سکتا ہے؟

انسان اللہ تعالیٰ کی انتہائی محترم تخلیق اور مخلوق ہے تمام مخلوقات میں ذہین طاقتور علم رکھنے والی' عرفان اور توانائیوں کا ایک سمندر ہے انتہائی خوبصورت ہے بلکہ درویش تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی صورت پر بنایا ہے نعوذ باللہ من ذالک ۔ اللہ مجھے معاف کرے مگر ان سب چیزوں کے باوجود اس کائنات میں انسان سب سے زیادہ محتاج بھی ہے تو صوفی یہاں سے بھی گزر جاتا ہے۔

مگر اس کی طاقت کا اندازہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں لگا سکتا جس کو خود اپنی طاقت کا علم نہیں ایک لمحے کی لذت سے نکل کر ایک ابدی لذت کی منزل میں پہنچ جاتا ہے جب اللہ تعالیٰ کے حضور سجدے میں سر رکھ کر سسکیاں بھر بھر کر روتا ہے تو اس کے اشکوں سے پھوٹنے والی صدا عرش بریں سے جا ٹکراتی ہے آہیں در عرش پر جا دستک دیتی ہیں سسکیاں پائے تخت رب جلیل سے لپٹ جاتی ہیں دنیا کی ہاؤ ہو شور شر اور ہنگامے ختم ہو جاتے ہیں ۔ دنیا کے تمام تصورات ' انسان کے تخیلات کی آخری حد۔ جو کچھ سامنے ہے جہاں تک انسان کا گمان کام کرتا ہے جہاں تک انسان کی سوچ اور فکر کی پرواز ہے۔ یہ سب کچھ فنا ہو جانے والا ہے اب

marfat.com
Marfat.com

کے علاوہ جو کچھ ہے خدا ہے۔ صوفی کا فہم و ادراک ۔ عرفان و معرفت فانی چیزوں سے گزر کر عشق الٰہی یا تو آہ و زاری میں لذت محسوس کرتا ہے اوریا سب قیود کو پھاند کر بے نیازی کی منزل میں چلا جاتا ہے ۔ جو کچھ ہوتا ہے اس سے وہ بے نیاز ہوتا ہے ۔وقت ' حالات ' زمین وزماں اور آفاق کی حدوں سے بھی بے نیاز ہوتا ہے بظاہر وہ جامعہ بشریت میں ہوتا ہے۔ عام انسانوں کی مانند معمولات ہوتے ہیں مگر سینے کی کشادگی بے پایاں ہوجاتی ہے ایک بے کنار سمندر سینے میں موجزن ہوتا ہے جس کی ہر موج سے ہو ۔ ہو۔ ہو کی صدا اٹھتی ہے ۔

ایسے لوگوں سے بچنا چاہئے جو بظاہر صوفیوں جیسے کپڑے پہن لیتے ہیں رکھ رکھاؤ حرکات وسکنات میں بھی' یہ نقلی صوفی اصلی صوفیوں کی نقلیں اتارتے ہیں صوفی وہ ہے جو نماز ادا کرتا ہے تو دنیا کی ہر چیز کو بھول جاتا ہے الحمد شریف پڑھتا ہے ۔ تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ کلام پاک کی روح کشید کرکے رگ و پے میں سموئی جارہی ہے ۔ بسم اللہ پڑھتا ہے تو اسے اس میں اسم اعظم کی مہک آتی ہے الحمد شریف پڑھتا ہے تو پورے کلام پاک کی خوشبو آتی ہے بسم اللہ کی ب کے نقطے میں بسم اللہ کی اور بسم اللہ میں الحمد کی اور الحمد میں قرآن کی روح ہوتی ہے اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں یہ لوگ امت کی روح ہیں۔

جتنی نوازشات اس خالق کائنات نے انسان پر نچھاور کی ہیں دو عالم میں اورکسی اور مخلوق پر اتنی نوازشات 'اتنی رحمتوں' اتنی عظمتوں اور تکریم کی بارش نہیں ہوئی۔ مگر انسان جیسی ناشکری ' احسان فراموش اور نافرمان بھی دو عالم میں اور کوئی مخلوق نہیں یہ جو نبی پیغمبر' مصلح' اولیاء اور صوفی بھیجے جاتے ہیں یا مجاہدے ' ریاضت اور عبادت سے یہ منزلیں حاصل کرتے ہیں یہ سب انسان کی تربیت کے لئے ہوتے ہیں احسان فراموشی اور نافرمانی کی سیج پر سوئے انسان کو جگانے کے لئے ہوتے ہیں۔

صوفی کی پہچان کرامت سے نہیں ۔ کردار سے ہوتی ہے اولیاء کی ذات پاک تو

marfat.com
Marfat.com

سراپا کرامت ہوتی ہے یہ لوگ اپنی ذات کو درمیان سے نکال دیتے ہیں صوفی اپنی ذات کو درمیان سے نکال کرذات سے مل جاتا ہے قطرہ سمندر میں گر کر سمندر بن جاتا ہے یا صوفی ایک ایسی جھیل سے چالیس قدم پیچھے ہٹ کر کھڑا ہوجاتا ہے جس کی سطح پر چھوٹی چھوٹی خوشنما لہریں فریب حسن میں مست لوگوں کو دعوت نظارہ دیتی ہیں۔ کنول کے پھول بھی بظاہر انداز محبوبانہ میں لہلہاتے ہیں مگر اس خوبصورت منظر کے نیچے ایک غلیظ دلدل ہوتی ہے لوگ جھیل کے ظاہری حسن پر فریفتہ ہوکر اس میں گرتے چلے جاتے ہیں اور اس متعفن دلدل میں پھنس کر اپنا حسن بشریت کھو دیتے ہیں تعفن میں کھوجاتے ہیں ڈوب جاتے ہیں۔ غرق ہوجاتے ہیں صوفی پیچھے کھڑا صدا دیتا رہتا ہے آوازا لگاتا رہتا ہے بچ جاؤ غرق ہوجاؤ گے ڈوب جاؤ گے عتاب سے بچ جاؤ' عذاب سے بچ جاؤ' صوفی ان نبیوں اور پیغمبروں کی پیروی کرکے صوفی بنتا ہے جو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اس کی مخلوق کو صراط مستقیم پر چلانے کے لئے اپنی جانیں قربان کردیتے ہیں' فرعونوں ' نمرودوں اور شدادوں جیسے جابروں کو تن تنہا پیغام حق سناتے ہیں تو صوفی کا منصب۔ صوفی کا درجہ اور صوفی کا القاب حاصل کرنے کے لئے آگ کے سمندر سے گزرنا ہوتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت علی ہجویری داتا گنج بخشؒ

غزنی کے افق پر تصوف کا وہ آفتاب چمکا جس کی کرنوں سے کروڑوں انسانوں کے تاریک دلوں کو منور کردیا۔ غزنی کے محلّہ ہجویر میں ولادت باسعادت کی یہ زندہ کرامت ہے ۔ کہ ہجویر اس خاور ولایت کے ساتھ ہمیشہ زندہ رہے گا پرورش اور نشو ونما کے انوار سے جلاب کے محلّہ کا نام مہتاب کی طرح غزنی سے لاہور تک کرنیں بکھیرتا رہے گا۔ سید علی ہجویریؒ ایک محترم ایک مقدس نام اپنی حرمت اور شرافت کی تجلیات کے نور میں قیامت تک زندہ رہے گا۔

سید عثمان بن سید علی بن سید عبدالرحمٰن بن سید شاہ شجاع بن سید ابوالحسن علی بن سید حسن اصغر، بن سید زید شہید، بن سیدنا امام حسن بن سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے گھر غزنی کے محلّہ ہجویر میں جلیل القدر مبلغ اسلام اور اقلیم ولایت کے تاجدار حضرت علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ سلطان محمود غزنی کے عہد حکومت کے آخری ایام میں پیدا ہوئے ۔

حضرت علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کے ماموں تاج الاولیاء تھے ۔ والدہ انتہائی پارسا اور خدا رسیدہ خاتون تھیں یہ حسینیؒ سید تھے افغانستان میں سید تاج الاولیاء اور آپ کی ہمشیرہ کے مزارات ساتھ ساتھ ہیں شہزادہ داراشکوہ نے یہ بات سفینتہ الاولیاء میں لکھی ہے داراشکوہ اپنے والد شاہ جہاں کے ساتھ افغانستان گئے تو انہوں نے خیرو برکت کے حصول کے لئے ان مزارات پر حاضری دی۔

حضرت علی ہجویریؒ کے سینے میں علمی ذوق و شوق کا ایک سمندر موجزن تھا۔ ظاہری اور باطنی علم و عرفان کی روشنی کی تلاش میں بڑے بڑے لمبے سفر کئے۔ اس منزل کے راستوں میں بڑی صعوبتیں ، اذیتیں اور دکھ برداشت کئے۔ شام، عراق، بغداد، مدائن، فارس، قہستان، آذر بائیجان، طبرستان، خوزستان، خراسان، ماوراء النہر،

marfat.com

Marfat.com

ترکستان' اور آخر میں ہندوستان آئے۔ اور لاہور کے کفر گڑھ میں اسلام کا ایسا جھنڈا گاڑا جو قیامت تک کوئی نہ اکھاڑ سکے گا "انشاء اللہ" اور اس مندروں کے شہر کو مسجدوں کا شہر بنا دیا۔

آپ کے اساتذہ میں شیخ ابوالعباس احمد بن محمد اشقانی اور شیخ علی گرگانی کشف المحجوب میں آپ نے یہ نام بڑے احترام سے لئے ہیں۔ آپ نے سلسلہ جنیدیہ میں بیعت کی۔ آپ نے حضرت ابوالفضل بن شیخ حسن ختلی کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ سلسلہ اس طرح ہے شیخ ابوالفضل بن حسن ختلی' وہ مرید شیخ ابو حسن عصری کے اور وہ مرید شیخ ابوبکر شبلی کے اور وہ مرید حضرت شیخ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہم کے اور وہ مرید شیخ سری سقطیؒ کے اور وہ مرید حضرت معروف کرخیؒ کے اور وہ مرید حضرت داؤد طائی کے اور وہ مرید حضرت حبیب عجمی کے اور وہ مرید خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہم کے اور وہ مرید تھے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے اور وہ مرید تھے سید عالم فخر موجودات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

ان کے علاوہ حضرت علی ہجویریؒ نے حضرت ابو سعید الخیر اور امام ابوالقاسم قشیریؒ سے بھی کسب فیض حاصل کیا حضرت علی ہجویریؒ مذہباً حنفی تھے۔ اور مشرباً جنیدی تھے آپ کو سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ سے بے پناہ عقیدت تھی آپ کا نام جہاں بھی لیا بے حد احترام سے لیا۔ امام اماں' مقتدائے سنیاں' شرف فقہاء اور دیگر کئی مقدس القابات کے ساتھ آپ کا نام لیا۔

آپ اپنے مرشد پاک کے وصال کے بعد لاہور تشریف لائے صرف دو دوست شیخ احمد سرخسی اور شیخ ابو سعید ہجویری' اس وقت آپ کے ساتھ تھے یہاں حکمرانی سلطان مسعود غزنوی کی تھی یہ محمود غزنوی کا بیٹا تھا سن ہجری ۴۳۱ھ تھا۔

آپ کی تصانیف میں دیوان۔ منہاج الدین' کتاب الفنا و البقا' اسرار الخرق' والمعود بات' کتاب البیان' بحر القلوب' الرعایتہ الحقوق اللہ' شرح کلام منصور حلاج'

marfat.com
Marfat.com

کتاب اور بیان ایمان' مگر ان میں سے کوئی کتاب بھی موجود نہیں' بلکہ آپ کی حیات مبارکہ میں ہی دنیا کی دلدل میں پھنسے ہوئے لوگوں نے چوری کر کے اپنے نام سے منسوب کرلی تھیں ایک کتاب کشف الاسرار لوگوں نے آپ کے نام سے منسوب کی مگر مؤرخین نے اس کی تردید کی ہے۔ کہ یہ کتاب حضرت علی ہجویریؒ کی نہیں ہے۔

آپ کی تصوف پر زندہ کتاب کشف المحجوب ہے اسلامی تصوف میں یہ فارسی کی قدیم کتابوں میں ہے۔ تصوف پر یہ بہترین کتاب ہے' علم اخلاق کا خزانہ ہے صوفیائے کرام نے اس سے بے پناہ فوائد حاصل کئے ہیں حضرت مولانا جامیؒ نے اپنی کتاب نفحات الانس میں اس کی بے حد تعریف کی ہے حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے فوائد الفواد میں حضرت مفتی غلام سرور لاہوری نے خزینۃ الاصفیاء میں کشف المحجوب کی بے حد تعریف کی ہے بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ تصوف پر اس سے بہتر کتاب نہیں ملتی حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے لکھا ہے کہ جس کو کوئی مرشد نہ ملے وہ اس کتاب کو پڑھے مرشد مل جائے گا یعنی اس کتاب کے بار بار پڑھنے سے تصوف کے رموز خود بخود منکشف ہوتے چلے جائیں گے یہ بھی حضرت علی ہجویریؒ کی ایک زندہ کرامت ہے کہ تصوف پر لکھی گئی تمام کتابوں میں سب سے زیادہ اس کتاب کے ایڈیشن چھپے ہیں اردو اور فارسی ایڈیشن مسلسل شائع ہو رہے ہیں دنیا کی ۲۵ بڑی زبانوں میں اس کتاب کے ترجمے ہو چکے ہیں انگریز مفکر نکلسن نے کشف المحجوب کا انگریزی ترجمہ کر کے تمام یورپ میں اس کو روشناس کرایا۔ سمرقند' بخارا' اور روس میں اس کتاب کی مقبولیت بہت زیادہ ہے اس کتاب کے اردو ترجمے تو بے شمار لوگوں نے کئے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ جب حضرت علی ہجویریؒ کے مزار مقدس پر چلہ کشی کے لئے آئے۔ اس غوث دوراں نے خواجہ چشتی پر انوار کی تجلیات کی اور نوازشات کی وہ بارش کی کہ بے اختیار آپ کی زبان پر آگیا۔

marfat.com
Marfat.com

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

آپ کا وصال ۴۶۵ ھ میں ہوا مزار بھاٹی دروازہ لاہور کے باہر ہے جب سے محکمہ اوقاف نے مزارات کا انتظام سنبھالا ہے تب سے مزارات کی مرمت اور تعمیر کے کام سے ایک ایمان پرور اور خوشگوار تبدیلی رونما ہوئی ہے پہلے مزارات کی بیشتر آمدنی زیادہ تر عیاشیوں میں برباد ہوتی تھی مگر اب اوقاف کے انتظامات کے باعث صوفیائے کرام کے مزارت اور ملحقہ مساجد کی تعمیر و مرمت سے عقیدتمندوں میں طمانیت کی لہر دوڑ گئی ہے مزاروں پر حاضری بڑھ گئی ہے آمدنی بڑھ گئی ہے پہلے جہاں ویرانوں کا احساس ہوتا تھا۔ اب وہاں حسن تعمیر باغات' مساجد میں 'مزارات کے احاطوں میں توسیع سے ان بزرگوں کی عظمت کی بلندی کا ایک نیا باب کھل گیا ہے حضرت داتا گنج بخشؒ کی پرانی مسجد کی جگہ ایک وسیع مسجد ' مسافر خانہ' اور ہسپتال بن گئے ہیں مسجد کی وسعت اور خوبصورتی ایک مثالی حیثیت رکھتی ہے۔

مزار مقدس کی توسیع کے لئے دو سینما' ایک ہائی سکول کی عمارت اور دیگر سیکڑوں عمارات معاوضہ دے کر یا متبادل جگہ دے کر گرادی گئی ہیں مزار کی تعمیر و توسیع پر کروڑوں روپے خرچ ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں اب کشادگی کا خوشگوار احساس پیدا ہوگیا ہے یہ اہل دل اور ان زندہ بزرگوں کے عقیدتمندوں پر پاکستان کے حکمرانوں کا احسان ہے پاکستان میں جتنے حکمران ہوئے ہیں سب دل کی گہرائیوں سے داتا گنج بخش حضور کے عقیدتمندوں میں سے ہیں اس زندہ مقدس ہستی کے عقیدتمندوں کا یہ حال ہے کہ دنیا کے کونے کونے سے لوگ اس دربار میں حاضری دیتے ہیں کہتے ہیں لندن سے ایک امیر کبیر عقیدتمند ہر مہینے باقاعدگی سے حاضری دینے آتا تھا ایک عقیدتمند کراچی سے ہر ہفتے ہوائی جہاز سے حاضری دینے آتا تھا۔

یہ ایک زندہ کرامت نہیں تو کیا ہے؟ کہ ہر روز اس پاکیزہ ہستی کے لنگر سے ہزاروں مسافر' بے کار' مزدور' فقیر' اور غریب خاندان دو وقت کھانا کھاتے ہیں یہ لنگر دن رات جاری رہتا ہے غریب ہی نہیں امیر بھی اس لنگر سے فیضیاب ہوتے

marfat.com
Marfat.com

ہیں اور ان کو ان کے سٹینڈرڈ کے مطابق کھانا ملتا ہے اس آستانے پر آکر یہ احساس ہوتا کہ یہاں نہ کوئی امیر ہے نہ غریب ' اس در پر سب ایک جیسے ہیں ایک بہتا دریا ہے جس سے سب یکساں طور پر سیراب ہوتے ہیں مزار کی آمدنی روزانہ پہلے ہزاروں میں تھی اب لاکھوں میں ہے جس جس سطح کا آدمی جو جو مانگتا ہے ملتا ہے۔ اولیاء اللہ کی کافی تعداد روزانہ یہاں حاضری دیتی ہے چوبیس گھنٹے حاضری دینے والوں کا میلا لگا رہتا ہے پچھلی رات صبح کے وقت خاص لوگ آتے ہیں توسیع کے کام کی اس لئے بھی ضرورت تھی کہ حاضری دینے والوں کی سمائی مشکل ہو رہی تھی لوگ یہاں آتے اس لئے ہیں کہ جو کوئی جو مانگتا ہے اسے مل جاتا ہے اس آستانے پر روزانہ سینکڑوں کرامات خاموشی سے ظاہر ہوتی رہی ہیں جنہیں صرف اہل بصیرت ہی دیکھ سکتے ہیں محسوس کرسکتے ہیں۔ لوگ کرامات ان گنت بیان کرتے ہیں داتا حضور تو ایسی ہستی ہیں جو خوابوں میں نہیں سچ مچ ملتے ہیں باقاعدہ دربار لگتا ہے جس میں خاص ارکان کی تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے جن لوگوں کو مشاہدہ ہوجاتا ہے یا انہیں دیکھ لیتے ہیں ان کو پھر کون ان کے عقیدے سے منحرف کرسکتا ہے اور بزرگوں کے دربار بھی یہاں لگتے ہیں حضرت سید موج دریا بخاریؒ کا دربار بھی مزار کے صحن میں کبھی کبھی لگتاہے۔ داتا دربار کمپلیکس پر جو کروڑوں روپے خرچ ہوئے ہیں اور ہورہے ہیں یہ بے مقصد تو نہیں ایک ہزار برس میں اس آستانہ عالیہ سے اربوں لوگ روحانی آسودگی حاصل کرچکے ہیں ۔ کررہے ہیں اور کرتے رہیں گے کیونکہ یہ لوگ بہت بڑی طاقت رکھتے ہیں ۔

اولیاء راہست قدرت ازالہ
تیر جستہ باز گرء انند زراہ

(مولانا روم)

یہ تو اولیاء کو جو طاقت اللہ تعالٰی نے عنایت فرما رکھی ہے اس کا انتہائی نقطہ ہے۔ کرامت اولیاء کو عشق الٰہی کے صلے میں عنایت فرمائی جاتی ہے اللہ تعالٰی خود

marfat.com
Marfat.com

ان سے بے پناہ محبت کرتے ہیں جو اس خالق کائنات سے عشق کرتے ہیں مگر اقبالؒ نے بھی ایک بات کہی ہے اس سے باہر بھی کوئی بات نہیں۔ فرماتے ہیں۔

بہ مصطفےٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بو لہبی ست

یہ نقطہ بھی ایک عیاں حقیقت رکھتا ہے کہ فخر موجودات سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے صدقے میں یہ تمام کچھ ہے۔ غوث، قطب، املان، اوتاد، ابدال، اخیار، ابرار، نجباء، نقباء، معمد، مفردان، مکتوبان، ان تمام لوگوں کی سطوت، طاقت اور اختیارات، سرور کائناتؐ کی ذات بابرکات سے مربوط ہوتے ہیں یہ خیر کے دریا ہیں تمام اسی بیکنار سمندر سے نکلتے ہیں اور اسی میں جاکر گرتے ہیں کسی کو یہ مجال نہیں کہ اس محبوب رب المشرقین و رب المغربین کی طاقت اور سطوت کے سامنے دم مار سکے، اللہ تعالیٰ کے محبوبؐ کے یہ سب لوگ نائبین ہیں یہ لوگ اسی چشمۂ فیض سے تشنگی بجھاتے اور سیراب ہوتے ہیں۔ اس سے باہر کوئی نہیں جاسکتا سرکار مدینہؐ کو اپنے ان نائبین پر فخر ہے۔

حضرت داتا گنج بخشؒ کی کرامات بے شمار ہیں۔ آپ کے چشمۂ فیض سے صرف مسلمان ہی نہیں غیر مسلم بھی سیراب ہوتے تھے۔ مرادیں حاصل کرتے تھے ان ہستیوں کا فیض عام ہوتا ہے۔ اسی طرح جیسے اللہ تعالیٰ کا کرم، رحمت بے پایاں اور رزق انسانوں کو ہی نہیں تمام کائنات کی مخلوقات کو مہیا کیا جاتا ہے، انسانوں میں مسلمان ہی نہیں بلکہ یہودی، نصرانی، ہندو، اور دہریئے بھی اس خالق اعظم کی نوازشات سے یکساں طور پر سیراب ہوتے ہیں یہ نوازشات تمام بنی نوع پر نچھاور کی جاتی ہیں یہ اس کی ذات صمدیت کا اعجاز ہے جب بارش ہوتی ہے تو صرف اس کے ماننے والوں کے کھیتوں پر ہی نہیں ہوتی بلکہ ہر دوست و دشمن، ہر نیک و بد خیرو شر کی فطرت رکھنے والوں کے کھیتوں پر بلا امتیاز برستی ہے۔ کسی بڑے سے بڑے حکمران کے بس میں نہیں کہ باغ کے درختوں کے ایک ایک پتے کو دھو ڈالے یا

marfat.com
Marfat.com

دھلوا دے اور اس مالک کل کے حکم سے دس منٹ کی موسلا دھار بارش تمام شہر کے درختوں اور باغات کے پھولوں اور پودوں پتوں اور پتیوں کے چہرے دھو کر رکھ دیتی ہے اس کی صفات کا بیان تمام ذی ہوش مخلوق قیامت تک لکھتی رہے تو ختم نہ ہوں گی۔

حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ جیسے لوگ ہی بندہ مولا صفات ہیں صرف فرق یہ ہے کہ بندے کی بہترین صفت عجز و انکساری ہے اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے تکبر اللہ تعالیٰ کا حسن اور بندے کے لئے کبیرہ گناہ ہے وہ خالق ہے اور یہ اس کی مخلوق ہیں۔

حضرت سید علی ہجویریؒ کے آستانہ عالیہ پر مسلمان عقیدتمندوں کے لئے تو ہر وقت نوازشات کی بارش ہوتی ہے مگر اس دربار عالیہ پر ہندو' سکھ' اور دیگر فرقوں کے لوگ بھی آتے تھے ان کی مرادیں بہت جلد پوری ہوتی تھیں بھاٹی گیٹ کے اندر ایک لڑکا نند لال رہتا تھا اس کا باپ ہائی کورٹ کے جج ڈی سی ریلی کا اردلی تھا نند لال نے سنٹرل ماڈل سکول سے میٹرک کا امتحان اعزاز کے ساتھ پاس کیا وہیں سے اس نے پوسٹ گریجوایٹ کا امتحان پاس کیا اس میں سٹینو گرافی اور ٹائپ سکھائی جاتی تھی اس کا ایک مسلمان دوست عنایت اللہ داتا صاحب کا انتہائی عقیدت مند تھا دونوں دوست اکٹھے گھومتے پھرتے عنایت اللہ اکثر نند لال سے جدا ہو کر کہیں چلا جاتا ایک دن نند لال نے پوچھا یار عنایت تم اچانک مجھے چھوڑ کر کہاں چلے جاتے ہو ؟ اس نے کہا میں داتا صاحب حاضری دینے چلا جاتا ہوں۔ نند لال نے کہا وہاں کیا ہوتا ہے؟ عنایت اللہ نے کہا وہاں دل اور روح کو سکون ملتا ہے دوسرے مرادیں پوری ہوتی ہیں نندلال نے کہا مجھے بھی وہاں لے چلو جیسے تم کرو گے میں بھی ویسے ہی کروں گا' پڑھ لکھ کر بیکار پھر رہا ہوں داتا صاحب سے نوکری کے لئے التجا کروں گا وہ اپنے دوست عنایت کے ساتھ مسلسل تین دن گیا چوتھے دن اسے ایک لیٹر ملا وہ تقرری کا لیٹر تھا اس نے درخواست کہیں پہلے دے رکھی تھی وہ پنجاب اسمبلی میں سٹینو ٹائپسٹ لگ گیا تقرری کے امتحانات ' انٹرویو اور

marfat.com

Marfat.com

دیگر مرحلے اس نے بڑی آسانی سے طے کر لئے اسے اس نوکری کی امید نہیں تھی۔

وہ داتا صاحب کا پکا عقیدتمند بن گیا اکثر داتا صاحب حاضری دینے لگا عنایت اللہ نے اس سے پوچھا نندلال نوکری مل گئی اب کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا ہمارے ایک قریبی رشتہ دار ہیں جو امیر ہیں۔ ہمیں غریب سمجھ کر ہم سے ملنا گوارا نہیں کرتے ان کی ایک ہی لڑکی ہے ۔ جو خوبصورت ہے پڑھی لکھی ہے اس کی رغبت بھی میری طرف ہے میں بھی اسے چاہتا ہوں لیکن امیری اور غریبی کلپاٹ عریض ہے ۔ اب میری یہ مراد ہے کہ اس لڑکی سے میری شادی ہو جائے داتا صاحب کے حضور یہی درخواست لے کر جاتا ہوں ایک ماہ کے بعد وہ خود رشتہ لے کر نند لال کے گھر آگئے وہ بہت خوش تھا خوبصورت تھا گورا تھا مگر چہرہ مرجھایا سا رہتا جب یہ رشتہ ہو گیا تو سرخ رنگ سفید ہو گیا صحت بہت اچھی ہو گئی وہ بے انتہاء خوش تھا شادی ہو گئی مگر اس نے داتا صاحب حاضری دینا جاری رکھا عنایت اللہ نے اسے کہا نندلال میں برسوں سے حاضری دے رہا ہوں مگر کوئی امید بر نہیں آئی کوئی مراد پوری نہیں ہوئی تم کتنے خوش نصیب ہو اس بزرگ کے مزار پر حاضری دینے سے تمہاری مراد فوراً" پوری ہو جاتی ہے مگر اب ویسے ہی حاضری دیتے ہو یا کوئی اور مراد بھی ہے اس نے کہا عنایت یار میرے گھر والوں اور میرے سسرال کی خواہش ہے کہ ہمیں اللہ ایک چاند سے بیٹا عطا فرمائے اس وقت اس کی بیوی امید سے تھی مدت پوری ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے چاند سا بیٹا دیا اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی داتا گنج بخش تو غیر مسلموں پر ایسی نوازشات کی بارش بھی کر دیتے ہیں۔

رائے بہادر رام سرند اس ' میلا رام کے بیٹے تھے ' میلا رام لاہور کا بہت بڑا رئیس تھا داتا دربار کے ساتھ ہی میلا رام کاٹن مل تھی بہت بڑی کپڑے کی مل تھی اس کے ساتھ ہی لال کوٹھی تھی جو وسیع رقبے پر تھی گامے شاہ کے گیٹ تک لال کوٹھی تھی ۔ سامنے کراؤن سینما تھا جس کو میلا رام کا منڈوا کہتے تھے واپڈا ہاؤس سے لے کر فلیٹیز ہوٹل کے سامنے سب جائیداد اور کوٹھیاں ان کی تھیں ۔

marfat.com

Marfat.com

شہر کے اندر کافی جائیداد مکان طویلے کنٹریاں تھیں قریباً" آدھے لاہور کے مالک کہلاتے تھے لال کوٹھی کے اندر حضرت معصوم شاہؒ کی خانقاہ تھی جو اب سڑک کے کنارے مسجد کے ساتھ ہے دائیں بائیں دینی کتب فروشوں کی دکانیں ہیں لال کوٹھی کے ایک حصے پر حزب الاحناف کی مشہور درس گاہ ہے لال کوٹھی کے اندر مزار پر رائے بہادر رام سرنداس کے ملازم باقاعدگی سے جمعرات کو چراغ جلاتے تھے مسلمانوں کو یہاں فاتحہ کی اجازت بھی تھی ویسے بھی روئی وغیرہ تولنے والے اور دیگر انتظامات پر رائے بہادر کے ملازم تمام مسلمان تھے۔ قریب ہی رائے بہادر کے خاندانی درزی فضل دین کا درزی خانہ تھا وہ صرف ان کے چوڑی دار پاجامے اور قمیض سیتا تھا۔ یا بند گلے کے روایتی کوٹ اس سے سلاتے تھے رائے بہادر دیگر علوم کے علاوہ فارسی دان بھی تھے مسلمانوں کے تہواروں پر مسلمانوں کو تحفے تحائف دیتے کیونکہ زیادہ ملازم ان کے مسلمان تھے محرم کے دنوں میں سبیل بھی لگتی کسی لڑکے کی شادی کرتے تو مجرے ہوتے اور رائے بہادر بائیوں سے فارسی کلام سنتے یہ تمہید اس لئے بیان کی گئی ہے کہ وہ مسلم پرور ذہن بھی رکھتے تھے رائے بہادر کے چار بیٹے تھے ان میں ایک کا نام روپ چند تھا وہ بیمار ہو گیا علاج پر پیسہ پانی کی طرح بہایا گیا ملکی اور غیر ملکی ڈاکٹروں کے بورڈ بٹھائے گئے مگر روپ چند کو آرام نہ آیا اسے لاعلاج قرار دے دیا گیا رائے بہادر سخت پریشانی میں تھے ایک رات انتہائی پریشانی میں سو گئے آدھی رات کے بعد ان کا کمرہ کسی انجانی روشنی سے منور ہو گیا رائے بہادر اٹھ کر بیٹھ گئے ایک نورانی چہرے والی ہستی ان کے سامنے کھڑی تھی رائے بہادر نے پوچھا حضرت آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا رام سرنداس میں تمہارا پڑوسی ہوں علی ہجویریؒ ..... اگر ہمسایہ تکلیف میں ہو تو ہمسائے کا فرض ہوتا ہے کہ اس کی خبر گیری کرے۔ رام سرنداس فکر نہ کرو تمہارا بیٹا ٹھیک ہو جائے گا اس کے بعد حضرت علی ہجویریؒ غائب ہو گئے چند ہی دنوں بعد رام سرنداس کا بیٹا بالکل ٹھیک ہو گیا ایسے جیسے کبھی بیمار ہی نہیں ہوا تھا رائے بہادر رام سرنداس نے یہ واقع لوگوں کو خود بتایا پھر رائے بہادر نے مزار پر حاضری دی

marfat.com

Marfat.com

اور متولیوں سے پوچھا میں مزار کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ اس وقت مزار پر اور مسجد میں بجلی نہیں لگی تھی انہوں نے بجلی کی فرمائش کی رائے بہادر نے بڑی عقیدت سے زر کثیر خرچ کر کے بجلی لگوادی تقسیم ہند کے بعد روپ چند بھارتی فضائیہ کے اعلیٰ عہدے پر فائز ہوئے۔

ہیرا لال ایک ایکٹر تھا میاں کاردار کی فلموں میں کام کرتا تھا اسے کام ملنا بند ہو گیا سادھوؤں کے سے گیروے کپڑے پہن کر وہ داتا دربار کی سیڑھیوں پر پڑا رہتا تھا اور بہت سے ہندو سکھ آپ کے عقیدتمند تھے اور حاضری دیتے تھے۔

ایک تانگے والا آپ کا عقیدتمند تھا وہ باقاعدگی سے داتا دربار پر حاضری دیتا تھا اس کی چار پانچ لڑکیاں تھیں اس کی یہی دعا ہوتی کہ کسی لڑکیوں کے ہاتھ پیلے ہو جائیں جب آتا اس کے ہاتھ میں گھوڑے کو مارنے والی چھڑی یعنی سانٹا ہوتا کبھی ہاتھ میں ہوتا کبھی بغل میں دبا کر آتا بہت دیر ہو گئی ایک دن اس کا صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ مایوسی میں وہ آپے سے باہر ہو گیا بلند آواز میں واہی تباہی بکنے لگا مزار کی جالی پر اور دیوار پر زور زور سے سانٹے مارنے شروع کر دیئے دل برداشتہ ہو کر غصے میں چلا گیا رات سویا تو آدھی رات کے بعد اسے خواب میں سید علی ہجویریؒ ملے اور پشت سے کپڑا اٹھا کر فرمایا دیکھو حسن دین یہ تم نے میرا کیا حال کر دیا پشت مبارک پر سانٹے کی لاسیں پڑی ہوئی تھیں صبح حسن دین دھاڑیں مار مار کر روتا ہوا مزار پر آیا کئی دن تک آستانہ عالیہ کی سیڑھیوں پر رو رو کر معافی مانگتا رہا مگر جلد ہی وقفے وقفے سے اس کی تمام لڑکیوں کی شادیاں ہو گئیں۔

یہ ۱۹۳۶ء کا واقعہ ہے کہ ایک نیم مجذوب دیوار مزار مبارک کے باہر پاگلوں کی طرح بلند آواز سے صدا لگا رہا تھا داتا مجھے سو روپیہ دے ان دنوں سو روپے غریب خاندان کے تین ماہ کا خرچہ تھا صبح سے شام تک یہی صدا لگاتا رہا شام کے وقت ایک آدمی کمبل اوڑھے ہوئے آیا اور اس کی مٹھی میں سو روپے کے نوٹ دے کر چلا گیا سو روپیہ لے کر پھر اس نے صدا نہیں لگائی اسی طرح کے حکایت

marfat.com
Marfat.com

مند اب بھی صدائیں لگاتے ہیں جو اللہ اور اسؐ کے حبیب کے صدقے لوگ حضرت سید علی ہجویریؒ کے نام پر چپکے سے ان کی حاجتیں پوری کردیتے ہیں داتا حضور کی ایسی ہزاروں کرامات ہیں جو لکھی جائیں تو ایک ضخیم کتاب بن جائے داتا حضور آج بھی زندہ لوگوں کی طرح اپنے خاص عقید تمندوں سے ملتے ہیں۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کے دربار میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ کچے ذہن اور ایسے بھٹکنے والے لوگوں کو تربیت کے لئے اور انہیں منزل کی جانب رواں دواں کرنے کے لئے انہیں آپ لاہور کے دوسرے اولیاء اور بزرگوں کے سپرد کردیتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ ان میں اس روحانی سفر کے لئے صلاحیتیں اور ہمت موجود ہو ایسے لوگوں کو خواب میں یا کسی وسیلے سے مطلع کردیا جاتا ہے کہ فلاں بزرگ کے آستانہ پر چلے جائے بعض کو تو دربار کے اندر خود بھی حکم فرمادیتے ہیں وہی لڑکا عنایت اللہ جو نندلال کو ساتھ لے کر حاضری دینے جاتا تھا ایک مرتبہ رات گیارہ بجے حاضری دینے گیا تو اسے داتا علی ہجویریؒ نے خود حکم دیا کہ تم سید موج دریا بخاریؒ کے مزار پر جایا کرو اس وقت اس کی عمر پندرہ سال تھی۔ ولیوں کو رب العزت نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں یہ قوت عطا کردی ہے کہ وہ اپنی باطنی نظر سے روئے زمین پر ہر شے کو دیکھتے ہیں۔ دنیا کے معاملات میں تدبیر کرنے والا بنایا۔ دنیا اور اہل دنیا کی نگرانی پر معمور رہتے ہیں دنیا کے مسائل مشکلات اور آسانیاں ان سے وابستہ کردی گئیں حکمرانوں' انصاف کرنے والوں اور حکم لکھنے والے قلم ان کے ہاتھ میں ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نظام ہستی کے حاکم اعلیٰ ہیں اسی مالک کل نے ولیوں کو تمام صلاحیتیں تمام قوتیں' اور تمام اختیارات دے رکھے ہیں احکام عالم ان کی توجہ مدد اور تدبیروں سے وابستہ ہیں آسمان سے بارش ان کے قدموں کی برکت سے ہوتی ہے نباتات ان کے آئینہ دل کی شفافیت سے اگتے ہیں حق و باطل کے معرکوں میں جہاں جہاں مناسب ہوتا ہے آسمانی مدد لے کر پہنچتے ہیں (کشف المحجوب)

آپ کے متعلق خواجہ معین الدین چشتیؒ ولی سے ہند رحمتہ اللہ علیہ فرماتے

marfat.com
Marfat.com

ہیں کہ آپ کمان سے نکلا ہوا تیر واپس لا سکتے ہیں آپ کا روضہ اقدس اس فرش خاکی پر بہشت بریں ہے آپ دلوں اور ذہنوں کے مزاج درست کرنے والے ہیں آپ کا فیض اس قدر عام ہے کہ خاص و عام اچھے برے سب فیض حاصل کرتے ہیں آپ کے آستانہ عالیہ پر زمین کی سب چیزیں آکر جھکتی ہیں دنیاوی شیروں کو ان کی لومڑی چیر پھاڑ سکتی ہے (خواجہ معین الدین کے فارسی کلام سے اقتباس)

حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ جو زمینوں اور آسمانوں کے غوث ہیں آپ نے کئی مرتبہ اپنی مجلس عالیہ میں مریدوں کو فرمایا اگر میں حضرت گنج بخش ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کے دور میں ہوتا تو اس بلند مرتبہ بزرگ کے دست حق پرست پر تازہ بیعت کرتا (خواجہ معین الدین چشتی)

داتا گنج بخش ؒ کے مزار پر رات دن بیسوں ولی حاضری دینے آتے ہیں ڈیوٹی والے وقت کے قطب اسی علاقے میں گھومتے پھرتے ہیں روزانہ ہزاروں عقیدت مند حاضری دیتے ہیں عام لوگوں میں آپ سے عشق کی حد تک محبت رکھنے والے بہت لوگ ہیں پاکستان کا کوئی حکمران آپ کے مزار پر حاضری دیئے بغیر رہ نہیں سکتا بڑے بڑے دنیاوی منصبوں پر فائز لوگ یہاں حاضری دیتے ہیں اس آستانے سے بہت جلد روحانی فیض ملتا ہے صرف پاکستان سے ہی نہیں غیر ملکوں سے بھی لوگ حاضری دینے آتے ہیں عام لوگ' مصیبت کے مارے لوگ' جرائم پیشہ لوگ' رشوت خور' اقتدار کے بھوکے' دولت کے بھوکے' سب آکر گڑ گڑاتے ہیں اور مرادیں مانگتے ہیں سب کی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت سید موج دریا بخاریؒ

زبردست طوفان باد و باراں۔ بارش اور آندھی کا شور' کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی سائیں سائیں کا دل ہلا دینے والا شور برپا تھا۔ چوبیں گری ہوئی تھیں خیمے اور قناتیں آندھی سے اڑ کر کہیں سے کہیں جا پڑی تھیں۔ آگ کے الاؤ بجھ چکے تھے۔ مشعلیں بجھ چکی تھیں۔ چراغ گل ہو چکے تھے۔ میلوں تک قلعے کے گرد پھیلی ہوئی فوج کے سپاہی درہم برہم ہو چکے تھے۔ افراتفری مچی ہوئی تھی ۔ اس تیز آندھی ' موسلا دھار بارش اور لرزا دینے والے طوفان کے تھپیڑے فوجیوں کو کہیں سے کہیں پھینک رہے تھے گھوڑے اور اونٹنیاں کھل کر ادھم مچا رہے تھے۔ ہنہناتے ہوئے گھوڑے ڈر کر ادھر ادھر بھاگ رہے تھے ۔

اونٹنیاں بلبلا کر ادھر ادھر پھر رہی تھیں اس لرزہ خیز طوفان میں فوجوں کی کمان کرنے والا بادشاہ چند جرنیلوں کے ساتھ افراتفری کی حالت میں کچھ تلاش کر رہا تھا باہر کے طوفان سے الگ اس کے اندر ایک ہیجان پرور طوفان تھا اسے ایک خیمے کی تلاش تھی جو صحیح سلامت ہو اور اس طوفان باد و باراں میں اس کے اندر چراغ بھی جل رہا ہو بہت دور اسے روشنی نظر آئی تیز تیز قدموں سے وہ اس طرف بڑھا۔ اس نے جرنیلوں کو دور باہر کھڑا کیا پاؤں سے جوتے اتارے اور ننگے پاؤں خیمے کے اندر گیا دیکھا تو ایک بزرگ رب العزت کے حضور سجدے میں سر رکھے ہوئے ہیں وہ کمانڈر ان چیف ننگے پاؤں ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ بزرگ نے سجدے سے سر اٹھایا پلکیں بھیگی ہوئی تھیں ۔ مگر بزرگ نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا جس پر پسینے کے قطرے ڈھلک رہے تھے مسکرا کر فرمایا کل انشاء اللہ تمہیں فتح نصیب ہو جائے گی یہ بزرگ حضرت سید میراں محمد شاہؒ موج دریا بخاری رحمتہ اللہ علیہ

marfat.com

Marfat.com

تھے۔ اور ہاتھ باندھے آپ کے حضور جو شخص کھڑا تھا۔ وہ تاجدار ہند شہنشاہ اکبر اعظم تھا۔

۹۶۳ھ میں جلال الدین اکبر ہندوستان کے تخت پر بیٹھا۔ آغاز میں اسے بے پناہ مصائب کا سامنا رہا اس نے اپنے اتالیق بیرم خاں کی مدد سے ان پر قابو پایا اس وقت حضرت موج دریا بخاری کی عمر ۲۳ برس تھی۔ اس وقت آپ شریعت اور طریقت کی تمام منزلیں طے کر چکے تھے۔ اور اوچ شریف اور گردو نواح میں ان کا بڑا چرچا تھا۔ آپ کی دعائیں رب ذوالجلال قبول فرماتا تھا۔ آپ کی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی۔ دکھیا لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور خیر و برکت کی جھولیاں بھر بھر کر لے جاتے۔ آپ کی دعا سے دکھیا لوگوں کے دکھ دور ہو جاتے کامیابیاں اور کامرانیاں ان کے قدم چومتیں رفتہ رفتہ آپ کی شہرت دور دراز علاقوں تک پھیل گئی ۹۷۵ھ میں اکبر بادشاہ کو ایک مشکل کا سامنا پڑ گیا۔ میواڑ کے راجپوت سرکش ہو گئے۔ چتوڑ کا قلعہ ایک بلند پہاڑی پر واقع تھا۔ ہندو راجپوت اسے اپنا مقدس مقام تصور کرتے تھے علاقے کے تمام ہندو راجا اپنے لاؤ لشکر سمیت چتوڑ کے بہت بڑے قلعہ میں قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے اس علاقے کی فتح کے بغیر ہند پر اسلامی سلطنت کا تصور ادھورا تھا اکبر کو ان کی سرکشی اور قلعہ بند ہونے کی اطلاع ملی تو بہت بڑی فوجی قوت کے ساتھ اس نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا بڑا کشت و خون ہوا مگر اکبر کو کامیابی نہ ہوئی۔ وہ پریشان ہو گیا اس قلعہ کی فتح پر سارے راجپوتانہ کی تسخیر کا انحصار تھا۔ کیونکہ یہاں ناکامی کی صورت میں ہندوستان میں اسلامی سلطنت کا خاتمہ بھی ہو سکتا تھا جب پے در پے حملوں کے بعد بھی کامیابی حاصل نہ ہوئی تو اکبر نے فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی کامیابی پھر بھی نہ ہوئی اکبر اولیاء کا بڑا معتقد تھا۔ اسے کسی نے بتایا کہ اوچ شریف میں میراں محمد شاہ موج دریا ایک بزرگ ہیں ان کی دعا خطا نہیں جاتی اکبر نے فوراً دربار کے چند قابل اعتماد امراء آپ کی خدمت میں روانہ کئے اور ساتھ ہی ایک تیز رفتار سانڈنی روانہ کی تاکہ آپ چتوڑ خود تشریف لے آئیں تو انتہائی کرم ہو گا کیونکہ

marfat.com
Marfat.com

مسلمانوں کی عزت کا سوال ہے امراء آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بادشاہ کا پیغام پہنچایا اور چتوڑ تشریف لے جانے کی التجا کی۔ آپ نے فرمایا تم واپس جاؤ۔ بادشاہ کو تسلی دو میں خود ہی پہنچ جاؤں گا امراء نے عرض کی یا حضرت ہمیں کیسے علم ہوگا کہ آپ تشریف لے آئے ہیں آپ نے فرمایا اس وقت زبردست طوفان باد و باراں برپا ہوگا، قناتیں چوبیں خیمے سب اکھڑ جائیں گے الاؤ بجھ جائیں گے شمعیں اور چراغ گل ہو جائیں گے لوشیاں گھوڑے میلوں تک پھیلی ہوئی فوج میں لوھم مچا دیں گے سمجھ لینا میں پہنچ چکا ہوں۔ صرف اس طوفان میں ایک خیمہ بالکل محفوظ ہوگا اور اس کے اندر چراغ بھی جل رہا ہوگا۔

اس وقت آپ کی عمر شریف پینتیس سال تھی۔ آغاز میں بیان کیا گیا واقعہ اسی دن پیش آیا جب بادشاہ ہاتھ باندھے کھڑا تھا تو آپ نے فرمایا بادشاہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں کل صبح سویرے نماز فجر کے بعد حملہ کردو انشاء اللہ قلعہ فتح ہوجائے گا پھر آپ خود قلعے کے پاس تشریف لے گئے اور زبان مبارک سے تین بار بلند آواز فرمایا۔ یا اللہ۔ یا اللہ۔ یا اللہ۔ اسی صبح زبردست حملہ کیا گیا اور آپ کی دعا سے قلعہ فتح ہوگیا۔ یہ ۵ شعبان ۹۷۵ھ کا دن تھا۔ اس فتح کے بعد اکبر کو آپ سے بے پناہ عقیدت پیدا ہوگئی اور عرض کی یا حضرت میرے محلوں میں رہ کر آپ میری سرپرستی فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ بادشاہ! فقیروں کا محلوں سے کیا واسطہ۔

اکبر نے آپ کو بہت بڑی رقم دی اور نو لاکھ روپے کی جاگیریں آپ کو بٹالہ ضلع گورداسپور کے نواح اور لاہور میں نذرانے کے طور پر پیش کیں جنہیں آپ نے قبول فرمایا۔ کیونکہ یہ جاگیریں زرخیز علاقوں میں تھیں اس لئے آپ اوچ سے ۹۸۰ھ میں لاہور تشریف لے آئے۔ مستقل رہائش لاہور میں تھی مگر کبھی کبھی بٹالہ میں اپنی جاگیروں پر تشریف لے جاتے بٹالہ کے قریب خان فتا اور ہسیاں والا میں آپ کی جاگیریں تھیں۔ آپ نے اپنی جاگیروں کی تمام آمدنی خدمت خلق کے لئے وقف کردی۔ سخاوت اور خدمت خلق کے باعث ہی آپ کو موج دریا کا لقب

marfat.com

Marfat.com

خلق خدا کی جانب سے ملا۔ تین بڑے لنگر خانے آپ نے قائم کر رکھے تھے لاہور کا لنگر خانہ بہت وسیع تھا دو بٹالہ کے نواح خان فتا اور ہسبانوالہ میں ہزاروں غریب' مسکین اور مسافران سے کھانا کھاتے تھے لاہور کے بہت بڑے لنگر خانے کے ساتھ آپ نے بڑی بڑی حویلیاں تعمیر کرائیں ان میں آپ کا خاندان رہائش پذیر تھا درسگاہ قائم کی علماء فقراء کے لئے مکانات بنوائے' درویشوں اور مسافروں کے لئے مہمان خانے تعمیر کرائے' خانقاہ کی بہت بڑی عمارت تعمیر کرائی کنوئیں لگوائے آنے جانے والوں کے لئے دیگر بہت سی سہولتوں کے انتظامات کرائے۔

یہ تمام کچھ ایک مربع میل کے احاطے میں تھا میراں محمد شاہؒ موج دریا واقعی موج دریا تھے لنگروں میں انواع و اقسام کے کھانے ہوتے آپ مکمل طور پر اخلاق محمدیؐ کا نمونہ تھے آپ دریا دل اور کشادہ دست تھے آپ کے در سے کوئی سوالی خالی نہ جاتا آپ شیریں زبان' رحم دل اور خوش خلق تھے تمام زندگی خدمت خلق میں گزری آپ کی فیاضی نے خلق خدا کے دل موہ لئے اور موج دریا ہر زبان پر جاری ہوگیا چھتیس سال تک بٹالہ اور لاہور میں فیض عام جاری رہا تھا ان دنوں لاہور اکبر کا دارالخلافہ تھا آپ کا مقبرہ بھی اکبر بادشاہ نے تعمیر کرایا تھا۔

آپ کی بہت سی کرامات ہیں۔ چتوڑ کے واقع کے بعد آپ کی شہرت سارے ہندوستان میں پھیل گئی ایک دن ایک بدعقیدہ شخص نے آپ کی محفل میں کہہ دیا کہ سید سی نئیں تے کاٹھ دی کنی نئیں۔ یعنی سید سی نہیں ہوتا اور کاٹھ کی ہنڈیا نہیں ہوتی اور سید کو آگ بھی نہیں جلاتی آپ کو جلال آگیا آپ نے لکڑی کی ہنڈیا منگوائی لکڑیاں نیچے جلائیں اور دونوں پاؤں کا چولہا بنایا ہنڈیاں میں چاول ڈالے' پانی ڈالا آگ کے اوپر چاول پک گئے نہ ہنڈیا جلی اور نہ آپ کے پاؤں مبارک جلے حاضرین دم بخود تھے۔ خاموشی تھی سناٹا تھا۔ جب چاول پک گئے اور ہنڈیا اتاری گئی تو وہ شخص آپ کے پاؤں پر گر پڑا اور ساری عمر آپ کی خدمت میں گزار دی۔

ایک مرتبہ قصبہ مزنگ کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض

marfat.com
Marfat.com

کی یا حضرت ہمارے گاؤں کے کنوؤں کا پانی کھاری ہے نہ پینے کے قابل ہے اور نہ کھیتوں کو دینے کے قابل ہے آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے دعا کے بعد فرمایا جاؤ۔ پانی میٹھا ہو جائے گا۔ مزنگ کے تمام کنوؤں کا پانی میٹھا ہو گیا مزنگ ان دنوں لاہور شہر کے نزدیک ایک گاؤں تھا اس علاقے کا پانی آج تک میٹھا ہے۔

ایک مرتبہ بارشیں بہت ہوئیں۔ راستے بند ہو گئے باہر سے چاول لانے والی گاڑیاں۔ چھکڑے۔ گڈے یہاں تک نہ پہنچ سکے لنگر سے کھانا کھانے والے چاول مانگتے لنگر کا مہتمم حاضر ہوا اور عرض کی یا حضرت باہر سے بارشوں کی وجہ سے چاول آنے بند ہو گئے ہیں اور لوگ چاول کھانے کو مانگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ایک دیگ میں چاول، گھی، گوشت وغیرہ ہم وزن ڈال دو اور دیگ آگ پر رکھ دو جب دیگ تیار ہو جائے تو مجھے اطلاع کرنا۔ دیگ پک گئی تو آپ کو اطلاع کی گئی آپ تشریف لائے اور دیگ کے اوپر ایک کپڑا ڈال دیا اور فرمایا لنگر جاری کردو جو جتنے چاول مانگے دیتے جانا کپڑا اوپر ہی رہنے دینا۔ لوگ خود بھی کھاتے اور بچوں کے لئے بھی لے جاتے۔ ایک ہفتے تک ایک ہی دیگ سے لنگر جاری رہا۔ دیگ ختم نہ ہوئی۔ ایک ہفتہ کے بعد باہر سے چاول آنا شروع ہو گئے۔

آپ کے والد کا نام سید صفی الدین تھا دادا کا نام سید نظام الدین تھا سلسلہ نسب حضرت جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے ملتا ہے۔ آپ حضرت سید شیر شاہ جلال الدین الاعظم میر سرخ بخاری کے پوتے تھے سلسلہ نسب ۲۶ پشتوں سے جاکر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے حضرت میراں موج دریا کو مؤرخ سلسلہ سہروردیہ میں شمار کرتے ہیں۔ ہندوستان میں سب سے پہلے آنے والے حضرت جلال الدین میر سرخ بخاری تھے جو حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ بھی تھے۔ حضرت میراں موج دریا کو چشتیہ سلسلہ سے بھی فیض ملا تھا۔ آپ کے ہاں محفل سماع جائز تھی۔ اب بھی مزار پر ہر سال عرس کے موقع پر قوالیاں ہوتی ہیں سلسلہ قادریہ سے بھی آپ کو فیض ملا۔

حضرت امام علی نقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آٹھویں پشت سے آپ کے جد

marfat.com
Marfat.com

امجد سید ابوالموید علی عراق کے علاقہ سائرہ سے بخارا میں آکر آباد ہوئے ۹۴۰ھ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ اوچ شریف میں پیداہوئے اس وقت ہندوستان پر نصیرالدین ہمایوں حکمران تھا حضرت میراں محمد شاہؒ موج دریا بخاری کے جد امجد کا اصل وطن مکہ معظمہ تھا۔

پھر ایسا وقت آیا کہ جہاں پہنچ کر زندگی کی موج رک جاتی ہے تہتر سال کی عمر تک جودو سخا اور زہدو اتقاء کے دریا کی وہ موج جو زندگی کے نام سے شبنمی قطروں سے رحمت کے آفتاب کی کرنیں بکھیرتی رہیں وہ ظاہر کی نظروں سے اوجھل تو ہوگئی مگر اس کی روشنی اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں قیامت تک دلوں کو منور کرتی رہے گی اور میراں موج دریا کا نام ہمیشہ مردہ دلوں کو منور کرتا رہے گا ۱۷ ربیع الثانی ۱۰۱۳ھ ۔ ۱۶۰۴ء کو میراں محمد شاہ موج دریاؒ کا وصال خان فتا بٹالہ میں ہوا۔ وہاں غسل دیا گیا۔ جہاں غسل دے کر کفن پہنایا گیا وہاں بھی آپ کی قبر بنائی گئی مگر آپ کی وصیت کے مطابق جسد خاکی لاہور لا کر دفن کیا گیا مقبرہ ۱۰۰۰ء ہجری میں ہی تعمیر ہوچکا تھا مزار شریف اے جی آفس کے سامنے ہے۔ اب مزار مبارک محکمہ اوقاف کے کنٹرول میں ہے اور اسے خوبصورت طریقے سے بنایا گیا۔ سینکڑوں زائر روزانہ حاضری دیتے ہیں۔ لوگوں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں روحانی فیض بھی ملتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ

سامنے ایک درویش کا حجرہ تھا باہر ایک مرید پہرے پر کھڑا تھا ایک خوبصورت مغل شہزادہ عین عالم شباب میں وہاں کھڑا تھا۔ شاہی لباس آنکھوں میں شاہی دماغ کی سرمستیاں' چہرے پر حسین تمکنت ' شاہانہ ' جاہ وجلال کا نشہ' پیچھے حفاظتی دستہ' نیزے اور تلواروں سے آراستہ ' چاق و چوبند' نگاہ روبرو ' خاموشی کا پیکر بنا کھڑا تھا۔ شہزادے نے رعب خسروانہ کے انداز میں درویش کے مرید پہرے دار سے کہا ہم حضرت صاحب سے ملنا چاہتے ہیں پہریدار نے کہا۔ ہمارے پیرو مرشد کا حکم ہے کہ حجرے کے اندر کوئی نہ آئے ۔۔ شہزادے کو اس کے امیروں اور مشیروں کو۔ حفاظتی سپاہیوں کو غصہ تو بہت آیا مگر شہزادے نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں روک دیا اور پہریدار سے کہا کہ جاؤ اس بزرگ روشن دماغ سے کہو۔ کہ شہزادہ عالم آپ سے ملاقات کے لئے آئے ہیں۔ پہریدار نے کہا کہ ہمارے بادشاہ کا حکم تو یہی ہے کہ کوئی اندر نہ آئے مگر اخلاقا" آپ کا پیغام پہنچانا بھی ضروری ہے ۔ وہ اندر گیا اور درویش کی خدمت میں عرض کی کچھ لوگ آپ سے ملنا چاہتے ہیں درویش نے اجازت دے دی ۔ شہزادہ پورے جاہ و جلال سے درویش کے ڈیرے پر گیا اور جاتے ہی روحانیت کے حوالے سے ایک ٹیکنیکل سوال کردیا۔ ہم بادشاہ ہیں زرو جواہر رکھتے ہیں ۔ محلات رکھتے ہیں۔ ہاتھی گھوڑے اور بے شمار قیمتی سامان رکھتے ہیں دروازوں پر دربان اور حفاظت کے لئے پہریدار رکھنے کی ہمیں ضرورت ہوتی ہے۔ آپ درویش ہیں کوئی سازو سامان نہیں رکھتے پھر یہ پہریدار کھڑا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ درویش نے بڑے تحمل سے شہزادے کا سوال سنا اور جواب دیا میں نے دنیا کے طلب گار کتوں کو دور رکھنے کے لئے دربان کھڑا کیا ہوا ہے اس کا شہزادے کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

یہ درویش حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ تھے ۔ اور شہزادہ شہنشاہ ہند

marfat.com

Marfat.com

شاہجہان کا بیٹا اورنگ زیب عالمگیر تھا جو بعد میں شہنشاہ ہند بنا۔ شہزادہ لاجواب ہو کر بولا میں تو اس لئے حاضر ہوا تھا کہ یہاں آپ کو کسی قسم کی تکلیف تو نہیں ہے اور روپوؤں کی ایک تھیلی پیش کی۔ آپ نے فرمایا مجھے یہاں نہ کوئی تکلیف ہے اور نہ مجھے آپ کی سونے چاندی کے سکوں کی تھیلی چاہئے درویش کی عبادت کا وقت ہے اب آپ جاسکتے ہیں درویش کی نظر لوح محفوظ تک جاتی ہے بعد میں اسی شہزادے نے ہوس اقتدار کی آگ بجھانے کے لئے اپنے ہی خاندان کے کئی چراغ گل کئے اپنے بھائیوں شہزادہ داراشکوہ۔ شہزادہ شجاع۔ اور شہزادہ مراد کو قتل کرایا اپنے باپ شہنشاہ ہند شاہجہان کو جیل میں قید رکھا اور جیل کے اندر ہی سسک سسک کر مرگیا بعض روایتوں کے مطابق باپ نے جیل میں فرمائش کی اور کچھ نہیں تو کچھ طالب علموں کو بھیج دو تاکہ بچوں کو تعلیم دے کر وقت گزار لیا کروں کہتے ہیں کہ اورنگ زیب نے باپ کی آنکھوں میں گرم لوہے کی سلائیں پھروا کر اندھا کروا دیا اور یہ کہا کہ تیرے دماغ سے ابھی تک بادشاہی کی بو نہیں نکلی دوسری طرف اس کی درویشانہ زندگی اور دین اسلام کی خدمات کے بھی بڑے چرچے ہیں قرآن پاک کی کتابت کر کے اور ٹوپیاں سی کر گزر اوقات کرتا شاہی خزانے سے ایک پیسہ نہ لیتا۔

تفسیر و احادیث کی ایسی کتب عالموں سے لکھائیں جو آج تک سند ہیں لاہور کی شاہی مسجد اورنگ زیب نے بنوائی جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی اور بہت سے درویشی اور نیکیوں کے قصے اس بادشاہ سے منسوب ہیں درویش کی نظر مستقبل کے کناروں تک ہوتی ہے فیصلہ پڑھنے والے ان واقعات کی روشنی میں کر سکتے ہیں کیونکہ داراشکوہ خود بھی درویش تھا اور بزرگوں کا بے حد ادب کرتا تھا۔ بزرگوں کی صحبت سے فیض حاصل کرتا تھا اولیاء اللہ پر ان کی کتاب سفینۃ الاولیاء روحانی تاریخ میں سند کی حیثیت رکھتی ہے حضرت میاں میر نے جو یہ کہا کہ دنیا کے طلب گار کتوں کے لئے دربان کھڑا کیا تھا تو اشارہ اورنگ زیب کے دنیا کے طلب گار ہونے کی طرف تھا۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت میاں میرؒ کا پورا نام شیخ محمد میاں میر بالا پیر قادری تھا آپ حضرت شیخ خضر سیستانی قادریؒ کے مرید اور خلیفہ تھے آپ کے والد کا نام قاضی سائیں دتہ بن قاضی قلندر فاروقی تھا والدہ کا نام بی بی فاطمہ بنت قاضی قادن تھا' شجرہ نسب حضرت عمر فاروق اعظمؓ سے ملتا ہے حضرت میاں میرؒ سیستان میں پیدا ہوئے سات سال کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا بارہ سال کی عمر میں دینی اور دنیوی علوم پر عبور حاصل کرلیا پھر والدہ کی اجازت سے گھر سے نکلے سیوستان یا سیستان میں حضرت شیخ خضر کے مرید ہوئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا لاہور آئے اور حضرت غوث الاعظمؒ سے نور باطن اور غوث الثقلینؒ کے دیدار سے بھی مشرف ہوئے۔ جب لاہور آئے تو عمر ۲۵ سال تھی۔ دن رات عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے حبس دم کا عمل کرتے ایک ایک مہینے کا روزہ رکھتے اکثر حالت استغراق میں رہتے صاحب سفینۃ الاولیاء محمد داراشکوہ لکھتے ہیں۔ جب آپ عبادت و ریاضت میں غرق تھے۔ تو وطن سے آپ کے بھائی آگئے۔ آپ کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا۔ بھائی کو دیکھ کر پریشان ہوئے اٹھ کر باغ میں گئے اور سجدے میں سر رکھ دیا۔ اور کہا یا الٰہی مہمان تو تو نے بھیج دیا ہے مگر مہمانداری کو کچھ نہیں بھیجا میرے پاس تو کچھ نہیں ہے میں فقط تیرے آسرے پر بیٹھا ہوں۔ ابھی سر سجدے میں ہی تھا کہ ڈیرے سے خلوم آگیا اور کہا یا حضرت ایک شخص کھانا اور کچھ نقدی لے کر آیا ہے یہ سن کر سجدے سے سر اٹھایا۔ آنسو بھر آئے کہا اے پروردگار عالم تو میرے جیسے عاجز کی اتنی جلدی سن لیتا ہے یہ تیرا خاص کرم ہے ڈیرے پر گئے اور بھائی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا اور رب العالمین کا شکر ادا کیا۔

ایک دن اپنے ساتھیوں کے ساتھ دریائے راوی کے کنارے آپ بیٹھے تھے کہ ایک بڑا سا کالا ناگ آگیا۔ اس ناگ کو دیکھ کر آپ کے ساتھی ڈر گئے آپ نے فرمایا ڈرو نہیں بیٹھے رہو۔ آپ ساتھیوں کے سامنے ذرا ہٹ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ سانپ نے کچھ عجیب سی آوازیں نکالیں۔ آپ مسکرائے۔ ناگ نے آپ کے گرد تین چکر لگائے اور چلا گیا آپ کے مریدوں نے عرض کیا یا حضرت یہ کیا راز تھا

marfat.com
Marfat.com

آپ نے فرمایا ناگ نے کہا۔ کہ میں نے منت مانی ہوئی تھی کہ اگر آپ دریا کے کنارے آئیں گے تو میں آپ کے گرد طواف کروں گا۔ میں نے اجازت دے دی اور وہ طواف کر کے چلا گیا۔

ایک دن آپ زین خان کے باغ میں بیٹھے تھے کہ درخت پر ایک کوئل آکر کوکو کرنے لگی ایک نوعمر لڑکا آیا اور غلیل سے اس کا شکار کرنے لگا آپ نے منع کیا مگر وہ باز نہ آیا غلیل میں مٹی کا گول ڈھیلا رکھ کر ایسا نشانہ مارا کہ کوئل زمین پر گر پڑی اور تڑپ تڑپ کر مرگئی آپ نے خادم سے کہا کہ پرندے کو اٹھا لاؤ۔ وہ لے آیا آپ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ زندہ ہوگئی اور اڑ کر درخت پر جا بیٹھی اور پھر سے کوکو کرنے لگی شکاری آواز سن کر پھر آگیا آپ نے کہا اگر اب تونے ویسی کوشش کی تو نقصان اٹھائے گا مگر وہ باز نہ آیا جونہی اس نے نشانہ باندھنے کے لئے ہاتھ اٹھایا۔ تو بازو میں شدید درد اٹھا وہ تڑپ کر زمین پر گر گیا اور دہائی دی مجھے معاف کردیں میں عمر بھر پرندوں کا شکار نہیں کروں گا۔ آپ نے معاف کردیا اور اس کے بازو پر دست مبارک پھیرا وہ اسی وقت ٹھیک ہوگیا۔ آپ کا مرید ہوگیا عمر بھر آپ کے قدموں میں بیٹھا رہا اور مرتبے والا بزرگ ہوا۔

حضرت میاں میرؒ رحمتہ اللہ علیہ کی بیشمار کرامات ہیں۔ ایک مرتبہ خادم کو وہ رومال دیا جس سے آپ وضو کے بعد چہرہ مبارک پونچھتے تھے فرمایا گھر میں کوئی بیمار ہو تو اس کے سر پر باندھ دینا آسیب زدہ ہو تو اس کے چہرے پر ڈال دینا خادم کا بیان ہے کہ اس رومال کی برکت سے بہت سے لوگ جن میں کئی آسیب زدہ تھے۔ شفایاب ہوئے ۔ ایک دن باغ میں تشریف لے گئے۔ سرو کے بوٹے کو دیکھ کر فرمایا تم کونسے ذکر پر معمور ہو' سرو نے کہا میرا ذکر اسم نافع ہے۔

ایک دن ایک مغل انتہائی کسمپرسی کی حالت میں حاضر ہوا صرف ایک تہمند جسم پر تھا اتنے میں ایک شخص آیا۔ اور پچیس اشرفیاں آپ کی نذر کیں حضرت میاں میرؒ نے وہ اشرفیاں اس مغل کو دے کر کہا ان کا گھوڑا خرید کر فلاں شہزادے

marfat.com
Marfat.com

کے پاس چلے جانا۔ نوکری مل جائے گی۔ وہ لے کر چلا گیا اور جو آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ لیکن ایک درویش کو اس بات کا رنج ہوا کہ پچیس اشرفیاں ایک ہی شخص کو دے دیں۔ حالانکہ ان میں اور درویشوں کا بھی حق تھا۔ مجلس میں واقف حال ایک شخص نے بتایا کہ اس کی کمر میں ایک سو بائیس اشرفیاں بندھی ہوئی ہیں حضرت میاں میرؒ نے فرمایا بخیل کی دولت اس کے کسی کام نہیں آتی بلکہ بخیل کی کمائی اوروں کو بھی لے ڈوبتی ہے۔ آپ نے فرمایا یہ دولت اس کے کام نہیں آئے گی۔ چنانچہ وہ نہانے لگا تو اشرفیوں کی واسنی (یہ ایک لمبا سا بٹوہ ہوتا ہے) کھول کر رکھی اور وہیں بھول گیا وہ کوئی اٹھا کے لے گیا۔ روتا ہوا آپ کے پاس آیا۔ اور فرمایا کہ یا حضرت میری اشرفیاں گم ہوگئی ہیں۔ وہ انتہائی تکلیف میں تھا۔ اشرفیوں کے صدمے سے بیمار ہوچکا تھا۔ حضرت میاں میرؒ نے فرمایا۔ غم نہ کر دریا پر جا کشتی میں ایک درویش کے پاس تیری دولت ہے جا لے لے۔ دریا پر گیا تو کشتی کنارے پر آئی اس درویش نے اشرفیاں اسے دے کر کہا دولت کا زیادہ غم نہیں کرتے۔ موت کا خطرہ ہوتا ہے۔ وہ اشرفیاں لے آیا۔ مگر بیمار ہوچکا تھا۔ اسی بیماری میں مرگیا۔ دو آدمیوں کے ہاتھ وہ اشرفیاں لگیں۔ تیسرا آدمی ان کو دیکھ رہا تھا۔ وہ دونوں اس کو حصہ دینا نہیں چاہتے تھے۔ اس نے کھانے میں زہر ملا کر انہیں کھلا دیا۔ وہ دونوں مرگئے وہ زہر دینے والا پکڑا گیا۔ دونوں کے قتل کے جرم میں اسے پھانسی دیدی گئی۔ اور اشرفیاں خزانہ شاہی میں چلی گئیں۔ بخیل اور بخیل کی کمائی دونوں سے بچو۔

آپ کے خادم کا نام نور محمد تھا۔ اس کا بیان ہے کہ آپ حجرے کی چھت پر گئے اور مجھے فرمایا۔ پانی کا لوٹا بھر کر۔ میرے جوتے اور پنکھا مجھے دے جانا۔ میں پنکھا اور جوتے تو اوپر رکھ آیا مگر پانی بھول گیا۔ اور سوگیا۔ کچھ رات باقی تھی کہ میری آنکھ کھل گئی۔ مجھے یاد آیا کہ پانی بھی حضرت صاحب نے مانگا تھا۔ میں جلدی سے پانی لے کر اوپر گیا تو دیکھا آپ وہاں نہیں ہیں۔ ادھر ادھر ہر جگہ تلاش کیا مگر آپ کو کہیں نہ پایا حیران ہوکر واپس آکر سوگیا۔ صبح نماز کے وقت حضرت میاں میر

marfat.com
Marfat.com

رحمتہ اللہ علیہ نے آواز دی نور محمد! پانی کا کوزہ لاؤ ۔ نور محمد نے بیان کیا کہ میں فوراً" پانی لے گیا اور پریشانی کے عالم میں پوچھا یا حضرت رات آپ کہاں تھے؟ آپ نے بتانے سے گریز کیا۔ مگر جب میں نے زیادہ ہی اصرار کیاتو فرمایا۔ غار حرا میں عبادت کا جو مزا ملتا ہے وہ اور کہیں نہیں ملتا' وہاں گیا تھا۔

بادشاہ جہانگیر کشمیر میں تھا کہ کسی بات سے ناراض ہوکر حضرت عبدالحقؒ محدث دہلوی کے بیٹے حضرت نور الحق کو سزا کے طور پر کابل جانے کا حکم دیا۔ حضرت عبدالحقؒ محدث دہلوی۔ حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پریشانی کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا عبدالحق پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ تمہارا بیٹا کابل نہیں جائے گا اگلے ہی دن خبر آگئی کہ جہانگیرفوت ہوگیا ہے ۔ اور اس کی میت کو لاکر لاہور دفن کیا گیا اور نور الحق کابل نہ گیا۔ لاہور کی ایک حویلی کا کنواں کھاری پانی دیتا تھا۔ لوگ آپ کے پاس آئے اور دعا کی التجا کی کہ پانی میٹھا ہوجائے۔ وہ کھاری پانی کا ایک کوزہ بھر کر بھی لائے تھے ۔ آپ نے اس پانی کر الحمد شریف پڑھ کر پھونک ماری اور خود ایک گھونٹ پانی پی کر کہا جاؤ باقی پانی کنوئیں میں ڈال دو۔ پانی میٹھا ہوگیا۔

جہانگیر کے عہد میں کانگڑے کی تسخیر کے لئے آپ کا ایک مرید کمانڈر تھا۔ تسخیر میں کچھ تاخیر ہونے لگی۔ مرید کمانڈر نے آپ کے پاس اپنا ایک آدمی عرضی دے کر بھیجا۔ کہ یاحضرت دعافرمائیں قلعہ فتح نہیں ہورہا۔ حضرت میاں میرؒ نے عرضی کی پشت پر لکھ دیا کہ قلعہ جلد فتح ہوجائے گا۔ عرضی کمانڈر کے پاس پہنچی تو قلعہ فتح ہوگیا۔ آپ کے ایک مرید رئیس کی کنیز بہت سا مال لے کر فرار ہوگئی ۔ وہ رئیس آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بتایا کہ کنیز بہت زیادہ مال لے کر بھاگ گئی ہے آپ نے فرمایا۔ جاؤ کنیز مع مال کے تمہارے گھر میں بیٹھی ہے۔ وہ واپس گھر آیا تو کنیز موجود تھی۔ اس نے پوچھا تو اس نے بتایاکہ آپ مجھے معاف کردیں پھر بتاتی ہوں۔ آئندہ کبھی نہیں بھاگونگی۔ رئیس نے معاف کردیا۔ تو اس نے بتایا کہ کہ میں مال لے کر بہت دور نکل گئی تھی کئی دن کا راستہ تھا۔ مگر آج کسی نے

marfat.com

Marfat.com

میرا بازو پکڑا اور یہاں پہنچا دیا۔ حیرت ہے کہ ایک لمحہ میں یہاں کیسے پہنچ گئی۔

حضرت میاں میرؒ کا ایک غلام ملا سنگی تھا جو بڑا عالم فاضل تھا مگر حضرت میاں میرؒ سے انتہائی محبت رکھتا۔ وہ کئی سال سے آپ کی خدمت کر رہا تھا وہ رو ستاق کا رہنے والا تھا۔ یہ مشرق وسطی کا ان دنوں ایک مشہور شہر تھا۔ ایک دن آپ نے اچانک اسے کہا فوراً اپنے گھر روانہ ہو جاؤ۔ وہ حیران ہو گیا۔ اس کا دل جانے کو نہیں چاہتا تھا۔ مگر آپ نے اسے زور دے کر حکم دیا کہ فوراً چلے جاؤ اور راستے میں کہیں رکنا بھی نہیں۔ ملا سنگی نے حکم کی تعمیل کی اور سیدھا گھر گیا۔ کئی ماہ کے بعد جب وہ گھر پہنچا تو گھر کی حالت ہی بدلی ہوئی تھی چراغاں ہو رہا تھا' دیگیں پک رہی تھیں' شادیانے بج رہے تھے یہ دیکھ کر ملا سنگی کو حیرت ہوئی۔ اس نے ایک اجنبی شخص سے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اس شخص نے بتایا کہ یہ ملا سنگی کا گھر ہے۔ وہ بائیس سال پہلے ہندوستان گیا تھا۔ کچھ ماہ ہوئے اس کے مرنے کی خبر آئی تھی اس کی بیوی عدت پوری کرنے کے بعد کسی رئیس کے پیغام پر اس سے نکاح کر رہی ہے۔ انتظامات مکمل ہو چکے ہیں۔ چند لمحوں بعد نکاح خوانی ہو گی اور کھانا تقسیم ہو گا۔ باراتی بھی کھائیں گے اور ہمیں بھی کھانا ملے گا۔ ملا سنگی فوراً اندر گئے۔ دولہا میاں بیٹھے ہوئے تھے نکاح خواں نکاح شروع کرنے والا تھا کہ ملا سنگی فوراً وہاں پہنچے اور کہا السلام علیکم! رشتہ داروں نے پہچان لیا۔ فوراً اٹھ کر ان کے گلے ملے۔ سارا سلسلہ درہم برہم ہو گیا۔ رئیس اپنا سا منہ لے کر گھر چلا گیا۔ اور ملا جی کی آمد پر گھر خوشیوں سے بھر گیا۔ آپ کی بیوی بہت روئیں اور کہا کہ ایک لمحہ بھی تاخیر ہو جاتی تو بہت برے وبال میں ہم پھنس جاتے اور میں رو رو کر مر جاتی تو۔ ملا ایک سال وہاں رہے اور بیوی کے نان نفقے کا انتظام کر کے پھر لاہور حضرت جی کے پاس آگئے۔

ایک شخص محمد فاضل آپ کا مرید تھا۔ اس کا لڑکا فوت ہو گیا۔ وہ روتا ہوا آپ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا۔ نہ رو اللہ تجھے اور لڑکا دے گا۔ حضرت میاں میرؒ نے فرمایا۔ تمہارے گھر لڑکی پیدا ہونے والی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے تیرا رونا اور

marfat.com

Marfat.com

ہماری دعا قبول فرمالی' اب تیرے گھر لڑکا پیدا ہوگا حضرت میاں میرؒ کے غیر مسلم بھی بہت سے عقید تمند تھے۔ اور باقاعدہ حاضری دیتے تھے۔ سکھوں کے امرتسر میں گولڈن ٹمپل کا سنگ بنیاد آپ نے رکھا تھا۔ سکھ وحدانیت کے قائل ہیں اور مسلمان بزرگوں سے خاص عقیدت رکھتے ہیں۔۔ حضرت میاں میرؒ کے خلیفہ ملا شاہ تھے ایک دن آپ ملا شاہ کے ساتھ ایک قبرستان گئے۔ اور ایک قبر کے قریب بیٹھ کر ذکر میں مشغول ہوگئے۔ ملا شاہ نے کشف القبور کا چلہ کاٹا ہوا تھا۔ ملا شاہ نے اپنے مرشد حضرت میاں میر سے کہا۔ یا حضرت قبروالا سخت مشکل میں ہے اور کہہ رہا ہے آپ جیسے بزرگ جب میری قبر پر آئے ہیں تو میری نجات کا کچھ کریں ۔ میں اپنی بداعمالیوں کے باعث شدید عذاب میں مبتلا ہوں۔ آپ نے ملا شاہ سے کہا۔ اہل قبر سے پوچھو تمہارا عذاب کیسے ٹل سکتا ہے۔ ملا نے پوچھا تو اس قبر والے نے بتایا کہ میں نافرمان تھا اور جوانی میں ہی مرگیا تھا۔ آپ اگر ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھ کر میری روح کو اس کا ثواب بخش دیں ۔ تو اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے گا۔ حضرت میاں میرؒ واپس آئے ۔ تمام مریدوں کو اکٹھا کیا۔ اور کلمہ طیبہ ستر ہزار مرتبہ پڑھ کر اس قبروالے کو بخش دیا۔ اس کا عذاب ٹل گیا۔

حضرت میاں میرؒ کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ بھائیوں کے نام بتدریج میاں قاضی۔ قاضی عثمان۔ قاضی طاہر۔ اور قاضی محمد تھے ایک بہن کا نام بی بی ہادی اور دوسری کا نام بی بی جمال خاتون تھا بی بی جمال ولی اللہ تھیں ۔ حضرت میاں میرؒ نے شادی نہیں کی ۔ آپ کی عمر شریف ۸۸ برس تھی۔ ساٹھ سال لاہور میں رہے۔ شہزادہ داراشکوہ کی تصنیف سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ سیوستان میں ۹۵۷ھ بمطابق ۱۵۵۰ء میں پیدا ہوئے اور سات ربیع الاول ۱۰۴۵ھ کو بمطابق ۱۱ اگست ۱۶۳۵ء کو شنبہ کے روز بعد از نماز ظہر وفات پائی۔ اس وقت شاہجہان بادشاہ کا عہد تھا آپ کا مزار مبارک۔ چھاؤنی میاں میرؒ لاہور میں ہے اس وقت وزیر خان شاہی حکمران تھا۔ مسجد وزیر خان اسی نے تعمیر کرائی تھی۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت محمد اسمٰعیل میاں وڈاؒ

بارہ برس کا ایک لڑکا مراقبے میں مشغول حق تھا۔ ذکر رب جلیل سے ہر طرف نور کی بارش ہو رہی تھی۔ توفیق خداوندی سے سرشار یہ لڑکا ایک حجرے میں تھا جس کے ایک کونے میں آٹا پیسنے کی چکی تھی۔ ایک عجیب کرشمہ تھا' کرامت تھی کہ چکی خود بخود چل رہی تھی آٹا پس رہا تھا چکی کی گھوک لڑکے پر سرود سرمدی طاری کئے ہوئے تھی۔ علوم ظاہری اور دنیاوی ماحول سے بے خبر لڑکا ذکر حق کی جانے کون سی منزل پر مستی و بے خودی میں پہنچا ہوا تھا کہ حجرے کے دروازے میں ایک طالب علم درویش محو حیرت کھڑا تھا۔ یہ بارہ سالہ لڑکا کون تھا؟ حضرت شیخ اسماعیل مدرس سہروردی لاہوری جو آج تک میاں وڈا کے نام سے مشہور ہیں صدیوں سے درس میاں وڈا چل رہا ہے اور تشنگان علم قرآن و حدیث اس درس سے سیراب ہوتے چلے آ رہے ہیں۔

حضرت شیخ محمد اسماعیل وڈا میاں رحمتہ اللہ علیہ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی فتح اللہ بن عبدالعزیز بن سرفراز احمد تھا زمیندار تھے اور کھوکھر ذات تھی موضع پھنہ میں سکونت رکھتے تھے یہ گاؤں دریائے چناب کے کنارے واقع ہے۔ ولادت باسعادت عہد اکبری میں ۹۹۵ھ کے بعد بتائی جاتی ہے وہاں سے یہ خاندان موضع لنگر مخدوم میں آکر آباد ہوا۔ حضرت اسماعیل سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کو پانچ سال کی عمر میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے شیخ عبدالکریم سہروردی کے سپرد کیا گیا بارہ برس کی عمر میں استاد نے درویشوں کے لئے آٹا پیسنے پر لگا دیا روزانہ آٹا پیس کر باورچی خانے میں دیتے اور اس فرض کی ادائیگی کے بعد استاد کے درس میں شریک ہوتے ایک دن اتفاق سے درس میں وقت پر شریک نہ ہوئے تو استاد نے ایک درویش کو بھیجا کہ دیکھو اسماعیل درس میں شریک نہیں ہوا کیا بات ہے؟ درویش چکی والے حجرے میں گیا تو حضرت اسماعیل مراقبے میں تھے اور چکی خود بخود چل

marfat.com
Marfat.com

رہی تھی وہ حیران ہو کر لوٹا استاد سے یہ واقعہ بیان کیا۔ حضرت عبدالکریم خود موقعہ پر پہنچ گئے یہ دیکھ کر استاد پر وجدانی کیفیت طاری ہوگئی اور شاگرد کو حالت ذکر میں چھوڑ کر چلے گئے۔ جب بارہ سال کے شاگرد عالم صحو میں آئے آٹا اکٹھا کیا مطبخ میں پہنچایا اور جلدی سے استاد کی خدمت میں حاضر ہوئے استاد نے کہا اسماعیل آج سے آٹا پیسنے کی خدمت تمہیں معاف کردی گئی ہے کیونکہ تمہارے سپرد یہ خدمت کرنا عالم بالا کے فرشتوں کو زحمت دینا ہے۔

جب حضرت شیخ محمد اسماعیل نے علم باطنی میں کمال حاصل کرلیا تو اپنے استاد و مرشد سے رخصت حاصل کی لنگر مخدوم سے دس کوس کی مسافت پر ایک شیشم کے درخت کے نیچے ڈیرہ جمالیا یہاں چندماہ سکونت اختیار کی ایک سو چالیس درویشوں نے آپ سے علم حاصل کیا اچانک ایک دن اشارہ غیبی سے لاہور تشریف لے آئے اس وقت آپ کی عمر شریف ۴۵ برس کی تھی جہاں اب درس وڈے میاں قائم ہے اس وقت اس محلہ کو تیل پورہ کہتے تھے جہاں اقامت اختیار فرمائی یہاں درس و تدریس کا کام شروع کیا۔

جب لاہور میں تشریف لائے تو پہلے ۴۰ دن حضرت سید علی ہجویری" داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر اعتکاف میں رہے پھر اپنے مقام پر درس و تدریس کے کام کا آغاز کیا تائید و خداوندی سے ایک انبوہ کثیر طالبان علم کی پیاس بجھانے آتے اور سیراب ہو کر چلے جاتے۔

جب حضرت محمد اسماعیل رحمتہ اللہ علیہ محلہ تیل پورہ علاقہ گنج پورہ یا (گنج مغلپورہ) میں تشریف لائے تو ایک پرانی اور غیر آباد مسجد کے قریب ٹھہرے جس میں ایک ہندو جوگی رہتا تھا آپ نے اس جوگی سے کہا دیکھو یہ مسلمانوں کی عبادت گاہ ہے تمہیں یہاں نہیں رہنا چاہیے۔ میں یہاں قیام کرنا چاہتا ہوں اور درس دینا چاہتا ہوں جوگی نے مسجد خالی کرنے سے انکار کردیا وہ جوگی بھی اپنے جنتر منتر کا ماہر تھا اس نے کہا اگر میں یہاں سے جاؤں گا تو یہ آپ کی مسجد بھی میرے

marfat.com
Marfat.com

ساتھ جائے گی یہ کہہ کر وہ مسجد سے باہر نکلا تو مسجد میں ایک جنبش پیدا ہوئی حضرت اسماعیل نے مسجد کی دیوار پر اپنا عصا مارا اور فرمایا حرکت نہ کرنا مسجد ساکن ہو گئی جوگی نے جب یہ کرامت ملاحظہ کی تو سر آپ کے قدموں پر رکھ کر کہا آپ کا علم میرے علم سے بہت بلند ہے اور چلا گیا جب آپ نے درس و تدریس کا آغاز کیا تو مسلمان جوق در جوق آنے لگے درس میں شریک ہوتے نماز پنجگانہ ادا ہونے لگی۔ اذان کی آواز پانچ وقت گونجی آپ کی آمد کی خبر دور دور تک پھیل گئی تو اس ٹوٹی پھوٹی مسجد کو مغل بادشاہ شاہ جہان کی ایک دلیہ نے از سر نو تعمیر کیا اسی تعمیر کی بنیاد پر مسجد آج تک قائم ہے اور یہیں درس کا کام آج تک قائم ہے اور قائم رہے گا انشاء اللہ آج یہ مسجد مظپورہ درس میاں وڈا کے احاطہ میں ہے آپ کا مزار مقدس بھی اسی احاطہ میں ہے اور دوسری بہت سی قبریں ہیں۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی قبر کو پکا نہیں بنایا گیا آج تک قبر کچی ہے صرف اوپر لکڑی کے ستون پر چھت ڈال دی گئی ہے۔

آپ کے درس اور زبان مبارک میں اتنی تاثیر تھی اور اس قدر برکت تھی کہ چند ماہ میں ان پڑھ آدمی قرآن پڑھ لیتا اور بڑی کم مدت میں لوگ کلام پاک حفظ کر لیتے اسی عرصہ میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی کہ حال ہی میں میرا نکاح ہوا ہے میری بیوی حافظ قرآن ہے میری بیوی مجھ سے اس لئے علیحدہ رہتی ہے کہ اس کے سینے میں لوح محفوظ کی امانت ہے قرآن دو جہان کا بادشاہ ہے اس کو سینے میں رکھ کر وہ مجھ سے جاہل کو بدن پر انگلی تک لگانے نہیں دیتی اور کہتی ہے کہ میں تمہاری بیوی ہوں قرآن پاک حفظ کر کے مجھے ہاتھ لگانا میں اس مقدس امانت کی توہین برداشت نہیں کر سکتی اور انصاف کی بات یہ ہے کہ میری بیوی حق بجانب ہے اب آپ سے درخواست ہے کہ آپ اس طرح راہنمائی فرمائیں کہ جلد از جلد قرآن پاک حفظ ہو جائے یا کم از کم ناظرہ تو پڑھ سکوں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے درس میں شامل ہو جاؤ چھ ماہ میں قرآن حفظ ہو جائے گا وہ شخص بڑا رنجیدہ ہوا اور کہا۔ یا حضرت دنیاداروں کی محبت

marfat.com

Marfat.com

کا پیمانہ ٹوٹا ہوا ہوتا ہے۔ اتنی دیر شاید صبر ممکن نہ ہو آپ کو اس شخص پر رحم آ یا اور کہا جاؤ کل صبح کی نماز میرے ساتھ ادا کرنا جب میں دائیں جانب سلام پھیروں تو تم آگے آجانا انشاء اللہ مقصد حل ہو جائے گا اگلی صبح وہ نماز فجر میں شریک ہوا جب آپ نے دوسری رکعت کے بعد دائیں رخ سلام کیا تو وہ آگے آگیا اس وقت وہ شخص اور دوسرے جتنے لوگوں پر حضرت کی نظر پڑی حافظ ہوگئے اور دوسری جانب سلام کیا۔ نمازی جو قرآن نہیں پڑھ سکتے تھے۔ ناظرہ خواں ہوگئے وہ شخص اسی وقت آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوگیا۔

آپ نے فرمایا تھا کہ یہاں حفظ قرآن کا فیض میرے وصال کے بعد بھی جاری رہے گا میری خاک قبر سے بھی فیض کی کرنیں پھوٹیں گی آج آپ کے وصال کو تین سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے اور درس فیض جاری ہے سو ڈیڑھ سو درویش طالب علم ہمیشہ قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرتے ہیں رہائش اور کھانے کا انتظام مدرسہ کی طرف سے ہوتا ہے آپ کے بعد آپ کے بھائی شیخ محمد صالح، پھر حافظ محمود ان کے بعد حافظ شرف الدین، اور انکے بعد آج تک درس وڈا میاں میں حفظ قرآن کا سلسلہ جاری ہے۔

آپ کے خلفاء بے شمار ہیں چند نام یہ ہیں حافظ اللہ بخش، خلیفہ محمد صالح، میاں جان محمد لاہوری، خلیفہ جان محمد ثانی، شیخ محمد ہاشم، شیخ عبدالحمید، عبدالکریم قصوری، خلیفہ محمد عمر، محمد عثمان، امانت خان، حافظ محمد خوشالی، مولانا تیمور لاہوری اور دیگر بہت سے۔

آپ کی وفات شوال ۱۰۸۵ ہجری بمطابق ۲۳ دسمبر ۱۶۷۴ء ہے آپ کا وصال عہد عالمگیری میں ہوا آپ کا مزار شریف لاہور کے مشہور مزارات میں سے ہے اور مرجع خاص و عام ہے، تاریخ وفات مزار کے دروازے کی پیشانی پر لکھی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

شنو تاریخ آں دریائے دفعے
کہ عمرش گشت در عشق خدا صرف

دل و جاں کرد قربان الٰہی
کہ اسماعیل ثانی بود بے حرف

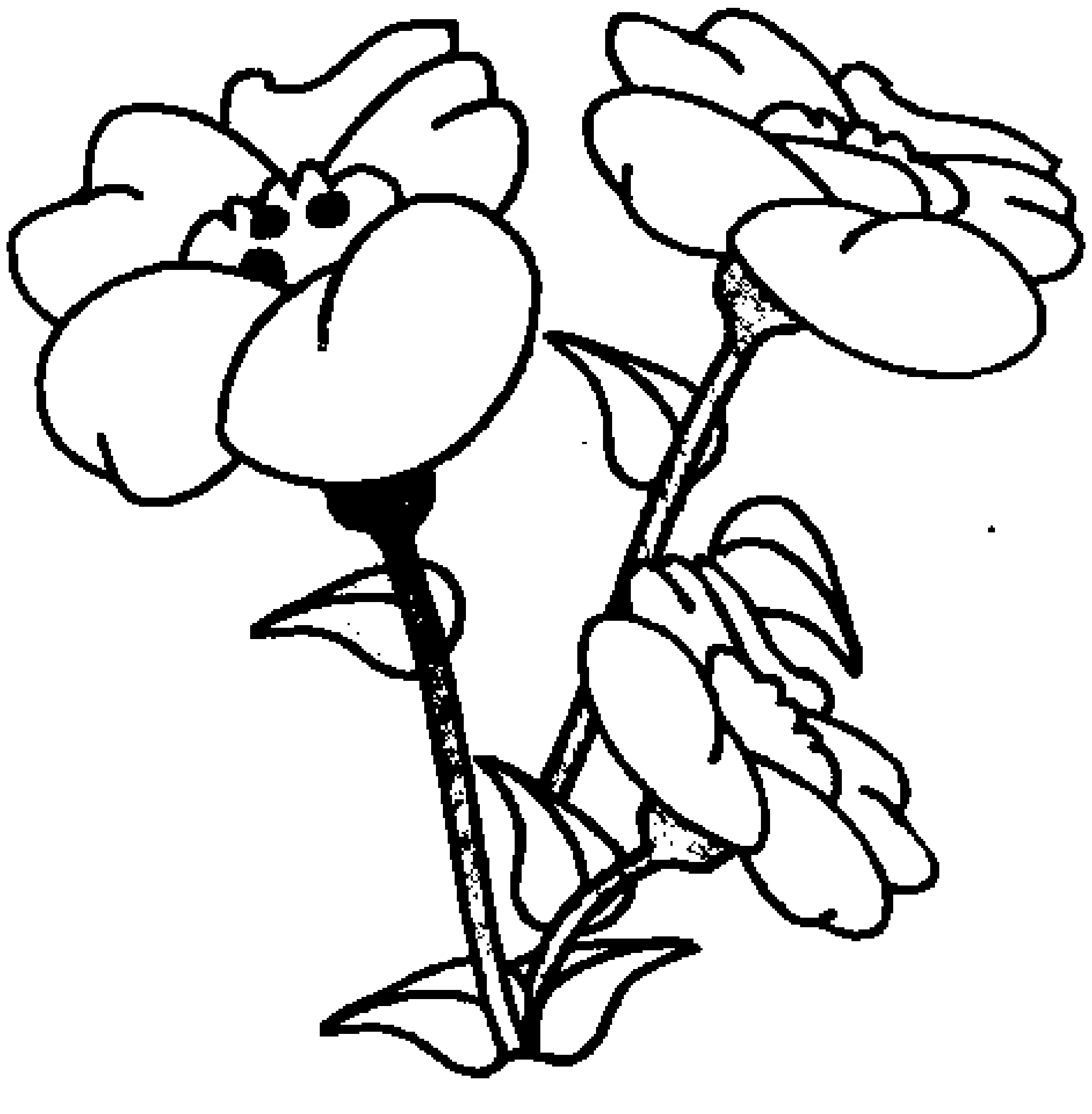

marfat.com
Marfat.com

خواجہ حسین زنجانیؒ

بہت سی تواریخ میں لکھا ہے ۔ کہ آپ حضرت علی ہجویری داتا گنج کے پیر بھائی تھے اور شیخ ابوالفضل بن حسن ختلی کے خلیفہ تھے۔ اور لاہور کی تبلیغ پر معمور تھے ۔ ان کے مرشد پاک نے انہیں یہاں تبلیغ دین کے لئے بھیجا تھا۔ جب مرشد پاک کی طرف سے حضرت علی ہجویریؒ کو لاہور جانے کا حکم ہوا تو آپ نے اپنے مرشد شیخ ابوالفضلؒ سے کہا یا حضرت میرے پیر بھائی خواجہ حسین زنجانیؒ وہاں موجود ہیں تو مرشد پاک نے فرمایا ۔ جو حکم ملے اس کی تعمیل کرنی چاہئے حکم کے آگے تکرار کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اور یہ کہ تم ہمیشہ لاہور ہی میں رہو گے۔

مرشد پاک کے حکم پر جب حضرت علی ہجویریؒ لاہور پہنچے تو شام ڈھل چکی تھی۔ اندھیرا چھا گیا تھا۔ آپ نے شہر کے باہر ہی رات بسر کی۔ صبح ہوئی تو نماز و وظائف سے فارغ ہو کر اٹھے شہر کے اندر داخل ہوئے تو سامنے سے ایک جنازہ آرہا تھا جنازہ کے ساتھ کثیر خلقت تھی۔ آپ نے دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ میراں حسین زنجانیؒ کا جنازہ ہے۔ جنازے میں شرکت کی۔ اور مرشد کا حکم یاد آیا کہ مجھے کیوں یہاں بھیجا گیا ہے۔ یہ بات اپنی جگہ ایک وزن رکھتی ہے۔ مگر مورخین نے اپنی روایتی کج فہمیوں کے باعث جو تضادات کے دروازے کھولے ہوئے ہیں انہیں روکنا ممکن نہیں۔ عقیدت رکھنے والوں کے لئے یہ تضادات کا باعث بنتے ہیں ۔ بہرحال میراں حسین زنجانی وقت کے قطب تھے۔ صدیوں سے خلق خدا آپ کی عقید تمند ہے۔

تاریخوں کے مطابق خواجہ حسین زنجانیؒ نے ۴۳۱ ہجری بمطابق ۱۰۳۹ عیسوی کو وصال فرمایا۔ اس وقت سلطان محمود اول ناصر الدین بن سلطان محمودؒ کا عہد تھا۔ چاہ میراں لاہور میں مزار مبارک ہے خوبصورت گنبد کے زیر سایہ مزار ہے۔ اور ساتھ جامعہ مسجد ہے آپ کا مزار صدیوں سے مرجع خلائق ہے۔

marfat.com

Marfat.com

مگر خزینتہ الاصفیاء اور حدیقتہ الاولیاء میں آپ کی تاریخ وفات ۶۰۰ ہجری بمطابق ۱۲۰۳ عیسوی لکھی ہے۔ لکھا ہے کہ آپ سلسلہ جنیدیہ میں بیعت تھے۔ اور اپنے بھائی سید یعقوب صدر دیوان زنجانیؒ کے ہمراہ لاہور آئے تھے۔ دونوں بیانات کے مطابق ۱۴۹ برس کا فرق ہے۔ اب کیا ٹھیک کیا غلط اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ کیونکہ اب داراشکوہ کی تصنیف سفینتہ الاولیاء اور مولانا جامیؒ کی تصنیف نفحات الانس میں بھی اس کی کوئی وضاحت نہیں۔ اور نہ ہی حضرت علی ہجویریؒ نے اپنی معرکتہ آلاراء کتاب کشف المحجوب میں اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ ضرور لکھا ہے۔ کہ مرشد کے حکم سے لاہور تشریف لائے۔ مگر تصوف پر خوبصورت کتابیں لکھنے والے حضرت دستگیر نامیؒ لکھتے ہیں۔ کہ پہلا بیان آپ شیخ ابو الفضل بن حسن ختلیؒ کے خلیفہ تھے۔ قرین صحت ہے۔

marfat.com
Marfat.com

شیخ ابو المعالی رحمتہ اللہ علیہ

قطب الاقطاب حضرت شیخ ابو المعالی کرمانی قادری رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مبارک دل محمد روڈ لاہور پر واقع ہے اور مرجع خلائق ہے مزار شریف ایک بلند چبوترے پر ہے اور ساتھ ہی ایک تاریخی مسجد ہے دائیں جانب ایک کنواں ہے اب اس سڑک کا نام شاہ ابو المعالی روڈ ہے مزار پر درویش صفت پرندے کبوتر ہزاروں کی تعداد میں ہر وقت موجود رہتے ہیں سال میں کئی مرتبہ میلہ لگتا ہے مگر عرس مبارک ۱۷ ربیع الاول کو ہوتا ہے ہزاروں کی تعداد میں زائرین فاتحہ خوانی اور زیارت مزار کے لئے آتے ہیں اور خیر و برکت کی رحمتوں سے سرفراز ہو کر واپس جاتے ہیں اولیائے لاہور اور بزرگان دین لاہور میں آپ بلند پایہ بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں۔

آپ کے آباو اجداد میں سید فیض اللہ اپنے فرزند یامنا سید مبارک کرمانی کے ساتھ ۷۹۶ھ میں کرمان سے ہجرت کرکے وارد ہند ہوئے اور بہاولپور کے علاقہ اچ شریف میں رہائش پزیر ہوئے۔ کچھ مدت بعد یہ پاک سیرت خاندان ملتان سے قریب قصبہ داؤد جال میں آکر آباد ہو گیا اور پھر ۹۳۰ھ میں خاندان کے کچھ لوگ شیر گڑھ آکر آباد ہوئے یہاں حضرت شیخ ابو المعالی پیدا ہوئے ۹۶۰ھ کی ۱۰ ذوالحجہ دوشنبہ کا دن تھا۔ اس وقت ہندوستان پر مغل حکمران ہمایوں کی حکومت تھی والدین نے آپ کا نام خیر الدین رکھا کرمانی سید خاندان سے تعلق رکھنے کے ناطے سے اٹھائیس واسطوں سے سلسلہ حضرت موسیٰ المبرقہ بن امام محمد تقی الجواد تک پہنچتا ہے آپ کے والد ماجد کا نام سید رحمتہ اللہ اور دادا کا نام سید فتح اللہ شاہ تھا حضرت شیخ ابو المعالی کا سلسلہ نسبت چودہ واسطوں سے حضرت سید الاولیا حضرت شیخ عبد القادر جیلانی غوث الاعظم تک پہنچتا ہے آپ نے علوم ظاہری میں کمال حاصل کیا دل میں عشق حقیقی کا دریا بہتا تھا اسی جذبہ مستی میں گھر سے نکلے اور ایک

marfat.com

Marfat.com

مدت جذب عشق و مستی میں جنگلوں اور بیابانوں میں پھرتے رہے۔

اسی طرح سید الاولیاء غوث الثقلین ' غوث اعظم محی الدین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی بابرکت ہستی کے عشق میں او یسیہ طریقہ اختیار کیا اور دہلی چلے گئے دہلی سے واپس آکر حضرت شیخ داؤد کرمانی شیر گڑھ کی قربت اختیار کی اور مسند قادریہ پر جلوہ افروز ہوئے پچاس برس کی عمر میں اپنے مرشد کے حکم کے مطابق لاہور تشریف لے آئے اور سلسلہ قادریہ کے ترویج و فروغ میں مشغول ہو گئے مگر اس وقت تک سلوک و معرفت اور عرفان الٰہی کی کئی منزلیں طے کر چکے تھے۔

لاہور ہی نہیں سارے پنجاب میں آپ نے سلسلہ قادریہ کی ترویج کے لئے بے پناہ کام کیا آپ عشق رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ایک نورانی پیکر تھے اور حضوری میں ایک منفرد مقام حاصل تھا اور حضرت غوث الاعظم سے خصوصی نسبت حاصل تھی آپ کی مشہور اور اہم ترین کرامت یہ تھی کہ جو شخص سلسلہ قادریہ سے منسلک ہو کر آپ کے دست حق پرست پر بیعت کرتا اسی شب اس کو خواب میں حضرت غوث الاعظم کی زیارت نصیب ہو جاتی پنجاب کے گردونواح سے طالبان حق جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور فیوض و برکات سے دامن بھر کر واپس لوٹتے اپنی زندگی میں ہی آپ نے ایک مسجد تعمیر کرائی اس کے مشرق میں ایک کنواں بنوایا۔ یہ اب تک موجود ہیں تذکرہ نگاروں کے مطابق آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت شاہ محمد درویش جو تذکروں میں برقعہ پوش کے نام سے مشہور ہیں کبوتروں سے بہت محبت رکھتے تھے اور کہتے تھے یہ صبح سویرے انسانوں سے پہلے ذکر خداوندی میں مشغول ہو جاتے ہیں انہوں نے یہاں بہت سے کبوتر پالے اس وقت سے آج تک یہاں ہزاروں کی تعداد میں کبوتر موجود رہتے ہیں عقیدتمند ان کی خوراک کا سامان مہیا کرتے رہتے ہیں۔

داراشکوہ کی تصنیف سفینتہ الاولیا کے مطابق حضرت شاہ ابو المعالی رحمتہ اللہ

marfat.com
Marfat.com

علیہ نے ۱۶ یا ۱۷ ربیع الاول کو وصال فرمایا سن ہجری ۱۰۲۴ھ تھا اس وقت شہنشاہ اکبر کا عہد تھا آپ کے بعد آپ کے پوتے اور نواسے گدی پر بیٹھے اور ترویج دین میں نمایاں خدمات انجام دیں۔

آپ شاعر بھی تھے اور نثر بھی لکھتے تھے اس دور میں پنجاب پبلک لائبریری میں محققین نے ایک قلمی فارسی دیوان کو آپ کا دیوان قرار دیا۔ دیوان غربتی' عفت القادری' رسالہ گلدستہ' باغ ارم' رسالہ مونس جاں' اور زعفران زار نامی کتب آپ سے منسوب ہیں۔

آپ کی بے شمار کرامات ہیں مگر سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ عشق رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی محبت کے لازوال خزانوں کے مالک تھے آپ کے پاس جو بھی تلاش حق اور طلب نور عشق کے لئے آتا اپنی طلب سے سوا نعمتوں سے نوازا جاتا۔

حضرت سید ابوالمعالی رحمتہ اللہ علیہ نے عمر بھر قرآن و سنت کی سختی سے پابندی کی اور صحبت میں رہنے والوں کے دلوں کو توحید و رسالتؐ کی تعلیمات سے منور کیا آپ کے روح و دل اور ذہن و جسم' صدق و یقین اور ایمان و عشق کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے آپ کے پاس لوگ مردہ دل لے کر آتے اور نور حیات سے جھولیاں بھر کر جاتے۔

حضرت خیر الدین ابو المعالی قادری کرمانی رحمتہ اللہ علیہ کی پاکیزہ زندگی سراپا کرامت ہے۔ آپ شیخ داؤد شیر گڑھی کے بھتیجے تھے۔ انہیں سے خرقہ خلافت بھی ملا مگر آپ اویسی تھے اور براہ راست سید الثقلین غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانیؓ سے روحانی فیض حاصل کیا۔ شیر گڑھ سے لاہور آتے ہوئے کئی جگہوں پر آپ نے قیام فرمایا۔ آپ نے تیس برس بڑی سخت ریاضتیں کیں۔ شیر گڑھ سے لاہور آتے ہوئے۔ اب بھی کئی مقام پر عمارتیں شاہ ابوالمعالی کے نام سے مشہور ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ حضرت اخوند نعمت اللہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت غوث الاعظمؓ سے میں بے پناہ عقیدت رکھتا ہوں انہوں نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ مجھ سے عقیدت رکھنے والا اگر مشرق میں ہے۔ اور میں مغرب میں ہوں تو اس کا سرننگا ہے تو میں اس کا سر ڈھانپ دوں گا۔ حضرت اخوند نعمت اللہؒ فرماتے ہیں۔ میں بھی پیر پیراں سے بے حد عقیدت رکھتا تھا۔ اسی رات میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ میں ایک جنگل بیابان میں کھڑا ہوں اور حضرت غوث الاعظمؓ تشریف لائے اور مجھے ایک سفید پگڑی عطا کی اور فرمایا اے نعمت اللہ ہم تیرے حال سے آگاہ ہیں۔ تیرا سر ننگا تھا۔ ہم نے سر ڈھانپ دیا۔ حضرت نعمت اللہؒ یہ خواب سنانے حضرت شاہ ابوالمعالی کے ہاں پہنچے آپ انہیں دیکھ کر مسکرائے اور سفید پگڑی نکال کر انہیں دی اور فرمایا نعمت اللہ یہ وہی پگڑی ہے جو غوث الاعظمؓ نے رات تمہیں عطا فرمائی تھی۔

حضرت شاہ ابوالمعالی حضرت غوث الاعظم کے خاص محبوبوں میں تھے آپ نے حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کی کرامت اور مناقب پر ایک کتاب بھی لکھی ہے تحفۃ القادریہ یہ اس کتاب کا نام ہے۔ آپ کی ایک کتاب آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیہ مبارک پر بھی ہے۔ آپ شاعر بھی تھے اور ایک دیوان آپ کا فارسی اشعار میں موجود ہے۔

شہزادہ محمد داراشکوہ اپنی مقبول تصنیف سفینۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں۔ کہ ایک دن میں حضرت نعمت اللہ کے ہمراہ حضرت ابوالمعالیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسی عرصہ میں ایک عقیدتمند ایک خوبصورت تسبیح لے کر آیا اور آپ کی خدمت میں پیش کی آپ نے وہ تسبیح رکھ لی۔ داراشکوہ لکھتے ہیں۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اگر حضرت ابوالمعالیؒ یہ تسبیح مجھے عنایت فرمادیں تو کرم ہو۔ ہم جب جانے لگے تو آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا یہ تسبیح لے لو۔ اس پر ایک سو مرتبہ درود شریف کا ورد کیا کرنا۔ تاکہ اس کا ثواب تمہیں۔ مجھے اور تسبیح دینے والے کو ہو۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت شاہ ابوالمعالی کے کئی اور بھی ہم نام ہوئے ہیں مگر وہ دنیا دار تھے درویشی سے ان کوئی تعلق نہیں۔ آپ بیعت اپنے خسر حضرت داؤد بندگیؒ سے تھے مگر عشق کی حد تک محبت حضرت غوث الاعظم سے تھی۔ ان کی محبت میں اشعار کہتے اور جنگلوں میں مارے مارے پھرتے۔ پھر ایسا کرم ہوا کہ تمام دینی' روحانی اور دنیوی فیض آقائے بغداد سے ملنے لگا۔ سید عبدالقادر جیلانیؒ قدم قدم پر آپ کی رہنمائی فرماتے۔ تمام روحانی فیض براہ راست آقائےؒ بغداد سے ملنے لگا بلکہ جو حضرت ابوالمعالیؒ کی بیعت ہوتا۔ اسی رات اسے غوث الاعظمؒ کا دیدار خواب میں ہوتا۔

البتہ ایک شاہ ابوالمعالیؒ حضرت بہلول شیر قلندر کے پوتے تھے' یہ حضرت محکم دینؒ جو حجرہ شاہ مقیم والے کے نام سے مشہور ہیں ان کے والد تھے یہ شاہ ابوالمعالی اکیس سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ مگر اس وقت حضرت شاہ مقیم محکم دین پیدا ہوچکے تھے۔ ان کی اولاد آج تک حجرہ شاہ مقیم کے دربار کی سجادہ نشین ہے۔ ان حضرت شاہ ابوالمعالیؒ کا مزار حضرت میراں بہلول شیر قلندرؒ کے مقبرہ کے قریب ہے ان کی بائیں جانب۔ حجرہ شاہ مقیم ضلع اوکاڑہ میں ہے۔

حضرت شاہ المعالی خیر الدین لاہوری کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی بیوی حضرت داؤد بندگیؒ کی صاحبزادی تھیں جو جلد وفات پاگئیں۔ اور شیر گڑھ میں اپنی والدہ کے پہلو میں دفن ہوئیں۔ دوسری شادی بادشاہ جہانگیر کی نواسی سے ہوئی ان کا انتقال لاہور میں ہوا اور محلہ شاہ ابو المعالی میں خواتین کے قبرستان میں دفن ہوئیں۔ اس پاک بی بی کو شاہی خاندان کے ناتے سے لاہور شہر کے اندر گیارہ حویلیاں ملیں۔ قریباً" آدھا شہر اس بی بی کی ملکیت تھا کچہری سے لے کر شاہ ابوالمعالی تک تمام علاقہ آپ کی جاگیر میں تھا۔ شیر گڑھ میں بھی آپ کی اولاد آج مقیم ہے اور ایک بیٹے سید شاہ عبدالستار سکھوں سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے مزار حسین گڑھ میں ایک اونچے چبوترے پر ہے۔ آپ کی اولاد سے سید موہلن شاہؒ اعلیٰ پائے کے

marfat.com

Marfat.com

بزرگ تھے آپ کا نام تو محی الدین تھا۔ مگر موہلن شاہ اس لئے مشہور ہوئے کہ آپ کی مجلس میں جو بیٹھتا اس کا دل موہ لیتے ۔ لوگ انہیں دل موہ لینے والا پیر کہتے بعد میں موہلن شاہ کے نام سے مشہور ہوئے قصبہ موہلن وال آپ کے نام پر مشہور ہے آپ کے عقید تمندوں میں ہندو سکھ بہت زیادہ تھے ایک دن ایک صاحب دل سکھ دیال سنگھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی یا حضرت میری خواہش ہے کہ ایک درسگاہ قائم کروں جس میں مسلمان ' ہندو' سکھ سب اکٹھے تعلیم حاصل کریں۔ آپ نے فرمایا جتنی زمین چاہے یہاں سے لے لو ۔ چنانچہ دیال سنگھ نے کافی زمین لے لی اور مخیر حضرات کے تعاون سے اور کچھ اپنی دولت سے دیال سنگھ کالج تعمیر کیا۔ جو آج تک قائم ہے کیونکہ آپ کی اولاد مستقل یہاں مقیم نہیں تھی۔ اس لئے ناجائز قابضین نے زمینوں پر قبضہ کرلیا۔

آپ کی بہت سی تصانیف ہیں۔ آپ فارسی کے بہت بڑے شاعر تھے آپ کی شاعری کی دور دور تک شہرت تھی۔ آپ کا کلام اب بھی کچھ لوگوں کے پاس محفوظ ہے۔ آپ کو ہر روز حضرت غوث الاعظمؒ کی خواب میں زیارت ہوتی تھی ایک مرتبہ مہمانداری میں حقے کے دو کش لگا لئے۔ زیارت بند ہوگئی ۔ آپ بہت روئے اور فریاد کی۔ جدائی میں اشعار کہے زیارت بحال ہوئی تو غوث الثقلینؒ نے فرمایا معلی تیرے منہ سے حقے کی بو آنے لگی تھی۔ آپ کی تصانیف تحفتہ القادریہ زعفران زار' گلدستہ باغ ارم' اصول صوفیاء ' مونس جان' رسالۂ نوریہ اور بے شمار تصانیف ہیں۔

اکبر کے نورتن میں ملک الشعراء فیضی آپ کا عقید تمند تک تھا اور آپ کو بہت سے خط لکھے اور ملاقات کی خواہش ظاہر کی بے حد اسرار پر آپ نے فیضی سے ملاقات کی اور کئی روز آپ اس کے گھر رہے۔ اور اس کی لائبریری سے کچھ مطالعہ کیا۔ آپ ان دونوں دہلی میں مقیم تھے۔ آپ نے ٹھٹھہ میں بھی ایک بہت بڑے عالم ملاں نیازی سے بھی ملاقات کی۔ وہ بھی شاعر تھا۔ اس نے آپ کو بہت سے شعر سنائے ۔ آپ نے فرمایا ۔ ملاں جی آپ کے شعروں سے زیادہ آپ کی

marfat.com
Marfat.com

صحبت میں بیٹھ کر زیادہ لطف آیا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی آپ کے بے حد عقیدتمند تھے۔ خط و کتابت جاری رہتی۔ ایک مرتبہ محبت نے ایسا جوش مارا کہ آپ دہلی سے لاہور آگئے۔ اور ملاقات سے مشرف ہوئے۔ اتنے بڑے عالم، مفسر، شاعر، صوفی اور محدث ہونے کے باوصف حضرت شاہ ابو المعالیؒ کے بے حد عقیدتمند تھے۔ آپ نے شیخ عبدالحق محدث سے فرمایا عبدالحق واپس چلے جاؤ۔ دہلی تمہاری فرقت میں تڑپ رہی ہے۔

حضرت سید داؤد بندگیؒ حضرت غوث الاعظم سے باطنی طور پر بیعت تھے اسی لئے حضرت شاہ ابوالمعالیؒ کو بھی غوث الاعظمؒ سے عشق کی حد تک محبت تھی آپ کی کرامات میں ایک کرامت یہ بھی ہے۔ کہ جہاں آپ کا مزار ہے یہ ایک ٹیلہ تھا۔ اس سارے علاقے کو گوالمنڈی کا نام اسی لئے دیا ہے۔ کہ یہ ہندو گوالوں کی بستی تھی جو یہاں سے دودھ لے کر لاہور شہر کے اندر جا کر بیچتے تھے۔ اس علاقے میں ایک ہندو جوگی جادوگر بھی رہتا تھا جو گوالوں کو جادو کے زور سے بہت تنگ کرتا۔ گوالے اسے مفت دودھ دیتے تھے۔ جو نہ دیتا اس کی بھینس پر جادو کر دیتا اور وہ دودھ کے بجائے خون دینے لگتی۔ ایک مرتبہ ایک بڑھیا وہاں سے گزری وہ سخت پریشان تھی وہ ہندو تھی۔ آپ نے اسے بلایا اور فرمایا بڑھیا تو کیوں پریشان ہے؟ اس نے رو کر کہا۔ جوگی نے میری بھینس پر جادو کر دیا ہے اور وہ خون دینے لگی ہے آپ نے فرمایا جا ایک آٹے کا پیڑا لا۔ وہ لے آئی۔ آپ نے اس پر کچھ پڑھ کر اسے دیا اور کہا جا بھینس کو کھلا دے اب اس پر کبھی جوگی کا جادو اثر نہیں کرے گا۔ ایسا ہی ہوا جب دوسرے گوالوں کو پتہ چلا تو سب آپ کے پاس آگئے اور جوگی کو دودھ دینا بند کر دیا۔ جب اسے کسی نے بتایا کہ ایک مسلمان درویش یہاں آیا ہے۔ سب گوالے اس کی طرف مائل ہو گئے ہیں۔ وہ بڑے غصے میں آپ کی طرف آیا۔ واہی تباہی بکنے لگا آپ تسبیح پر کچھ پڑھ رہے تھے۔ آخر آپ نے تسبیح ختم کی اور اس کی طرف دیکھا وہ کچھ جنتر منتر پڑھ رہا تھا مگر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ آپ نے نگاہ اوپر اٹھائی۔ تو جوگی فضا میں بلند ہونا شروع ہو گیا۔ آخر وہ

marfat.com
Marfat.com

ہوا میں معلق ہوگیا اور آپ نے فرمایا اب تو سر کے بل نیچے آئے گا تیری گردن ٹوٹ جائے گی۔ تو خلق خدا کو اور جانوروں کو ناحق تنگ کرتا ہے۔ جوگی کانپنے لگا ہاتھ جوڑ کر کانپ رہاتھا اور گڑگڑا کر معافی مانگ رہاتھا۔ آپ نے معاف کردیا جب نیچے آیا تو آپ کے قدموں پر گر پڑا اور مسلمان ہوگیا۔ پھر تمام عمر آپ کی خدمت میں رہا۔ اس کا مزار بھی اسی علاقے میں تھا۔ مگر اب مکانات بن چکے ہیں اور بہت سی قبریں بے نشان ہوچکی ہیں۔ اس کی قبر پر گنبد تھا۔ جو سیاہ رنگ کا تھا۔

باغبانپورہ سے کچھ دور شہر کی جانب محمد نامی ایک کمہار کا پڑاؤ تھا وہ مٹی کے برتنوں کا وسیع پیمانے پر کام کرتا تھا۔ ٹیلے پر اس کا بھٹہ تھا۔ جہاں برتن پکاتا تھا۔ امیر آدمی تھا۔ جب برتن پکانے کے لئے بھٹہ میں رکھتا تو آگ لگانے سے پہلے وہ بہت سا کھانا پکا کر غریبوں مسکینوں کو کھلاتا۔ آپ کے ہاں بھی لنگر جاری رہتا تھا ایک دن غریبوں میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ کل محمد کے آوے کو آگ لگائی جائے گی وہاں سینکڑوں غریب جاکر کھانا کھائیں گے۔ آپ کو یہ بات ناگواری گزری۔ آپ نے فرمایا۔ بیوقوفو محمد کے آوے کو تو قیامت تک کوئی آگ نہیں لگا سکتا۔ فقیروں کی سمجھ میں بات نہ آئی۔ دوسرے دن وہ وہاں کھانا کھانے گئے۔ محمد کمہار نے آگ لگانے کی کوشش کی۔ مگر آگ نہ لگی اس نے بڑے جتن کئے۔ دوسرے ماہرین کو بلایا۔ مگر آگ نہ لگی۔ اب وہاں سینکڑوں فقیر منتظر تھے کہ آگ لگے اور لنگر تقسیم ہو۔ آخر ان فقیروں کو حضرت ابو المعالی کی بات یاد آگئی انہوں نے کہا کہ کل وہاں ٹیلے پر بیٹھے درویش نے کہا تھا۔ محمد کے آوے کو آگ کیسے لگ سکتی ہے کمہار کی سمجھ میں بات آگئی۔ وہ بھاگ کر گیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور گڑگڑا کر التجا کی حضرت آوے کو آگ نہیں لگ رہی آپ نے دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا بدھو محمدؐ کے آوے کو کون آگ لگا سکتا ہے اپنا نام بدل دے پھر آگ لگے گی۔ کمہار نے کہا حضرت جی آپ ہی میرا کوئی نام تجویز کریں۔ جا تیرا نام بدھو ہی رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا جا جا کے آگ لگا۔ وہ گیا اور آوے کو آگ لگ گئی اور لنگر بھی جاری ہوگیا۔ وہ آکر آپ کا مرید ہوگیا اور اپنا نام ہمیشہ کے

marfat.com
Marfat.com

لئے بدھو رکھ لیا۔ وہ جگہ اب بھی آوہ بدھو کے نام سے مشہور ہے اور اب وہاں قبرستان ہے بدھو کمہار کی قبر بھی وہیں ہے۔ یہ قبرستان آوہ بدھو انجینئرنگ یونیورسٹی کے سامنے ہے۔

marfat.com
Marfat.com

سید خاوند محمود ایشاںؒ

بخارا کا بادشاہ عبداللہ خان کھڑا تھا۔ ہتھیار بند سپاہی پورے شاہی آداب سے کھڑے تھے۔ ایک سردار کے ہاتھ پاؤں بندھے تھے۔ بادشاہ پورے غیظ و غضب میں تھا۔ سپاہی ننگی تلواریں لئے حکم کے منتظر تھے۔ بادشاہ نے حکم دیا۔ کہ اس کے ناک اور کان کاٹ دیئے جائیں۔ حکم کی فوری تعمیل ہوئی۔ وہ سردار چیخ چلا رہا تھا۔ مجھے معاف کردو مگر ناک اور کان کاٹ دیئے گئے۔ بادشاہ نے کہا۔ بے ادبوں اور گستاخوں کا یہیں انجام ہوتا ہے۔

دراصل یہ سردار بادشاہ کا گستاخ نہیں تھا۔ بلکہ اس نے ایک درویش سے گستاخی کی تھی۔ ایسا سبب اللہ تعالیٰ نے بنا دیا کہ گستاخانہ منہ سے نکلے ہوئے الفاظ اس بے ادب پر وارد ہوگئے۔ بخارا کے شہر دخش کا سردار باقی بیگ وہاں کا حاکم بھی تھا۔ اولیاء اللہ کا منکر تھا۔ اور اکثر بزرگوں کے خلاف زہر اگلتا رہتا خواجہ خاوند جو لاہور میں حضرت سید ایشاںؒ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ بیس سال کی عمر میں بخارا سے دخش کے شہر میں آگئے اسی عمر میں آپ عشق الٰہی میں گرفتار ہوئے۔ ذوق و شوق ۔ عبادت و ریاضت نے درویشانہ بے نیازی پیدا کردی۔ ایک دن آپ دخش کے حاکم باقی بیگ کی مجلس میں جا بیٹھے ۔ وضع قطع لباس وغیرہ سب درویشانہ تھی۔ باقی بیگ نے آپ کی طرف دیکھا اور بڑے گستاخانہ لہجے میں کہا۔ یہ جو درویش اور خواجہ زادے کہلاتے ہیں۔ یہ خلقت کو گمراہ کرتے ہیں ۔ ان کے ناک کان کاٹ کر ان کو شہر میں پھرانا چاہئے ۔ تاکہ عبرت کا پیکر بن کر لوگوں کے سامنے آئیں۔ میرا نام باقی بیگ نہیں اگر میں یہ کام نہ کروں ۔ درویش بے خوف ہوتا ہے۔ خواجہ خاوندؒ نے سر محفل فرمایا۔ مجھے امید ہے کہ ایک دن تیرے ناک کان کاٹے جائیں گے یہ کہہ کر آپ محفل سے اٹھ کر چلے گئے۔

ایک دن ایسا ہوا کہ بخارا کے بادشاہ عبداللہ خاں کا میر شکار وہاں سے گزرا۔

marfat.com
Marfat.com

اس کے ہاتھ میں شاہی باز تھا۔ وہ اپنی شاہانہ ملازمت کے زعم میں وہاں سے گزرا۔ تو کوئی ناگوار حرکت اس سے سرزد ہوئی۔ وخش کا حاکم بقی بیگ سخت گیر توی تھا۔ اس نے بادشاہ کے میر شکار کو پکڑ کر خوب پیٹوایا۔ وہ وہاں سے روتا پیٹتا چلا۔ راستے میں اس نے شاہی باز بھی مار دیا۔ اور بادشاہ سے جاکر کہا۔ بقی بیگ نے نہ صرف مجھ کو مارا ہے۔ بلکہ شاہی باز بھی مار دیا ہے۔ بادشاہ نے بقی بیگ کو بلوایا۔ اور اسے باندھ کر اس کے ناک اور کان کٹ دیئے۔ اس طرح اس کی زبان سے نکلے ہوئے بیہودہ الفاظ اس پر وارد ہوئے اور گستاخی کی اسے سزا مل گئی۔

ایشان فارسی زبان کا لفظ ہے اس کے لفظی معنی "وہ شان" آپ کا نام تو سید خاوند محمود تھا۔ مگر لوگ انہیں محبت سے حضرت ایشان کہتے تھے۔ یعنی بلند شان والا۔ ویسے بھی ترکستان میں یہ لفظ آقا کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ آپ مادر زاد ولی تھے۔ آپ کا نسب نامہ والد کی طرف سے خواجہ علاؤالدین عطارؒ سے ملتا ہے۔ آپ کے والد کا نام خواجہ سید شریف رحمتہ اللہ علیہ تھا۔ والدہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کے فرزند محمد بن حنفیہؒ کی اولاد سے تھیں۔ حضرت ایشانؒ کا اصل وطن بخارا تھا۔ ابتدائی تعلیم والد سے حاصل کی بارہ سال کی عمر میں کلام پاک حفظ کیا۔ سلوک کی تعلیم حضرت خواجہ محمد اسحاق سفیدؒ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو کر حاصل کی۔ سلوک کی منزلیں طے کیں اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ ویسے آپ حضرت سید بہاء الدین نقشبندؒ سے نسبت اویسیہ رکھتے تھے۔ اویسیہ ان بزرگوں کو کہتے ہیں۔ جنہوں نے کسی بزرگ کی وفات کے بعد ان کی روح سے فیض حاصل کیا ہو۔ آپ کچھ دیر وخش میں رہے۔ پھر بلخ' سمرقند' ہرات' اور قندھار سے ہوتے ہوئے کابل پہنچے' اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ مگر آپ کے والد ہندوستان کے ضلع حصار کے ایک قصبہ دھوی میں تھے وہ بیمار ہوئے تو انہوں نے آپ کو بلایا۔ مگر جب تک آپ وہاں پہنچے والد محترم انتقال کر چکے تھے۔ اس وقت آپ کی عمر تیس سال تھی۔ آپ کے والد محترم کی وہاں کچھ جائیداد تھی۔ مگر آپ نے وہ سب غرباء مساکین' اور عزیز و اقرباء میں تقسیم کر دی اور پھر بخارا چلے گئے۔ آپ

marfat.com
Marfat.com

سے اس علاقے میں لوگوں نے بہت فیض حاصل کیا پھر آپ نے عراق ' ایران ' اور حجاز کی جانب اپنے خلفاء روانہ کئے ۔ اور خود کشمیر چلے آئے ۔ جہاں اپنے والد کے مرید نواب جمیل خان' یا عبدالرحمٰن کے ہاں قیام کیا۔ وہاں بھی درس و تدریس اور فیض کا سلسلہ جاری کیا' آپ کی خانقاہ کا نام خانقاہ نقشبندیہ تھا۔ یہاں سے آپ نے اپنے خلفاء تبلیغ اسلام کے لئے بھیجے تبت وہاں بھی دین اسلام کو بڑا فروغ ملا یہ دور جلال الدین اکبر ' جہانگیر اور شاہجہان کا تھا ان تینوں بادشاہوں کے ہاں آپ کا بڑا احترام اورعزت تھی۔ شاہی بیگمات اور شہزادیاں آپ سے پردہ نہیں کرتی تھیں۔ اور آپ کی انتہائی عقید تمند تھیں ۔ بہت سی شہزادیوں نے آپ سے روحانی فیض حاصل کیا۔ سلطانہ سلیمہ بیگم ۔ گل رخ بیگم آپ سے والہانہ عقیدت رکھتی تھیں ۔ آپ کی مرید تھیں ۔ گل رخ بیگم نے اپنے ہاتھ سے ایک چوغہ سی کر آپ کو پہنایا ۔ یہ بی بی ہروقت لا الہ الااللہ کا ورد کرتی تھیں۔

حضرت سید خاوند محمد ایشاں قطب الارشاد تھے ۔ اعلیٰ پائے کے خطیب۔ مناظر' خطاط' تھے حضرت علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کی کشف المحجوب آپ نے اپنے دست مبارک سے لکھی۔ وہ قلمی نسخہ اب بھی نوادرات کے طور پر کسی لائبریری میں موجود ہے۔ آپ شاہجہاں کے عہد میں لاہور تشریف لائے اور یہاں بھی ایک درس گاہ قائم کی جو آپ کے نام سے آج تک مشہور ہے۔

آپ کے چھ فرزند تھے خواجہ خاوند احمد' خواجہ خاوند محمود ۔ خواجہ خاوند معین الدین بڑے صاحبزادے خواجہ تاج الدینؒ تھے ۔ خواجہ قاسم خاوند۔ اور خواجہ بہاء الدین خاوند۔ یہ تمام بزرگ بھی صاحب ولایت تھے ان میں خواجہ تاج الدین خاوند جامع علم و عمل اور صاحب حال و قال تھے۔ آپ کے سولہ خلیفے تھے ۔ جنہوں نے تبلیغ دین اور روحانی فیوض و برکات سے خلق خدا کو مالا مال کر دیا۔

مغل بادشاہ شاہجہاں آپ کا بڑا عقیدتمند تھا ۔ اس نے آپ کو ایک لاکھ سونے کے ٹکے دیئے ۔ جن سے آپ نے ایک عالیشان باغ لگوایا۔ درسگاہ کی

marfat.com
Marfat.com

عمارتیں بنوائیں۔ آپ نے اپنا موجودہ روضہ مبارک بھی خود تعمیر کرایا۔ آپ کی دعا سے ملکہ نورجہاں نے ایک موذی مرض سے شفا پائی۔ قحط کے دنوں میں آپ نے دعا فرمائی تو بارش ہوگئی۔ قحط سالی ختم ہوگئی۔ آپ کے لنگر خانے سے سینکڑوں غریب۔ مسکین۔ اور مسافر کھانا کھاتے تھے۔ آپ کی خانقاہ ایک قلعہ میں تھی۔ جو بعد میں خانہ جنگیوں کے باعث تباہ ہوا۔ سکھوں کے دور میں یہ قلعہ اور دیگر عمارات تباہ ہوگئیں۔ صرف آپ کا وہ منبر بچ گیا جس پر وعظ فرماتے تھے۔

آپ کی وفات ۱۲ شعبان ۱۰۵۲ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک بیگم پورہ میں انجینئرنگ یونیورسٹی کے عقب میں ہے۔ اور زیارت گاہ عام و خاص ہے البتہ وہ قلعہ اور وہ عمارت سب آشوب زمانہ کی نذر ہوگئیں۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت شیخ طاہر بندگیؒ

عشق سے بڑھ کر دنیا میں بندے کو پاگل کر دینے والی کوئی شے نہیں۔ سرہند شریف میں ایک بہت بڑا مندر تھا۔ چھوٹے بڑے بہت سے بت چبوتروں پر استادہ تھے۔ گھنٹے اور گھنٹیاں بج رہی تھیں باہر پرشاد بٹ رہے تھے۔ اندر لوگ بتوں کے قدموں میں پھول نچھاور کر رہے تھے۔ کچھ ہاتھ جوڑے آنکھیں بند کئے بتوں سے مرادیں مانگ رہے تھے۔ ایک بڑے بت کے سامنے ایک نوجوان قشقہ کھینچے گلے میں جینو ڈالے ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ وہ خود حیرت کا ایک بت بنا ہوا تھا اس کے ساتھ انتہائی خوبصورت ہندو دوشیزہ کھڑی تھی۔ اس کے حسن کی کشش انسانوں کو ہی نہیں چاند ستاروں کو بھی محو حیرت بنا دینے والی تھی۔ حسن تھا کہ نور کا ایک بہتا دریا تھا۔ دوشیزہ کا ہر انداز بے نیازانہ تھا۔ وہ آنکھیں بند کئے ہاتھ جوڑے بت کے سامنے کھڑی مستیوں کی لہروں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ مگر خوبصورت نوجوان اس مجسمہ حسن کی طرف ہاتھ جوڑے اور آنکھیں بند کئے ہوئے تھا۔ جب وہ اس بت کافر کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا تھا دوشیزہ نے آنکھیں کھولیں تو نوجوان کو جھاڑ دیا۔ ڈانٹ کر کہا مہالی کے بت کے سامنے ہاتھ جوڑ کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ غصے میں وہ مجسمہ حسن اور خوبصورت لگ رہا تھا۔ نوجوان نے سر جھکا کر حکم کی تعمیل کی۔ عجز و انکساری کا مجسمہ بنا کھڑا تھا عشق مجازی کی وحشتناک حدوں کی تصویر بنا کھڑا تھا۔ کہتے ہیں یہ بھی عشق حقیقی کی سرحدوں میں داخل ہونے کا ایک کٹھن مرحلہ ہے۔ یہی مرحلہ اس سوختہ آگ کو کفر کی سرحد تک لے آیا تھا۔

شیخ سرہندی حضرت شیخ مجدد الف ثانیؒ اپنے حلقہ ارادت میں تشریف فرما تھے اور فرما رہے تھے۔ ہماری مجلس کا ایک اہم رکن اور اعلیٰ مرتبے کا عارف سالک کافر ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا کرم فرمائے۔ شیخ سرہندی کے ان الفاظ نے محفل پر

marfat.com

Marfat.com

ایک سکتہ طاری کردیا۔ پوچھا یا پیر طریقت یا امام ربانی وہ کون ہے ؟ فرمایا۔ وہ طاہر ہے حضرت طاہر کو اس وقت تک بندگی کا خطاب نہیں ملا تھا۔ بے پناہ دین کا علم رکھتے تھے علم حدیث اور علم فقہ کے جید عالم تھے ۔ بہت بڑے مفسر تھے ۔ مگر عشق مجازی نے انتہاء کا شدید غلبہ کیا۔ کہ دیوانہ ہوگئے ۔ اور ایک ہندو دوشیزہ پر عاشق ہوگئے ۔ عشق میں اس قدر گرفتار ہوئے کہ اس بت کافر نے انہیں مسجد سے مندر کا راستہ دکھلایا۔ اس بت کی پوجا نے انہیں مٹی کے بت کی پوجا پر لا کھڑا کیا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے جگر گوشوں کے حضرت طاہر بندگیؒ اتالیق تھے انہوں نے سنا تو تڑپ کر رہ گئے اور والد محترم سے فرمایا۔ یا حضرت ہمارے استاد کو بچالیجئے ۔ بیٹوں کی التجا محترم آپ نے سن لی۔ سجدے میں سر رکھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی ۔ اے رب العزت طاہر کو عشق مجازی کی صلیب سے اتار کر معرفت حقیقی کی نورانی وادیوں میں لوٹا دے۔ دعا ہو رہی تھی ۔ اور ادھر حضرت طاہرؒ کے سر سے عشق مجازی کا خمار اترتا جارہا تھا۔ اور وہ اپنے آپ میں واپس آگئے۔

شیخ طاہر کو شیخ الآفاق حضرت شاہ کمال قادری کیمتلی نے طاہر بندگی کا خطاب دیا تھا۔ یہ لقب آج تک آپ کے نام کے ساتھ پیوست ہے ۔ آپ سلسلہ قادریہ سے منسلک تھے۔ آپ نے سجدے میں سر رکھ کر کہا تو نے میرا دل چیرا۔ پھر اس میں اپنی محبت کا نور بھر دیا۔ اور پرانے زخم ٹھیک ہوگئے ۔ یہ تیرا کرم ہے۔ اب دل میں تیرے سوا کوئی نہیں اب تیری محبت دل سے کبھی ختم نہ ہوگی۔ مجھے معاف فرمادے۔

سلسلہ قادریہ کی محبت آپ کے روح و دل میں سما گئی ۔ فرمایا مجھے اقلیم قادریہ کے شہنشاہ غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی غلامی کافی ہے ۔ پھر حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ کی محفل میں سر جھکا کر بیٹھنے لگے۔ کیونکہ آپ کی

marfat.com
Marfat.com

دعاؤں سے حضرت طاہر بندگیؒ دوبارہ عشق حقیقی میں داخل ہوئے تھے اس لئے ان سے بے پناہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ آخر پیر سرہندی نے آپ کو لاہور جانے کا حکم فرمایا۔ جب آپ لاہور آئے۔ تو خلق خدا کا ایک ہجوم آپ کے گرد جمع رہنے لگا۔ لوگ جوق درجوق آپکے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔ اور فیض کا ایک دریا جاری و ساری ہو گیا۔ عقید تمندوں کا ایک ہجوم آپ کی مجالس میں شامل رہتا لوگ نذرانے پیش کرتے مگر آپ قبول نہ فرماتے۔ لاہور میں آپ نے درس و تدریس کا دور شروع کیا۔ بے شمار لوگ شرح قرآن و سنت۔ اور دین متین کی روشنی کے اس دریا سے سیراب ہوئے۔ آپ احادیث کی شرح تفسیر قرآن پاک اور دیگر دینی کتب دست مبارک سے لکھ کر لوگوں میں فروخت کرتے۔ اسی سے گزر اوقات کرتے یہی ان کی آمدنی اور یہی ذریعہ معاش تھا۔ لاہور میں آپ نے محلہ شیخ اسحاق میں سکونت اختیار کی۔ یہ محلہ اب موتی بازار' چونا منڈی' اور حویلی جمعدار خوشحال سنگھ میں مدغم ہو چکا ہے۔

جب آپ کو اپنے مرشد حضرت مجدد الف ثانیؒ کی بارگاہ سے حکم ملا کہ تم لاہور جاؤ تو ان پر لاہور آنا مرشد پاک حضرت مجدد الف ثانیؒ کی مجلس چھوڑنا بادگراں گزرا۔ مگر حکم کی تعمیل درویش پر لازم ہوتی ہے۔ تمام راستہ دل برداشتہ رہے مگر کوئی غیبی آواز انہیں آگے چلنے کی تلقین کرتی تھی۔ جب لاہور پہنچے تو رنجیدہ تھے۔ مسجد کے کونے میں پریشان بیٹھے تھے کہ اچانک حضرت خواجہ نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کی روح پاک سامنے آئی اور فرمایا جس کام کے لئے تمہیں یہاں بھیجا گیا ہے۔ اسے شروع کر۔ اس امر سے انہیں تسکین ہوئی۔ اور درس و تدریس اور تبلیغ دین میں مشغول ہو گئے۔ آپ کے وعظ میں لوگ جوق درجوق آنے لگے۔ آپ مرید تو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے تھے مگر فیض حضرت خواجہ نقشبند سے بھی پایا۔

خود اپنے ایک خط میں جو انہوں نے حضرت پیر سرہندیؒ کو لکھا۔ فرماتے ہیں آپ کی مجلس چھوڑ کر دکھ ہوا مگر حضرت خواجہ نقشبندکی روح پاک نے آکر میرے

marfat.com

Marfat.com

ارادے کو استحکام بخشا۔ اب میری مجلس گرم رہتی ہے ۔ لوگ آتے ہیں اور فیض حاصل کرتے ہیں۔ اب تو حضرت خواجہ نقشبند" حضرت غوث الاعظم عبدالقادر جیلانی " اور خواجہ فرید الدین گنج شکر" ۔ میرے حلقہ ذکر اور نماز میں تشریف لاتے ہیں۔ ان قابل احترام بزرگوں کی روحوں کا بھی سایئہ رحمت آپ کی ذات اور آپ کے مشن کی کامیابی پر تھا۔

آپ نے بھی تبلیغ دین میں جاں نثاری اور استقامت کا مکمل مظاہرہ کیا۔ آپ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے ۔ غذا سادہ کھاتے۔ کپڑے بہت سادہ پہنتے مگر غریبوں ' مسکینوں' اور حاجتمندوں کے لئے آپ کا دست کشا۔ ہر وقت کھلا رہتا آپ بہترین خطیب تھے ۔ آپ کے وعظ میں بلا کا اثر تھا۔ جہاں سچائی کی روشنی ہوگی وہاں زبان وبیان میں کشش ہوتی ہے۔ خلوص سے دین اور خلق خدا کی خدمت خود ایک کشش رکھتی ہے۔ ساری دنیا محبت کرنے لگتی ہے اور گردیدہ ہوجاتی ہے۔

عبادت و ریاضت میں آپ کا مقام بہت بلند تھا۔ آپ پر بہت سے بزرگوں کی روحوں کا پرتو اور فیض تھا۔ آپ بڑی سے بڑی مصیبت میں بھی گھبراتے نہیں تھے۔ آپ کی دو بیویاں تھیں۔ مگر اولاد کسی سے بھی نہیں تھی۔ آپ نے ۱۳۴۰ھ کو وصال فرمایا ۔ مزار میانی صاحب کے قبرستان میں ہے اور مرجع خلائق ہے۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت داؤد بندگیؒ

ایک نورانی چہرے والا درویش شیر پر سوار تھا۔ ہاتھ میں کالا ناگ تھا۔ وہ ایسی کرامت والا بزرگ جنگل کی جانب سے آرہا تھا۔ شیر بھی بالکل ادب اور احترام کی تصویر بنا اپنے سوار کی خدمت بجلا رہا تھا۔ راستے میں کچھ بچے کھیل رہے تھے وہ ڈر گئے مگر کچھ بچوں نے کہا ڈرو نہیں آؤ ہم اس ٹیلے پر چڑھ کر اسے گھوڑا بنا لیتے ہیں بچے ٹیلے پر گئے اور کہا چل بھئی ٹیلے تو بھی چل وہ ٹیلا بچوں کو لے کر گھومنے لگا جب اس بزرگ نے ٹیلے کو حرکت میں دیکھا اسے بھاگتے دوڑتے دیکھا تو وہ واپس چلے گئے۔

شیر پر سواری کرنے والے بزرگ میراں بہاول شیر قلندرؒ تھے۔ وہ حجرہ شاہ مقیم حضرت میراں داؤد بندگیؒ کو ملنے آئے تھے۔ وہ بچے جو کھیل رہے تھے ان میں حضرت داؤد بندگیؒ کے خاندان کے بچے بھی تھے۔ جنہوں نے ٹیلے کو چلنے کے لئے کہا تو وہ چلنے لگا۔ جب حضرت داؤد بندگیؒ کو علم ہوا تو سخت رنجیدہ ہوئے اور بچوں پر سخت غصہ آیا۔ اور خفا ہو کر فرمایا "شالا مرو نجو" سب بچے انتقال کر گئے۔

ان بچوں کی قبریں شیر گڑھ میں ایک اونچے ٹیلے پر ہیں۔ غالباً" یہ وہی ٹیلا ہے جو بچوں کو لے کر بھاگ دوڑ کرتا رہا۔ اس پر بچوں کی بہت سی قبریں ہیں مگر یہ قبریں شمار میں نہیں آتیں۔ شمار کرنے سے کبھی ایک قبر کم ہو جاتی ہے کبھی ایک زیادہ ہو جاتی ہے۔

سید ابراہیم داؤد بندگیؒ کرمانی رحمتہ اللہ علیہ کے والد سید فتح اللہ میراں داؤد بندگیؒ کی پیدائش سے پہلے ہی وفات پا گئے۔ سید داؤد بندگی کی پرورش آپ کے تایا سید رحمت اللہؒ نے کی سید رحمت اللہؒ میراں سید ابو المعالیؒ کے والد تھے ان دنوں دیپالپور درس و تدریس کا بڑا مرکز تھا وہاں آپ نے دینی اور دنیاوی علم حاصل کیا۔

marfat.com
Marfat.com

کچھ عرصہ بعد بھائی سے اجازت لے کر حصول علم کے لئے لاہور آگئے یہاں موجہ علوم کے علاوہ اور بہت سی زبانیں سیکھیں۔ آپ بڑے ذہین تھے انتہائی فہم و فراست کے مالک تھے۔ مستقل رہائش تو شیر گڑھ میں تھی۔ مگر کئی جگہوں پر آپ نے بعد میں رہائش اختیار کی۔

آپ کی شادی ستائیس سال کی عمر میں ہوئی۔ مگر رغبت زیادہ تر ریاضت و عبادت کی جانب تھی۔ اکثر جذب و مستی میں جنگلوں کی طرف نکل جاتے۔ کئی کئی دن غائب رہتے اور پھر آپ کے بھائی رحمت اللہ آپ کو تلاش کر کے لاتے۔ پھر آپ نے لاہور کی طرف رخ کیا۔ اور دریائے راوی کے کنارے موہلن وال میں رہائش اختیار کی یہاں لوگوں کی آمد و رفت کم تھی۔ لہذا گیارہ سال باطنی ریاضت میں گزارے اور روحانیت کے بلند درجے حاصل کر لئے۔ روحانی انوار آپ کے قلب سلیم پر منعکس ہوگئے اور پھر ایک جید عالم ہونے کے ناطے وعظ و تبلیغ کا عظیم کام بھی انجام دیا۔ آغاز میں کسی سلسلے میں وابستہ نہیں تھے۔ اویسی کہلاتے تھے۔ موہلن وال کے جنگلوں میں جذب و مستی کی حالت میں ڈوب کر عبادت کرتے ایک دن غوث الاعظم حضرت میراں محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ حضرت داؤد بندگیؒ نے غوث الثقلین سے روحانی فیض حاصل کیا۔ انہوں نے آپ کا ہاتھ حضرت شیخ حامد گنج کے دست مبارک میں دیا۔ میراں حامد گنج گیلانیؒ شیخ عبدالقادر ثانیؒ کے فرزند تھے۔ یہ اوچ شریف میں تھے اس طرح آپ سلسلہ قادریہ سے منسلک ہوگئے۔ جب آپ اوچ شریف پہنچے تو میراں مخدوم قطب ربانی شیخ حامد گنج نے آپ کو دیکھ کر تبسم فرمایا۔ اور فرمایا ہم آپ کی محبت کے پہلے سے ہی مشتاق ہیں۔ آپ نے فرمایا میں حضرت غوث الاعظمؒ کے حکم پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں آپ نے فوراً حضرت داؤد بندگی کو بیعت کیا اور خرقہ پہنایا۔ غیب سے صدا بلند ہوئی کہ داؤد خدا سے واصل ہوگیا۔

آپ موہلن وال واپس آکر بحر فنا میں غرق ہو کر تنہا زندگی گزارنا چاہتے تھے

marfat.com

Marfat.com

۔ مگر غوث الاعظمؒ نے حکم فرمایا کہ تمہیں دونوں جہانوں کی خلعتیں ملنے والی ہیں اس لئے اپنی خانقاہ کسی اور جگہ اختیار کرو۔ آپ وحدت کو چھوڑ کر کثرت میں جانا نہیں چاہتے تھے ۔ مگر مرشد کا حکم نہیں ٹالا جاسکتا حضرت غوث صمدانیؒ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو شیر گڑھ پہنچادیا۔ یہاں آپ نے تبلیغ دین کا ایسا سلسلہ جاری کیا کہ روزانہ سینکڑوں غیر مسلم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور مع اہل و عیال مسلمان ہوجاتے آپ کے وعظ میں بلا کا اثر تھا۔ تیس برس میں آپ کے مریدوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی ۔ دور اکبری میں آپ کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ آپ شاگردوں اور مریدوں کو تلقین فرماتے کہ زندگی کی جدوجہد جاری رکھو ۔ چاق و چوبند رہو۔ مستعد رہو اور دنیا کی زندگی کو بہتر بنانے کی کوشش کرتے رہو۔ مگر اللہ تعالیٰ کو فراموش نہ کرو۔ دنیا کے فانی مال و دولت کے ہی ہو کر نہ رہ جانا ۔ نام و نمود اور خوشامد سے پرہیز کرنا اور صرف دنیا کی محبت میں ہی گرفتار ہوکر نہ رہ جانا اللہ کی یاد میں غافل نہ ہونا ۔ اور موت کو بھی پیش نظر رکھنا۔ آپ صاحب کرامات تھے اور وقت کے قطب تھے ۔

عمر کے آخری حصے میں بہت لاغر ہوچکے تھے مسجد جانے اور آنے میں پالکی استعمال کرتے۔ آپ حضرت شاہ ابوالمعالی کے مرشد خسر اور چچا تھے آپ کی وفات ۹۸۲ ھ میں ہوئی ۔ شاہ ابوالمعالی کی عمر اس وقت بائیس سال تھی آپ کا مزار شریف شیرگڑھ میں ہے۔ دیواروں پر فارسی اشعار حضرت داؤد بندگی کے ہی ہیں۔ اور روضہ حضرت ابوالمعالیؒ نے تعمیر کرایا۔ آپ ہی مسند داؤدیہ کے سجادہ نشین تھے ۔ حضرت شاہ ابوالمعالیؒ ۲۹ سال شیر گڑھ میں رہے اور پھر مسند خلافت اپنے مرشد کے حکم پر ان کے صاحب زادے سید عبداللہ کے سپرد کرکے لاہور چلے آئے ۔ حضرت داؤد بندگی کا روضہ حضرت شاہ عبدالمعالیؒ نے ۹۹۲ھ میں تعمیر کرایا تھا۔

سید داؤد بندگی رحمتہ اللہ علیہ کا سالانہ عرس ۱۴ مارچ بمطابق یکم چیت کو ہوتا ہے ۔ دور دراز کے علاقوں سے لوگ ہزاروں کی تعداد میں آتے ہیں مختلف رنگوں کے لباس ۔ مختلف رنگوں کے جھنڈے تھامے شیرگڑھ آتے ہیں ۔ بہت بڑا میلہ

marfat.com

Marfat.com

لگتا ہے ۔ میلہ ایک ہفتہ جاری رہتا ہے کچھ تو ٹولیاں لاہور آکر سید خیر الدین ابو المعالی کے مزار مبارک پر بھی حاضری دیتی ہیں ۔ ایک رات یہاں قیام کرنے کے بعد پھر شیر گڑھ چلی جاتی ہیں ۔ شیر گڑھ جانے والے ٹرکوں۔ موٹروں۔ موٹر سائیکلوں۔ ٹرالیوں۔ گھوڑوں۔ گڈوں۔ اور پیدل جاتے ہیں ۔ لاکھ سے زیادہ عقیدتمند جمع ہوتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

سید عزیز الدین مکیؒ

۱۱۷۸ء کا ذکر ہے کہ سلطان شہاب الدین غوری نے لاہور کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ لوگ شہر کے اندر محصور ہو کر رہ گئے تھے۔ لوگوں پر خوف و ہراس اور دہشت طاری تھی کیونکہ لاہور میں ایک ایسی کشش ہے۔ کہ جو حملہ آور افغانستان سے پہلے لاہور پر حملہ آور ہوتا۔ قتل و غارت اور لوٹ مار کا بازار گرم رہتا۔ یا قبضہ جمالیتا یا وہ لوٹ کر اور شہر کو برباد کرکے واپس لوٹ جاتا۔ تو اس وقت لاہور کا حاکم خسرو ملک تھا۔ یہ ظہیرالدولہ خسرو شاہ کا بیٹا تھا۔ یہ سلطان محمود غزنوی کی اولاد سے تھا خسرو ملک لاہور کے لوگوں کی حالت زار سے سخت پریشان تھا۔ جب شہاب الدین غوری نے لاہور کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ اس وقت لاہور سے باہر ایک درویش نے آکر ڈیرہ ڈال دیا۔ لوگوں میں ان کی عبادت و ریاضت اور کرامات کا بڑا چرچا ہوا۔ خسرو ملک حاکم لاہور کو ان کی بزرگی کا علم ہوا تو وہ کسی صورت ان تک پہنچ گیا۔ اور عرض کی یا حضرت لاہور کی خلقت سخت پریشان ہے۔ غوری کے محاصرے نے ان کے لئے اذیت ناک صورتحال پیدا کر رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس مخلوق کے لئے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں پریشانیوں سے نجات دے۔ اس بزرگ نے خسرو ملک کی بات سن کر سجدے میں سر رکھ دیا۔ کچھ دیر بعد سجدے سے سر اٹھایا۔ خسرو ملک کی عاجزانہ حالت کو دیکھا اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے چھ سال تمہیں اور لاہور کی خلقت کو امان بخشی ہے پھر لاہور پر غوریوں کی حکمرانی ہوگی۔ لاہور کا محاصرہ چھوڑ کر شہاب الدین غوری ناکام واپس چلا گیا۔ چھ سال بعد اس نے سیالکوٹ کے راستے لاہور پر حملہ کیا اور کامیاب رہا۔ وہ درویش وہ بزرگ حضرت پیر عزیز الدین مکی رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ جنہوں نے حاکم لاہور خسرو ملک کو اللہ تعالیٰ سے چھ سال کی مہلت لے کر دی۔

حضرت شیخ عزیز الدین مکی رحمتہ اللہ علیہ سادات سے ہیں۔ آپ اہل

marfat.com

Marfat.com

شریعت ۔ بہت بڑے عالم اور بلند پایہ ولی اللہ تھے۔ تحفتہ الواصلین میں لکھا ہے کہ آپ بغداد کے رہنے والے تھے ۔ سلسلہ طریقت چند واسطوں سے حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ آپ ظاہری اور باطنی علوم حاصل کرنے کے بعد مکہ مکرمہ تشریف لے گئے ۔ اور بیت اللہ کے قریب بارہ سال حالت اعتکاف میں گزار دیئے وہیں سے آپ کو مکی کا القاب ملا۔ پھر آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملا تو آپ ہندوستان چلے آئے ۔ لمبے سفر اور بزرگوں کے مزارت کی زیارتوں کے بعد آپ ۵۷۴ ھ بمطابق ۱۱۷۸ء لاہور پہنچے تو یہاں شہاب الدین غوری نے لاہور کا محاصرہ کرر کھا تھا۔

حضرت پیر عزیز الدین مکی رحمتہ اللہ ۳۶ سال لاہور میں درس و تدریس اور تبلیغ دین میں مصروف رہے ۔ بے شمار لوگوں نے آپ سے فیض حاصل کیا ظاہری اور باطنی فیض سے لاہور ہی نہیں دور دراز علاقوں سے آکر لوگوں نے فیض پایا۔ آپ کا وصال ۶۱۲ھ کو ہوا ۔ مزار بھاٹی دروازہ کے باہر راوی روڈ پر واقع ہے ۔ عرس ۱۱ اور ۱۲ ربیع الاول کو ہوتا ہے ۔ لوگ جہالت کے باعث مکئی کے پھلے مزار پر چڑھاوے کے طور پر بانٹتے ہیں ۔ لوگ شیخ مکی" کو پیر مکئی" سمجھے ہوئے ہیں۔ مزار کے ساتھ قبرستان ہے جس میں نامور پہلوان دفن ہیں۔ ایک مسجد بھی ساتھ ہے مزار محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہے۔ محکمہ نے مزار کو خوبصورت طریقے سے تعمیر کیا ہے مزار مرجع خلائق ہے۔ اور حاضری دینے والوں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت بابا شاہ جمال

مغل شہنشاہ اکبر نے لاہور کو دارالسلطنت بنایا تو لاہور کے حسن و جمال کو چار چاند لگ گئے۔ مغلیہ طرز کی بہت سی خوبصورت عمارات اسی دور کی یادگار ہیں۔ لاہور کے دارالحکومت بنتے ہی تعمیرات کا بے پناہ کام شروع ہو گیا۔ لاہور شہر اور اطراف و جوانب سے تعمیرات کے ماہر ہنر مند اور مزدور یہاں پہنچ گئے شاہی کام شروع ہوئے تو عوام کو یہ مشکل درپیش آئی کہ لوگوں کو ذاتی مکان بنوانے اور دیگر تعمیراتی کاموں کے لئے راج مزدور نہیں ملتے تھے۔

جب لاہور مغل سلطنت کا مرکز بنا تو ہر ملک اور ہر سمت سے علماء فضلاء' آئمہ دین اور صاحب طریقت بزرگ اس شہر میں آکر بسنا شروع ہو گئے حضرت بابا شاہ جمال قادری رحمتہ اللہ علیہ بھی انہی دنوں اپنے حقیقی بھائی حضرت شاہ کمال کے ساتھ لاہور تشریف لائے۔ یہاں رہائش اور اپنے آستانے کے لئے عمارت تعمیر کرانے کا مسئلہ درپیش آیا تو مجبوری یہ ہو گئی کہ راج مزدور نہیں ملتے تھے جب دن میں تعمیراتی کاموں کے لئے کوئی ہنر مند نہ ملا تو آپؒ نے کچھ راجوں اور مزدوروں کو اس بات پر رضامند کر لیا کہ دن میں شاہی کام کرتے رہو اور رات کو کچھ وقت ہمارے کام پر لگایا کرو۔ یہ لوگ اس بات پر رضامند ہو گئے۔ اس طرح آپ کو بہت سے کاریگر اور مزدور مل گئے۔ کام جاری رہا اور بڑی تیزی سے تکمیل کے مراحل طے کرتا رہا۔

ایک رات رکاوٹ پیش آئی کہ رات کو جن چراغوں کی روشنی میں کام کرتے تھے ان میں تیل ختم ہو گیا۔ رات کا وقت تھا دکانیں بند ہو چکی تھیں۔ راج پریشان ہو گئے۔ حضرت بابا شاہ جمال صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ کاریگروں سے کہا کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ اگر چراغوں میں تیل ختم ہو گیا ہے تو اس فقیر کے کوئیں سے پانی لا کر چراغوں میں ڈال دو اور کام کرو۔ یہ حکم خدا چراغ

marfat.com
Marfat.com

جلیں گے ۔ چراغوں میں پانی ڈال دیا گیا چراغ اس وقت تک جلتے رہے جب تک مطلوبہ کام ختم نہ ہوا۔ انہوں نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں کا حکم دراصل اللہ تعالیٰ کا حکم ہی ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے بندے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے۔

جب یہ عمارت تیار ہوئی تو اس کی سات منزلیں تھیں ۔ اس کی بناوٹ ایسی تھی جیسے فوجی مورچہ ۔ عوام میں اس عمارت کا نام دمدمہ مشہور ہوگیا۔ حضرت بابا شاہ جمال ساری ساری رات اس میں عبادت کرتے ۔ اس سات منزلہ عمارت کے متعلق ایک اور بھی روایت بہت مشہور ہے۔ اس دمدمہ کے نزدیک شہنشاہ اکبر کی ایک بیٹی شہزادی سلطان بیگم کا باغ تھا۔ اس میں نہایت خوبصورت تالاب تھا۔ اس تالاب میں شہزادی نہاتی اور باغ میں سہیلیوں کے ساتھ سیر کرتی۔ کیونکہ حضرت بابا شاہ جمال کی عمارت بہت اونچی تھی ۔ شہزادی نے کچھ بے پردگی محسوس کی۔ شہزادی نے اپنے ایک خادم کے ہاتھ آپ کو پیغام بھیجا کہ آپ اونچی جگہ پر ہیں اور نیچے ہمارا باغ ہے جس میں نہانے کا ایک تالاب ہے۔ بے پردگی ہوتی ہے۔ آپ اوپر کی منزل گرادیں۔ اگر کسی اور کی عمارت ہوتی تو شاہی حکم کے تحت فوراً گرادی جاتی۔ یہ عمارت آپ کی ہے اور آپ اللہ کے خاص بندے ہیں۔ فقیر کا مکان ہے ۔ اس لئے آپ کو پیغام بھیجا ہے۔ اور درخواست کی ہے۔ آپ نے پیغام سنا اور فرمایا۔ فقیر کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی کی دل آزاری کرے ۔ بادشاہ ہو یا گدا' فقیر کے در پر جو آتا ہے اس کی آرزو پوری ہو سکتی ہو تو کردی جاتی ہے ۔ یہ بلند عمارتیں تو عارضی ہیں سب کچھ فنا ہونے والا ہے۔ اسی عالم میں آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہوگئی۔ آپ نے ایک نعرہ مارا اور زور سے زمین پر پاؤں مارنے شروع کردیئے۔ پاؤں کی ہر ضرب پر زمین نیچے دھنسنا شروع ہوگئی۔ آپ پر یہ وجدانی کیفیت رات عشاء سے صبح فجر تک جاری رہی۔ اسی عرصے میں عمارت کی سات منزلوں میں سے پانچ زمین میں دھنس گئیں ۔ اس کا چرچا دور دور تک ہوا۔

ایک روایت کے مطابق شہزادی خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور

marfat.com
Marfat.com

گزارش کی کہ آپ کی عمارت باغ سے اونچی ہے۔ یہ شاہی آداب کے خلاف بھی ہے اور بے پردگی بھی ہوتی ہے ۔ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ۔ یہ دمدمہ تو ایک فقیر کا مسکن ہے جو قیامت تک رہے گا۔ یہ باغات اور تالاب تو چند روز کی بات ہے۔ اسی رات محفل سماع منعقد ہوئی اس شدت کی وجدانی کیفیت طاری ہوئی کہ پانچ منزلیں زمین پر دھنس گئیں ۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہمیں اس باکرامت بزرگ کے متعلق کچھ زیادہ تاریخی شواہد نہیں ملتے ۔ لیکن جو کچھ معلومات فراہم ہیں وہ زیادہ تر بزرگوں سے منقول ہیں جو سینہ بہ سینہ کچھ روایات چلی آتی ہیں ۔ تاہم اتنا معلوم ضرور ہوتا ہے کہ آپ کا خاندان سیالکوٹ میں آباد تھا۔ آپ نے اپنے پیرو مرشد مخدوم لکر بیگ" کے فرمان کے مطابق اپنی حقیقی بھائی حضرت شاہ کمال" کے ساتھ لاہور تشریف لائے اور " ونو گاؤں " اچھرہ میں قیام پذیر ہوئے۔ آپ کے ہمعصر اولیاء میں آپ کے حقیقی بھائی حضرت شاہ کمال" ۔ حضرت میاں میر"۔ حضرت مجدد الف ثانی"۔ اور حضرت شاہ ابولمعالی" شامل ہیں۔

جس رات آپ نے جذب و مستی اور وجدان و استغراق کی حالت میں پاؤں مار کر پانچ منزلیں زمین میں دھنسا دیں اس صبح اس گاؤں کے لوگ یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہوگئے۔ جب اس کرامت کا چرچا دور دور تک ہوا تو لوگ یہ دیکھنے کے لئے آنے لگے۔ آپ کی اس کرامت پر اس گاؤں کے سارے ہندو مسلمان ہوگئے اور پھر دور دور سے ہندو آکر آپ کے دست حق پرست پر مسلمان ہونا شروع ہوگئے۔ دراصل مشیت ایزدی کو ہر بات میں دخل ہے۔ انسان کے دخل میں خود مختاری کے باوجود ہر کام اور ہر بات میں حکمت و مصلحت کے لئے مشیت ایزدی کار فرما ہے۔ ہمارے اذہان کی فکر و نظر کے محدود دائرے ان وسیع حکمتوں کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ کفرستان پاک و ہند میں اسلام کی جو شمع روشن ہے وہ اولیاء اللہ کی روحانی برکات اور اللہ تعالیٰ کی ودیعت کردہ کرامات کی روشنی ان میں کار فرما ہے ۔ کیونکہ اس برصغیر میں ہندو جوگیوں نے کمزور عقیدہ لوگوں کو اپنے جادو کے زور پر

marfat.com
Marfat.com

مافوق الفطرت کرتب دکھا کر رام کیا ہوا تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ ان کے کردہ جادو ٹونوں کے مقابلے میں روحانی طاقت کے مظاہرہ کرامات کی صورت میں انہیں کفر کے قعر مذلت سے نکالیں۔ اسی لئے ان باکمال علماء کو جو قرآن حدیث کے علم کے سمندر تھے۔ زندہ کرامات کی نعمت سے مالا مال کیا اور کفر میں ڈوبے ہوئے لوگوں کے اندر کے سیاہ بت تڑوائے گئے حضرت علی ہجویریؒ۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ۔ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت میاں میرؒ ایسی باکمال شخصیتوں نے کفرستان ہند میں اللہ کی دی ہوئی روحانی طاقت اور کشف و کرامات سے اسلام کو جو فروغ دیا۔ وہ ناقابل فراموش ہے۔

جب سکھوں کا دور حکومت آیا تو یہ شاہی باغ' محل اور مقبرہ سب تباہ و برباد ہو گئے سکھوں نے سرائے کولیانوالی میں اپنا توپ خانہ نصب کر رکھا تھا۔ توپ خانے کے گولے سیدھے سلطان بیگم کے باغ پر پڑتے تھے۔ اس طرح باغ محل وغیرہ سب تباہ ہو گئے۔ پھر سکھوں نے دھڑے کا رخ کیا جب سکھ اس آشیانے کی سمت آگے بڑھے تو انہیں شیر نظر آئے اور دہشت زدہ ہو کر لوٹ جاتے اس سے حضرت شاہ جمالؒ کی اس عمارت اور مزار کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔

حضرت شاہ جمالؒ کا ایک ہندو پڑوسی تھا مگر آپ کی کرامات کا چونکہ بڑا شہرہ تھا۔ اس لئے آپ کا معتقد تھا۔ ہندو کا نام دھول تھا۔ اس کے گھر اولاد نہیں تھی۔ وہ آپ کے پاس دعا کے لئے آیا وہ نذر کے لئے چند خربوزے بھی لایا اور دعا کے لئے التجا کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے اولاد عطا کرے اس پر آپؒ نے اسے دو خربوزے عطا کئے اور خود نماز ادا کرنے لگے دھول نے خیال کیا شاید مجھے خربوزے کاٹنے کے لئے باباجی نے دیئے ہیں جب نماز سے فارغ ہوئے اس نے ایک خربوزہ کاٹ دیا تھا آپ نے فرمایا یہ تو نے کیا کیا میں نے تجھے یہ خربوزے گھر لے جانے کے لئے دیئے تھے تاکہ تیری بیوی کھائے اور اللہ تعالیٰ اسے اولاد دے اب بھی اللہ تعالیٰ تجھے اولاد دے گا مگر فرق تم نے خود ہی ڈال دیا ہے۔ تمہیں اللہ تعالیٰ دو بچے عطا

marfat.com
Marfat.com

کرے گا۔ ایک ہندو رہے گا اور دوسرا مسلمان ہوگا۔ ہندو اجازت لے کر چلا گیا اس نے جاکر دونوں خربوزے بیوی کو کھلا دیئے کچھ مدت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک بچہ دیا جو مست تھا لوگ اسے اللہ لوگ کہتے تھے۔ دھول نے وہ مست بچہ حضرت بابا شاہ جمال ؒ کو دے دیا آپ نے اس بچے کا نام فخر الدین رکھا۔ آپ نے اسے انتہائی محبت اور شفقت سے پالا جب وہ بڑا ہوا تو اسے جوڑے موری میں ایک مکان خرید دیا اس کی شادی کی اللہ تعالیٰ نے اسے بچے دیئے فخر الدین حضرت شاہ جمال ؒ کا سچا عقیدت مند تھا اور خادم تھا دھول کے ہاں ایک اور بچہ بھی ہوا جو ہندو ہی رہا کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ فخر الدین کی اولاد آج تک موجود ہے اور اس خاندان میں زیادہ تر قانون دان ہیں۔

آپ کا وصال ۲ ربیع الثانی ۱۰۵۰ ہجری میں ہوا وصال کے متعلق بھی ایک عجیب واقعہ بیان کیا جاتا ہے آپ کا معمول تھا کہ دمدمے میں عبادت کرتے اکثر حالت جذب و مستی میں رہتے اپنے حجرے میں جاکر داخل ہوئے اور اندر کا دروازہ بند کرلیا دوسرے دن کافی دیر تک دروازہ نہ کھلا تو لوگوں کو پریشانی ہوئی دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ نے آواز دی دروازہ نہ کھولنا۔ میرا آخری وقت قریب ہے۔ دروازہ بند رہنے دو۔ لیکن کچھ دنوں بعد آپ نے اندر سے جواب نہ دیا تو لوگوں نے دروازہ توڑ کر کھولا تو اندر کچھ نہیں تھا۔ آپ پردہ پوش ہوچکے تھے بعد میں آپ نے فخر الدین کو خواب میں بتایا کہ میرا مزار یہ حجرہ ہے اس کے اوپر میرا مزار تعمیر کرنا فخر الدین کا مزار بھی آپ کے آستانے کے اندر ہے۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت ملا شاہ بدخشانیؒ

اے پابہ زنجیر انسان۔ اے دل پر حرص و ہوس اور بے راہ روی کا قفل ڈالے ہوئے انسان! ہوش میں آ۔ اے پاؤں کو کیچڑ میں پھنسائے ہوئے انسان۔ اے آنکھیں بند کر کے چلنے والے۔ آنکھیں کھلی رکھتا تو کبھی دلدل میں نہ دھنس جاتا۔ اے کیچڑ میں پھنسے ہوئے انسان اے دلدل میں دھنسے ہوئے انسان ہوش کر۔ اب بھی وقت ہے۔ دنیا کی گہری دلدل سے نکل آ۔ تجھے تو مغرب کی طرف جانا ہے۔ اور تو مشرق کی جانب بھاگا جارہا ہے۔ ہوشمند لوگ منزل کی طرف پیٹھ نہیں کرتے اے غافل انسان اب بھی ہوش مند ہو جا اور ہوشیار ہو جا۔

یہ حضرت ملا شاہ بدخشانی رحمتہ اللہ علیہ کے چند فارسی اشعار کے مفہوم کا تاثر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کرم کی خلعتیں ان متبرک ہستیوں کو پہنائی جاتی ہیں۔ جو عظیم ہوتے ہیں۔ اور باعظمت لوگوں والے کام کرتے ہیں۔ حضرت ملا شاہ بدخشانیؒ کشف و کرامات کے مالک تھے۔ صاحب ولایت تھے۔ اور سارا فیض آپ کو حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کی ذات بابرکات سے ملا۔ حضرت ملا شاہؒ آپ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ حضرت ملا شاہ شہزادہ دارا شکوہ کے روحانی پیشوا تھے۔ شہزادہ دارا شکوہ ایک روحانی شخصیت تھی۔ شہزادے کی عظمت کا پتہ تاریخ اولیاء سفینتہ الاولیاء سے چلتا ہے۔ یہ ایک مستند کتاب ہے۔ شہزادہ اور کچھ بھی نہ ہو۔ تو یہ کتاب چار سو سال سے اسے زندہ رکھے ہوئے ہے اور اس کی بخشش کا وسیلہ بھی ہے۔

حضرت ملا شاہؒ کے والد کا نام ملا عبدی تھا۔ آپ کا اصل نام محمد شاہ تھا۔ علم و معرفت میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔ حضرت ملا شاہ اپنے نام محمد شاہ کے ساتھ اخوند بھی لکھتے تھے۔ آپ کا لقب لسان اللہ تھا۔ آپ کا وطن ارکستان تھا جو بدخشاں کے قریب تھا۔ ابتداء میں تلاش حق کی خاطر گھر سے نکلے اور کشمیر آ گئے۔ وہاں تین سال رہے۔ پھر ہندوستان کا سفر اختیار کیا۔ حضرت میاں میرؒ کی شہرت سارے

marfat.com
Marfat.com

ہندوستان میں پھیلی ہوئی تھی ۔ ملاشاہؒ جہاں جاتے حضرت میاں میرؒ کی تعریف سنتے تلاش حق میں آگرہ پہنچے۔ بہت سے بزرگوں سے شرف نیاز حاصل کیا مگر مطمئن نہ ہوئے۔ آخر آپ لاہور آگئے ۔ حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت کی اور خرقہ خلافت ملا۔ مگر اس وقت جب عبادت و ریاضت میں تمام مریدوں سے سبقت لے گئے آپ خدمت گزاروں سے بے نیاز تھے ۔ دنیا سے بالکل فارغ ہوچکے تھے ۔ نہ چولہا جلاتے نہ گھر میں چراغ جلاتے حبس دم کے عمل میں مہارت حاصل تھی ۔ سات برس تک ایک ہی سانس میں رات گزارتے رہے۔ رات بھر ذکر خفی میں مشغول رہتے عشاء کا وضو فجر کی نماز تک قائم رہتا۔ عمر کا بیشتر حصہ رات کو سوئے بغیر گزار دیا۔ عمر بھر ضروری غسل کی حاجت پیش نہ آئی۔ فرماتے جو رات نیند بھر کر سوتے ہیں ۔ اور پیٹ بھر کر کھاتے ہیں۔ ضروری غسل کی حاجت انہیں پیش آتی ہے۔ میری تو نہ عورت ہے اور نہ رات سوتا ہوں ۔ شیطان میرے قریب نہیں آسکا ریاضت اور مجاہدے میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ آپ فارسی کے شاعر تھے اور کلام میں خلق خدا کو دنیا سے واجبی محبت کرنے کا درس دیتے تھے۔

•

خرقہ خلافت پاکر آپ کشمیر چلے گئے۔ وہاں آپ کو بڑی شہرت ملی اور مریدوں کا حلقہ بیعت وسیع ہوگیا۔ آپ کی مجلس میں مدح صحابہ اور سیرت النبیؐ پر موثر بیان ہوتا ۔ مدح صحابہ پر کئی شیعہ حضرات مباحثہ کے لئے آئے مگر آپ نے ایسی مدلل باتیں اور انداز اختیار کیا وہ اپنا عقیدہ چھوڑ کر آپ کے مرید ہوگئے ۔ آپ کو دیدار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور زیارت صحابہ کبارؓ کے علاوہ حضرت غوث الاعظمؒ کی زیارت بھی نصیب ہوئی ۔ آپ کے درس و تدریس سے بہت سے بے عقیدہ لوگ اہل سنت میں شامل ہوگئے ۔ آپ کے مریدوں کے بہت سے خاندان اب تک کشمیر میں آباد ہیں شہزادہ دارا شکوہ کا بیان ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے دیدار اور صورت پر کچھ وہم سا رہتا تھا مگر پیر و مرشد کے رعب و دبدبہ کے باعث ان سے بات کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ دل میں کچھ شبہ سا تھا۔ آخر ایک رات

marfat.com

Marfat.com

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چاروں خلفاءؓ کے ساتھ جلوہ افروز تھے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہیں اپنے بندوں کو جس صورت میں چاہیں اپنا دیدار کرائیں۔ دارا شکوہ کا بیان ہے کہ میں مطمئن ہوگیا۔ ایک بڑی ذہنی الجھن سے نجات مل گئی۔ اسی صبح میں اپنے مرشد ملا شاہؒ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرائے۔ فرمایا تیرا مسئلہ حل ہوگیا اور جن جبرک ہستیوں نے تیری الجھن دور کی انہوں نے مجھے بھی بتا دیا آپ نسبت باطنی' وارفتگی اور فنا کے باعث وحدت الوجود کا نعرہ بلند کرتے رہے۔ ظہور ذات ربانی کا غلبہ رہتا۔ آپ کا ایک مرید اور خلیفہ شیخ ولی تھے وہ شاہان مغل کے دربار میں امیر الامراء تھے۔ وہ ولی رام کے نام سے بھی مشہور ہوئے۔ وہ تمام شاہی مراعات چھوڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرید ہوگئے' خرقہ خلافت پایا۔ اور بلند مرتبے پائے۔

آپ کی وفات ۱۰۷۹ھ میں ہوئی مقبرہ لاہور میں حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کے مقبرے کے باہر ہے۔ حضرت ملا شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا مزار آپ کے مرید خاص دارا شکوہ نے تعمیر کرایا۔ سنگ مرمر اور دیگر انتہائی قیمتی پتھر مقبرے میں استعمال ہوئے سکھوں کے دور میں رنجیت سنگھ تمام قیمتی پتھر اتار کر رام باغ امرتسر سجانے کے لئے لے گیا۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت شاہ بلاولؒ

ایک گھر میں رونا دھونا تھا۔ چیخ پکار تھی۔ ایک سات آٹھ سال کے بچے کی میت پڑی تھی۔ ماں ۔ بہن ۔ بھائی سب آہ و بقا کررہے تھے ۔ ان کی درد ناک آوازیں سن کر آس پڑوس کے لوگ بھی جمع تھے ۔ آنکھیں اشکبار تھیں۔ لوگ افسوس کررہے تھے کہرام مچا ہوا تھا ۔ اتنے میں ایک سات آٹھ سال کا لڑکا مسکراتا ہوا آیا۔ یہ اس بچے کا دوست تھا جس نے وفات پائی تھی وہ میت کے سرہانے کھڑا ہوگیا۔ اور کہا ۔ اے دوست تجھے کیا ہوا ۔ تو کیوں سورہا ہے چل اٹھ۔ آؤ چل کر کھیلیں ۔ لڑکے نے آنکھیں کھول دیں اور اٹھ کر اس کے ساتھ چل دیا ۔ رونا دھونا بند ہوگیا ۔ لوگ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے سارا ماحول ایک حیرت کدہ بن گیا۔

یہ کرامت پیدائشی ولی حضرت شاہ بلاول رحمتہ اللہ علیہ کی تھی۔ جو بچہ فوت ہوا تھا۔ وہ حضرت بلاول کا دوست تھا۔ اس کرامت کا دور نزدیک بڑا چرچا ہوا ۔ آپ کے والد نے اسی وقت آپ کو ظاہری اور باطنی تعلیم کے لئے لاہور بھیج دیا ۔ شاہ بلاولؒ کے بزرگ بادشاہ ہمایوں کے ساتھ ہرات سے ہندوستان آئے تھے۔ بادشاہ نے آپ کے خاندان کو شیخوپورہ میں کچھ جاگیر دے دی اور یہ خاندان یہاں آباد ہوگیا۔ اس وقت لاہور کے قریب یہ ایک چھوٹا سا گاؤں تھا نام بھی کچھ اور تھا بعد میں اکبر بادشاہ کے دور میں یہاں شاہی باغات اور سیر گاہیں بن گئیں اور شہر آباد ہوا تو نام شیخوپورہ مشہور ہوا شاہ بلاولؒ کے والد کا نام سید عثمان تھا۔ حضرت بلاولؒ کے دادا سید عیسیٰ بہت بڑے بزرگ تھے ۔ مشائخ میں بلند درجہ رکھتے تھے۔ "محبوب الواصلین" میں شاہ بلاولؒ کا ذکر تفصیل سے لکھا ہے ۔ لاہور میں اس وقت ایک بہت بڑے عالم شیخ فتح محمد لاہوری کے پاس تعلیم کے لئے شاہ بلاول کو بھیج دیا گیا آپ نے بہت جلد ہی علوم ظاہری اور باطنی حاصل کر لئے۔

marfat.com

Marfat.com

آپ کی پیدائش شیخوپورہ میں ہی ہوئی تھی۔ بچپن میں آپ سے جو کرامت سرزد ہوئی۔ لوگ آپ کی تعظیم کرنے لگے۔ فارغ التحصیل ہوئے تو ایک دن دریائے راوی کے کنارے جا رہے تھے۔ کہ ایک بزرگ کشتی سے اترے اور آپ کو بلایا ۔ یہ حضرت شیخ شمس الدینؒ تھے انہوں نے بڑی شفقت اور محبت سے شاہ بلاول کے ساتھ ہاتھ ملایا۔ اور فرمایا۔ تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی معرفت کے لئے پیدا کیا ہے۔ تمہارے لئے باطن کا فیض میرے پاس امانت ہے اسے حاصل کرلو۔ شاہ بلاولؒ نے وہیں آپ کی بیعت کی۔ اور آپ کے ساتھ ہولئے ۔ شیخ شمس الدینؒ نے آپ کو باطنی طور پر آراستہ کردیا۔

ایک دن دریائے راوی کے کنارے ایک درخت کے نیچے حضرت شاہ شمس الدین سو رہے تھے ۔ شاہ بلاول بھی آپ کے ساتھ تھے اتنے میں ایک دیہاتی آیا اور درخت پر چڑھ کر ٹہنیاں توڑنے لگا ۔ شاہ بلاولؒ نے اسے منع کیا کہ میرے بزرگ نیچے سو رہے ہیں ۔ پتے وغیرہ ان پر گر رہے ہیں ۔ نیچے آجاؤ ۔ جب بزرگ بیدار ہوں گے تو پھر اپنا کام کرلینا۔ مگر وہ باز نہ آیا۔ آپ نے نگاہ بھر کر اس دیہاتی کی طرف دیکھا۔ اس کا پاؤں پھسلا اور وہ درخت سے نیچے گر گیا۔ وہیں تڑپ تڑپ کر مرگیا۔ حضرت شمس الدینؒ بیدار ہوگئے اور فرمایا۔ بلاول ہم فقیروں اور درویشوں کو اتنا جلال زیب نہیں دیتا۔اب تم اپنا غصہ مارنے کے لئے لاہور کے محلہ شاہ ابو اسحاق میں جاکر خلوت نشین ہو جاؤ۔ آپ وہاں چلے گئے اور ایک حجرے میں خلوت نشین ہوکر بیٹھ گئے ۔ کئی سال وہیں ریاضت۔ عبادت اور تلاوت میں مشغول رہے ۔ یہاں آپ کا ایک غریب ہمسایہ تھا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکا دیا ۔ ہیجڑے ' بھانڈ اور دوسرے گانے بجانے والے آئے اور ایک شور برپا کردیا۔وہ مفلس آدمی تھا اس نے ان سے معذرت کی کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے مگر وہ باز نہ آئے ۔ وہ تو اندر چلا گیا ۔ دروازہ بند کرلیا ۔ مگر ہیجڑوں اور بھانڈوں نے شور شرابا بند نہ کیا ۔ آپ کی عبادت میں خلل واقع ہو رہا تھا۔ آپ حجرے سے باہر آئے اور مٹی کا ایک پیالہ ہاتھ میں تھا ۔ وہ دیوار سے مار دیا۔ اس کے تمام ٹکڑے

marfat.com

Marfat.com

پیسے بن گئے۔ گانے والوں سے کہا اٹھالو پیسے اور جاؤ وہ تمام ریزگاری اٹھا کر چلے گئے۔

آپ کی بے شمار کرامات ہیں۔ پھر آپ ایسے مقام پر پہنچ گئے۔ لنگر ہر وقت جاری رہنے لگا۔ سینکڑوں لوگ دونوں وقت کھانا کھاتے۔ آپ خود شاہانہ انداز میں رہنے لگے۔ شاہانہ لباس پہننے لگے۔ طرح طرح کے کھانے ہر وقت پکتے رہتے ایک دن ایک چور آپ کے مطبخ میں آگیا۔ وہ اندر ہی اندھا ہو گیا۔ اور ایک کونے میں دبک کر ساری رات بیٹھا رہا صبح باورچی خانے کا داروغہ آیا تو حضرت شاہ بلاول" نے فرمایا۔ داروغہ جی ایک اندھا باورچی خانے میں بیٹھا ہے۔ رات کا بھوکا ہے اسے پہلے کھانا کھلاؤ۔ داروغہ نے اسے کھانا دیا۔ مگر اس نے انکار کر دیا اور کہا پہلے مجھے حضرت جی کے پاس لے چلو پھر کھانا کھاؤنگا۔ وہ جا کر آپ کے قدموں میں گر پڑا معافی مانگی۔ آپ نے معاف کر دیا اور اس کی بینائی لوٹ آئی۔

آپ رات دن عبادت میں گزارتے۔ لوگوں کو لنگر اپنے ہاتھ سے تقسیم کرتے ظہر کے بعد عورتیں اور مرد بیماروں کی شفاء کے لئے پانی لے کر آتے آپ دم کر دیتے۔ اللہ پاک شفا دے دیتا۔ پھر دو منشی حاضر ہوتے اور وہ حاجتمندوں کے لئے۔ بادشاہ اور امراء کے لئے سفارشی رقعے لکھتے۔ آپ صرف اتنا لکھاتے۔ ان پر اللہ بس ہے۔ باقی سب ہوس۔ اتنی تحریر سے ان لوگوں کے کام ہو جاتے آپ کی سفارش امراء اور بادشاہ مانتے تھے۔

سارا دن روزے سے رہتے۔ شام کو دو گھونٹ پانی سے روزہ افطار کرتے لوگوں کو انواع و اقسام کے کھانے تقسیم کرتے اور خود جو کی خشک روٹی کھاتے سالن چولائی کا ساگ ہوتا۔ عشاء سے تہجد تک ایک قرآن ختم کرتے 'ایک دس ہزاری آپ کا مرید تھا۔ اس نے آپ سے عرض کی۔ خشک سالی کے باعث جاگیریں ویران ہو رہی ہیں۔ آپ نے دعا کی کھل کے بارش ہوئی اور اس کی جاگیریں سرسبز و شاداب ہو گئیں۔ جاگیردار کا نام ابو طالب تھا۔ آپ نے آسمان کی جانب منہ

marfat.com
Marfat.com

کر کے دعا کی ۔ اچانک بادل نمودار ہوئے ۔ آپ نے فرمایا جاؤ ابو طالب کی جاگیر پر جاکر برسو۔ بادل وہیں جاکر برسنے لگے۔

تحقیقات چشتی میں ہے کہ شاہجہان بادشاہ نے حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں کچھ رقم نذرانے کے طور پر پیش کی آپ نے رقم نہ لی شاہجہان نے وہ رقم نذرانے کے طور پر حضرت شاہ بلاولؒ کو پیش کی آپ نے وہ رقم لے کر داروغہ مطبخ کو دے دی۔ پھر دوبارہ جب شاہجہان حضرت میاں میرؒ سے ملا تو عرض کی یا حضرت آپ نے نذرانہ قبول نہ فرمایا مگر وہ نذرانہ حضرت شاہ بلاولؒ نے قبول کرلیا اس کی کیا وجہ ہے حضرت میاں میرؒ نے فرمایا میں ایک وہ تالاب ہوں۔ جس میں پانی کم ہوتا ہے۔ ایک ناپاک قطرہ بھی اس میں گر جائے تو سارا پانی ناپاک ہوجاتا ہے' شاہ بلاول ایک دریا ہے اس میں کوئی ناپاک شے گرجائے تو بہتا دریا ناپاک نہیں ہوتا۔ شاہجہان واپس گیا۔ اور سر سجدے میں رکھ دیا۔ اور آبدیدہ ہوکر اللہ پاک سے عرض کی ۔ اے پروردگار عالم تو نے ایسے ایسے پاکباز اور نیک طبیعت لوگ میری سلطنت میں پیدا کئے ہیں جن کو سوائے تیری رضا کے اور کچھ درکار نہیں ہوتا۔

آپ کی وفات ماہ شعبان ۱۰۴۶ھ کو ہوئی۔ آپ کا مزار گھوڑے شاہ والی چھوٹی سڑک جو باغبانپورہ کو جاتی ہے اس پر باغ راجہ دینانا تھ میں ہے آپ کے مزار کی چار دیواری راجہ دینانا تھ نے ہی بنوائی تھی ۔ مزار کے ساتھ قبرستان بھی ہے ۔ یہ قبرستان کوٹ خواجہ سعید ۔ گوجر پورہ سے نزدیک ہے۔

آپ پہلے سے دریائے راوی کے کنارے دفن تھے۔ دریا کا رخ بدلنے سے آپ کے مزار کو خطرہ پیدا ہوگیا۔ لوگوں نے لکڑی کے تابوت کو وہاں سے نکال کر موجودہ جگہ پر دفن کیا۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ تابوت جب کھولا گیا تو جسم مبارک ایسے تھا جیسے ابھی وفات پائی ہے۔ حالانکہ آپ دو سو سال پہلے وہاں دفن ہوئے تھے ۔ آپ کی میت والا صندوق رنجیت سنگھ کے حکم سے نکالا گیا۔ یہ کام رنجیت سنگھ نے

marfat.com
Marfat.com

فقیر عزیز الدین کے سپرد کیا تھا۔ انہوں نے یہ صندوق وہاں سے نکال کر موجودہ جگہ پر دفن کیا۔ لالہ کنہیا لال کے مطابق۔ لالہ کنہیا لال نے تابوت کھلنے پر میت کو خود دیکھا۔ بالکل یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ابھی ابھی وفات پائی ہے۔ پھر نماز جنازہ کے بعد میت کو موجودہ جگہ پر دفن کیا گیا۔ خزینتہ الاصفیاء اور دیگر کتب میں بھی یہ حوالہ ملتا ہے۔

شیخ عبداللہ بلوچؒ

جج عبداللطیف تاریخ لاہور کے مصنف مزنگ کی وجہ تسمیہ لکھتے ہیں۔ کہ پیر عزیز نام کے ایک افغانی یہاں آئے۔ ان کے قبیلے کی گوت یعنی ذات مزنگ تھی۔ انہوں نے لاہور کے علاقے میں آکر قیام کیا۔ یہاں ایک محلہ آباد کیا۔ پہلے یہ محلہ پیر عزیز کے نام پر مشہور ہوا۔ بعد میں پیر عزیز کے نام سے ان کی گوت مزنگ کے نام سے مشہور ہے۔ آج تک اس محلے کا نام مزنگ ہے۔ بہت کم لوگ اس کی وجہ تسمیہ کو جانتے ہیں۔ پیر عزیز کی قبر بھی مزنگ کے جنوب میں بتائی جاتی ہے۔

اسی طرح شیخ عبداللہ بلوچ ' بلوچستان سے آئے۔ اور اسی محلہ پیر عزیز میں رہائش اختیار کی۔ بعد میں یہ محلہ مزنگ کے نام سے مشہور ہوا۔ شیخ عبداللہ سار بان تھے یعنی اونٹ پالتے۔ ان سے سواری اور باربرداری کا کام لیتے۔ اس سے انہیں بہت منافع ہوا۔ یہاں انہوں نے کوٹ عبداللہ کے نام سے ایک محلہ آباد کیا۔ اسی عرصہ میں آپ شیخ شرف الدین قادری پانی پتی کے مرید ہوگئے۔ آپ کا سلسلہ ارادت چار واسطوں سے حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ سے جاملتا ہے۔ مرشد نے انہیں علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ کیا۔ تو آپ زاہد۔ عابد' اور سخاوت میں درجہ کمال کو پہنچے آپ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ جب خرقہ خلافت ملا تو آپ نے بہت سے لوگوں کی رہنمائی کی اور راہ حق پر گامزن کیا۔

اس دور میں ایک شعبدہ باز کا بڑا چرچا تھا۔ اس نے ایک جن کا بچہ قابو کر رکھا

marfat.com
Marfat.com

تھا اس کے ذریعے اس نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کرر کھا تھا۔ جن کو جب حکم دیتا وہ زیر زمین چلا جاتا۔ جو وہ کہتا۔ جن وہی کچھ زمین کے نیچے سے کہہ دیتا لوگ اسے قبروں پر لے جاتے اور جن کے ذریعے ۔ اہل قبور سے باتیں کرادیتا۔ لوگوں کے لئے یہ بڑی حیران کن بات تھی۔ وہ شعبدہ باز کہتا دیکھو میں مردے زندہ کرکے ان سے تمہاری باتیں کرادیتا ہوں ۔ یہ کرامت مجھے اللہ نے عطا کی ہے ۔ خلقت اس سے بہت عقیدت رکھتی تھی۔ جاہلوں کی کثیر تعداد اس کی مرید ہوگئی ۔ حضرت شیخ عبداللہ کے بھی بہت زیادہ مرید ہوچکے تھے ۔ شعبدہ گر نے ان کا چرچا سنا' تو اس نے خیال کیا کہ یہ بھی میری طرح کوئی شعبدہ باز ہے۔ چنانچہ وہ آپ کے پاس گیا اور کہا دیکھو شیخ عبداللہ تم نے بہت مال کمالیا ہے ۔ لا مجھے بھی کچھ مال لگا۔ اندر خانے ہی ٹک مکا ہوجائے تو بہتر ہے اس کی یہ بات سن کر آپ مسکرائے ۔ اور اپنے غلام شیخ فیض بخش سے کہا ۔ اس کو دس روپے دے دو۔ کیونکہ کتے کا منہ بند کرنے کے لئے اس کے منہ میں لقمہ دینا ضروری ہوتا ہے۔ مرشد کے حکم سے شیخ فیض بخش نے اسے دس روپے دیئے۔ وہ برہم ہوگیا اور بدزبانی پر اتر آیا اور کہا۔ میں سو سال کے مردے کو زندہ کرکے لوگوں سے ان کی باتیں کرادیتا ہوں ۔ تجھ میں کوئی کرامت ہے تو آ میرے سامنے مقابلہ کر۔ حضرت عبداللہ شاہ اسے قبرستان میانی صاحب میں لے آئے۔ اور ایک قبر پر نشان لگا کر کہا۔ اس میں دفن آدمی اگر بات کرے تو میں تجھے مان جاؤں گا۔ اس نے قبر پر کھڑے ہوکر کہا۔ یاسین ' قبر سے آواز آئی والقرآن الحکیم' شعبدہ گر نے کہا اب مردہ زندہ ہوگیا ہے۔ پوچھ لو جو کچھ پوچھنا ہے۔ شیخ عبداللہ شاہ نے آگے بڑھ کر زمین پر ایڑی ماری اور کہا۔ جس کو اس شعبدہ باز نے قبر میں داخل کیا ہے باہر آجائے ۔ ایک چودہ سال کا لڑکا باہر آگیا۔ آپ نے فرمایا تو کون ہے ؟ اس نے عرض کی کہ میں کوہ قاف کے جنوں کی اولاد ہوں اس شخص نے مجھے قید کرر کھا تھا۔ اس کے حکم سے زمین کے نیچے جاکر جو یہ کہتا میں وہ لوگوں کو سنادیتا ہوں شیخ عبداللہ شاہ نے فرمایا۔ میں تجھے اللہ کے حکم سے آزاد کردیتا ہوں ۔ اس بدعمل کا عمل بھی باطل کرتا ہوں ۔ بہت

marfat.com
Marfat.com

سی خلق خدا چاروں طرف جمع تھی۔ ایک دم تحسین و آفرین کے نعرے بلند ہوئے اور شعبدہ باز شرمندہ ہوکر آپ کے قدموں میں گر پڑا۔ اور آپ کا مرید ہوگیا۔

ایک مرتبہ ایک ہندو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا حضرت مجھے کیمیاگری کا شوق ہے۔ میں نے اس ضمن میں بہت سی دولت برباد بھی کی ہے اور وقت بھی ضائع کیا ہے۔ مجھے آپ صرف یہ بتادیں کہ یہ کوئی علم ہے۔ یا ایسے ہی لوگ دولت کی ہوس میں وقت اور دولت ضائع کرتے ہیں ۔ آپ نے فرمایا دولت کی ہوس اسلام میں منع ہے ۔ مگر یہ علم ضرور ہے آپ نے اپنے خادم فیض بخش کے بیٹے شیخ مراد بخش سے فرمایا۔ جاؤ ایک پیسے کا سم الفار اور ایک پیسے کی گندھک لاؤ ۔ مراد بخش کی عمر اس وقت دس بارہ سال تھی ۔ وہ یہ چیزیں لے آیا۔ آپ نے فرمایا میرا وہ پیالہ لاؤ جس میں میں کھانا کھاتا ہوں۔ اس میں ایک روپیہ رکھا۔ سم الفار اور گندھک اس پر ڈال دی اور کوئلے سے انہیں ڈھانپ دیا اور آگ لگادی جب کوئلہ سرخ ہوگئے روپیہ بھی سرخ ہوگیا۔ اسے چمٹے سے باہر نکالا اور اسے دے کر کہا۔ اسے ہتھوڑے سے خوب کوٹو۔ جب سیاہ پردہ اوپر سے اتر گیا تو نیچے سے خالص سونے کا روپیہ نکلا آپ نے فرمایا علم تو ہے مگر اسلام میں یہ حرام کا درجہ رکھتا ہے۔ وہ ہندو مسلمان ہوکر آپ کا مرید ہوگیا۔

وہی خادم فیض بخش کا بیٹا گھر گیا۔ اور رات وہی چیزیں لاکر وہی عمل کیا مگر کچھ بھی نہ بنا۔ صبح جب شیخ عبداللہ بلوچ گئے وہ قرآن پڑھنے کے لئے آیا تو آپ اسے دیکھ کر مسکرائے ۔ اور فرمایا برخوردار رات تم نے گھر میں کیمیاگری کی دکان کھول رکھی تھی ۔ انشاء اللہ چند سال میں تمہیں ایسی کیمیاگری سکھاؤنگا کہ سونے کی طرف کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھو گے ۔ بعد میں وہ لڑکا بہت بڑا درویش بن گیا۔

آپ کے خلفاء میں امام غلام محمد (مسجد وزیر خان کے امام) حافظ اللہ یار پشاوری، ان کو بحکم خدا خود جاکر پشاور میں مرید کیا۔ بعد میں وہ باکمال بزرگ ہوئے

marfat.com
Marfat.com

تیسرے خلیفہ شیخ فیض بخش یہ وہی آپ کے غلام ہیں۔ اور بزرگوں کے حالات پر مشہور کتاب خزینۃ الاصفیاء کے مؤلف ہیں۔ عالم، عامل اور درویش کامل تھے آپ کا مزار بھی شیخ عبداللہ بلوچ لاہوری کے مزار مبارک کے پاس ہی ہے یہ شیخ فیض بخش قریشی مشہور مؤلف مفتی غلام سرور کے جد امجد ہیں۔ سلسلہ اس طرح سے ہے شیخ فیض بخش، شیخ مراد بخش، امیر بخش، مہر بخش، ان بزرگوں کی اولاد آج تک لاہور میں موجود ہے۔ پیر دستگیر نامی مؤلف بزرگان لاہور بھی نسل کے واسطے سے اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان میں امام بخش قرآن پاک کی کتابت کرکے رزق حلال کماتے تھے۔ آج سے تیس چالیس سال پہلے تک یہ بزرگ زندہ تھے۔ اب ان کی اولادیں ضرور ہیں مگر شیرازہ بکھرا ہوا ہے۔

حضرت شیخ عبداللہ شاہ بلوچ لاہوری نے ۸ جمادی الاول ۳۳ھ میں وفات پائی۔ مقبرہ مزنگ کے شمال مغربی گوشے میں ہے۔ وفات تو ۱۷۹۶ء میں پائی آپ کا روضہ ۱۸۵۸ء میں سردار خان بلوچ نمبردار مزنگ نے تعمیر کرایا مزار کے اوپر عالیشان گنبد بھی ہے۔ قریب ایک مسجد بھی ہے۔

عبداللہ شاہ لاہوری سکھوں کے دور میں کافی شہرت کے حامل تھے۔ صاحب علم، بزرگ تھے اور پنجابی کے بلند پایہ شاعر بھی تھے۔

marfat.com
Marfat.com

شیخ حسین رحمتہ اللہ علیہ

بادشاہ اکبر کا حکم تھا کہ مشہور زمانہ ڈاکو عبداللہ بھٹی کو سرعام پھانسی کے وقت جو کلمات اس کی زبان پر ہوں وہ لکھ کر مجھے بھیج دیئے جائیں۔ دلے بھٹی کو جب تختہ دار پر لٹکایا گیا تو اس نے بادشاہ کو بڑی غلیظ گالیاں دیں ۔ لاہور کا کوتوال ملک علی تھا۔ بادشاہ کا حکم بجلانے کے لئے اس نے دلابھٹی کی زبان سے نکلی ہوئی تمام گالیاں حرف بہ حرف لکھ کر بادشاہ کو بھیج دیں ۔ اکبر بادشاہ کو یہ تحریر انتہائی ناگوار گزری اور کوتوال پر سخت غصہ آیا کہ ایک ڈاکو کی اس بکواس کو لفظ بہ لفظ لکھتے وقت اسے خیال نہ آیا کہ بادشاہ کی دل آزاری ہوگی وہ یہ بھی لکھ سکتا تھا۔ پھانسی پر لٹکائے جانے سے پہلے اس نے حضور کی شان میں انتہائی ناشائستہ الفاظ کہے اس کا مطلب تو یہ ہے کہ ڈاکو نہیں اس کوتوال نے مجھے گالیاں دی ہیں۔ بادشاہ نے غیظ وغضب میں حکم دیا کہ کوتوال کے جسم میں میخیں ٹھونک دی جائیں اور اسے اذیت دے کر مارا جائے حکم کی تعمیل ہوئی ۔ بلکہ کوتوال کا سارا خاندان قتل کردیا گیا۔ یہ فقیر سے دشمنی کا نتیجہ تھا۔

حضرت شیخ حسینؒ لاہوری کے مخالفین نے شاہ وقت کو اطلاع دی کہ ایک حسین نام کا فقیر داڑھی مونچھ منڈواتا ہے ۔ سرخ لباس پہنتا ہے' ڈھول ڈھمکے پر رقص کرتا ہے اور ایک ہندو لڑکے مادھو کا ہاتھ پکڑ کر سربازار رقص کرتا ہے شرعی احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے ۔ منشیات سے بھی پرہیز نہیں کرتا۔ اور ولایت کا بھی دعویٰ کرتا ہے۔

بادشاہ نے ملک علی کوتوال لاہور کو حکم دیا کہ شیخ حسینؒ بدعتی کو پابہ زنجیر دربار اکبر میں حاضر کیا جائے ۔ اس حکم کی تعمیل کے لئے لاہور کے کوتوال نے جگہ جگہ چھاپے مارے پیادے اور سوار اِدھر اُدھر دوڑائے مگر شیخ حسینؒ گرفتار نہ ہوسکے ۔ اسی عرصہ میں ڈاکو دلا بھٹی کو سرعام پھانسی دینے کا انتظام لاہور میں کیا گیا خلق خدا

marfat.com
Marfat.com

کا ایک ہجوم اسی پھانسی کے نظارے کو دیکھنے کے لئے آیا اس میں شیخ حسینؒ بھی تھے کوتوال کو اطلاع مل گئی کہ شیخ حسینؒ اسی ہجوم میں ہیں اس نے انہیں گرفتار کرلیا اور جیل بھیج دیا۔ آپ کے پاؤں میں زنجیر ڈالی جاتی۔ جو فوراً ٹوٹ جاتی ہے اس پر کوتوال کو بہت غصہ آیا اس نے کہا کہ تم جلود کے زور سے زنجیر توڑ دیتے ہو۔ میرا نام بھی ملک علی کوتوال ہے۔ میں تمہارے پاؤں میں میخیں ٹھونک کر بادشاہ کے روبرو پیش کروں گا۔ یہ سن کر شیخ مسکرائے اور کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ تیرے جسم میں میخیں ٹھونکی جائیں۔ حضرت شاہ حسین رحمتہ اللہ علیہ کی وہ دعا قبول ہوئی اور کوتوال کے جسم میں میخیں ٹھونکی گئیں اور وہ اسی صدمے سے مرگیا۔

یہ واقعہ کچھ پرانی تاریخوں میں ہے۔ مگر اس کی صحت سے باقی تاریخوں نے اس لئے انکار کیا ہے کہ اکبر اتنا رحم دل تھا کہ وہ نہ کسی مجذوب کے خلاف ایسا حکم دینے کا عادی تھا اور نہ ہی کسی کوتوال کو مع بال بچوں کے مارنے کا حکم دے سکتا تھا اس کے بیٹے جہانگیر نے شہزادگی کے دور میں ایک شخص سے ناراض ہو کر اس کی کھال کھنچوادی تھی اس کا اکبر کو بہت رنج ہوا تھا۔ اور کہا تھا کہ میں زندہ بکرے کی کھال کھنچوانا گوارا نہیں کرتا اور میرے بیٹے نے ایک زندہ انسان کی کھال کھنچوادی ہے۔ اس لئے اوپر کا واقعہ بادشاہ کے مزاج کے منافی معلوم ہوتا ہے۔

ایک واقعہ یہ بھی لکھا ہے کہ اکبر نے شیخ حسینؒ کو طلب کیا اور آپ جام و صراحی لے کر پہنچے۔ بادشاہ نے کہا سلسلہ قادری کے پیرو ہو کر یہ خلاف شرع کام؟ آپ نے صراحی سے ایک پیالہ بھر کر بادشاہ کو دیا بادشاہ نے پیا تو کہا یہ تو ٹھنڈا پانی ہے۔ پھر ایک پیالہ بھر کر دیا تو یہ شربت تھا۔ اور تیسرا پیالہ دیا تو دودھ سے بھرا ہوا تھا۔ پھر بادشاہ نے امتحان کے لئے انہیں جیل بھیج دیا اور کہا اگر صاحب کرامت بزرگ ہے تو جیل میں نہیں رہے گا۔ بادشاہ حرم سرائے میں گیا۔ تو محل میں بیگمات اور بادشاہ کے درمیان شاہ شیخ حسینؒ کھڑے تھے بادشاہ جب پھر جیل گیا۔ تو شاہ شیخ حسین جیل میں تھے۔ یہ دیکھ کر وہ تائب ہوگیا اور شیخ کو اعزاز کے ساتھ

marfat.com
Marfat.com

رخصت کیا۔

جب عبدالرحیم خان خاناں کو ٹھٹھہ کی تسخیر پر مامور کیا گیا تو وہ شیخ حسین کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کے لئے التجا کی۔ آپ نے فرمایا میں نے پانچ سو روپے کے عوض ٹھٹھہ تیرے ہاتھ فروخت کر دیا اب کسی اور سے دعا کے لئے نہ کہنا۔ چنانچہ وہ آپ سے رخصت ہو کر ملتان چلا گیا۔ وہاں شیخ کبیر بالا پیر سجادہ نشین مزار شیخ بہاء الدین زکریاؒ ملتانی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور نذرانہ پیش کیا جو پیر صاحب نے قبول نہ فرمایا اور کہا کہ ٹھٹھہ مجھے شیخ حسینؒ لاہوری نے عطا کر دیا ہے اور اب مجھے نذرانہ پیش کرنے کی حاجت نہیں۔

ایک مرتبہ لاہور کے بڑے قاضی گزر رہے تھے اور شاہ حسین ڈھول پر رقص کر رہے تھے؛ قاضی نے دیکھا تو آپ کو پکڑ کر سزا دینا چاہی۔ شاہ حسینؒ نے آگے بڑھ کر قاضی کے گھوڑے کی لگام تھام لی اور فرمایا قاضی اسلام کے پانچ ارکان ہیں ' کلمہ ' توحید اور اقرار رسالتؐ ان میں تو اور میں برابر ہیں نماز اور روزے کا میں پابند نہیں اور زکوٰۃ اور حج کا تو پابند نہیں اس لئے ہم دونوں کو سزا ملنی چاہیے۔ قاضی مسکرا کر آگے نکل گیا۔

آپ کے نو ہزار مرید تھے۔ دین اور دنیا کی نعمتوں سے مالا مال تھے۔ بعض مورخوں نے مریدوں کی تعداد سوا لاکھ بھی لکھی ہے۔ ان کے چار خلیفے تھے اور چاروں کے نام غریب سے شروع ہوتے تھے شاہ غریب رتہ' ٹھٹھہ میں (وزیر آباد' دوسرا شاہ غریب منگووال میں۔ تیسرا شاہ غریب موضع اچیلا پور دکن میں۔ اور چوتھا شاہ غریب ہزاروی لاہور میں۔

دیوان مادھو کو آپ کے محبوب کی حیثیت حاصل تھا شیخ حسینؒ " صاحب حقیقت الفقراء " کے مطابق ۹۴۵ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ شیر شاہ سوری کے دور حکومت کا آغاز تھا۔ سید محمد لطیف جج تاریخ لاہور میں لکھتے ہیں کہ یہ اپنے دور کے مقبول بزرگ تھے مادھو لال حسینؒ کے نام سے مشہور تھے۔ مزار باغبانپورہ کے

marfat.com
Marfat.com

شمال میں ہے۔ اصل قبر تہ خانہ میں ہے اور نشان اوپر ایک چبوترے پر ہے مشرق کی جانب سے ایک مینار ہے جس میں ایک نشان قدم رکھا ہوا ہے جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک پائے مبارک کے نشان سے منسوب کیا جاتا ہے۔ مغرب کی جانب ایک مسجد ہے۔ جسے رنجیت سنگھ کی رانی موراں نے تعمیر کرایا تھا۔

شیخ مادھو لال حسین کی بہت سی کرامات بیان کی جاتی ہیں کہ وہ رات راوی دریا میں کھڑے ہو کر تلاوت کلام پاک کیا کرتے تھے۔

حقیقت الفقراء کے موئف پیر محمد نے لکھا ہے کہ لال شاہ حسینؒ نے اکبر کے عہد میں پرورش پائی۔ لال حسینؒ کو ایک برہمن لڑکے مادھو سے دلی محبت تھی۔ مادھو شاہدرہ کا رہنے والا تھا اس سچی محبت کی زندہ مثال آج تک قائم ہے۔ مادھو لال حسینؒ کا نام اسی طرح ہمیشہ زندہ رہے گا۔ بعد میں مادھو مسلمان ہو گیا۔ مزار شیخ شاہ حسینؒ کے ساتھ ہے۔

داراشکوہ نے اپنی تصنیف "شطحیات وارہ" میں شیخ لال حسینؒ کے متعلق لکھا ہے کہ شہزادہ سلیم اکبر اور بیگمات کو آپ سے عقیدت تھی اور ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ شہزادہ سلیم نے شیخ لال حسینؒ کی ڈائری لکھنے پر اپنے ایک درباری بہادر خان کو مقرر رکھا تھا۔ یہ ڈائری "بہاریہ" کے نام سے مشہور ہے اس میں مادھو لال حسینؒ کے متعلق دلچسپ معلومات ملتی ہیں۔ سید عبداللطیف نے میلہ چراغاں اور بسنت کے میلے کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حضرت مادھو لال حسینؒ کے مزار پر ہی لگتے تھے۔ سردار رنجیت سنگھ کے عہد میں ان میلوں کی رونقیں عروج پر تھیں مہاراجہ رنجیت سنگھ بسنتی لباس پہن کر بسنت کا میلہ منانے اپنے سرداروں اور فوج سمیت مزار شیخ پر آیا کرتا تھا سب سرداروں اور فوج کا لباس بھی اس دن بسنتی ہوتا تھا۔ تاریخ لاہور میں ہے کہ مہاراجہ مزار پر حاضری دیتا۔ گیارہ سو روپے اور ایک بسنتی شال نذرانے میں پیش کرتا۔

مادھو لال حسینؒ بہلول دریائی کے جلیل القدر خلیفہ تھے۔ صاحب جذب و

marfat.com
Marfat.com

مستی اور وجد و سماع کے طریقہ پر کار بند تھے۔ آپ کا دادا ہندو تھا اس کا نام کلس تھا یہ فیروز تغلق کے عہد میں مشرف بہ اسلام ہوئے' شیخ حسینؒ نے حافظ شیخ ابوبکر سے کلام پاک پڑھا۔ انہی دنوں حضرت شیخ بہلول لاہور تشریف لائے اور شیخ ابوبکر کی مسجد میں ڈیرہ ڈالا شاہ حسینؒ بچے تھے انہیں کہا جاؤ بچے دریا سے پانی کا کوزہ بھر لاؤ۔ اس وقت دریا بادشاہی مسجد کی دیواروں کے ساتھ بہتا تھا۔ آپ پانی بھر لائے شیخ بہلولؒ نے اس پانی سے وضو کیا دو رکعت نماز ادا کی اور نگاہ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا کی اے خداوند عالم اس لڑکے کو اپنا عرفان اور محبت عطا فرما۔ شاہ حسین' اسی عمر میں اور اسی وقت آپ کے بیعت ہوئے ماہ صیام آیا تو شیخ بہلولؒ نے شیخ حسینؒ کو نماز تراویح کا امام بنا دیا۔ مرشد کی توجہ سے پورا کلام پاک نماز میں سنایا۔ بہلولؒ نے مرید کو چند برسوں میں کمال تک پہنچا دیا۔ مرشد تو اپنے وطن لوٹ گئے مگر شیخ حسینؒ ۲۴ سال تک زہد و ریاضت میں مشغول رہے دن کو بیلے میں نکل جاتے اور ریاضت میں مشغول رہتے۔ اور رات حضرت علی ہجویریؒ کے مزار پر انوار پر گزارتے شیخ مادھو لال حسینؒ چھتیس برس کی عمر میں شیخ سعد اللہ لاہوری سے تفسیر مدارک پڑھتے تھے کہ آیتہ

وما الحیوۃ الدنیا الا لہو ولعب ہ پڑھی تو استاد سے مطلب پوچھا' انہوں نے ظاہری مطلب بیان کر دیا۔ آپ نے فرمایا استاد مجھے مال نہیں حال چاہئے۔ یہ کہا اور نعرہ بلند کیا اور رقص کرنے لگے۔ مستی و بے خودی نے جھنجھوڑ کر رکھ دیا مسجد سے نکلے تو فقیر کی کتاب کنوئیں میں پھینک دی باطن کے پردے کھل چکے تھے۔ درویشوں نے اعتراض کیا تو ہاتھ میں ڈال کر کنوئیں سے کتاب نکال دی کتاب پر پانی ایک قطرہ بھی نہیں گرا تھا اس کے بعد آپ نے طریقہ ملامتیہ اختیار کر لیا۔ جذب و مستی کی حالت میں کوچہ و بازار میں پھرتے غیر شرعی حرکات کرتے اور لوگوں کی ملامت کا ہدف بنتے۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت شاہ محمد غوث قادریؒ

حضرت شاہ محمد غوث گیلانی رحمتہ اللہ علیہ تلاش حق کے سلسلے میں لاہور پہنچے۔ اور حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کے مقبرے میں ٹھہرے۔ جب کئی راتیں یہاں گزریں تو آخر ایک رات حضرت میاں میرؒ ان کے سامنے جلوہ افروز ہوئے۔ اور حضرت شاہ محمد غوثؒ پر خاص توجہ فرمائی۔ اور آپ کو علم باطنی اور ذکر و فکر کی روشنی عطا فرمائی۔ حضرت شاہ محمد غوث صبح اٹھے اور شیخ حامدؒ کے پاس گئے۔ اور فیض کے طالب ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ رات جو کچھ حضرت میاں میرؒ نے کرم فرمایا ہے۔ کیا وہ عطا کافی نہیں ہے؟ حضرت شاہ محمد غوثؒ فرماتے ہیں یہ شیخ حامدؒ ایک بوڑھے درویش تھے۔ صاحب دل تھے قادری سلسلے سے تعلق تھا اور حضرت پیر علی ہجویری داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے قریب رہتے تھے۔

حضرت شاہ محمد غوثؒ کے والد کا نام سید حسنؒ تھا۔ پشاور کے رہنے والے تھے۔ حضرت شاہ محمد غوث قادری ظاہری اور باطنی علوم سے آراستہ ہو گئے۔ آپ پر طریقت اور حقیقت کے اسرار منکشف ہونے لگے تو آپ تلاش حق کے سلسلے میں گھر سے نکلے اور سارے ہندوستان کی سیاحت کی۔ ہندوستان میں سید بھیکہؒ چشتی۔ حضرت عبدالغفور نقشبندیؒ ان کے خلیفہ حاجی محمد نوشاہ اور دیگر بہت سے بزرگوں کی خدمت میں حاضری دی۔ اور فیض حاصل کیا۔ ان سے ان کے سلسلوں پر چلنے کی اجازت حاصل کی۔ شاہ محمد غوث سے بے اختیار کرامات ظاہر ہو جاتیں۔

حضرت شاہ محمد غوث گیلانیؒ کے ایک مرید پشاور میں رہتے تھے ان کا نام بھی شاہ محمد غوث تھا۔ نادر شاہ نے جب کابل پر قبضہ کر لیا تو ہندوستان کی تسخیر کے لئے اس نے منصوبہ بنایا۔ اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کے سلسلے میں نادر شاہ پشاور آیا۔ حضرت شاہ محمد غوث لاہوری کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی نادر شاہ

marfat.com
Marfat.com

آپ کے مرید پیر شاہ محمد غوث پشاوری کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کا طالب ہوا۔ انہوں نے کہا کہ دعا کرنے والے حضرت شاہ محمد غوث لاہور میں ہیں۔ نادر شاہ سخت مزاج انسان تھا۔ اس نے حکم دیا کہ انہیں لاہور سے یہاں بلایا جائے۔ آپ کے مرید نے نادر شاہ کو جواب لکھ بھیجا کہ وہ ایسے پیر نہیں کہ بادشاہوں کی خدمت میں آکر حاضری دیں۔ ایسے لوگوں کو بادشاہ کی حاجت نہیں ہوتی ان کا مدد گار تو ہر حالت میں اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ نادر شاہ یہ سن کر طیش میں آگیا۔ اور کہا میں پہلے لاہور پہنچ کر اپنا حکم نہ ماننے کی سزا شاہ محمد غوثؒ کو دوں گا بعد میں دہلی جاؤں گا۔ نادر شاہ پشاور سے فوجیں لے کر چلا تو ایک دریا کے کنارے پہنچا۔ وہاں پڑاؤ ڈالا تو دریا میں طغیانی آگئی۔ نادر شاہ مع فوجوں کے کئی روز تک دریا کے کنارے طوفان تھمنے کے انتظار میں بیٹھا رہا۔ مگر دریا میں طغیانی بڑھتی ہی گئی۔ نادر شاہ کے لئے دریا عبور کرنا ممکن نہ رہا کئی دن کے بعد اس نے لاہور جانے کا ارادہ ترک کردیا۔ واپس پشاور آکر شاہ محمد غوث پشاوری سے دعا کی درخواست کی۔ انہوں نے فرمایا۔ یہ رکاوٹ' یہ طوفان یہ سیلاب اس بد ارادے کا نتیجہ ہے جو تم نے میرے پیر و مرشد کے حق میں کیا تھا۔ یہ سن کر نادر شاہ نے معافی مانگی۔ اور توبہ کی۔ پھر لاہور پہنچ کر نادر شاہ نے حضرت شاہ محمد غوثؒ سے ملاقات کی عاجزانہ رویہ اختیار کیا اور معافی مانگی حضرت شاہ محمد غوثؒ کے تحریر کردہ رسالہ غوثیہ میں یہ تمام واقعات درج ہیں۔

مفتی غلام سرور مشہور بزرگ عالم اور مورخ ہیں۔ انہوں نے لاہور پر بہت کام کیا ہے۔ انہوں نے آنکھوں دیکھا حال لکھا ہے کہ لاہور میں رنجیت سنگھ کا پوتا نونہال سنگھ حکمران تھا ایک انگریز مشیر کے کہنے پر اس نے لاہور کے چاروں طرف سے درخت اور عمارت صاف کرنے کا حکم دیا اس سلسلے میں بہت سا کام بھی کیا اور دہلی دروازے کے باہر حضرت شاہ محمد غوثؒ مزار کے قریب پہنچ گئے تو پریشانی ہوئی کہ حضرت شاہ محمد غوثؒ کے مزار کو بھی منہدم کردیا جائے گا۔ مگر جب وہ مزار کے قرب و جوار کے درخت اور عمارات صاف کر رہے تھے تو اچانک نونہال سنگھ کا

marfat.com
Marfat.com

باپ کھڑک سنگھ مرگیا۔ یہ کام بند ہو گیا۔ نونہال سنگھ باپ کی ارتھی کو جلا کر واپس لوٹ رہا تھا جب وہ قلعہ شاہی کی دیوار کے قریب سے گزر رہا تھا تو اچانک دیوار کے اوپر سے ایک بھاری پتھر نونہال سنگھ کے سر پر آگرا جس سے وہ کچلا گیا اور وہیں مرگیا۔ یہ واقعہ روشنائی دروازے کے قریب پیش آیا۔ اس طرح وہ منصوبہ ادھورا رہ گیا اور حضرت شاہ محمد غوثؒ کا مزار منہدم ہونے سے بچ گیا اور آج تک قائم و دائم ہے۔ نونہال سنگھ اس وقت جوان تھا۔ اس کے بعد سکھوں کی حکومت جلد ہی ختم ہو گئی۔

آپ کا تحریر کردہ رسالہ غوثیہ کافی مشہور ہے۔ اس میں حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ اور دوسرے بزرگوں کے حالات درج ہیں۔ حضرت شاہ محمد غوثؒ کی وفات ۱۱۵۲ھ بمطابق ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ کے ہندوستان پر حملے کے ایک سال بعد ہوئی جب آپ لاہور آئے اس وقت ہندوستان پر بادشاہ محمد شاہ کی حکومت تھی۔ آپ کے والد سید حسنؒ کا مزار پشاور میں مرجع خلائق ہے آپ حضرت غوث الاعظم حضرت سید عبدالقادر جیلانی کی اولاد سے ہیں۔ معتقدین پشاور سے لاہور تک پھیلے ہوئے ہیں حضرت شاہ محمد غوث کا مزار دہلی دروازے کے باہر ہے عرس مبارک ۱۷ ربیع الاول کو ہوتا ہے مزار کے ساتھ مختصر قبرستان ہے گردونواح کا بہت سا علاقہ حکومت کی تحویل میں ہے مسجد پہلے وقتوں میں غلام نبی نامی کسی شخص کے نام پر تھی مگر اب مزار اور مسجد کی بڑی عالیشان تعمیر ہوئی ہے مسجد پر لاکھوں روپے کے قیمتی پتھر لگائے گئے ہیں۔ مسجد ایک کمیٹی کی تحویل میں ہے ایک خاص بات یہ ہے کہ یہاں گردونواح میں پشاوری اور افغانی پٹھان کثرت سے رہتے ہیں اور مزار پر حاضری دیتے ہیں۔ بہت سے لوگ اکثر یہاں سے روحانی فیض حاصل کرتے ہیں۔ اہل دل دور دور سے آکر یہاں ٹھہرتے ہیں۔ اور روحانی فیض حاصل کرتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

شیخ ایاز غزنویؒ

محمود غزنوی کہ ہزاراں غلام داشت
عشقش چناں گرفت غلام ' غلام شد

محمود غزنوی کا دربار تھا۔ عجز و انکساری کا مجسمہ بنا محمود کا ایک وزیر کھڑا تھا۔ دربار کے تمام وزیر امیر اس وزیر کے خلاف ایک طومار باندھے ہوئے تھے۔ الزامات کی بوچھاڑ تھی۔ اور وہ خاموشی کا پیکر بنا کھڑا تھا۔ محمود کا بڑا وزیر کہہ رہا تھا۔ کہ اس نے اپنے محل کے اندر ایک کمرہ شاہی خزانہ لوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ جب وزیر صاحب کبھی کھولنے جاتے ہیں تو سارے دروازوں کو مقفل کر لیتے ہیں۔ نوکر چاکر سب نکال دیئے جاتے ہیں۔ وہ تمام دولت اس سے چھین کر شاہی خزانے میں جمع کرادی جائے بادشاہ نے سب بڑے بڑے وزیروں کی دھواں دار تقریریں سنیں۔ اوراس ملزم وزیر کی جانب متوجہ ہوا۔ اے وزیر باتدبیر اتنے عقلمند۔ ذہین اور صاحب علم ہونے کے باوجود خاموش کیوں ہیں۔ اس کمرے کو اتنا پراسرار کیوں بنا رکھا ہے۔ میں ان الزام لگانے والے وزیروں کے سامنے اس کمرے کو ضرور کھولونگا۔ اگر اسے دولت سے بھرا ہوا پایا تو تمہیں تختہ دار پر لٹکا دوں گا۔

وزیر نے سر جھکا کر عرض کی سلطان اعظم مجھے ویسے ہی تختہ دار پر لٹکا دیں۔ مگر وہ کمرہ نہ ہی کھولیں تو کرم ہو گا۔ سلطان محمود غزنوی نے کہا۔ کمرہ ضرور کھولا جائے گا۔ یہ کہہ کر سلطان وزیروں امیروں اور درباریوں کو لے کر چلدیئے۔ کچھ دیر بعد تمام لوگ اس مقفل دروازے کے سامنے کھڑے تھے۔ سلطان نے حکم دیا۔ تالا توڑ دیا جائے۔ تالا آن واحد میں توڑ دیا گیا۔ شمع جلا دی گئی۔ کمرے میں اندھیرا تھا۔ مشعل بردار مشعل لے کر آگے بڑھے۔ کمرہ بالکل خالی پڑا تھا۔ ایک کونے میں ایک پرانا سا بوریا تھا۔ بادشاہ نے کہا اسے کھولا جائے۔ جب اسے کھولا تو اس میں ایک پرانا سا تہمند تھا۔ ایک چڑا مڑا ہوا پھٹا پرانا کرتہ تھا۔ ایک ٹوٹا پھوٹا موٹے

marfat.com

Marfat.com

چمڑے کا جوتا تھا۔ ایک گھاس کھودنے والا کھرپہ تھا۔ ایک پانی پینے کے لئے چھوٹا سا مٹی کا پیالا تھا۔ بادشاہ سلطان محمود غزنوی ان چیزوں کو حیرت سے دیکھ رہا تھا اور وزیر سر جھکائے کھڑا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گر رہے تھے تمام الزام تراش ندامت کا مجسمہ بنے کھڑے تھے۔ یہ وزیر ایاز تھا۔ سلطان نے پوچھا۔ ایاز یہ سب کیا ہے۔؟

ایاز نے عرض کی سلطان معظم آپ کی محبتوں۔ نوازشات۔ کرم فرمائیوں نے اس ذرے کو آفتاب بنا رکھا ہے۔ سلطان عالی وقار کا اقبال اور بلند ہو۔ اور سلطان بت شکن کا نام قیامت تک آفتاب کی طرح چمکتا رہے۔ آپ کے پیار۔ شفقت اور مہربانیوں نے اس غلام کو وزارت کا طوق پہنا کر اپنی غلامی کی اور مضبوط زنجیروں میں جکڑ دیا ہے۔ میری وفائیں آپ کے قدموں پر نچھاور ہوں۔ جب وزارت کا جنوں، غرور اور تکبر کا طوفان بن کر اٹھنے لگتا۔ تو میں فوراً جاکر دروازہ کھولتا اور اسے اس کی اوقات یاد دلا دیتا۔

ایاز رو رہا تھا۔ سلطان نے آبدیدہ ہو کر اسے گلے لگا لیا اور فرمایا ایاز اگر آج حاسدوں کی بات سچ ہوتی۔ اور تجھے پھانسی پر لٹکا دیا جاتا تو یقین کر میں بھی زندہ نہ رہتا۔

ایاز بھی قدیم بزرگوں میں ہیں۔ آپ کا تعلق سلسلہ جنیدیہ سے ہے یہ بزرگ سلطان محمود غزنوی کے محبوب غلام تھے۔ سلطان اس غلام کی محبت میں گرفتار تھا۔ غلام انتہائی خوبصورت ذہین اور حسین تھا۔ سلطان کی محبت اور اپنی خداداد قابلیت کے باعث وزارت کے عہدے پر فائز ہوا۔ مگر حاسدوں کو یہ بات انتہائی ناگوار گزری۔ انہوں نے الزام تراشیوں کا بازار گرم کیا اور وہ واقعہ پیش آیا۔

مولانا رومؒ، جامیؒ، علامہ اقبالؒ اور دیگر تمام شعراء نے محمود و ایاز کی محبت کے اشارے کنائے بیان کئے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت ایازؒ دولت ظاہری اور باطنی سے مالا مال تھے، محمود کی وفات کے بعد اس کا بیٹا مسعود تخت نشین ہوا تو ایاز اس کے بیٹے مودود کے اتالیق مقرر ہوئے۔ جب مودود پنجاب کا گورنر مقرر ہوا تو اسی اثناء میں مسعود وفات پاگیا۔ مودود تخت پر بیٹھا تو اس کے دوسرے بھائی مجدود نے بغاوت کردی مودود غزنی واپس چلا گیا حضرت ایاز کو ساتھ لے جانا چاہا تو آپ نے لاہور چھوڑنا گوارا نہ کیا۔

آپ کے پاس لاہور میں جو دولت جائیداد وغیرہ تھی سب لٹا دی غریبوں میں تقسیم کردی۔ اور خود درویشی اختیار کی۔ بزرگوں اور درویشوں کی صحبت میں بیٹھنا شروع کیا۔ محمود نے جب لاہور پر حملہ کیا تو لاہور کا راجہ اننگ پال کا بیٹا راجہ جے پال تھوڑے سے مقابلے کے بعد لاہور چھوڑ کر بھاگ گیا لاہور کو عوام نے جنگ کے دوران ہی خالی کردیا تھا۔ محمود کی فوجوں نے لاہور کو دل کھول کر لوٹا۔ مگر جب قبضہ مکمل ہوا تو شہر خالی تھا۔ اس پر سلطان محمود کو کچھ تشویش ہوئی۔ حضرت ایازؒ سلطان سے ملے اور اجازت لے کر دوبارہ شہر کو آباد کیا۔ جہاں جہاں لاہور کے لوگ گئے تھے۔ خود وہاں جاکر انہیں ملے اور واپس لے کر آئے اور شہر آباد ہوگیا۔ اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ لاہور کے لوگوں کو آپ سے اور حضرت ایازؒ کو لاہور سے کتنی محبت تھی۔

آپ درویش صفت انسان تھے۔ لاہور کے اولیاء سے بے پناہ باطنی فیض حاصل کیا۔ اور خود رات دن عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے۔ آپ کی وفات ۴۵۰ھ بمطابق ۱۰۵۸ء ہوئی۔ مزار رنگ محل میں سڑک کے کنارے ایک چھوٹی مسجد کے باہر ایک چھوٹے سے تھڑے پر ہے مزار پر لوگ آتے جاتے فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔

بعض لوگوں کا اعتقاد ہے۔ حضرت ایاز نے کرامت سے ایک رات میں لاہور کا قلعہ اور فصیل تعمیر کرلی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وزیر آباد کے قریب ایک چھوٹا سا شہر سوہدرہ شیخ ایازؒ نے آباد کیا تھا۔

marfat.com

Marfat.com

حضرت میر جان کابلیؒ

سمندر میں اچانک طوفان آ گیا۔ بڑی بڑی پہاڑ جیسی موجیں جہاز سے ٹکرا کر لوٹ جاتیں۔ سمندری طوفان نے جہاز پر سوار مسافروں کے دل ہلا دیئے۔ سب کے رنگ اڑے ہوئے تھے۔ چہروں پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔ موت کے خوف سے دل دہل رہے تھے۔ طوفانی موجوں کا زور بڑھ رہا تھا۔ قیامت خیز شور برپا ہو گیا۔ پہاڑ جیسا سمندری جہاز ڈولنے لگا طوفان کے ایک زور دار ریلے سے جہاز کا ایک تختہ ٹوٹ گیا۔ جہاز میں پانی بھرنے لگا۔ کپتان نے بادبان کھول دیئے۔ کشتیاں نیچے گرادیں۔ لوگ چھلانگیں لگا لگا کر کشتیوں میں بیٹھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ مگر طوفان نے سب کوششیں ناکام بنادیں۔ جہاز پر چیخنے چلانے والوں کا شور۔ موت کے خوف سے بھاگ دوڑ۔ زبردست طوفان میں جہاز ڈوب گیا۔ کوئی شخص بھی طوفان نے جان بچانے کے قابل نہ چھوڑا۔ طوفانی موجوں کے مہیب جبڑوں نے سب کو نگل لیا۔ جہاز ڈوب گیا۔ پانی پر جہاز کے تختے بکھرے ہوئے تھے۔ یا لاشیں تیر رہی تھیں۔ کچھ لوگ جان بچانے کے لئے لکڑی کے تختوں پر بیٹھے ہوئے بھی دیکھے گئے۔

یہ بھیانک منظر ایک ایسے بحری جہاز کو پیش آیا۔ جو جدہ سے بمبئی (بھارت) کی بندرگاہ پر جارہا تھا۔ یہ قریباً ۱۸۱۵ء کا واقعہ ہے۔ ایک شخص تین دن لکڑی کے تختے پر بھوکا پیاسا بیٹھا رہا۔ سمندری طوفانی موجوں سے لڑتا بھڑتا بمبئی کے ساحل پر آلگا۔ یہ حضرت میر جان کابلی رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ جہاز غرق ہوا تو آپ کے دو بیٹے اور بیوی بھی سمندری طوفان میں ڈوب گئے۔ آپ لکڑی کے ایک تختے پر بیٹھ کر تین دن بعد بمبئی پہنچے سمندر کے کنارے ایک انگریز کا بنگلہ تھا۔ اس انگریز نے ازراہ ہمدردی آپ کو بنگلے میں رکھا۔ تیمارداری کی کھانے پینے کو دیا۔ انگریز بے اولاد تھا۔ اس کی بیوی بھی نیک تھی انہیں معلوم ہوا کہ آپ پیر پادری

marfat.com
Marfat.com

ہیں تو انہوں نے دعا کے لئے درخواست کی ۔ اور کہا کہ آپ پیر ہیں اور نیک ہیں ۔ شاید آپ کی دعا سے ہم صاحب اولاد ہو جائیں ۔ آپ نے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے کرم کیا اور وہ صاحب اولاد ہو گئے۔

حج کے بعد آپ مدینہ منورہ میں تھے ۔ وہاں سے مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ اور پھر جدہ سے بیوی بچوں کو لے کر لاہور کا قصد کیا۔ راستے میں جہاز کے حادثے سے دو چار ہوئے۔ بیوی بچے تو ڈوب گئے ۔ مگر آپ بحکم الٰہی بچ گئے ۔ بمبئی میں کافی دیر قیام رہا۔ پھر وہاں سے امرتسر آئے یہاں کچھ دیر قیام کیا اور پھر لاہور آ گئے آپ کابل کے رہنے والے تھے اور حضرت سید خاوند محمود ایشاں کے خاندان سے تھے ۔ کابل سے سیاحت کرتے کرتے بیوی بچوں سمیت مکہ مدینہ اور دیگر مقدس مقامات کی زیارت اور حاضری دینے کے بعد حادثے کا شکار ہو کر لاہور پہنچے۔ اونچی مسجد محلہ ڈالا بازار اندرون دہلی دروازہ میں قیام کیا۔ اس وقت مرزا غلام محمد رئیس لاہور مسجد کا متولی تھا ۔ وہ آپ کا مرید ہو گیا۔ بہت سے لوگ اپنے دکھ درد لے کر آپ کے پاس آتے اور دعا کے خواستگار ہوتے۔ لوگوں کو فیض ملتا رہا آپ دراصل حضرت خاوند محمود ایشاں کے مزار کی زیارت کے لئے آئے تھے۔ اونچی مسجد وہی ہے۔ جس کو اب سنہری مسجد کہتے ہیں ۔ وہاں سے روز حضرت ایشاںؒ کے مزار پر حاضری دینے جاتے اور شام کو واپس اسی مسجد کے حجرے میں آ کر قیام فرماتے۔ کچھ مدت لاہور میں رہنے کے بعد آپ کشمیر چلے گئے ۔ وہاں سے رشی بابا کے مزار پر مقیم رہے ۔ بہت سے لوگ وہاں بھی آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے ۔ چند سال بعد آپ پھر لاہور آ گئے۔ یہاں آپ کے مریدوں کا حلقہ وسیع تھا۔ پھر تمام عمر یہیں رہے ۔ اور بیگم پورہ میں حضرت ایشاں کے مزار کے نزدیک قیام پذیر تھے۔ لاہور میں بہت سے لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ آپ صاحب کرامت بزرگ تھے ۔ لوگ جوق در جوق آپ کی زیارت کے لئے آتے ۔ آپ درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ درس دیتے تو لوگوں کو قرآن و سنت پر کار بند رہنے کی تلقین فرماتے۔ آپ عبادت و ریاضت میں بڑی مشقت

marfat.com
Marfat.com

فرماتے ۔ آپ نے کشمیر لاہور اور امرتسر میں تبلیغ دین سے سینکڑوں غیر مذہب کے لوگوں کو مشرف بہ اسلام کیا۔ آپ بہت سی زبانیں جانتے تھے۔ مگر لاہور میں وعظ پنجابی زبان میں کرتے ۔ آپ غیر شرعی امور سے اجتناب کرتے ۔ قریباً تیس سال لاہور میں آپ کا فیضان جاری رہا۔

آپ ۱۸۷۱ء میں لاہور آئے اور ۱۹۰۱ء کو لاہور میں وصال فرمایا۔ آپ حضرت ایشاںؒ کے مزار کے قریب ہی دفن ہوئے ۔

حضرت سید میر جان کابلیؒ اویسی تھے اور حضرت سید خاوند محمود ایشاں سے ہی روحانی فیض حاصل کیا۔ حضرت میر جان کابلیؒ کے چھوٹے بھائی سید محمود آغاؒ مجذوب تھے۔ شالا مار باغ کے حمام والے گنبد میں رہتے۔ ولی تھے' صاحب کرامت تھے۔ آپ کی ہمشیرہ بی بی جانؒ بھی عابدہ اور زاہدہ تھیں اور ولی تھیں۔ لاہور کے بہت سے رئیس حضرت میر جان کابلیؒ کے مرید تھے۔

marfat.com
Marfat.com

پیر شاہ عنایت قادریؒ

بلھے نوں سمجھاون آئیاں
بھیناں تے بھر جائیاں
ہو کے آل نبی دی بلھیا
توں کیہ لیکاں لائیاں
چھڈ دے پلا رائیاں

لیکن بلھے شاہ کو پہلے تو غیرت بشری نے مجبور کیا۔ مگر جلد احساس ہو گیا۔ اور مرشد پاک کے قدموں میں جا گرے (حضرت بلھے شاہ کے باب میں تفصیل لکھی جا چکی ہے)

مگر بلھےؒ نے کہا۔

بلھیا! جے توں چاہیں باغ بہاراں چاکر تھیں ارائیں دا
بلھے شاہ دی ذات نہ پچھیں شاکر ہو رضائیں دا

شاہ عنایتؒ دے باغ بہاراں
اسی آں اودے وچ لسوڑی

جہڑا بلھے نوں رائیں آکھے بہشتیں پینگاں پائیاں
جہڑا بلھے نوں سید آکھے دوزخ ملن سزائیاں

marfat.com
Marfat.com

یہ بھی فرمایا۔ شاہ عنایت دے باغ بہاراں واسی آں لوڑے وچ لسوڑی

جیڑا بلہے نوں سید آکھے دوزخ ملن سزائیاں
جیڑا بلہے نوں رائیں آکھے بہشتیں پینگاں پائیاں

تو یہ حضرت بلہے شاہ رحمتہ اللہ کی نظر میں مرشد پاک کا مقام ہے۔ درویشی کی منزل میں اونچ نیچ کا کوئی مقام نہیں ہوتا۔ بلکہ نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ حضرت سید بلہے شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو رقاصہ بن کر اپنے مرشد پیر شاہ عنایت کو راضی کرنا پڑا تھا۔

حضرت پیر شاہ عنایت قادری رحمتہ اللہ علیہ بلند پایہ ولی تھے اور فنافی اللہ کے

مقام پر تھے۔ آپ حضرت شاہ رضا قادری شطاری لاہوری کے مرید اور خلیفہ تھے آپ لمبی مدت اپنے مرشد کی خدمت میں رہے عبادت۔ ریاضت اور باطنی علوم کی تکمیل کے بعد قصور تشریف لائے۔ وہاں آپ رات دن یاد حق میں مشغول رہتے یہاں آپ کے سینکڑوں مرید ہوئے۔ مریدوں میں سب سے نمایاں اور بلند مرتبہ بابا بلہے شاہؒ ہوئے جن کا عارفانہ کلام آج تک بچے بچے کی زبان پر ہے۔ حضرت شاہ عنایتؒ عمر کے آخری حصے میں قصور کے حاکم حسین خاں سے کبیدہ خاطر ہوکر لاہور آگئے۔ اندرون بھاٹی دروازہ میں ذرا آگے جائیں تو اونچی مسجد بہت مشہور ہے۔ مسجد چبوترے پر ہے اور نیچے دکانیں ہیں۔ اس مسجد کے متولی حضرت پیر شاہ عنایت کے خاندان والے تھے دکانوں کا معقول کرایہ آتا تھا۔ اب کے مسجد محکمہ اوقاف کے کنٹرول میں ہے۔ پیر شاہ عنایتؒ نے لاہور آکر یہیں رہائش اختیار کی اور اونچی مسجد کے خطیب بن گئے۔ آپ کے درس و تدریس سے لوگ بہت متاثر ہوئے اور آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے۔ آپ بہت بڑے عالم بھی تھے۔

آپ کی وفات ۱۱۴۱ھ بمطابق ۱۷۲۸ء میں ہوئی مزار شریف کوئینز روڈ پر قائد اعظم جناح کالج اور گنگا رام ہسپتال کے قریب ہے مرجع خلائق ہے اور عرس ہر سال باقاعدگی سے منایا جاتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت سید مٹھاؒ

آپ کا نام سید عبدالغفار ہے۔ آپ کا خاندان خوارزم سے ہندوستان آیا تھا ۔ اور ہندوستان کی سیر و سیاحت کے بعد لاہور میں مستقل رہائش اختیار کی۔ چنگیز خان کے حملوں ، قتل و غارت اور لوٹ مار کے دنوں میں حضرت پیر سید مٹھاؒ کے والد سید جمال الدین وہاں سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے تھے اور پھرتے پھراتے لاہور آئے۔ اور یہاں کے لوگوں کی بود و باش آپ کو پسند آئی اور مستقل رہائش اختیار کی۔ یہ خاندان اپنی عبادت ، ریاضت اور شرافت کے باعث لاہور کے لوگوں میں بہت مشہور ہوا۔ مقبولیت کا درجہ حاصل کیا۔ یہ خاندان اپنے حسن سلوک کے باعث بھی لوگوں کے لئے کشش کا باعث بنا۔ لاہور کے سینکڑوں لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے جب سید جمال الدینؒ کا وصال ہوا تو آپ کے صاحبزادے حضرت پیر سید مٹھاؒ آپ کے جانشین ہوئے۔ آپ ایسی میٹھی اور دل موہ لینے والی باتیں کرتے کہ لوگوں کا دل چاہتا تھا۔ کہ آپ کی دلنشیں باتیں ہی سنتے رہیں۔ تو اس وجہ سے آپ کا نام سید مٹھا پڑ گیا۔ جو آج تک مشہور ہے ۔ آج بھی اس سڑک اور بازار کا نام سید مٹھا ہے۔ آپ کی آبائی نسبت کئی واسطوں کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتی ہے ۔ آپ صاحب ولایت و کرامت بزرگ تھے لاہور میں آپ کا حلقہ ارادت بہت وسیع تھا۔

آپ کی وفات سلطان ناصر الدین محمود شاہ اول کے دور میں ہوئی × خاندان غلاماں کے ۹ ناویں بادشاہ سلطان غیاث الدین بلبن کی تخت نشینی سے ایک سال قبل آپ کا وصال ۶۶۱ھ بمطابق ۱۲۶۳ء میں ہوا ۔ مزار شریف بازار سید مٹھا میں ہے جو مرجع خاص و عام ہے ۔ پچھلے دنوں مزار کی تعمیر نو کے لئے کھدائی ہوئی تو مزار شریف کا اصل تعویز سڑک سے ایک منزل نیچے دریافت ہوا ۔ لوہاری منڈی سے لے کر پیر نوگزے تک بازار سید مٹھا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

حضرت میراں بادشاہؒ

ایک رئیس، کسی درویش کی محفل میں آکر بیٹھ گیا۔ بزرگ نے اس کی طرف نہ توجہ کی نہ التفات فرمایا۔ رئیس نے اسے اپنی توہین سمجھا۔ تکبر اور غرور کے آثار چہرے پر نمودار ہوگئے۔ اور وہ برس پڑا۔ غلیظ زبان استعمال کی۔ برا بھلا کہا۔ گرج دار آواز میں رعب رئیسانہ کا اظہار کررہا تھا۔ اہل محفل نے کہا یا حضرت اس گستاخ کے لئے بددعا کریں۔ تاکہ اس کو بدکلامی کی سزا ملے۔ آپ مسکرائے بڑے تحمل اور مشفقانہ انداز میں چہرہ آسمان کی طرف اٹھایا۔ اور آنکھیں بند کرکے زیر لب کچھ بڑبڑائے۔ وہ بے ادب رئیس اسی وقت زمین پر گر کر بیہوش ہوگیا۔ کچھ وقت وہ بے ہوش پڑا رہا۔ جب ہوش آیا تو درویش کے قدموں پر گر کر رونے لگا۔ اور آپ کا مرید ہوگیا۔ اس درویش نے حاضرین مجلس سے مخاطب ہوکر فرمایا دیکھو کسی کو بددعا کا نشانہ بنا کر نقصان پہنچانا ٹھیک نہیں۔ جہاں تک ہوسکے اصلاح کی کوشش کی جائے۔ میں نے اس شخص کے حق میں اللہ تعالٰی سے دعا کی۔ اللہ تعالٰی نے اسے چشم بینا عطا فرمائی۔ اور اس پر عالم ملکوت ظاہر ہوگیا۔ اس کے حق میں بددعا کی جاتی تو اس کو نقصان پہنچ جاتا مجھے کیا فائدہ ہوتا۔ یہ بزرگ حضرت میراں بادشاہؒ تھے۔

آپ کا پورا نام حضرت سید اسحاق گازرونی میراں بادشاہ رحمتہ اللہ علیہ تھا۔ آپ حسینی سید تھے۔ آپ شیخ المشائخ اور قطب الاولیاء تھے۔ آپ شیخ احمد الدین اصفہانی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ اصل وطن گازرون تھا۔ پھر اللہ تعالٰی کے حکم سے اشارہ غیبی کے تحت لاہور چلے آئے لاہور میں رشد و ہدایت کی شمع روشن کی۔ کثیر خلق خدا نے ہدایت پائی بہت سے علمائے کرام اور سادات عظام آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے دینی اور دنیوی فیوض و برکات حاصل کئے گئے۔

تحفتہ الواصلین کے مصنف نے لکھا ہے کہ آپ نے طویل عمر پائی۔ جو کوئی

marfat.com
Marfat.com

بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہدایت یاب ہوتا۔ آپ کی وفات ۷۸۶ ھ میں ہوئی۔ آپ کا مدفن دہلی دروازے کے قریب بتایا گیا ہے۔ اس وقت خلجی بادشاہ فیروز کا عہد تھا۔ صاحب ثمرات المقدس مرزا لعل بیگ نے لکھا ہے کہ سید اسحاق میراں بادشاہ کی وفات کے بعد آپ کے مرقد پر ایک پودا اگا جو ہمیشہ سرسبز رہتا۔ اس پودے کے پتے کھانے سے بیمار لوگ شفایاب ہوجاتے۔ وہ پودا اگنے کے بعد سارے مزار پر چھا گیا۔ سردی، گرمی، بارش ہر موسم میں سرسبز رہتا۔ اسی لئے آپ کو پیر سبزاہی بھی کہتے تھے۔ اس کے پتے حکیم بہت سی دوائیوں میں بھی استعمال کرتے۔ ایک مدت اسی طرح گزر گئی پھر یہ جگہ ایک رئیس نے خرید لی۔ اس نے وہاں حویلی تعمیر کرائی۔ مزار حویلی کے اندر آگیا۔ پھر وہ درخت دھوپ اور ہوا نہ لگنے سے سوکھ کر ختم ہوگیا۔ رئیس نے مزار کے گرد ایک حجرہ بنا دیا تھا۔

پھر اڑھائی سو سال کے بعد ۱۰۳۴ء شاہجہان کے عہد میں شہر کا نقشہ بدل گیا۔ لاہور کے حاکم نواب وزیر خان نے یہاں ایک جامع مسجد کی بنیاد رکھی۔ مزار مسجد کے صحن میں آگیا۔ لاہور کی مشہور اور خوبصورت مسجد اب تک پوری آب و تاب سے زندہ و پائندہ ہے۔ اور حضرت میراں بادشاہ کا مزار مسجد کے صحن میں ہے۔ زیارت گاہ خلائق ہے۔ لوگ آج بھی اسی سے روحانی فیض حاصل کرتے ہیں۔ مسجد وزیر خان خوبصورتی کے اعتبار سے منفرد ہے۔

لاہور پرانا شہر ہے۔ ان بزرگوں کے دم قدم سے اس کی شہرت دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہے۔ اولیاؤں، عالموں، ہنرمندوں اور محبت کرنے والے لوگوں کا یہ شہر اپنے اندر ایسی کشش رکھتا ہے۔ کہ جو یہاں رہ کر جاتا ہے ہمیشہ اسے یاد کرتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

پیر شیرازیؒ

آپ کا نام پیر سراج الدین تھا آپ بخارا سے یہاں تشریف لائے تھے ۷۲۹ھ بمطابق ۱۳۲۳ء کا دور تھا۔ سلطان محمد تغلق کا عہد تھا یہ بادشاہ خود بڑا پختہ کار فصیح البیان اور صاحب علم تھا۔ حضرت سراج الدینؒ پیر شیرازی ملتان میں تھے۔ تو ان کی قابلیت سے متاثر ہوکر ملتان کے حاکم اعلیٰ نے ملکی معاملات کے سلسلے میں آپ کو شہنشاہ کے دربار میں بھیجا۔ شہنشاہ آپ سے مل کر آپ کا گرویدہ ہوگیا۔ آپ کے علم و فضل سے بہت متاثر ہوا۔ عزت و احترام سے پیش آیا۔ بادشاہ نے آپ کو لاہور چیف جسٹس کا عہدہ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا۔ بادشاہ سلامت ہم جیسے درویش۔ فقیر اور آزاد لوگ اتنے بڑے عہدے میں قید ہونے کے متحمل نہیں ہوتے۔ میری طرف سے معذرت۔ ہم جیسے فقیر تو آپ جیسے لوگوں کے لئے دعائیں کرسکتے ہیں۔ شہنشاہ محمد تغلق نے اسے اپنی توہین تصور کیا۔ اور ناراض ہوگیا۔

آپ نے بادشاہ کی ناراضگی کو بھانپ لیا۔ اور لاہور میں اپنی رہائش گاہ کے اندر ہی محبوس ہوکر رہ گئے ساری عمر گھر کے اندر ہی رہے۔ عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے۔ عام لوگوں سے بالکل نہیں ملتے تھے۔ تنہائی اور گوشہ نشینی اختیار کی۔ گھر کے اندر ہی فوت ہوئے اور گھر کے اندر ہی دفن ہوئے مزار جوڑے موری میں ہے اور لاہور کے قابل تعظیم مزارات میں شمار ہوتا ہے آپ کے حالات تاریخ لاہور میں درج ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت مادھو شیخ

شیخ مادھوؒ حضرت شاہ حسین رحمتہ اللہ علیہ کے محبوب خلیفہ تھے۔ کتاب حقیقت الفقراء میں لکھا ہے۔ کہ مادھو شاہدرہ کے ایک برہمن کے بیٹے تھے بے حد حسین و جمیل تھے شاہ حسینؒ نے اسے دیکھا تو بس دیکھتے ہی رہ گئے۔ مادھو کے عشق میں بے خود ہوگئے اس کے گھر کے چکر کاٹتے رہتے۔ اسے دیکھے بغیر چین نہ آتا تھا۔ وہ جہاں جاتا آپ وہیں پہنچ جاتے۔ مگر مادھو آپ سے گریز کرتا تھا۔ ہر چند وہ بات کرنا پسند نہ کرتا تھا۔ مگر آپ اس سے باتیں کرتے چلے جاتے۔ آخر مادھو کے گھر میں رات جو باتیں ہوتیں شاہ حسینؒ اسے بتا دیتے اس کرامت نے مادھو کے دل پر اثر کیا۔ اور وہ آپ کے پاس آنے جانے لگا۔ مگر ماں باپ کو یہ بات ناگوار گزرتی۔ اسے روکنے کی کوشش کی گئی۔ مگر مادھو نے شاہ حسینؒ کا دامن چھوڑنے سے انکار کردیا۔ آخر ماں باپ نے شاہ حسینؒ سے اسے جدا کرنے کے لئے گنگا اشنان کا پروگرام بنایا۔ ان کا خیال تھا کہ گنگا میں نہانے سے مادھو کا رجحان شاہ حسینؒ کی طرف کم ہوجائے گا۔ مادھو نے حضرت شاہ حسینؒ سے یہ بات بتائی تو آپ نے فرمایا۔ ماں باپ سے کہہ دو کہ مادھو گنگا کے کنارے آپ کے پاس پہنچ جائے گا۔ انہوں نے ساتھ لے جانے کے لئے بہت زور لگایا۔ مگر مادھو نے کہا۔ شاہ حسینؒ نے جو کچھ کہا ہے وہی ہو گا۔ انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ والدین مجبور ہوکر چلے گئے۔ گنگا اشنان کا جو دن مقرر تھا۔ والدین پریشان تھے کہ مادھو نہیں آیا۔

گنگا اشنان کے دن وقت مقررہ پر آپ نے مادھو سے کہا۔ آنکھیں بند کرو اور کھول کر دیکھو تم کہاں ہو۔ جب اس نے آنکھیں کھولیں تو وہ گنگا کے کنارے والدین کے پاس کھڑا تھا۔ والدین حیران رہ گئے۔ مادھو سے پوچھا تو اس نے کہا پیر جی نے کہا آنکھیں بند کرو۔ اور کھولدو۔ جب میں نے آنکھیں کھولیں تو گنگا کے

marfat.com
Marfat.com

کنارے آپ کے پاس کھڑا ہوں ۔ اس کرامت کے بعد ماں باپ نے مادھو کو روکنا بند کردیا۔ وہ ڈر گئے ۔ گنگا سے اشنان کے بعد مادھو والدین کے ساتھ آیا اور آتے ہی مسلمان ہو کر حضرت شاہ حسینؒ کا مرید بن گیا۔

اس کے دو مہینے کے بعد بسنت اور ہولی کا تہوار آیا۔ حضرت شاہ حسینؒ نے مادھو کی فرمائش پر رقص و سرود کی محفل منعقد کی ۔ اور ایک دوسرے پر گلابی رنگ پھینکا۔ شاہ حسینؒ ہر سال یہ رسم مناتے۔ آپ کے بعد بھی آپ کے مریدوں نے مدت تک یہ رسم جاری رکھی۔ ہر سال مادھو کے ساتھ ہولی بھی کھیلتے اور پتنگیں بھی اڑاتے رہے۔

کچھ عرصہ بعد حضرت شیخ حسینؒ نے مادھو سے فرمایا ۔ اب شیخ مادھو ہم سے کچھ دیر جدا رہے گا۔ جاؤ اور راجہ مان سنگھ کے ساتھ جنگ میں شریک ہو جاؤ ۔ دکن کی مہم میں جب راجہ مان سنگھ کو شکست کا سامنا نظر آیا تو راجہ مان سنگھ نے حضرت مادھو کو جو اب پورے درویش بن چکے تھے ۔ دعا کی درخواست کی حضرت مادھو نے فوراً اپنے مرشد کی جانب تصور میں رجوع کیا اور سجدے میں سر رکھ کر دعا بھی کی ۔ حضرت شاہ حسینؒ فوراً وہاں پہنچ گئے اور راجہ سے فرمایا حملہ کی تیاری کرو ۔ حملہ ہوا تو گدڑی پوشوں کی ایک فوج آسمان سے اتری اور جنگ میں شریک ہوئی ۔ راجہ کو فتح نصیب ہوئی۔ اس فتح کے بعد شاہ حسین رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت مادھوؒ لاہور واپس آگئے ۔ یہاں آکر آپ نے اپنے محبوب مادھوؒ کے نام پر شاہدرہ میں ایک باغیچہ اور ایک کنواں تعمیر کرایا ۔ اور فرمایا یہی میری آخری آرام گاہ ہے ۔ مجھے یہیں دفن کرنا مگر یہ دفن عارضی ہوگا ۔ اولیاء کی نظر میں اتنی وسعت ہوتی ہے کہ مستقبل کے تمام خبر انہیں مل جاتی ہے۔ فرمایا مادھو ایک سال بعد راجہ مان سنگھ کے پاس چلا جائے گا ۔ اور بارہ سال بعد واپس آئے گا ۔ اس وقت میری میت یہاں سے باغبانپورہ منتقل ہو چکی ہوگی۔ اور مادھو میرا سجادہ نشین ہوگا ۔ ایسا ہی ہوا۔ شیخ مادھوؒ آکر آپ کے سجادہ نشین بنے اور مسلسل ۳۵ سال

marfat.com
Marfat.com

سجادہ نشین رہے۔

گنجینہ سروری میں لکھا ہے۔ کہ شیخ مادھو اٹھارہ سال کی عمر میں حضرت شاہ حسین کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔ تیس ۳۰ برس آپ کی خدمت گزارے اور باقی عمر آپ کی سجادہ نشینی میں گزاری۔ شیخ مادھو ۹۸۳ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۰۵۶ھ میں وفات پائی۔ قمری حساب سے ۷۳ برس کی عمر پائی۔ اور مرشد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ مدفن مرجع کے خلائق ہے یہ داستان بھی محمود و ایاز کے سچے عشق کی سی ہے۔ سچے عاشق اور محبوب مرتے نہیں زندہ رہتے ہیں۔

شیخ اسمٰعیل محدثؒ

شیخ اسمٰعیل محدثؒ بخاری سادات سے تھے۔ محمود غزنوی کے عہد میں لاہور آئے۔ اسی شہر میں مستقل سکونت اختیار کی۔ آپ ۳۹۵ھ میں یہاں تشریف لائے۔ آپ علوم حدیث و تفسیر میں ماہر تھے۔ واعظانِ اسلام میں سب سے پہلے بھی لاہور میں تشریف لائے۔ اور درس و تدریس کا آغاز کیا۔ آپ کے وعظ میں بلا کا اثر تھا۔ ہزاروں ہندو آپ کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ شیخ احمد زنجانیؒ کی کتاب تحفۃ الواصلین میں آپ کا ذکر موجود ہے۔ انھوں نے بھی لکھا ہے۔ کہ تبلیغ دین میں سب سے پہلے بزرگ ہیں جو لاہور میں تشریف لائے' ساری عمر تبلیغ دین میں بسر کی۔ سید محمد لطیف جج نے لکھا ہے۔ کہ عہد اکبری میں بھی ایک مولانا اسمٰعیل تھے۔ جو لاہور کے مفتی تھے۔ مگر وہ کوئی اور بزرگ تھے۔ شیخ اسمٰعیل محدث ہی لاہور میں پہلے مبلغ تسلیم کیے جاتے ہیں۔ دراصل مورخین نے اس طرح کے بہت سے ابہام پیدا کیے ہوئے ہیں۔ اس پر صحیح تحقیق ممکن نہیں۔

شیخ اسمٰعیل محدث کی وفات ۴۴۸ھ میں ہوئی مزار لاہور میں ہے۔ جھگن مندر

marfat.com
Marfat.com

کے سامنے جو مزار ہے وہ سید اسمٰعیل گیلانیؒ کا ہے۔ سید موج دریا کے خسر اور حضرت بی بی کلاں کے والد تھے۔ بعض مورخین اسی مزار کو شیخ اسمٰعیل محدثؒ کا مزار کہتے ہیں۔

حضرت سید یعقوب زنجانی صدر دیوانؒ

حضرت سید یعقوب زنجانی صدر دیوان رحمتہ اللہ علیہ لاہور کے بلند مرتبہ مشائخ میں سے ہیں۔ علوم ظاہری اور باطنی سے مزین تھے۔ آپ سلسلہ جنیدیہ میں صاحب حال و قال بزرگ ہیں۔ آپ کے والد کا نام سید علی تھا۔ آپ صحیح النسب حسینی سید تھے۔

سلسلہ نسبت سولہ واسطوں سے حضرت سید موسیٰ کاظمؒ سے جاملتا ہے۔ حضرت موسیٰ کاظمؒ کی وفات ۱۸۵ھ میں ہوئی تھی۔ آپ ترکستان سے ہندوستان تشریف لائے۔ آپ نے بھی کسی غیبی اشارے سے ہجرت کی ہندوستان میں سیاحت اور بزرگوں کے مزارات پر حاضری کے بعد آپ لاہور تشریف لائے۔ یہاں آپ کی عبادت ریاضت اور کرامات کا چرچا سن کر لوگ جوق در جوق آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے۔ لوگوں کی کثیر تعداد آپ کے فیض سے بہرہ مند ہوئی۔

ان دنوں بہرام شاہ بن مسعود شاہ کی طرف سے لاہور کا حاکم طغرل تھا۔ جب وہ آپ کا مرید ہوا تو بہت سے لوگ جو حکومت سے وابستہ تھے آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے۔ خطہ پنجاب میں آپ کی شاندار پذیرائی ہوئی۔ اور لاہور میں مقبولیت کا درجہ حاصل ہوا۔

حضرت سید یعقوب زنجانی صدر دیوان رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ۲۱ رجب ۶۲۴ھ کو ہوا سن عیسوی ۶ فروری ۱۲۰۸ء ہے آپ کا مزار پرانوار ہسپتال روڈ پر میو ہسپتال کے سامنے ہے۔ مزار اوقاف کی تحویل میں ہے۔ مزار کے ساتھ کچھ

marfat.com
Marfat.com

جائیدادیں بھی ہیں۔ ایک چھوٹی سی مسجد ہے ساتھ ایک مختصر قبرستان بھی ہے۔ سڑک سے کچھ دور آگے جاکر مزار ہے۔ اب اس کی تعمیرو مرمت کا کام محکمہ اوقاف نے کیا ہے۔ ایک بہت خوبصورت محرابی گیٹ بنایا گیا ہے اور دیگر کئی تعمیری خوبصورت تبدیلیاں بھی کی گئی ہیں۔ مزار پر کثیر عقیدتمند حاضری دیتے ہیں۔ جمعرات کو زائرین کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔

حضرت سلطان جلال الدین حیدرؒ

سید جلال الدین حیدر رحمتہ اللہ علیہ حضرت سید موج دریا رحمتہ اللہ علیہ کے سگے بھائی تھے حضرت سید جلال الدین حیدر بہت بڑے عالم تھے۔ ظاہری اور باطنی علوم کا دریا تھے جو رواں دواں رہتا۔ اور دلوں کی خشک کھیتیوں کو روحانیت سے شاداب کرتا۔ آپ دنیا سے کنارہ کش ہوگئے تھے۔ جنگلوں اور ویرانوں میں جاکر عبادت الٰہی میں مشغول رہتے۔ حضرت سید موج دریاؒ انہیں بڑی محبت سے بلاتے۔ مگر آپ نہیں آتے تھے۔ وہ کہتے تھے میرے بھائی کا تعلق دنیا سے بھی ہے اور میں دنیا سے الگ تھلگ زندگی گزارنا پسند کرتا ہوں۔ آپ نے بھی شادی کی۔ اولاد بھی تھی۔ مگر درویشانہ زندگی گزارتے تھے۔ آپ کی اولاد لاہور کے علاقہ باغبانپورہ کے محلہ بھوگی وال میں آباد ہے۔

آپ کی وفات ۱۰۱۶ھ میں ہوئی سن عیسوی ۱۶۰۷ھ تھا۔ آپ کا مزار گڑھی شاہو کے قریب قبرستان بی بی پاک دامن میں ہے۔ آپ کو لوگ ان پاک بیبیوں کا استاد بھی کہتے ہیں۔ بیبیاں پاک دامن کے مزار اور سید جلال الدین حیدر کے مزارت محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہیں۔ اب مزارات اور احاطہ قیمتی پتھروں اور سنگ مرمر سے مزین ہے بہت خوبصورت اور خوشنما مقام ہے۔ حضرت سلطان جلال الدین حیدرؒ کا مزار سنگ مرمر سے مزین ہے۔

marfat.com
Marfat.com

بیبیاں پاک دامناںؒ

ان پاک بیبیوں کے متعلق کچھ روایات ٹھیک نہیں۔ کہ یہ بیبیاں واقعہ کربلا کے بعد یہاں تشریف لائیں بلکہ یہ پاک بیبیاں تاتاریوں کے حملے کے وقت نامحرموں کی چیرہ دستیوں اور ظلم سے بچنے کے لئے روپوش ہو کر یہاں تشریف لائیں۔ انہوں نے دعا فرمائی کہ اے پروردگار عالم ہمیں نامحرموں کے ظلم سے بچا۔ بحکم رب قدیر اسی جگہ پردہ پوش ہو گئیں۔ ان پاک بیبیوں کی سیادت اور ولایت مسلم ہے جو کئی تواریخ سے ثابت ہے۔ یہ بھی ہے کہ اس دربار عالیہ سے بہت سے اولیاء نے فیض باطن حاصل کیا اور تاحال یہ فیض جاری ہے۔

کہتے ہیں کہ یہ حضرت سید احمد توختہ ترمذیؒ کی بیٹیاں تھیں ان پاک بیبیوں کے نام یہ تھے۔ بی بی حاجؒ۔ بی بی تاجؒ۔ بی بی حورؒ۔ بی بی نورؒ۔ بی بی گوہرؒ اور بی بی شہباز۔ ان بیبیوں کی خادمہ کا نام بی بی سلیما تھا۔ ان کو بی بی تنوری بھی کہتے تھے۔ یہ بی بی بھی ان کی فیض یافتہ تھیں۔ اور مزار احاطہ قبرستان میں ہے۔ لاہور میں بی بی پاکدامناں کے مزارات بہت مشہور ہیں۔ اور مرجع خلائق ہیں۔ صبح وشام زائرین بڑی تعداد میں حاضری دیتے ہیں۔ خواتین کی تعداد زائرین میں زیادہ ہوتی ہے۔ جمعرات کو خاص طور سے حاضری دینے والوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ ان پاک مزارات پر لوگوں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ ان پاک بیبیوں کی آمد۔ پردہ پوشی کی تاریخیں کہیں نہیں ملتیں البتہ مرادیں مانگنے والوں کی مرادیں ضرور پوری ہوتی ہیں۔ قبرستان بی بی پاکدامناں گڑھی شاہو کے عقب میں محلہ محمد نگر میں ریلوے ہیڈ کوارٹر کے قریب تھانہ سول لائنز کے سامنے واقع ہے۔

marfat.com

Marfat.com

حضرت سید شہاب الدین نہراؒ

آپ حضرت سید محمد شاہ موج دریا بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے۔ حضرت سید موج دریا بخاریؒ کی دوسری اہلیہ بی بی نورنگ تھیں۔ آپ غیر سید تھیں انہوں نے ساری عمر بٹالہ کے علاقے میں ہی گزاری۔ وہیں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئیں ۔ حضرت سید شہاب الدین نہراؒ انہیں کے بطن سے تھے۔ آپ کا شمار اس دور کے بلند مرتبہ اولیاء اور عارفان حق میں ہوتا تھا۔ آپ اپنے جلیل القدر والد محترم کی ولایت و کرامات کے وارث تھے ۔ طریقت اور شریعت دونوں میں بلند درجے رکھتے تھے۔ آپ نے ساری عمر رشدو ہدایت کی شمع جلائے رکھی ۔ آپ وجیہ بھی تھے اور علم کا ایک سمندر بھی تھے ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنا علم عطا فرمایا تھا۔ کہ آپ کے ساتھ کسی عالم کو بحث کی جرات نہیں ہوتی تھی ۔اسی لئے والد محترم نے آپ کو نہرا کا خطاب دیا تھا۔ نہرا کے معنی شیر کے ہیں۔

ایک اور روایت کے مطابق چونڈ کا حاکم سید شیر شاہ صرف اپنے خاندان کو ہی ہندوستان میں صحیح النسب سید سمجھتا تھا۔ اس نے ایک شیر پنجرے میں بند کر رکھا تھا۔ اس کے ساتھ ایک لوہے کا تنور بنا رکھا تھا۔ ایک زنجیر اور لکڑی کا تیر بھی بنا رکھا تھا۔ وہ کہتا تھا جو اپنے آپ کو سید کہتا ہے ۔ وہ آئے اور شیر کو پکڑ کر پنجرے سے باہر نکالے ۔ لکڑی کے تیر سے لوہے کی زنجیریں چھید کردے ۔ اور دہکتے تنور میں داخل ہو اور صحیح سالم باہر نکل آئے۔ سید شہاب الدین نہرا کو معلوم ہوا تو وہ چونڈ پہنچے۔ اور جاتے ہی شیر کے پنجرے کا دروازہ کھولا اور شیر کو کان سے پکڑ کر باہر نکالا۔ اور شیر سے کہا جا تو آج سے آزاد ہے وہ جنگل کی جانب بھاگ گیا ۔پھر لکڑی کا تیر اٹھایا ۔ کمان میں چڑھا کر زنجیر کو مارا اور چھید کردیا۔ سید شیر شاہ نے کہا کہ اب تنور میں بھی جاکر دکھاؤ۔ آپ نے فرمایا یہ کام تو میرا خادم بھی کرسکتا ہے خادم کا نام محمد شفیع لوہار تھا۔ آپ نے اسے حکم دیا ۔ اور اپنا رومال اسے دیا۔ محمد

marfat.com
Marfat.com

شفیع لوہے سے دہکتے تنور میں داخل ہوا اور اپنے مرشد کے کہنے پر یہ آیت پڑھی "یانا رکونی بردا" و سلاما داخل ہونے کے بعد صحیح سلامت کلمہ پڑھتا ہوا تنور سے باہر نکل آیا۔

آپ کی یہ کرامات دیکھ کر چونڈ کا حکم سید شیر شاہ شرمندہ ہوا اور حضرت سید شہاب الدین نہراؒ کے قدموں پر گر پڑا۔ آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور سارا مال و دولت اللہ کے راہ میں تقسیم کردیا۔ اور درویشانہ زندگی اختیار کی۔

آپ نے زندگی کا زیادہ حصہ بٹالہ کے علاقے میں والدہ کے پاس گزارا۔ مگر وفات لاہور میں پائی۔ بعض مورخین کے مطابق ۱۰۴۱ھ اور بعض کے مطابق ۱۰۴۷ھ میں آپ نے وصال فرمایا۔ وفات سے پہلے آپ نے اولاد کو وصیت فرمائی کہ ایک تو میری قبر کو پختہ نہ کرنا اور دوسرے اس کے اوپر گنبد نہ بنانا۔ چنانچہ آپ کی وصیت پر عمل کیا گیا۔ آج تک آپ کا مزار شریف بغیر گنبد کے ہے اور قبر ناپختہ ہے آپ کا مزار شریف لاہور میں باغبانپورہ کے محلہ بھوگی وال میں ہے۔ اور مرجع خاص وعام ہے۔

آپ کی اولاد بھی بٹالہ ' ڈیرہ اسمٰعیل خاں' اور لاہور میں آباد تھی۔ دینی اور دنیاوی حیثیت میں امتیازی حیثیت رکھتی تھی۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے پر یہ خاندان ہجرت کرکے پاکستان آگئے اور پنجاب کے مختلف اضلاع میں مقیم ہوگئے۔ کچھ راولپنڈی اور کچھ سرگودھا۔ جھنگ ' ملتان' فیصل آباد اور گوجرانوالہ میں آباد ہوئے۔

حضرت بی بی فاطمہ ثانیؒ المعروف حضرت بی بی کلاں

آپ حضرت سید میراں محمد شاہ موج دریا رحمتہ اللہ علیہ کی بڑی اہلیہ تھیں۔ سیدہ بی بی کلاں غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد سے

marfat.com
Marfat.com

تھیں۔ انتہائی پاکباز اور نیک سیرت تھیں۔ بڑی عبادت گزار اور متقی خاتون تھیں۔ اور صاحب ولایت تھیں حضرت میراں محمد شاہؒ کے بیٹے سید صفی الدینؒ اور چھوٹے بیٹے سید بہاء الدینؒ تھے دونوں متقی ' پرہیز گار اور صاحب ولایت تھے ۔ یہ دونوں بیٹے حضرت بی بی کلاںؒ کے بطن مبارک سے تھے۔

سیدہ بی بی کلاں ' صاحبہ باکرامت تھیں۔ ایک دن عصر کے وقت آپ نے اپنی چادر دھوئی مگر دھوپ اونچی ہوچکی تھی ۔ صرف صحن میں ایک بیری کے اوپر والی شاخوں پر دھوپ تھی مگر وہاں چادر ڈالنا ممکن نہ تھا ۔ آپ نے اس درخت سے مخاطب ہوکر کہا ۔ اے درخت اگر تو اپنی ٹہنیاں نیچے جھکا دے تو میں چادر اوپر ڈال دوں تاکہ دھوپ سے سوکھ جائے درخت کی ٹہنیاں نیچے جھک گئیں ۔ آپ نے چادر ان پر ڈالی تو وہ پھر اوپر چلی گئیں ۔ کافی دیر بعد حضرت سید موج دریا وہاں تشریف لائے ۔ تو دیکھا بیری کے اوپر چادر پڑی ہے۔ آپ نے فرمایا ۔ یہ چادر اتنی اونچی ٹہنیوں پر کیسے چلی گئی ہے۔ تم نے ضرور بیری کے اوپر چڑھ کر چادر وہاں ڈالی ہے۔ بی بی صاحبہ نے مسکرا کر کہا سید صاحب میں بیری پر کیسے چڑھ سکتی تھی۔ آپ نے کہا پھر یہ کیسے ہوا۔ سیدہ کلاں نے کہا میں نے درخت سے کہا تھا کہ ٹہنیاں نیچی کردو میں نے چادر ڈالنی ہے۔ تو وہ نیچے آگئیں میں نے چادر ڈال دی۔ آپ نے فرمایا اگر ایسا ہے تو پھر انہیں کہو نیچے آجائیں۔ آپ نے پھر درخت سے کہا ۔ چادر اب سوکھ گئی ہوگی ٹہنیاں نیچے کردو میں چادر اتار لوں۔ ٹہنیاں اسی طرح پھر نیچے آگئیں ۔ اور آپ نے چادر اتار لی یہ دیکھ کر سید موج دریا مسکرائے اور فرمایا یہ فیض تمہیں کیسے ملا ؟۔ بی بی صاحبہ نے فرمایا ۔ یہ فیض مجھے ورثے میں ملا ہے میں غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی کی نسل سے ہوں۔

بی بی فاطمہ ثانیؒ المعروف بی بی کلاں نے ۱۰۱۶ء ھ میں وفات پائی اور حضرت سید موج دریا بخاری کے مقبرے کے صحن میں دفن ہوئیں۔ مگر اب ۱۹۰۷ء بی بی صاحب کا مزار سید موج دریا کے مزار سے کچھ فاصلے پر موج دریا روڈ یعنی لیک روڈ کی ایک سڑک کی ایک تنگ سی گلی میں ہے ۔ مگر بہت سے لوگ وہاں حاضری دیتے

marfat.com
Marfat.com

ہیں ۔ مرجع خاص و عام ہے ۔ مزار مائی صاحبہ کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت فاطمہ ثانیؒ بی بی کلاں کے حالات میں کچھ تضادات پائے جاتے ہیں، کہیں انہیں حضرت شاہ جیون عبدالقادر ثالثؒ کی بیٹی لکھا ہوا ہے۔ کہیں انہیں سید اسمٰعیل گیلانیؒ کی بیٹی لکھا گیا ہے ۔ (واللہ عالم بالصواب)

سید اسمٰعیل گیلانیؒ

حضرت سید اسمٰعیل گیلانی رحمتہ اللہ کا والد کے نام سید عبداللہ ربانیؒ اوچوی تھا آپ اوچ شریف سے یہاں آئے تھے ۔ سید اسمٰعیلؒ اپنے والد کے ہی مرید اور خلیفہ تھے۔ اور انہیں سے ظاہری اور باطنی علوم حاصل کئے۔ آپ ولی تھے اور صاحب کرامت تھے۔ جب آپ کی کرامات کی شہرت دور دور تک پھیلی تو شہنشاہ اکبر نے آپ کو بڑے ادب و احترام سے لاہور بلایا۔ آپ یہاں تشریف لائے تو اکبر آپ کے دیدار سے مشرف ہوا اور علاقہ فیروز پور میں ایک ہزار بیگھہ زمین آپ کی نذر کی ۔ اکبر بادشاہ بزرگوں کا بڑا احترام کرتا تھا۔ اور فیض و برکت حاصل کرتا تھا۔

حضرت سید اسمٰعیل گیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے لاہور میں محلہ لکھی میں سکونت اختیار کی۔ آج کے اے جی آفس ۔ جنرل پوسٹ آفس، لیک روڈ، جین مندر، کسٹم ہاؤس، ہیلی کالج آف کامرس، یونیورسٹی گراؤنڈ، تک تمام علاقہ لکھی محلہ کا علاقہ کہلاتا تھا ۔ اس دور میں لاہور بہت بڑا کاروباری شہر بھی تھا ۔ یہاں کپڑے کے بڑے بڑے سوداگر تھے ۔ جن کا کاروبار بیرونی ملکوں میں بہت زیادہ تھا ۔ انہوں نے جب حضرت شاہ اسمٰعیلؒ کی کرامات کا ذکر سنا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔

marfat.com

Marfat.com

آپ نے اس انداز سے بیان توحید و رسالت فرمایا کہ ان پر بے خودی کی کیفیت طاری ہوگئی ۔ وہ تمام ہندو خاندان آپ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوگئے۔ آپ کے مرید بن گئے ۔ آپ کی شہرت دور دور تک پھیلی تو بہت سے دیگر ہندو خاندان بھی مسلمان ہوگئے بادشاہ اور امرائے سلطنت آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور فیض و برکات حاصل کرتے ۔ مگر آپ کی تمام تر توجہ ذات باری تعالیٰ کی جانب مرکوز رہتی آپ کی بیٹی بی بی کلاںؒ حضرت سید موج دریا کی اہلیہ محترمہ تھیں ۔ آپ کے تین بیٹے تھے ۔ حاجی بہاء الدین ' سید بدر الدین اور سید قطب دین تینوں صاحب ولایت تھے ۔ حضرت سید اسمٰعیل گیلانیؒ ۹۸۷ھ کو بہ عہد اکبر بادشاہ وفات پائی سن عیسوی ۱۵۸۷ء تھا۔ آپ کے والد محترم بھی اسی سال فوت ہوئے ۔ شاہ اسمٰعیل رحمتہ اللہ علیہ کا مزار ' مزار شریف احاطہ سید میراں محمد شاہؒ کے احاطہ میں تھا۔ سکھوں کے عہد میں بربادی ہوئی اس سے لکھی محلہ تباہ ہوگیا آپ کا مزار معدوم ہوگیا۔ مزار احاطہ میراں موج دریا کے متصل ہے۔

حاجی محمد عبداللہ گیلانیؒ

آپ سید اسماعیل گیلانیؒ کے بیٹے تھے ۔ عبادت و ریاضت کے علاوہ درس و تدریس میں آپ کی خدمات مثالی ہیں ۔ آپ کا پورا خاندان درس و تدریس ' عبادت اور سخاوت میں مشہور تھا۔ آپ کے دادا سید قاسم بن سید صوفی بن سید بدرالدین بن سید اسماعیل بن سید اللہ ربانی لاہوری ۔ یہ پورا خاندان عبادت اور سخاوت میں مشہور تھا۔ نواب زکریا خان ناظم لاہور اور اس کے امراء سید حاجی عبداللہ گیلانی کے معتقد اور مرید تھے۔

شجرۃ الانوار کے مطابق آپ نے ۱۱ ربیع الثانی ۱۱۴۱ھ کو مطابق ۵ نومبر ۱۷۲۸ء کو وفات پائی ۔ سید اسمٰعیل گیلانیؒ کے مزار کے سامنے دفن ہوئے ۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت سید احمد توختہ ترمذیؒ

آپ سادات کرام سے تھے۔ آپ ترکستان کے شہر ترمز میں رہتے تھے اب اس شہر کا نام خیوا ہے۔ اشارہ غیبی سے آپ وطن چھوڑ کر ہندوستان آگئے آپ مع اہل و عیال یہاں آئے۔ آپ کی بیٹیاں بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ جب آپ برصغیر میں کیچ مکران پہنچے تو اس وقت کیچ مکران پر قطب الدین محمد کی حکمرانی تھی۔ آپ نے وہاں قیام کیا تو مکران کا سلطان آپ کی نجابت اور شرافت سے بہت متاثر ہوا۔ سلطان نے اپنے بیٹے شاہزادہ بہاؤ الدین محمد کی شادی سید احمد توختہ رحمتہ اللہ علیہ کی بیٹی سیدہ بی بی حاج سے کردی۔ سلطان بھی حضرت شیخ ابوالحسن ہکاری قریشی رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد سے تھا۔

آپ وہاں سے لاہور آگئے اور گڑھی شاہو میں محلہ چلہ پاک بیبیاں میں رہائش اختیار کی۔ یہاں آپ کے ہزاروں مرید بن گئے اور ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ اسی اثنا میں آپ کے بھتیجے بھی لاہور آگئے۔ ان کا نام زید تھا۔ حضرت احمد توختہؒ نے اپنی دوسری صاحبزادی بی بی تاج کی شادی اپنے بھتیجے شاہ زید سے کردی۔ آپ نے ان کو ہندوستان کے علاقے سوانہ میں بھیج دیا۔ وہاں برہمنوں سے شاہ زیدؒ کی جنگ ہوئی۔ جنگ میں آپ کا سر تن سے جدا ہوگیا۔ مگر تین کوس تک بے سر کے ہی آپ نے شدید جنگ کی۔ اور فتح یاب ہوئے۔ آپ شہید ہوئے مگر فتح آپ کو ہی نصیب ہوئی۔

پیر فرح بخش صاحب تو کار قلندری توختہؒ لکھتے ہیں کہ۔ حضرت سید احمد توختہؒ حسینی سید تھے۔ آپ کو پیر روشن ضمیرؒ نے بلایا جب آپ گئے تو مرشد کے حجرے کا دروازہ بند تھا۔ پاس ادب کی خاطر آپ نے اپنے آنے کی اطلاع نہ کی۔ ساری رات دروازے پر کھڑے رہے جب صبح دروازہ کھلا تو مرشد پاک نے آپ کو کھڑا پایا تو فرمایا سید احمد توختہ' اسی دن سے نام کے ساتھ توختہ کا لفظ شامل ہوگیا۔

marfat.com

Marfat.com

توختہ کا مطلب کھڑے رہنے کے ہیں۔ یہ لقب مرشد سے آپ کو ملا تھا۔

آپ کی شرافت اور کرامت موروثی تھی ۔ خاندان جنیدیہ سے تھے خزینۃ الاصفیاء اور حدیقۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ بی بی حاج اور بی بی تاج تو بیاہی گئیں۔ مگر باقی صاحبزادیاں کنواری ہی رہیں ۔ ان کے نام تھے ۔ بی بی حور۔ بی بی نور۔ بی بی گوہر۔ اور بی بی شاہباز (ان کا مفصل ذکر بی بی پاکدامناں میں کیا گیا ہے۔)

حضرت سید احمد توختہؒ کی وفات ۶۰۲ھ بمطابق ۱۲۰۵ء ہوئی۔ آپ کا مزار لاہور میں محلّہ چلہ بیبیاں میں طویلہ حضرت غلام محی الدین میں ہے اور زیارت گاہ عام ہے۔

marfat.com
Marfat.com

قادریہ سلسلے کے بزرگ

حضرت شاہ فیروز قادریؒ

آپ سلسلہ قادریہ کے پہلے بزرگوں میں ہیں۔ جنہوں نے لاہور میں سکونت اختیار کی۔ آپ کے بزرگ بغداد سے سیرو سیاحت کرتے کرتے لاہور میں تشریف لائے۔ اسی شہر میں رہائش اختیار کی۔ آپ کے دادا شاہ عالم رحمتہ اللہ علیہ تھے حضرت شاہ فیروزؒ انہیں سے بیعت تھے۔ آپ کا سلسلہ خلافت حضرت غوث الاعظمؒ سے ملتا ہے۔ حضرت شاہ فیروز قادریؒ نے لاہور میں درس و تدریس میں بڑی شہرت پائی۔ طلباء کو فقہ' حدیث' اور تفسیر کا درس دیتے۔ عشاء کی نماز کے بعد آدھی رات تک مجلس جاری رہتی اور طالبان راہ حق کو رموز ظاہری اور باطنی سمجھاتے۔

تاریخ لاہور کے مصنف محمد لطیف جج صاحب نے آپ کے حالات میں لکھا ہے۔ کہ آپ غوث الاعظم حضرت عبدالقادر جیلانی کی اولاد سے تھے۔ حضرت شاہ فیروز جید عالم اور وقت کے مقتدر بزرگ تھے۔ دور دور تک آپ کا نام احترام سے لیا جاتا تھا۔ آپ وعظ و تبلیغ میں بڑی مشقت فرماتے۔ بہت سے غیر مسلم خاندان آپ کے وعظ سے متاثر ہوکر مسلمان ہوئے۔ آغاز میں آپ مرید کسی کو نہیں بناتے تھے مگر آخری عمر میں آپ نے بہت سے مرید بنائے۔ کچھ لوگوں کو خرقہ خلافت بھی عطا کیا جنہوں نے آپ کے تبلیغی مشن کو جاری رکھا۔

آپ نے ۹۳۷ھ میں وصال فرمایا اس وقت بابر ہندوستان کا حکمران تھا۔ آپ کے مرید شیخ عبداللہؒ آپ کے جانشین مقرر ہوئے۔ آپ کا مزار گوالمنڈی کے علاقے میں بتایا جاتا ہے۔ گنبد وغیرہ بوسیدہ ہوچکا ہے۔ جہاں آپ کا مزار ہے اسی

marfat.com
Marfat.com

محلے کا پرانا نام محلہ ڈنڈی گراں تھا۔ جو لوگ آباد تھے۔ خراد کا کام کرتے تھے کئی مؤرخوں نے باغ مہاسنگھ اور قلعہ گوجر سنگھ گوالمنڈی کے درمیانی علاقے میں مزار کی نشاندہی کی ہے۔ تکیہ ڈنڈی گراں دیال سنگھ کالج والی سڑک کے عقب میں بتایا جاتا ہے۔ مگر اب ان جگہوں کے نام بدل چکے ہیں۔

حضرت سید محمود حضوریؒ

آپ کے والد کا نام شمس للدین تھا۔ جو بعد میں شمس العارفین کے نام سے مشہور ہوئے آپ کو غوری اور موسوی بھی کہتے تھے۔ کیونکہ یہ غور کے رہنے والے تھے۔ اور حضرت امام موسیٰ کاظمؒ کی لولاد سے تھے۔ یہ بہت بڑے عالم اور صاحب ولایت تھے جب آپ نے وصال فرمایا۔ تو سید محمودؒ مسند وایت پر بیٹھے۔ آپ غور سے سیروسیاحت کے لئے لاہور تشریف لائے۔ شہر کے باہر اس دور کے محلہ حاجی سرائے میں قیام کیا۔ آپ کی بزرگی شہرت جلد ہی دور دور تک پھیل گئی۔ لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں جوق در جوق شامل ہونے لگے۔ آپ حضوری کے نام سے جو شہرت ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جو آپ سے بیعت کرتا۔ اسے خواب میں آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت ہوتی اس لئے آپ کا نام سید محمود حضوریؒ مشہور ہوا۔ آپ اپنے والد محترم حضرت شمس العارفینؒ سے بیعت تھے۔ آپ کا سلسلہ ارادت حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادرؒ جیلانی سے ملتا ہے۔ آپ کی وفات ۹۴۲ھ میں ہوئی۔ وصال شیر شاہ سوری کے آغاز حکومت سے چار سال قبل نصیر الدین ہمایوں کے دور میں ہوا۔ مزار لاہور سے جانے والی حضرت میاں میرؒ روڈ پر گڑھی شاہو کے علاقہ میں ہے۔ آپ کے پوتے جان محمد حضوریؒ نے مقبرہ تعمیر کرایا۔

marfat.com
Marfat.com

سید میر میراں گیلانیؒ

آپ کا پورا نام حضرت سید میر میراں مبارک حقانی گیلانی ہے بہت بڑے عالم اور مبلغ تھے۔ شرافت' سخاوت اور عبادت میں دور دور تک آپ کی شہرت تھی۔ آپ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ جو آپ کو ورثے میں ملی تھیں۔ خرقہ خلافت اپنے والد محترم سے ملا۔ آپ اوچ شریف سے لاہور آئے۔ بہت جلد خلق خدا کا ایک ہجوم آپ کے گرد جمع رہنے لگا۔ آپ نے یہاں کے لوگوں کی تعلیم و تربیت میں بہت محنت کی۔ بڑی محبت سے لوگوں کو راہ حق دکھاتے۔

آپ کی وفات ۹۸۶ھ میں ہوئی۔ اس وقت جلال الدین اکبر کا دور تھا۔ آپ کا مزار میانی صاحب میں ہے۔ پیر نظام الدین بودیاں والے آپ کی اولاد سے تھے قبرستان؛ میانی صاحب میں انہیں کے مزار کے احاطہ کے اندر چبوترے پر آپ کا مزار ہے۔

ابو اسحاق قادریؒ

شیخ ابو اسحاق قادری رحمتہ اللہ علیہ۔ صاحب ولایت تھے۔ آپ سے بے اختیار کرامات سرزد ہوتی تھیں۔ آپ کرامت و ریاضت۔ سخاوت و عبادت میں بہت مشہور تھے۔ آپ کو شاہ ابو المعالیؒ سے بے حد محبت تھی۔ دونوں اکٹھے عبادت میں مشغول رہتے۔ آپ دونوں اکٹھے اوچ شریف سے لاہور تشریف لائے تھے۔ محلہ مغلاں میں سکونت اختیار کی۔ بعد میں اس محلے کا نام محلہ پیر عزیز مشہور ہوا۔ آپ کے بہت سے عقید تمند تھے۔ آپ طالب علموں کو ظاہری اور باطنی علوم کا درس دیتے۔ آپ کی وفات ۵ محرم ۹۸۵ھ کو ہوئی۔ آپ کا مزار مزنگ کے مشرق میں ہے۔ مزار پر گنبد نیلے رنگ کا ہے۔ جو بعد میں خستہ حال ہو گیا گنبد کے اندر سورہ یٰسین لکھی ہے۔ احاطہ میں دوسرے مزار آپ کے صاحبزادوں کے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

سید کامل شاہ قادریؒ

آپ بخاری سید تھے۔ کامل ولی تھے ۔ عوام میں بے حد مقبول تھے۔ لوگ آپ سے بے حد عقیدت رکھتے تھے۔ آپ سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے ۔ بعد میں حضرت شیخ اللہ داد مداریؒ بخارا سے آئے ۔ لاہور کے نزدیک بمقام بابو سابو رہائش اختیار کی ۔ علاقے کے بہت سے لوگ آپ کے مرید ہوئے اور فیض پایا۔ عبدالرحیم شاہی سپردار آپ کا مرید تھا۔ اس نے آپ کے مزار پر گنبد بنانے کی خواہش کی تو آپ نے خواب میں اسے روک دیا ۔ اور کہا کہ میری قبر کچی رہنے دو۔ آپ کی وفات ۱۰۰۵ھ میں ہوئی اور بابو سابو میں ہی مزار ہے۔

سید عبدالقادر گیلانیؒ لاہوری

آپ بغداد سے سیرو سیاحت کے لئے نکلے ۔ جب لاہور پہنچے تو اس محبت والے شہر نے آپ کو بہت متاثر کیا۔ ہمیشہ کے لئے اسی شہر کے ہو کر رہ گئے ۔ لاہور صاحب دل لوگوں کا شہر ہے ۔ اس داتا کی نگری میں اتنی کشش ہے۔ کہ جو آتا ہے اس شہر کی محبت میں سب کچھ بھول جاتا ہے ۔ اور پھر اسی شہر کا ہو کر رہ جاتا ہے۔ جس کو یہ شہر گلے لگاتا ہے۔ یہاں کے لوگ بھی اسے سینے سے لگاتے ہیں اور سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں ۔ جب حضرت سید عبدالقادر گیلانی یہاں آئے تو لوگ بڑی تعداد میں آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے ۔ آپ بھی بڑے روشن ضمیر بزرگ تھے ۔ درویشی کی اعلیٰ منزل پر فائز تھے ۔ ظاہری اور باطنی انوار کا پیکر تھے ۔ اسی لئے لاہور کے لوگ آپ کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔

آپ اپنے والد محترم کے مرید تھے اور انہی سے باطنی فیض حاصل کیا۔ آپ غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادرؒ جیلانی کے خانوادہ سے تھے ۔ آپ نے علاقے

marfat.com
Marfat.com

قصبہ مزنگ میں قیام فرمایا ۔ مزنگ اس وقت لاہور کا ایک نواحی گاؤں تھا ۔ آپ شہنشاہ اکبر کے دور میں لاہور تشریف لائے ۔ یہ شہر اس وقت بھی شہرت کی بلندیوں پر تھا۔ آپ کی بزرگی کی شہرت سن کر لاہور کے رئیس میر کفایت خاں نے اپنی بیٹی آپ کے نکاح میں دے دی۔ ان سے آپ کے تین بیٹے پیدا ہوئے ۔ تینوں بزرگی میں کمال تھے ۔ چھوٹے بیٹے کا نام غیاث الدین تھا جو بعد میں دولت شاہ کے نام سے مشہور ہوئے۔

حدیقہ اولالیاء میں لکھا ہے ۔ سید عبدالقادر گیلانیؒ کے والد سید جلال الدین بغدادیؒ تھے ۔ آپ کے بیٹوں کے نام سید حاجی ۔ سید سلطان اکبر اور سید غیاث الدین تھا۔ آپ کی اولاد سے سید حاجیؒ کی چوتھی پشت سے سید سوار شاہ ۔ حضرت سید طاہر بندگیؒ کے سجادہ نشین تھے۔ حضرت سید عبدالقادر گیلانی لاہوری کا وصال ۱۸ ربیع الاول ۹۴۲ھ کو ہوا۔ سن عیسوی ۱۵۳۵ ء تھا آپ کا مزار مزنگ کے علاقے سے مشرق کی جانب ہے۔

سید عبدالحکیم گیلانیؒ

سید عبدالحکیم گیلانیؒ سلسلہ قادریہ سے تعلق رکھتے تھے۔ غوث الاعظم حضرت سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان سے تھے۔ شریعت کی سختی سے پابندی کرتے ۔ علم ظاہری اور باطنی میں کامل بزرگ تھے ۔ آپ کے اجداد مبارک شاہ کے عہد میں ایران سے ہندوستان آئے۔ آپ کے خاندان کے سید یعقوبؒ ۸۴۳ھ میں ہندوستان آئے اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ اسی خاندان کے ایک بزرگ سید نجم الدین ۹۳۴ھ میں بابر شاہ کے عہد میں دہلی آئے۔ اور شاہی ملازمت اختیار کی انہیں کے بیٹے سید نظام الدین لاہور آئے ۔ اور یہاں مستقل رہائش اختیار کی ۔ ان کے تین بیٹے تھے۔ سید بایزید ان کا ایک صاحب زادہ تھا۔ ان کے تین بیٹے تھے ۔ سید عبداللہ ۔ سید امنہ داداؒ اور سید عبدالحکیم ۔ تینوں

marfat.com
Marfat.com

علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ تھے۔ مگر خرقہ سید عبداللہ قادری کو ملا سید عبدالحکیمؒ نے انہیں سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اور لوگوں کو دین کا راستہ دکھانے کا عمل جاری کیا۔ بہت سے لوگ آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے آپ بڑے متحمل مزاج اور پردہ پوش بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ قصبہ سوریاں میں ایک مرید کے ہاں گئے۔ مرید بہت خوش ہوا۔ اور خاطر و مدارت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ آخری دن مرید سے ایک غلطی ہوگئی۔ اس نے چاولوں پر چینی کے بجائے غلطی سے نمک ڈال دیا۔ آپ کے آگے چاول رکھے تو آپ بڑے اطمینان سے چاول کھا گئے۔ تھوڑے چاول بچے آپ نے فرمایا۔ یہ تبرک کے طور پر حاضرین میں بانٹ دو۔ جب لوگوں نے چاول کھائے تو غلطی کا احساس ہوا آپ سے ہاتھ جوڑ کر مرید نے معافی مانگی۔ مگر آپ نے فرمایا بھئی میں نے تو چینی والے چاول کھائے ہیں نمک کی مجھے خبر نہیں۔ معافی کس بات کی۔

سید عبدالحکیمؒ ۱۰۴۱ھ بعہد جہانگیر پیدا ہوئے۔ ۷۷ سال کی عمر میں ۱۱۰۸ھ میں وفات پائی۔ مزار لاہور گورنر ہاؤس سے آگے میاں میر کو جانے والی سڑک پر تھا۔ مگر انقلابات زمانہ کی اکھاڑ پچھاڑ سے مزار کا اب شاید ہی نشان باقی ہو۔ دمگر انقلابات و زمانہ کی اکھاڑ پچھاڑ سے مزار کا اب شاید ہی نشان باقی ہو۔

سید عبدالقادر شاہ گداؒ

آپ بچپن سے آخری عمر تک عبادت' ریاضت اور مجاہدہ میں مصروف رہے۔ آپ بڑے شہزور تھے۔ اور شکار کا شوق تھا۔ ایک دن آپ شکار کے لئے جنگل میں گئے۔ تو سامنے سے ایک شیر اچانک آپ پر حملہ آور ہوا۔ آپ نے شیر کے دونوں پنجے اپنے آہنی ہاتھوں میں تھام لئے۔ شیر ہل نہ سکا۔ آپ نے اس کے پنجے مروڑ کر زور سے جھٹکا دیا تو وہ دور جا پڑا۔ اور اٹھ کر بھاگ گیا۔ آپ دریائے راوی کے کنارے ایک قبرستان میں رات بھر عبادت کرتے۔ روزہ سے رہتے اور

marfat.com

Marfat.com

جو کے چند دانوں سے روزہ افطار کرتے۔ آپ کا کھانا صرف دو لقمے ہوتا۔

آپ نے علم طب شاہ غلام رسول زنجانی سے حاصل کیا۔ رات دن مریضوں کے علاج معالجے میں گزار دیتے۔ باطنی فیض حضرت سید عبداللہ مکیؒ سے حاصل کیا۔ جب وہ مکہ چلے گئے تو سید عبدالرحمن اور سید علاء الدین ڈھل ' محلہ والوں سے روحانی فیض حاصل کیا۔ سید علاء الدین حسینیؒ صاحب ولایت بزرگ تھے۔ عالم باعمل اور شیخ کامل تھے۔ حدیث اور تفسیر کا علم سید اسماعیل گیلانی بن سید قاسمؒ سے حاصل کیا۔ آپ نے قادری سلسلہ کا خرقہ اپنے والد حضرت شیخ سید عمرؒ سے حاصل کیا۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ ان میں کشف الاسرار خورد ' اور کشف الاسرار بزرگ زیادہ مشہور ہیں۔

آپ کے ہمعصر بزرگوں میں۔ محمد یار مجذوب حضرت بلاقیؒ اور محمد خان جیسے بزرگ آپ کی مجالس میں شرکت کرتے۔ آپ جمعہ کے مبارک دن ۹۰۳ھ کو پیدا ہوئے اور ۹۸۲ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار لاہور میں ہی ہے۔ مگر مزار کے مقام کے ضمن میں تاریخ میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ آپ کے چار بیٹے تھے۔ سید محمد یوسف شہید۔ سید محمد غوث۔ سید اصغر علی۔ اور سید ابو صالح تھے ان میں سید اصغر علی بزرگوں پر مشہور کتاب شجرۃ الانوار کے مؤلف تھے۔

عبدالرزاق شاہ چراغؒ

آپ کا سلسلہ نسب حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ سے ملتا ہے آپ کے والد سید عبدالوہابؒ تھے آپ اپنے والد کے ہی مرید تھے اور انہیں سے ہی ظاہری اور باطنی علوم کی تکمیل کی۔ حضرت عبدالرزاق شاہ چراغ اپنے والد کے ہی خلیفہ تھے ۔ شرافت ' نجابت۔ آپ کا خاندانی ورثہ تھا۔ سید عبدالرزاق کی ولادت کے وقت ان کے دادا سید عبدالقادر ثالثؒ زندہ تھے۔ انہوں نے فرمایا ہمارے گھر میں چراغ پیدا ہو گیا ہے۔ جس سے ہمارے خاندان کا نام روشن ہو جائے گا۔ اسی دن سے

marfat.com
Marfat.com

آپ کا نام شاہ چراغ ہو گیا۔

شاہجہان بادشاہ آپ کا گہرا عقیدتمند تھا۔ وہ حضرت شاہ چراغ کے سات بیٹوں میں سے کسی کو اپنا داماد بنانا چاہتا تھا۔ مگر آپ نے رشتہ قبول نہ فرمایا۔ آپ نے فرمایا فقیر اور بادشاہ کا کوئی جوڑ نہیں ہوتا۔ جب آپ نے وفات پائی تو شاہجہان نے آپ کا خوبصورت مقبرہ تعمیر کرایا۔ حضرت شاہ چراغؒ نے ۲۲ ذوالقعد ۱۰۶۸ھ میں وفات پائی۔ آپ کے والد اور دادا کی قبروں کے پاس آپ کا جسد خاکی دفن کیا گیا۔ مزار پر بلند گنبد ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد اوچ شریف سے آکر۔ یہاں آباد ہوئے تھے مزار، حضرت سید موج دریاؒ کے مقبرے کے قرب و جوار میں ہے۔ موجودہ مزار عالمگیر نے دوبارہ تعمیر کرایا تھا۔ آپ کے سات بیٹے تھے۔ مگر ان میں سید مصطفےٰ صاحب کرامت بزرگ تھے۔

سید سرور دین حضوریؒ

آپ بلند مقام کے ولی تھے۔ صاحب کرامت تھے۔ آپ کے والد سید جان محمد حضوریؒ تھے انہیں سے آپ بیعت تھے۔ انہیں سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ سید محمود حضوریؒ سے لے کر چار پشت تک سرور کونین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت کرانے کی کرامت اس خاندان میں رہی۔ اس پاکیزہ خاندان کی وساطت سے سینکڑوں اہل دل حضور پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ کی وفات ۲۱ شوال بروز جمعہ ۱۱۰۰ھ بمطابق ۲۹ جولائی ۱۶۸۹ء کو ہوئی۔ آپ کا مزار گڑھی شاہو میں ہے۔

شیخ محمد سلطان مرگ بنیؒ

مرگ بنی یعنی چشم آہو۔ آپ کی آنکھیں بہت خوبصورت تھیں۔ شیخ سلطانؒ

marfat.com
Marfat.com

حضرت شیخ سعدی شاہؒ کے مرید تھے۔ مرشد نے آپ کی خوبصورت آنکھوں کے حوالے سے آپ کو مرگ نینی کا خطاب دیا تھا۔ شیخ سعدی شیخ عاقل شاہ کے مرید تھے اور شیخ عاقل شاہ ملا شاہ کے مرید تھے بتدریج ان کا سلسلہ اسی طرح تھا۔ ملا شاہؒ کے مرشد خادم علی شاہ۔ ان کے مرشد سلیمان شاہ ان کے مرشد غلام نور جمال دہلوی ان کے مرشد شیخ محمد شفیع سدھوری ان کے مرشد شیخ محمد حیات۔ وہ مرید تھے پیر قیس علی شاہ گیلانی کے یہ تمام قادری سلسلے کے بزرگ ہیں۔

شیخ محمد سلطان اپنے مرشد سے فیض حاصل کرنے کے بعد درجہ کمال کو پہنچے مجذوبوں کی محفل میں بیٹھتے تو سالک معلوم ہوتے اور سالکوں میں بیٹھتے تو مجذوب دکھائی دیتے۔ آپ پر اکثر حالت سکر طاری رہتی۔ ہروقت جذب و مستی اور عشق و محبت میں ڈوبے رہتے۔ آپ نے ۹ شوال ۱۱۵۸ھ بمطابق ۲۲ اکتوبر ۱۷۴۵ء کو وفات پائی مزار لاہور میں ہے۔ جسے لاہور کے صوبیدار شاہ نواز خان نے تعمیر کرایا۔ مزار کی نشاندہی نہیں ہوسکی۔ بہت سے بزرگوں کے مزارات کے نشان حوادث زمانہ نے مٹا دیئے ہیں۔

مصاحب خاں خردؒ

آپ سید سردار شاہ کے خلیفہ تھے۔ عالم باعمل تھے۔ زہدو تقویٰ میں آپ کا جواب نہیں تھا۔ اپنے پیرو مرشد کے چھ سال بعد ہدایت خلق کی خدمت انجام دیتے رہے۔ آپ نے پانچ سو افراد کو حفظ قرآن کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ بتوفیق الہی یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ آپ نے اس دور ابتری میں خدمت خلق کی شمع روشن رکھی۔ جب لاہور پر بھنگی سرداروں کی حکمرانی تھی۔ ان بھنگی سرداروں کو جو سکھ تھے حکومت احمد شاہ ابدالی نے عطا کی تھی۔ اس وقت عجائب گھر، پنجاب یونیورسٹی اور کارپوریشن کے دفاتر کے سامنے والے چوک میں بھنگیوں کی مشہور توپ رکھی ہوئی ہے۔ دہلی پر اس وقت مغلوں کا پندرھواں بادشاہ، شاہ عالم جلال

marfat.com

Marfat.com

الدین حکمران تھا۔ مصاحب خان خرد ۱۱۹۰ھ میں فوت ہوئے عیسوی سن ۱۷۷۶ء تھا مزار لاہور کے قریب موضع باکوال میں ہے۔

شیخ محمد عظیم قادریؒ

آپ سید شاہ مقیم، حضرت محکم الدین حجرہ والوں کی اولاد سے تھے۔ حجرہ شاہ مقیمؒ پاکستان ہی نہیں پورے برصغیر میں مشہور مقام ہے۔ یہ بزرگ ایسے دور میں فروغ دین اور شمع راہ مستقیم بنے رہے۔ جب لاہور میں ہر طرف ابتری کا دور دورہ تھا۔ کبھی افغانستان سے باد سموم چلتی اور لاہور کو تاخت و تاراج کرتی۔ کبھی سکھ اٹھتے اور لاہور کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتے۔ ان یلغاروں کے طوفان کا فائدہ انگریزوں نے اٹھایا۔ اور اس علاقے کے بیوقوف حکمرانوں کو اپنی عیاری۔ مکاری۔ اور ذہانت کا نشانہ بنایا۔

شیخ محمد عظیم قادریؒ جامع صفات بزرگ تھے۔ راوی کے کنارے موضع کوٹ بیگم میں آپ کا قیام تھا۔ طالبان حق جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض حاصل کرتے۔ کابلی افغانوں کی بار بار یلغار سے لاہور کے لوگ نقل مکانی کرنے لگے۔ تو کوٹ بیگم کے ارد گرد کے گاؤں کے لوگ حضرت شیخ محمد عظیمؒ کے پاس آئے اور آپ کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ کہ افغانوں کی غارتگری کے باعث لوگ گھر بار چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں۔ ہمارے لئے آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی کوٹ بیگم میں آجائے گا محفوظ رہے گا۔ دیہاتوں کے تمام لوگ یہاں آکر جمع ہو گئے افغانی لاہور اور ارد گرد کے دیہاتوں میں لوٹ مار کرتے رہے مگر کوٹ بیگم بالکل محفوظ رہا۔

اسی سال احمد شاہ ابدالی نے پنجاب پر آٹھواں حملہ کیا۔ لاہور کے بھنگی سردار لاہور چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مگر احمد شاہ ابدالی کو یہاں قابل اعتماد اور انتظامات سنبھالنے والا کوئی مضبوط آدمی نہ ملا اس نے پھر سردار لہنا سنگھ کو بلا کر لاہور کا قبضہ

marfat.com

Marfat.com

دے دیا اور خود واپس لوٹ گیا اور چھ سال بعد وہیں مرگیا۔ بھنگیوں نے تیس سال تک اطمینان سے لاہور پر حکمرانی کی۔ بعد میں احمد شاہ ابدالی کے پوتے شاہ زمان بن تیمور خان نے حملہ کیا۔ اس کے بعد بھنگی سرداروں کی حکمرانی ختم ہو گئی۔ وہ تو واپس چلا گیا۔ مگر انگریز موقع سے فائدہ اٹھاتے رہے یہ واقعہ ۱۷۹۷ء کا ہے۔

مگر شیخ محمد عظیم قادریؒ ۱۱۸۷ھ۔ ۱۷۶۷ء میں وفات پاچکے تھے۔ آپ کا مزار کوٹ بیگم میں ہی ہے۔

حضرت شاہ سردار قادریؒ

حضرت شاہ سردار قادریؒ حضرت مصاحب خاں کلاں کے مرید تھے۔ انہوں نے حضرت شاہ میر سجادہ نشین حجرہ شاہ مقیم سے خلافت پائی تھی۔ حضرت شاہ سردارؒ علوم ظاہری اور باطنی میں درجہ کمال پر تھے۔ تفسیر و حدیث میں مکمل دسترس رکھتے تھے۔ آپ انتہائی پر تاثیر وعظ فرماتے۔ آپ کا قیام موضع بالکوال میں تھا۔ انہوں نے اپنے مرشد کے حکم سے وہاں رہائش اختیار کی علم اور معرفت کا سلسلہ جاری کیا (بالکوال اب شاہدرہ ' نارووال ریلوے لائن پر دوسرا اسٹیشن ہے) جب احمد شاہ ابدالی نے پنجاب پر یلغاروں کا سلسلہ جاری کیا تو گرد و نواح کے دیہاتوں کے لوگ آپ کے پاس دعائے حفظ و امان کے لئے آئے آپ نے اپنی چادر اتار کر انہیں دی اور فرمایا۔ اپنے اپنے گاؤں کے گرد اس چادر کو پھیرو انشاء اللہ محفوظ رہو گے ایسا ہی ہوا۔ اور وہ دیہات غارتگری سے محفوظ رہے۔ اس وقت ریلوے تو نہ تھی لوگ پیدل یا گھوڑوں وغیرہ پر سفر کرتے تھے حضرت شاہ سردار قادری کی وفات ۱۱۸۴ھ بمطابق ۱۷۷۰ء میں ہوئی۔ مزار بالکوال میں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

شیخ جان محمد قادریؒ

شیخ جان محمد قادری حضرت مصاحب خاں خرد لاہوری کے خلیفہ تھے۔ شیخ جان محمدؒ اپنے مرشد پاک کی وفات کے بعد ان کے بابکوال میں ہی سجادہ نشین ہوئے۔ اور وہیں شمع رشدو ہدایت جلائے رکھی۔ جب مغلیہ سلطنت کمزور ہو گئی اور کوئی دبدبے والا حکمران نہ رہا تو چوروں اور ڈاکوؤں نے سر اٹھایا اور ہر طرف لوٹ مار رہزنی اور ظلم و تشدد کلبازار گرم کردیا۔ لوگ پریشان ہو کر حضرت جان محمد قادری کے پاس آئے اور فریاد کی کہ چوروں او رڈاکوؤں نے جینا حرام کردیا ہے۔ آپ نے انہیں اپنا عصا دیا اور کہا کہ اپنے اپنے گاؤں کے گرد اس عصا سے لکیر کھینچ دو انشاء اللہ گاؤں کے اندر کوئی چور داخل نہیں ہو گا۔ ایسا ہی ہوا لوگ محفوظ ہو گئے۔ آپ صاحب کرامت بزرگ تھے بے اختیار کرامت سرزد ہو جاتی تھی آپ کا وصال ۱۲۰۶ھ بمطابق ۱۷۹۲ء کو ہوا۔ مزار بابکوال میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

سید علی شاہ قادریؒ

آپ کا شجرہ طریقت حضرت غوث الاعظمؒ تک پہنچتا ہے۔ سید علی شاہ گیلانی حیدر آباد دکن (بھارت) کے شہر احمد آباد سے لاہور آئے۔ آپ ۱۲۱۷ھ میں جب لاہور آئے تو یہاں رنجیت سنگھ کی حکومت تھی۔ آپ نے دریائے راوی کے کنارے جنگل میں قیام کیا۔ بہت مختصر سی جگہ پر رہائش اختیار کی۔ لوگ جوق در جوق آپ کے پاس آنے لگے۔ بہت سے لوگوں کو آپ نے ہدایات یافتہ بنایا۔

ایک مرتبہ دریا میں طغیانی آئی۔ پانی دریا کے کناروں سے نکل کر لاہور کی فصیل سے آٹکرایا۔ آپ جس جگہ جنگل میں رہتے تھے۔ تمام پانی میں گھر گئی۔ اور خانقاہ کی عمارت بھی منہدم ہو گئی۔ رنجیت سنگھ باہوش حکمران تھا۔ اسے قریباً

marfat.com
Marfat.com

ہر آنے جانے والا کا علم ہوتا تھا۔ اس نے سید علی شاہ قادریؒ کے لئے کشتی بھیجی۔ آپ شہر میں محفوظ مقام پر آجائیں۔ مگر آپ نے کشتی کی سہولت قبول نہ فرمائی۔ اور کہا۔ خدا حافظ وناصر ہے۔ میں نے اسی مالک کل سے دعا کی ہے۔ کہ دریا کا پانی سوائے موسم برسات کے پانی کے یہاں نہ آئے۔ اس نے میری دعا قبول فرمائی ہے۔ بعد میں اسی طرح ہوا۔ دریا نے اپنا رخ موڑ لیا۔ اور یہاں سے دور چلا گیا۔ البتہ بارشیں زیادہ ہوتیں۔ تو برسات کا پانی کبھی کبھی خانقاہ تک پہنچ جاتا۔ آپ کے حلقہ ارادت میں بہت سے لوگ شامل تھے۔

آپ کی وفات ۱۲۲۷ھ بمطابق ۱۸۱۲ء میں ہوئی۔ آپ کا مزار لاہور میں **جھنگی** چراغ شاہ میں ہے۔ یہی چراغ شاہ آپ کے مرید اور سجادہ نشین تھے۔

حضرت شادی شاہ قادریؒ

آپ ضلع گجرات کے گاؤں لکھووال کے رہنے والے تھے تارک دنیا تھے۔ فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ بلند اخلاق بزرگ تھے۔ آپ لکھووال سے لاہور حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دینے آئے۔ یہاں چلہ کشی کرنا چاہتے تھے۔ اسی دوران کشف کے ذریعے انہیں حکم ہوا۔ کہ آپ لاہور میں قیام رکھیں۔ آپ نے لاہور میں مستقل رہائش اختیار کی۔ لاہور کے بہت سے لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے۔ آپ نے ۱۲۲۱ھ بمطابق ۱۸۰۶ء میں رحلت پائی۔

سید سردار شاہ کابلیؒ

آپ کابل کے رہنے والے تھے۔ وہیں پیدا ہوئے۔ وہیں پرورش پائی جوان ہوئے تو والدین نے شادی کے دن مقرر کردیئے۔ شادی میں دو دن رہتے تھے۔ کہ

marfat.com

Marfat.com

آپ گھر چھوڑ کر پشاور چلے آئے۔ مرشد کی تلاش تھی۔ مگر وہاں مطمئن نہ ہوئے ۔ لاہور آ گئے۔ اور یہاں سے باکوال میں آئے اور شیخ جان محمد قادری سے بیعت کی علوم ظاہری اور باطنی کے حصول کے بعد خرقہ خلافت حاصل کیا۔ بعد میں صدر الدین مقیمؒ کے ہاں پہنچ گئے اور روحانی فیض حاصل کیا۔ زیادہ تر عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے ۔ رزق حلال کما کر کھاتے۔ شاہدرہ سے گندم پسا کر لاہور لے آتے اور آٹا بیچ کر جو پیسے ملتے ۔ جو اپنے خرچ سے زائد ہوتا ۔ وہ خانقاہ کے درویشوں اور طالب علموں میں تقسیم کر دیتے ۔ آج کی کمائی کل کے لئے کبھی نہ بچا کر رکھتے ۔ اکثر قیام شاہدرہ میں رہتا۔

ایک مرتبہ حجرہ شاہ مقیم والے حضرت صدر الدین مقیم کے بیٹے حضرت قطب الدین تشریف لائے حضرت قطب الدین نے دوران گفتگو فرمایا کہ اس مرتبہ ہم شاہدرہ میں خربوزوں کے موسم میں نہیں آئے ۔ شاہدرہ کے خربوزے بہت میٹھے اور لذیذ ہوتے ہیں اچھا آئندہ موسم میں آئیں گے ۔ سید سردار شاہ اٹھے اور اپنے حجرے سے دو خربوزے لکڑی کی ٹرے میں رکھ کر لے آئے ۔ انتہائی خوبصورت ' خوشبو دور سے ہی آتی تھی ۔ تراش کر دونوں بزرگوں نے کھائے اور حاضرین میں بھی ایک ایک پھانک تقسیم کی ۔ سب نے کہا ایسے خربوزے یہاں تو نہیں ہوتے۔ حضرت قطب دین نے فرمایا۔ خوش نصیب ہو جنت کا میوہ کھا رہے ہو۔ موسم یا وقت بالکل خربوزوں کا نہیں تھا۔ شاہ سردار نے فرمایا۔ فقیر کے پاس ہر چیز ہوتی ہے۔ آپ ریاضت ۔ عبادت۔ شرافت اور سخاوت میں لاثانی تھے ۔ صاحب کرامت تھے بے اختیار آپ سے کرامات سرزد ہو جاتیں۔ آپ نے ۱۲۲۵ھ بمطابق ۱۸۱۰ء میں وفات پائی۔ مزار باکوال میں ہے۔

شیخ فضل نور نوریؒ

آپ مشہور بزرگ سید جلال شاہ گیلانیؒ کے خلیفہ تھے ۔ خلافت میں آپ کو

marfat.com
Marfat.com

اولیت کی عظمت حاصل ہے۔ شیخ فضل نور حضرت ہجویری داتا گنج بخش کی جامع مسجد کے مؤذن تھے ۔ آپ سرحد کے مشہور شہر مودان کے قریب ایک گاؤں بغداوہ میں پیدا ہوئے ۔ آپ کے والد کا نام لال بیگ اور والدہ کا نام فاطمہ تھا۔ آپ جب پیدا ہوئے تو چہرے پر فضل ربی کا نور چمک رہا تھا۔ اسی لئے والدین نے آپ کا نام فضل نور رکھا۔ بچپن سے نیکی کی طرف راغب تھے۔ والدین کے خدمتگار تھے ۔ جوان ہوئے تو فوج میں بھرتی ہوگئے ۔ اور چھ سال برما میں فوجی خدمات انجام دیتے رہے ۔ ساتویں سال نوکری چھوڑ کر راہ حق کی تلاش میں نکلے ۔ سیرو سیاحت کے دوران بہت سے بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر مطمئن نہ ہوئے ۔ آخر داتا کی نگری لاہور میں آگئے شہر میں داخل ہوتے ہی تسکین روح محسوس ہوئی ۔ سید جلال الدین گیلانیؒ سے بیعت ہوئے اور علوم باطنی سے سرفراز ہوئے ۔ مرشد کے حکم سے آستانہ عالیہ دربار داتا کی خدمت پر مامور ہوئے ۔ سب سے پہلے مؤذن کی حیثیت سے خدمت انجام دی ہر نماز کے بعد روضہ پر حاضری دے کر پھر کوئی اور کام کرتے ۔ کوئیں سے خود پانی نکال کر نمازیوں کو وضو کراتے ۔ زائرین کی خدمت بڑے خلوص سے کرتے ۔ عین جوانی میں یہاں آئے اور قریباً" پچپن سال دربار عالیہ کی خدمتگاری پر مامور رہے۔

آخری عمر میں اخلاق محمدیؐ کا مجسم نمونہ بن چکے تھے ۔ سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تھے تمام عمر عبادت و ریاضت میں گزاری۔ شادی نہیں کی ۔ دنیا کی عیش و عشرت کو چھوڑ کر مسکینی اختیار کی ۔ تمام عمر دربار داتا گنج بخش میں ہی گزار دی۔ تنہائی پسند تھے۔ ایک شخص کے ہاں لڑکیاں ہی پیدا ہوتیں ۔ اولاد نرینہ کے لئے وہ بہت پریشان تھا۔ کسی کے کہنے پر بابا جی سے دعا کی درخواست کی ۔ آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے انہیں چاند سا بیٹا عطا کیا۔

وہ لاہور کے امیر لوگوں میں سے تھا۔ بابا فضل نور کے کہنے پر اس نے آپ کے مرشد سید جلال الدین" گیلانی اور ان کے بزرگوں کے مزارات پر عالیشان گنبد بنوائے۔

marfat.com
Marfat.com

آپ کا وصال جمعرات کو ہوا۔ آپ کے مرید سید معصوم شاہؒ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز جنازہ میں ہزاروں لوگ شریک ہوئے۔ ۱۳۵۲ھ کو وصال ہوا مزار دربار داتا کے عقب میں ہے۔ خشک سالی کا دور تھا۔ آپ کے وصال پر پانچ دن مسلسل بارش ہوتی رہی۔

سید قطب الدینؒ لاہوری

آپ قطب الاسلام سید صدر الدین رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند تھے۔ سید قطب الدین عالم باعمل تھے۔ سخاوت میں بے مثل تھے۔ وقت کے قطب اور صاحب ولایت بزرگوں میں ممتاز تھے۔ آپ ہر وقت جذب و مستی میں غرق رہتے۔ دنیا اور اہل دنیا کی آپ کی نظر میں کوئی قدر نہ تھی۔ آپ کے دادا سید عبدالرزاقؒ بیمار ہوئے۔ تو ان کے بیٹے سید صدر الدین نے منت مانی کہ میں اپنے والد پر اپنے بیٹے قطب کو صدقے کردوں گا۔ سید قطب الدین اس وقت چودہ برس کے تھے۔ باپ کی اس منت پر آپ اٹھے اور بیمار دادا کی چارپائی کے گرد سات بار طواف کیا۔ اور دادا کی دستار اپنے سر پر رکھ لی۔ بیمار بزرگ سید عبدالرزاقؒ نے اپنے بیٹے صدرالدین سے فرمایا۔ صدر الدین تمہیں پشیمان ہونا چاہیے۔ کہ باپ پر اپنی قربانی کی بجائے بیٹے کو قربان کرتا ہے۔ میرا پوتا سید قطب الدین میرا جانشین ہوگا۔ اس سے خلق کو فیض کثیر پہنچے گا اور خلق میں مقبول ہوگا۔ سچ مچ قطب کے درجے پر ہوگا۔ ایسا ہی ہوا۔

جھنگ سیال میں محمد شاہ اور احمد شاہ آپ کے مرید تھے۔ اتفاق سے آپ جھنگ گئے۔ محمد شاہ اور احمد شاہ کی ہمشیرہ بے اولاد تھی۔ اس نے آپ کے پاؤں پکڑ لئے اور کہا مجھے آپ بچے کی بشارت دیں۔ ورنہ میں آپ کے پاؤں نہیں چھوڑوں گی۔ آپ نے کچھ دیر آنکھیں بند کیں۔ اور فرمایا تیری قسمت میں کاتب تقدیر نے اولاد نہیں لکھی۔ البتہ میرے ہاں ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے وہ میں نے

marfat.com
Marfat.com

تجھے دے دیا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پاؤں پکڑنے والی بی بی کو نو ماہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے چاند سا بیٹا دیا۔ اس کا نام بلاور شاہ رکھا گیا۔

حضرت قطب الدینؒ ۱۱۸۰ھ کو پیدا ہوئے۔ چھ جمادی الاخر ۱۲۵۰ھ بمطابق ۱۰ اکتوبر ۱۸۳۴ء وفات پائی۔ مزار مبارک پہلے کوٹ بیگم میں دفن ہوئے۔ پھر آپ کے عزیز آپ کی میت کا تابوت یہاں سے بمقام حجرہ شاہ مقیم لے گئے آپ کا مزار وہاں ہے۔

حضرت شاہ نبی قادریؒ

حضرت شاہ غلام نبیؒ اپنے والد حضرت شاہ محمودؒ کے مرید اور خلیفہ تھے انہیں سے ظاہری اور باطنی علوم حاصل کئے۔ حضرت شاہ محمود لاہور کے معروف بزرگ حضرت شاہ محمد عظیم کے صاحبزادے تھے۔ یہ وہی دور تھا جب دریائے راوی کناروں سے طغیانی آنے پر لاہور کی فصیل تک پہنچ جاتا تھا۔

حضرت مخدوم علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کا سالانہ عرس آگیا آپ نے اپنے مرید عمر دین سے فرمایا۔ عمر دین دریا کناروں سے نکل کر سارے لاہور کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور داتا گنج بخش ہجویریؒ کے عرس مبارک پر جانا بھی ضروری ہے۔ عمر دین نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ یا حضرت طغیانی اتنی شدید ہے۔ کہ کناروں کے درخت بھی اکھڑ کر بہہ گئے ہیں۔ کشتی بھی ان طوفانی ریلوں میں نہیں چل سکتی۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے تم ڈرو نہیں۔ آپ بیگم کوٹ میں قیام پذیر تھے۔ آپ نے کوٹ بیگم سے دریا میں قدم رکھا۔ اور عمر دین سے فرمایا۔ میرے قدم پر قدم رکھتے چلے آؤ۔ ڈرنا بالکل نہیں۔ بے خوف ہو کر میرے پیچھے چلے آؤ۔ پانی ہمارے گھٹنوں سے نیچے ہی رہے گا سچے یقین والے لوگ تھے۔ آپ آگے آگے چلتے گئے۔ اور عمر دین بے خوف ہو کر پیچھے چلتا گیا۔ پانی پنڈلیوں تک بھی نہ پہنچا۔ دریا عبور کر کے حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ

marfat.com

Marfat.com

کے مزار مبارک پر پہنچ گئے۔

شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ابدال پانی اور آگ سے سلامت گزر جاتے ہیں۔ حضرت شاہ نبیؒ نے ۱۹ محرم ۱۲۴۷ھ بمطابق ۱۸۳۱ء کو وفات پائی۔ مزار کوٹ بیگم میں ہی ہے۔

خواجہ محمد سعید

خواجہ محمد سعیدؒ بہت بڑے عالم تھے۔ زندگی کا کافی حصہ سیرو سیاحت میں گزارا سیاحت کے دوران آپ کابل میں پہنچے۔ کابل کچھ عرصہ مقیم رہے۔ احمد شاہ درانی کابل کا حکمران تھا۔ اس نے آپ کے علم و فضل کی شہرت سنی۔ تو آپ سے ملاقات کی اور آپ کا احترام کرنے لگا۔ آخر آپ لاہور آگئے احمد شاہ درانی نے پنجاب پر تین حملے کئے تھے۔ تیسرے حملے کے وقت خواجہ محمد سعیدؒ لاہور میں تھے دو حملوں کے دوران احمد شاہ درانی کی افواج نے شہر میں وہ لوٹ مار مچائی کہ شہر کو کنگال کردیا۔ مگر تیسرے حملے میں خواجہ محمد سعیدؒ کے باعث لاہور تباہی اور لوٹ مار سے بچ گیا۔ آپ نے احمد شاہ کو ایک مختصر خط بھیجا۔ اور تلقین کی کہ خلق خدا کو تنگ نہ کرنا۔ چنانچہ بادشاہ نے اپنی فوج کو حکمنامہ بھیجا کہ لاہور کو کوئی نقصان نہ پہنچانا۔ احمد شاہ درانی خود بھی خواجہ محمد سعید کی خدمت میں لاہور آکر حاضر ہوا۔ آپ علی گوہر شاہ عالم بادشاہ کے عہد میں بہت مشہور ہوئے آپ کے علم و فضل اور کرامات کے چرچے دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ آپ کی دو بیٹیاں تھیں۔ جن کی اولاد اب بھی لاہور میں موجود ہے۔ کوٹ خواجہ سعید کے مشرق میں ایک نیلے سے گنبد کے نیچے آپ کی ایک بیٹی آسودہ خاک ہے۔ کوٹ خواجہ سعید آپ کے نام پر ہی مشہور ہے۔

آپ کی وفات ۱۱۸۱ھ بمطابق ۱۷۶۷ء میں ہوئی وفات کی تاریخ ۵ ربیع الاول بتائی جاتی ہے آپ کے خاندان کی ایک شاخ جلال آباد افغانستان میں ہے اور

marfat.com
Marfat.com

دوسری لاہور میں آپ کا عرس باقاعدگی سے ہوتا تھا عرس پر افغانستان سے بھی لوگ آتے تھے۔ اب صورت حال مختلف ہے۔ سردار محمد والئی افغانستان امیر دوست محمد کے بھائی آپ کے مزار پر باقاعدہ حاضری دیتے تھے۔ رنجیت سنگھ کے عہد میں وہ لاہور میں مقیم تھے۔ آپ کی بیٹی اور آپ کے مزار سے سکھ تمام قیمتی پتھر اتار کر لے گئے۔ تاریخوں میں لکھا ہے کہ آپ کا مزار نیلا گنبد سے مشرق کی جانب ایک چار دیواری میں ہے۔

سید عبدالوہاب قادریؒ

سید عبدالوہاب قادریؒ سید سردار الدین کے صاحبزادے اور حضرت جان محمد حضوری کے پوتے تھے۔ وہ خلق خدا کو راہ حق دکھلانے میں ہمہ وقت مصروف رہتے لاہور کے بیشمار لوگوں نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ آپ کا وصال جمعہ کے دن ۲۱ شوال ۱۲۳۳ کو ہوا۔ سن عیسوی ۲۶ اگست ۱۸۱۸ء تھا۔ مزار شریف مقبرہ جان محمد حضوریؒ کے قریب گڑھی شاہو میں ہے سید عبدالوہاب قادریؒ کی قبر ایک چبوترے پر حضرت شاہ نور الدین کی قبر کے پاس ہے۔

حضرت بدرالدین گیلانیؒ

سید بدرالدین گیلانی حضرت سید علی گیلانی کے صاحبزادے اور حضرت حاجی سید ہاشم شاہ کے پوتے تھے۔ اپنے زمانے کے ولی اور بہت بڑے عالم تھے۔ بہت پر اثر وعظ فرماتے آپ کے رعب و دبدبہ اور ہیبت کے سامنے کسی کو بولنے کی جرات نہ تھی گزر اوقات قلندرانہ تھی۔ بہادر شاہ کے بیٹے اور عالمگیر کے پوتے معزالدین نے آپ کے حضور ایک لاکھ روپیہ اور بہت سی زمین نذرانے کے طور پر پیش کی۔ مگر آپ نے قبول نہ فرمایا۔ شجرۃ الانوار میں آپ کی وفات ۱۱۳۰ھ درج

marfat.com
Marfat.com

ہے اور کچھ قتلو کے ساتھ آپ کا وصال ۱۰۹۶ھ بھی بتایا جاتا ہے۔ وفات بادشاہ محمد شاہ کے عہد میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔ مگر آپ کی والدہ سید بی بی بخاری سادات سے تھیں اور ایمن آباد میں رہائش رکھتی تھیں۔

حضرت شاہ شرفؒ

آپ بٹالہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کھتری ہندو تھے۔ کھتری ہندوؤں میں اعلیٰ ذات ہے۔ آپ کے دادا مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ وہ بٹالہ میں قانون گو کے عہدے پر فائز تھے۔ حضرت شاہ شرفؒ کی پیدائش بٹالہ ہی میں ہوئی۔ آپ کا نام ساہتعد دار رکھا گیا۔ آپ کے والد بھی بڑے عالم تھے۔ علم ظاہری شاہ شرفؒ نے اپنے والد محترم سے حاصل کیا۔ جب آپ کی عمر ۳۰ برس کی ہوئی تو آپ کے بڑے بھائی عبدالرحیم فوت ہو گئے۔ ان کی بیوہ بیگم بی بی تھیں شاہ شرفؒ ان کی خبرگیری کے لئے اکثر بیگم بی بی کے ہاں آتے جاتے مگر آپ کی بیوی کو یہ ہمدردی ناگوار گزری۔ گھر میں کشیدگی سی پیدا ہو گئی۔ آپ عالم اور زاہد پاکباز تھے۔ بیوی کا شک انتہائی ناگوار گزرا۔ اور دکھ بھی ہوا۔ آپ بٹالہ سے لاہور آگئے۔ اور شیخ محمد فاضل قادریؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہو گئے۔ اور باطنی علوم کی تکمیل کی آپ کے مرشد پاک نے آپ کا نام شاہ شرف رکھا۔ آپ کی اہلیہ بٹالہ سے لاہور آئیں۔ معذرت کی۔ مگر آپ راہ حق پر گامزن ہو چکے تھے۔ دنیا پیچھے رہ گئی تھی۔ آپ واپس نہ گئے اور بعد میں کامل بزرگ کہلائے۔

آپ کی وفات ۱۱۰۷ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار جیل روڈ پر جہاں چاند ماری ہوتی تھی۔ یعنی نشانے بازی کی مشق' وہاں ایک پکے چبوترے پر ہے۔ چبوترہ ایک ٹیلے پر بنایا جاتا ہے۔ وہاں تین مزار ہیں۔ ایک شاہ مشرف کا' دوسرا آپ کے مرشد حضرت فاضلؒ اور تیسرا حضرت شاہ شرف رحمتہ اللہ علیہ کے مرید محمد عزیز کا تاریخوں میں لکھا ہے۔ آپ کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ آپ نے بہت سے

marfat.com
Marfat.com

بادشاہوں کے عروج و زوال کے عہد دیکھے ۔ مزار کے ساتھ آٹھ بیگھے زرعی زمین اور سات بیگھے غیر زرعی زمین تھی ان زمینوں کی آمدنی مہتاب فقیر نامی ایک شخص کو ملتی تھی۔ ساتھ مسجد بھی تھی جو بعد میں معدوم ہو گئی ۔ نشان تک باقی نہ رہا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کا مزار پہلے ٹکسالی دروازے کے باہر گورہ قبرستان کے قریب تھا۔ مزار میں سنگ مرمر اور دیگر قیمتی پتھر لگے تھے ۔ جن کو رنجیت سنگھ کے دور میں اکھاڑ کر امرتسر کے بڑے گوردوارہ کے لئے لے گئے اور آپ کا تابوت اکھاڑ کر موجودہ جگہ پر دفن کیا گیا۔

شاہ محمد رضا قادری شطاریؒ

آپ سے کبھی خطا سرزد نہیں ہوتی تھی ۔ اس لئے جو کہتے تھے وہی ہو جاتا۔ حضرت شاہ محمد رضا قادریؒ جید عالم تھے ۔ علوم ظاہر میں آپ کا فتویٰ چلتا تھا۔ اور علوم باطن میں اہل ارشاد تھے۔ آپ مریدوں کو اسمائے الٰہی کے ورد کی تلقین کرتے ۔ دیگر وظائف اور دعائے ماثورہ میں آپ کا حکم چلتا تھا۔ کرامات بے اختیار سرزد ہو جاتیں ۔ پنجاب کے شیوخ متاخرین میں سب سے زیادہ آپ کو فتوحات حاصل ہوئیں ۔ آپ شاہ شیخ محمد فاضل لاہوریؒ کے مرید تھے۔ آپ کا سلسلہ ارادت چند واسطوں کے بعد حضرت شاہ محمد غوث گوالیاریؒ سے جا ملتا ہے۔

شیخ محمد رضا قادری رحمتہ اللہ علیہ کی وفات ۱۲ جمادی الاول ۱۱۱۸ھ میں ہوئی ۔ مزار تحصیل بازار عقب ہیرا منڈی ہے۔ ہر سال باقاعدگی سے عرس ہوتا ہے ۔ لنگر تقسیم ہوتا ہے۔ قوالیاں ہوتی ہیں۔ بہت سے بزرگ عرس میں شرکت کرتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

شاہ درگاہی قادریؒ

حضرت شاہ درگاہی قادریؒ سلسلہ قادریہ میں حضرت عبدالرزاق قادریؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ بڑے عابد' زاہد اور متقی تھے۔ حضرت شاہ چراغ کے ساتھ لاہور آئے۔ آپ نے سلسلہ چشتیہ اور صابریہ سے بھی فیض حاصل کیا۔ آپ کی خانقاہ کے پاس ایک کسان کا گھر تھا۔ اس کے بچے کو ایسی پھنسیوں کی بیماری تھی۔ جن میں پانی بھرا ہوتا ہے۔ پنجاب کی عورتیں اس کو چھارو کی بیماری کہتی ہیں اس کسان نے شاہ درگاہی کے آگے عرض کی کہ یا حضرت میرے بچے کے لئے دعا فرمائیں اس کے جسم سے یہ پھنسیاں ختم ہوجائیں۔ خانقاہ کے پاس اس کسان کا کنواں بھی تھا۔ آپ نے فرمایا بچے کو اپنے کنوئیں کے پانی سے نہلادو۔ انشاء اللہ آرام آجائے گا۔ بلکہ میں نے اللہ پاک سے یہ دعا کی ہے کہ کسی کے بچے کو بھی یہ چھارو کی بیمار ہو وہ اس کنوئیں کے پانی سے بچے کو نہلا دے تو انشاء اللہ شفا مل جائے گی۔ اب لوگ اس بیماری کے بچوں کو اس کنوئیں سے نہلاتے رہے اور شفایاب ہوتے رہے اب کنوئیں کی جگہ پمپ لگا دیا گیا ہے ہر اتوار کو غسل ہوتا ہے۔ غسل کے بعد میٹھی اور نمکین روٹی تقسیم کی جاتی ہیں۔ یہ پمپ حضرت درگاہی کے مزار کے پاس ہال روڈ پر ہے اس کے نزدیک ایک شاہ اسماعیل محدث کی خانقاہ بھی ہے۔ آپ عالمگیر کے بیٹے شاہ عالم بہادر شاہ کے دور میں ۱۱۲۲ھ میں واصل بحق ہوئے۔

سید عبدالوہاب گیلانیؒ

سید عبدالوہابؒ خانوادہ سادات سے تھے۔ اولیائے کرام میں آپ کا مرتبہ بلند ہے۔ سید عبدالقادر ثالثؒ سے روحانی تربیت کی تکمیل کی۔ اور لاہور کے مشائخ

marfat.com
Marfat.com

میں بلند مرتبہ پایا۔ لاہور میں بہت مقبول ہوئے اور بے شمار خلق خدا نے آپ سے فیض حاصل کیا لاہور میں آپ کے مریدوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ۷۲۳ھ میں وفات پائی۔ تاریخ آپ کے مزار کے بارے میں خاموش ہے۔

حاجی محمد ہاشم گیلانیؒ

آپ قادری سلسلے کے بزرگ ہیں۔ سید محمد غوث حلبی تک شجرہ نسب پہنچتا ہے۔ آپ نے ۷۰ سال عمر پائی۔ بارہ برس عرب۔ عجم۔ عراق اور شام کی سیر و سیاحت میں گزارے۔ حلب میں جاکر اپنے جد بزرگ شمس الدین کے مزار پر حاضری دی۔ وہاں بہت سے بزرگوں کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ لاہور واپس آکر بہت سے تشنگان حق میں روحانی فیض تقسیم کیا۔ خلق خدا آپ کی زیارت کو آتی۔ آپ کے بھی بہت سے مرید ہیں۔ آپ کا وصال ۸۷۔ھ کو ہوا آپ کے مزار کی نشاندہی پیسہ اخبار میں تکیہ اہل ولا میں کی گئی ہے۔

سید جعفر گیلانیؒ

آپ حاجی محمد ہاشم گیلانی کے صاحبزادے تھے۔ انہیں سے بیعت تھے انہیں سے خرقۂ خلافت ملا۔ وفات ۹ رجب ۷ھ ہے۔ اپنے والد کے پہلو میں تکیہ اہل ولا میں ہی مدفون ہیں۔

سید محمد فاضل متوکلؒ

آپ بھی حاجی سید محمد ہاشم گیلانی کے صاحبزادے تھے۔ عبادت۔ ریاضت اور شرافت میں بے مثل تھے۔ سید ہاشم علی گیلانی جب حج پر گئے تو بیٹے کو نصیحت

marfat.com
Marfat.com

فرمائی بیٹا گلیوں اور بازاروں میں پھرتے نہ رہنا گھر میں بیٹھ کر عبادت الٰہی میں مشغول رہنا۔ آپ باپ کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے۔ تمام عمر گھر سے باہر نہ نکلے۔ نہ شادی کی نہ ہی دنیاداروں سے راہ و رسم رکھا۔ رات دن عبادت الٰہی میں مشغول رہتے۔ گھر سے آپ کا جنازہ ہی نکلا۔ بادشاہ عالمگیر آپ کا معتقد تھا۔ اسی نے آپ کا مقبرہ بنوایا۔

آپ اپنے پاس کتاب جواہر خمسہ رکھتے جب فرصت ہوتی اس کا مطالعہ کرتے عالمگیر اکثر آپ کی زیارت کو آتا۔ زر و جواہر تحائف دینے کی کوشش کرتا۔ مگر آپ نے کبھی کوئی شے قبول نہ فرمائی۔ حتیٰ کہ آپ کو جاگیریں بھی پیش کیں مگر آپ نے صاف انکار کردیا۔ متوکل' زاہد' عامل تھے آپ کی وفات ۱۱۱۲ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور کے باہر سید اسمٰعیل محدث کی خانقاہ کے قریب ہے۔ مزار عالمگیر نے بڑا عالیشان بنوایا ہے اور ساتھ ایک عالی شان مسجد بھی تعمیر کرائی۔ جسے سکھوں کے دور میں مزنگ قصبہ کے زمینداروں نے مسمار کرکے اینٹیں اور پتھر بیچ دیئے اور سکھوں نے روضہ سے قیمتی پتھر اکھاڑ لئے۔

سید عمر گیلانیؒ

آپ بھی سید محمد ہاشم گیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے اور آپ خلیفہ اعظم تھے۔ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم تھے۔ تنہائی پسند تھے سلوک نسبت قادریہ آپ کی تصنیف ایک رسالہ ہے اس کو پڑھ کر اور اس پر عمل کرکے روحانی منزل طے ہوسکتی ہیں۔ عقائد اہلسنت پر بھی آپ نے ایک کتاب لکھی۔ اس پر بھی حرف گیری کرنے کی کسی کو جرات نہیں۔ کتاب شجرۃ الانوار کے مطابق آپ کی پیدائش ۱۰۳۱ھ کو اور وفات ۱۱۱۵ھ کو ہوئی۔ آپ کا مرقد بھی تکیہ اہلی والا میں ہے تکیہ اہلی والا پیسہ اخبار انارکلی میں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

پیر مسکین شاہؒ

آپ کا نام عنایت شاہ تھا۔ حضرت میاں میرؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ صاحب ولایت تھے ۔ آپ پیر مسکین شاہ امری مشہور تھے ۔ امری اس وجہ سے کہلائے کہ آپ انتہائی مسکین اور مفلس تھے ۔ گوشہ نشین رہتے تھے ۔ مگر کچھ پاس نہ تھا۔ اس کے باوجود کسی کے آگے دست سوال دراز نہ کرتے ۔ کبھی کسی سے کچھ نہ مانگتے۔ آپ کے مرشد حضرت میاں میرؒ سے پوچھا گیا۔ کہ آپ کے مرید کھاتے کہاں سے ہیں ۔ آپ نے فرمایا ۔ اس کو رزق امر الٰہی سے ملتا ہے یہ میرامرید مسکین امری ہے ۔ آغاز میں کھیتی باڑی کرکے رزق حلال کماتے اور کھاتے ۔ قحط سالی میں سب کے کھیتوں میں فصل نہ ہوتی مگر آپ کے کھیت سرسبز رہتے۔ آپ ظاہری اور باطنی کمالات کے پیر کامل تھے۔ وفات دور شاہجہانی میں ۱۰۵۲ھ میں ہوئی مزار لاہور چھاؤنی میں ریلوے اسٹیشن میاں میر کے قریب ہے۔

ملا حامد قادریؒ

ملا حامد قادری گجر تھے۔ مگر بچپن سے ہی رجحان درویشی کی طرف تھا۔ قرات میں لاثانی تھے ۔ علوم ظاہری اور باطنی میں کامل تھے آپ بھی حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے ۔ آپ کی روحانی کشش سے سب کچھ چھوڑ کر آپ کے پاس آگئے۔ باقی تمام عمر عبادت و ریاضت میں گزار دی ۔ تھوڑی ہی مدت میں کشف و کرامات کے اسرار ملا حامد قادریؒ پر منکشف ہوگئے ۔ آپ اپنے مرشد پاک کی بھرپور توجہ سے صاحب ولایت بن گئے۔

آپ کی وفات ۱۰۴۴ھ میں ہوئی ۔ رمضان المبارک کی سترہ تاریخ تھی۔ روضہ حضرت میاں میرؒ کے سامنے دفن ہوئے تاریخ وفات عیسوی میں ۲۴ فروری ۱۶۳۵ء ہے۔

marfat.com

Marfat.com

سید جیون شاہؒ

سید جیون شاہ گیلانی سادات سے تھے ۔ آپ صاحب ولایت تھے ۔ سید عبدالقادر ثالث کے نام سے مشہور تھے۔ آپ وقت کے شیوخ میں شامل تھے ۔ متقی ۔ زاہد اور عالم تھے ۔ سخاوت شجاعت اور شرافت میں بلند مقام رکھتے تھے۔ اسی لئے لوگ آپ کو سید عبدالقادر ثالثؒ کہتے تھے۔ آغاز میں ظاہری اور باطنی تربیت اپنے والد سے حاصل کی ۔ آپ کے والد کا اسم گرامی سید محمد غوث بالا پیر سنگرہ تھا۔ والد کی وفات کے بعد آپ سیرو سیاحت کے لئے ہندوستان آگئے ۔ بہت سے بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔ پھر لاہور آگئے ۔ اور شہر سے باہر ایک بستی میں قیام کیا۔ پھر یہاں ایک نیا محلہ رسول پورہ آباد کیا۔ اسی محلہ میں ۱۰۲۲ھ کو وصال ہوا اور حضرت شاہ چراغؒ بن عبدالوہابؒ آپ کے پوتے جہاں دفن ہیں ۔ ان کے روضہ میں دفن ہوئے ۔ سید عبدالوہابؒ اور سید محمد آپ کے بیٹے تھے ۔ حضرت شاہ چراغؒ آپ کے پوتے تھے۔ بی بی فاطمہ جو بی بی کلاں کے نام سے مشہور ہیں ۔ آپ کی صاحبزادی تھیں ۔ بی بی کلاں حضرت محمد شاہ موج دریا رحمتہ اللہ علیہ کی اہلیہ تھیں ۔ بی بی کلاں کا مزار حضرت محمد شاہ موج دریاؒ کے عقب میں ایک گلی کے اندر ہے عقیدتمند روزانہ فاتحہ خوانی کے لئے آتے ہیں۔ حضرت جیون شاہ کی دوسری صاحبزادی کا نام دولت بی بی تھا۔ اس پاک بی بی کی شادی سید نظام الدین بن سید میر میراںؒ سے ہوئی۔

حضرت شاہ شمس قادریؒ

آپ صاحب ولایت تھے حضرت داؤد شیر گڑھیؒ اور حضرت ابو اسحاق قادریؒ

marfat.com
Marfat.com

دونوں سے آپ نے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ عالم باعمل تھے۔ علم شریعت اور طریقت میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ آپ کشف و کرامات اور سماع سے پرہیز کرتے۔ لاہور میں آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ عقیدتمند جوق در جوق آپ کی مجلس میں آتے۔ بادشاہ جہانگیر آپ کا بڑا عقیدتمند تھا۔ آپ کا حکم کبھی نہ ٹالتا۔ اکثر حاجتمند سفارش کے لئے آپ کے پاس آتے۔ آپ کی سفارش پر بہت سے لوگوں کے کام ہوجاتے۔ شہزادہ شاہجہان بھی آپ کی زیارت کو اکثر حاضر ہوتا۔ آپ نے شاہجہان کو شہنشاہ ہند بننے کی بشارت دی تھی۔ آپ کی وفات ۱۵ رجب ۱۰۲۱ھ بمطابق ۲۸ اگست ۱۶۱۲ء کو ہوئی۔ مزار گورنر ہاؤس اور چیفس کالج کے قرب و جوار میں ہے۔ مزار شاہجہان نے اپنے عہد بادشاہی میں تعمیر کرایا۔ پہلے قریب ایک مسجد اور باغ تھا اب صورتحال مختلف ہے۔

حضرت نتھا دیوان قادریؒ

جونپور سے ایک درویش حضرت نتھا دیوان قادری رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ غلبۂ بے خودی میں تھے۔ آپ نے پوچھا کون ہو اور یہاں کیا کام ہے۔؟ درویش نے انکساری سے کہا۔ آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا ہوں ۔ آپ نے فرمایا مجھے دیکھ لیا ہے۔ اب چلے جاؤ۔ درویش نے عرض کی بڑی دور سے آیا ہوں۔ دور دور تک آپ کی مقبولیت اور شہرت سن کر آیا ہوں تاکہ آپ کے احوال کچھ دیکھ لوں۔ کچھ سن لوں آپ نے فرمایا۔ تو سنو میاں درویش میرا نام نتھا ہے۔ قوم پراچہ ہے۔ حضرت میاں میر پیر بالاؒ کا مرید ہوں۔ اور ان کا کمترین خادم ہوں۔ احوال یہ ہے۔ کہ اس مالک کل نے مجھ کو عالم جبروت عالم لاہوت اور عالم ملکوت کی کنجیاں عطا کر رکھی ہیں۔ جب چاہتا ہوں جس عالم کا چاہوں دروازہ کھول کر چلا جاتا ہوں۔

دارالشکوہ سفینتہ الاولیاء میں لکھتے ہیں۔ کہ درخت۔ پتھر۔ نباتات سب میاں

marfat.com
Marfat.com

تھا سے ہمکلام ہوتے تھے۔ ایک سنسان علاقے سے گزر رہے تھے کہ ایک درخت نے آپ کو آواز دی اگر آپ میرے پتے لے کر قلعی میں ڈال دیں تو چاندی بن جائے گی۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا اور آگے گزر گئے۔ تو ایک اور درخت نے آپ سے کہا جس طرح اس درخت کے پتوں کو قلعی میں آگ دینے سے چاندی بن جاتی ہے۔ میری لکڑی لے کر تانبے میں آگ دیں تو سونا بن جائے گا آپ نے مسکرا کر درخت کی بات سنی اور آگے گزر گئے ایک دن گنبد کے نیچے بیٹھے تھے۔ اٹھ کر باہر جانے لگے۔ تو آواز آئی کچھ دیر یہیں رکے رہیں۔ آپ نے فرمایا تم کون ہو؟ آواز آئی میں یہی گنبد ہوں۔ آپ جس کے نیچے بیٹھے ہیں۔ روکا اس لئے ہے۔ سخت بارش اور آندھی آرہی ہے۔ باہر جاکر مصیبت میں پھنس جائیں گے۔ تھوڑی سی دیر میں سخت بارش ہوئی اور آندھی آئی درخت جڑ سے اکھڑ گئے۔ ایک دن ایک چوہا راستے میں مردہ پڑا تھا۔ گوشت پوست اور ہڈیاں الگ ہوچکی تھیں۔ اسے دیکھ کر فرمایا۔ تم اس حال میں یہاں کیا کر رہے ہو۔ جاؤ اپنے بل کی طرف بھاگ جاؤ۔ چوہا اس وقت اٹھا اور بھاگ گیا (واللہ اعلم بالصواب)

ایک دفعہ میاں نتھا حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت میاں میرؒ نے فرمایا۔ میاں نتھا آج کل کہاں جاکر عبادت کرتے ہو؟ کہنے لگے یا حضرت موضع اچھو کے قریب باغات میں چلا جایا کرتا تھا۔ مگر وہاں بھی سکون نصیب نہیں ہوا کیونکہ درخت بلند آواز سے سبحان اللہ والحمدللہ پڑھتے ہیں۔ ان کے شور سے میری عبادت میں خلل آتا ہے۔ اب خلیفہ جنید کے محلے میں حجرے کے ایک گوشے میں اطمینان سے عبادت کرتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت میاں میرؒ نے تبسم فرمایا۔ اور کہا۔ اللہ کی شان ہے کہ ایک تیلی کے لڑکے کو کیسا بلند رتبہ دیا ہے۔

ایک دن حضرت میاں میرؒ حضرت ملا سیالکوٹی اور میاں نتھا حجرے کے باہر بیٹھے تھے۔ موسم خوشگوار تھا۔ اچانک ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔ حضرت میاں میرؒ نے فرمایا۔ اب یہاں سے اٹھ کر اندر چلے جانا چاہئے۔ میاں نتھا نے کہا یاپیرو مرشد اگر آپ فرمائیں تو میں بادل اور ہوا کا رخ موڑ کر انہیں درہم برہم کردوں۔ حضرت

marfat.com

Marfat.com

میاں میرؒ نے برہم ہو کر فرمایا تم ہر بات میں اپنی کرامت دکھا کر خود نمائی کرتے رہتے ہو۔ ہم اگر یہاں سے اٹھ کر حجرے میں چلے جائیں گے تو کونسی قیامت آجائے گی اللہ تعالیٰ کے کاموں میں ہر وقت مداخلت کرنا اچھا نہیں ہوتا۔

حضرت میاں نتھاؒ کی کرامتیں بے شمار ہیں۔ ان بزرگوں کی باتیں یا یہ جانتے ہیں یا اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ آپ کی وفات سفینۃ الاولیاء کے مطابق ۱۰۲۷ء بمطابق ۱۶۱۸ء کو ہوئی۔ آپ کی وفات پر آپ کے مرشد حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ رو دیئے۔ اور فرمایا۔ میرے فقیر خانے کی رونق میاں نتھا ساتھ ہی لے گیا۔ حضرت میاں میرؒ نے آخری وقت اپنے خادموں کو وصیت فرمائی۔ مجھے میاں نتھا کے قریب ہی دفن کرنا۔ میاں نتھا کی قبر حضرت میاں میرؒ کے روضہ کے سامنے چبوترے پر ہے۔ دوسرے خادموں کی قبریں بھی وہیں ہیں۔

خواجہ بہاری قادریؒ

ایک نیک خاتون مشروب کا ایک پیالہ لے کر اپنے خاوند کے شاگرد کو پلانے آئی۔ جب اس نے دروازہ کھولا تو طالب علم قتل ہو چکا تھا۔ جسم کے تمام اعضاء الگ الگ بکھرے پڑے تھے۔ خاتون نے یہ منظر دیکھ کر چیخ ماری اور دہائی دینے لگی۔ دہائی دیتی ہوئی دوڑ کر خاوند کے پاس چلی گئی۔ خاوند نے آکر دیکھا تو وہ درویش جس کے اعضاء الگ الگ خاتون نے بکھرے دیکھے تھے۔ وہ مراقبے میں جھکا ہوا ہے اور جذب و مستی کا غلبہ ہے۔ خاتون جو خوفناک منظر دیکھ کر خاوند کے پاس دہائی دیتی ہوئی گئی۔ حیرت میں ڈوب گئی۔ اور خاوند کو سارا حال بتایا خاوند نے کہا۔ دیکھو اولیاء اللہ کے کئی حال اور کئی مقام ہوتے ہیں۔ ڈرنے کی کوئی بات نہیں خاموش ہو جاؤ۔

جن کے جسم کے اعضاء الگ الگ بکھرے پڑے تھے خواجہ بہاری تھے۔ اور وہ خاتون ان کے استاد ملا فاضل لاہوری کی بیگم تھیں۔ خواجہ بہاری رحمتہ اللہ علیہ

Marfat.com
Marfat.com

بنگال کے رہنے والے تھے۔ جوانی میں وہاں سے پنجاب آگئے اور لاہور میں حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ہوئے۔ جنہوں نے آپ کو باطنی علوم سے آراستہ کیا اور طریقت کے بلند مقام پر پہنچا دیا۔

سفینتہ الاولیاء میں مرقوم ہے۔ کہ خواجہ بہاری حضرت میاں میرؒ کے جلیل المرتبہ خلیفہ تھے۔ فقہ۔ حدیث۔ اور تفسیر قرآن کے بہت بڑے عالم تھے۔ اسرار حقانی سے خوب و واقف تھے۔ شہر حاجی پور میں سکونت تھی چھوٹی عمر میں ہی تحصیل علم کے لئے گھر سے نکلے اور قصبہ کودہ پور میں شیخ نظام الدین اولیاء کے مدرسہ میں داخل ہوگئے۔ پھر لاہور آکر دینی علم حاصل کرنے کے لئے محمد فاضل لاہوری کے شاگرد ہوئے۔ مندرجہ بالا واقع وہیں پیش آیا حضرت بہاری رحمتہ اللہ علیہ کی بے شمار کرامات ہیں۔ ایک رات آپ ایک شخص غازی خان کے ہاں کسی روحانی تقریب میں گئے۔ وہاں توحید کے موضوع پر گفتگو شروع ہوگئی۔ سردی کا موسم تھا۔ صحن میں آگ کا الاؤ جل رہا تھا۔ خواجہ بہاری پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ مجلس سے اٹھ کر آگ کے الاؤ میں جا بیٹھے۔ آگ میں گھڑی دو گھڑی بیٹھے رہے پھر اٹھ کر اسی طرح باہر آگئے۔ اور فرمایا توحید میں بحث و تکرار کی کیا ضرورت ہے۔ ایک شخص کے بیٹے کو برص یعنی "پھلبہری" کے داغ تھے وہ آپ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا حکیم کے پاس نہ جاؤ۔ اسے روز میرے پاس لایا کرو۔ وہ روز لڑکے کو لے کر آتا آپ ایک داغ پر انگلی رکھتے وہ داغ ختم ہوجاتا۔ اس طرح لڑکے کے تمام سفید داغ ختم ہوگئے۔

ایک مرتبہ ایران کے بادشاہ آصف بیگ نے قندھار پر حملے کا ارادہ کیا۔ داراشکوہ کا بیان ہے۔ کہ میں نے اس کا ذکر خواجہ بہاریؒ سے کیا آپ نے فرمایا۔ وہ آپ کی مملکت پر کبھی حملے کی جرات نہیں کرے گا انشاء اللہ وہ مارا جائے گا۔ ایک مہینے بعد خبر آئی کہ دشمنوں نے آصف بیگ کو زہر دے کر ہلاک کردیا ہے۔

آپ کا وصال ۱۰۶۰ھ میں ہوا۔ بعض تاریخوں میں بھی لکھا ہے۔ آپ کا مزار

marfat.com
Marfat.com

حضرت میاں میرؒ کے روضہ کے قرب و جوار میں ہے۔ آپ کا مقبرہ سنگ سرخ سے مزین تھا۔ اندر دیگر قیمتی پتھر بھی لگے ہوئے تھے رنجیت سنگھ کے ایک فرانسیسی جرنیل "ایوی ٹیبائل" (AVITABILE) نے تمام قیمتی پتھر اتروا کر اپنی کوٹھی میں لگوالیا۔ اس کی کوٹھی لاہور میں میاں میر کے علاقے میں تھی۔ انگریزوں کے دور میں آپ کے مزار کی جگہ پر ورکس ڈیپارٹمنٹ کا دفتر تھا۔ اب یہ جگہ حضرت میاں میرؒ کے مزار کی جگہ میں شامل ہے۔ مزار کے اوپر گنبد بھی تھا ایک مسجد اور پرانا تالاب بھی تھا۔ مگر اب صورت حال بالکل مختلف ہے۔

حضرت دارا شکوہؒ

مشہور مغربی مؤرخ لین پول لکھتا ہے۔ دارا کمزور' حساس اور پرجوش شخصیت کا مالک تھا۔ اس میں بہترین اور بلند ترین احساسات اور جذبات تھے۔ مگر اتنا جذباتی تھا کہ فوراً" آپے سے باہر ہو جاتا تھا۔ وہ مابعد الطبیعاتی شاعر اور ولی تو ہو سکتا تھا۔ مگر ہندوستان کا حکمران بننے کے قابل نہ تھا۔

کوئی دیانتدار' دانشور۔ سیاستدان یا مؤرخ اس کو جھٹلا نہیں سکتا کہ وہ شہنشاہ شاہجہان کا سب سے لاڈلا اور بڑا شہزادہ تھا شاہجہان کی اس غلط سوچ کا خمیازہ اس کی اولاد اور خود اس کو بھگتنا پڑا۔

اقتدار کی جنگ میں کوئی نیک سے نیک انسان بھی رشتوں کی سرحدوں سے بے نیاز ہوتا ہے۔ مغلوں میں تخت نشینی کا کوئی قانون وضع نہیں کیا گیا تھا۔ اس لئے جو طاقتور ہوتا سب کو قتل کر کے یا قید کر کے تخت پر بیٹھ جاتا۔ ہندوستان پر راج کرنے کے لئے درویشی نہیں سیاسی تدبر اور طاقت کی ضرورت ہوتی تھی۔ وہ ہندوؤں کی بطور خاص پاسداری کرتے اور بطور خاص ہندو راجکماریوں اور رانیوں کی بیٹیوں سے شادی کرتے۔ جہانگیر راجکماری جودھا بائی کا بیٹا تھا۔ شاہجہان راجکماری رانی جگت گوسین کے بطن سے تھا اور وہ ۱۵۹۲ء میں لاہور ہی میں پیدا ہوا۔

marfat.com
Marfat.com

شاہجہان شراب و کباب کا رسیا نہ تھا اس کا اصل نام خرم تھا۔ شاہجہان کا دادا اکبر اعظم اس سے بہت محبت کرتا تھا۔

شاہجہان کی شادی ممتاز محل سے ہوئی۔ اس دور میں یہ دنیا کی خوبصورت ترین شہزادی تھی۔ ممتاز محل کا اصل نام ارجمند بانو بیگم تھا۔ خوبصورتی۔ فہم و فراست سیاسی تدبر اور رعب حسن کی ملکہ نورجہاں کے بھائی آصف خان کی بیٹی تھی۔ جہانگیر نے ممتاز محل کے حسن وجمال کا چرچا سن کر اس کو اپنی بہو بنانے کا فیصلہ کرلیا۔ اور اسے شاہجہان کے لئے منتخب کیا۔ اس کے باوجود شاہجہان کی اس سے پہلے بیوی موجود تھی۔ اس کا نام قندھاری بیگم تھا۔ ممتاز محل بڑی مخیر اور باوفا ملکہ تھی۔ اس کی نیکی اور فہم و فراست کے چرچے پورے خطے میں تھے۔ شاہجہان بے شمار شادیاں کرسکتا تھا مگر ممتاز محل کے بعد اس کے عشق نے اسے دنیا سے بے نیاز کردیا۔ ممتاز محل کے بطن سے شاہجہان کے چودہ بچے پیدا ہوئے جب آخری بچے کو جنم دیا تو زچگی کے دوران کسی تکلیف میں مبتلا ہوگئی۔

اور اسی تکلیف میں جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ شاہجہان پر اس کی موت آسمانی بجلی بن کر گری اور دنیا ہی میں تخت تاج تک کو بھول گیا تاج محل آگرہ اسی محبت کی نشانی کے طور پر تعمیر ہوا۔ جو دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہے۔

شاہجہان کے چار بیٹے تھے۔ چاروں ایک ہی ماں ممتاز محل کے بطن سے تھے بڑے بیٹے کا نام دارا شکوہ تھا۔ اس سے چھوٹا شاہ شجاع تھا اس سے چھوٹا اورنگزیب تھا اور سب سے چھوٹا مراد تھا۔ سب سے بڑے شہزادے کی عمر اس وقت 43 سال اور سب سے چھوٹے کی عمر 33 سال تھی۔ چاروں ہی بڑے صوبوں کے حکمران تھے۔ دارا پنجاب کا گورنر تھا۔ مگر رہتا دہلی میں باپ کے پاس تھا۔ باپ کو اس سے بے پناہ محبت تھی۔ وہ اس کو ہندوستان کا شہنشاہ بنانا چاہتا تھا۔ دارا ہر فطری قابلیت سے مالا مال تھا۔ مگر زیادہ گرم مزاج تھا۔ عسکری۔ سیاسی حکمرانی اور جہانبانی کے معاملے میں صفر تھا۔

marfat.com
Marfat.com

دوسرے بھائیوں میں شاہ شجاع عورتوں اور شراب کا رسیا تھا عقیدے کے لحاظ سے شیعہ تھا۔ مگر کسی عقیدے کی کوئی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ شیعہ مسلک بھی وہ کسی مصلحت کے تحت اختیار کئے ہوئے تھا۔ سب سے چھوٹا مراد وہ بظاہر بہادر اور پھرتیلا تھا۔ مگر ست تھا شراب نوشی کثرت سے کرتا تھا۔ سادہ لوح بھی تھا۔ معمولی آدمی بھی اسے دھوکا دے سکتا تھا البتہ اورنگ زیب ہر لحاظ سے حکمرانی کے لئے مکمل تھا۔ ذہین۔ فطین۔ بہادر۔ سیاستدان۔ نیک۔ اسلام پرور۔ رموز جنگ۔ سیاست اور جہانبانی کی پوری صلاحیتیں اس میں موجود تھیں۔

یہ تمہید اس لئے باندھی گئی ہے کہ دارا کی شخصیت کے روحانی پہلو کو اجاگر کیا جائے۔ اور بتایا جائے کہ وہ کیا تھا۔ اور باپ اسے کیا بنانا چاہتا تھا ایک معمولی سا واقعہ اس کی عسکری نااہلی کا بیان کرنے کے بعد اس کے اصل روپ کو اجاگر کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ میدان جنگ میں ایک ایسا موقعہ بھی آیا کہ اورنگ زیب کی ساری فوج بھاگ گئی۔ اورنگ زیب صرف ایک ہزار جوانوں کے ساتھ تنہا رہ گیا۔ سامنے دارا شکوہ ایک لاکھ کا لشکر جرار لئے کھڑا تھا۔ اورنگزیب نے اس چابکدستی سے دارا شکوہ کی ایک لاکھ فوج پر حملہ کیا کہ دارا کی ساری فوج بھاگ گئی اور اورنگ زیب عالمگیر کو فتح نصیب ہوئی۔ مگر دارا شکوہ کی بہن جہاں آراء بیگم اور باپ شاہجہان بضد تھے کہ شہنشاہ دارا شکوہ کو بنایا جائے جس کا وہ اہل نہیں تھا۔ فتح حاصل کرنے کے بعد اورنگ زیب عالمگیر نے اپنے چھوٹے بھائی مراد کو جیل میں ڈلوایا۔ وہ اورنگزیب کا شدت سے حامی تھا۔ شاہ شجاع کو بھی قتل کیا گیا۔ شاہجہان کو جیل میں ڈال دیا گیا وہ جیل کے اندر ہی سسک سسک کر مرگیا۔ داراشکوہ کو بھی شہید کیا گیا۔ دارا شکوہ اور شاہجہان کے تمام طرف دار مروا دیئے گئے صرف بہن جہاں آراء بیگم کو جیل میں باپ کی دیکھ بھال کے لئے باپ کے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی گئی تو یہ اقتدار ہے۔ جس کے ایک طرف تخت دوسری طرف تختہ ہوتا ہے۔

دارا شکوہ ممتاز محل کا بڑا بیٹا تھا۔ اس کو جو لاڈ پیار ماں باپ کی طرف سے ملا

marfat.com

Marfat.com

تھا دوسری اولاد کی نسبت زیادہ تھا۔ شاہجہان اس کی بیٹی جہاں آراء بیگم ' بادشاہ کے حامی ' درباری ' امیر وزیر سب دارا کے سر پر شہنشاہ ہند کا تاج رکھنا چاہتے تھے۔ خواہ بادشاہ کو خوش کرنے کے لئے خواہ دل سے اسے شہنشاہ دیکھنا چاہتے تھے۔ یہ بھی سچ ہے کہ شاہجہان کے حد درجہ پیار نے اسے خود سر بنا دیا تھا۔ مگر یہ سب کچھ دنیا کے حوالے سے تھا۔ مورخین نے بھی دارا شکوہ کی سیرت و کردار کو اسی حوالے سے دیکھا۔ اصول جہانبانی کے حوالے سے پرکھا۔ سب دھکیل۔ دھکیل کر اسے تخت کی جانب لانا چاہتے تھے۔ شہنشاہیت کو ہی اس کی منزل سمجھتے تھے۔ کسی نے اس کی فطرت کو نہ پہچانا۔ کسی نے اس کے اندر بیٹھے ہوئے شاعر۔ فلسفی۔ دانشور اور درویش کو نہ پہچانا۔ اور نہ ہی وہ خود تخت و تاج کی چکا چوند میں اپنے اندر بیٹھے ہوئے درویش کو پہچان سکا۔ حالانکہ اسے اللہ نے بے پناہ قابلیت سے مالا مال فرمایا ہوا تھا۔ اس بے پناہ ذہانت اور علمی قابلیت سے اس نے اپنشدوں کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ یہ ہندوؤں کی سنسکرت میں ایک مذہبی کتاب تھی وہ ہندو جوگیوں اور جنگلوں میں تن تنہا تپسیہ کرنے والوں سے بھی ملتا۔ باپ کے ساتھ بچپن سے جوانی تک قندھار۔ غزنی۔ کشمیر۔ لاہور اور ہندوستان کے کسی شہر میں جاتا۔ تو کوئی درویش کوئی ولی ایسا نہ ہوتا جس کی مجلس میں وہ حاضری نہ دیتا۔ کسی شہر میں کسی ولی کا ایسا مزار نہ ہوگا جس پر اس نے حاضری نہ دی ہو۔ اس سلسلے میں لاہور اس کی عقیدت اور محبت کا محور تھا۔ اس دور میں لاہور پر روحانیت کے انوار کی بارش ٹوٹ کے برستی تھی۔ شاہ ابوالمعالیؒ۔ حضرت میاں میرؒ اور دیگر ولی اللہ نے لاہور کو نور معرفت کا گڑھ بنا رکھا تھا۔ دارا شکوہ تمام مصروفیتیں چھوڑ کر ان کے ہاں حاضری دیتا تھا۔ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر تمام بزرگوں کے مزارات پر وہ باقاعدگی سے حاضری دیتا۔ حالانکہ وہ پنجاب کا گورنر تھا۔

اورنگ زیب کی تمام تر دینی خدمات۔ دنیاوی خدمات۔ سیاسی تدبر۔ رعایا پروری کی خدمات۔ تعمیراتی خدمات تمام تر دنیا کے حوالے سے ہیں۔ ان خدمات کے صلے میں اسے بے پناہ شہرت۔ عزت۔ اور نیک نامی ملی دنیا میں تاریخ کے

marfat.com
Marfat.com

اوراق میں اس کی خدمات کے جھنڈے لہرا رہے ہیں۔ اس کے مقابلے میں دارا شکوہ نے باپ کی محبت اور خواہش کے لئے جنگیں لڑیں۔ پے در پے ناکامیوں کا منہ دیکھا۔ شکستیں کھائیں زنجیریں پہنا کر بھائی کے دربار میں پیش کیا گیا۔ شہید کیا گیا۔ ذلیل کیا گیا۔ اس کے بچے شہید ہوئے۔ باپ آٹھ سال جیل کی سلاخوں میں بند رہا۔ وہ شہنشاہ جس کی جمالیاتی حس نے کئی حسین تاج محل تعمیر کئے وہ بدکار نہیں تھا۔ شرابی نہیں تھا۔ عشق و محبت کے زخم دل پر لئے ہوئے تھے۔ وہ بدعتی اور بے دین بھی نہیں تھا۔ آٹھ سال جیل کی سلاخوں میں رہ کر۔ کڑھ کڑھ کر مر گیا۔ یہ بھی دنیا ہے مگر دارا شکوہ ایک روحانی پیکر تھا۔ دنیا تو اس کو دنیا کی نظر سے ہی دیکھے گی۔ مگر اہل دل ہی اس کے اندر قلندر کی بادشاہ کو دیکھ سکتے ہیں۔ بزرگوں کی محفلوں میں حاضری نے اس کے باطن میں کچے تانبے کو کندن بنا دیا تھا۔ اسے لاہور سے اور لاہور کے بزرگوں سے بے پناہ محبت تھی۔

حضرت دارا شکوہؒ نے حضرت ملا شاہ بدخشانی قدس سرہ سے روحانی فیض حاصل کیا۔ وہی حضرت دارا شکوہؒ کے روحانی رہنما تھے۔ حضرت ملا شاہؒ فارسی کے بہترین شاعر بھی تھے۔ آپ حضرت میاں میرؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ حضرت میاں میرؒ کے احاطے میں ہی دفن ہوئے۔ مقبرہ دارا شکوہؒ نے تعمیر کیا۔ جس پر زر کثیر خرچ ہوا۔

حضرت دارا شکوہ وحدۃ الوجود کے قائل تھے۔ آپ کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں ایک فارسی دیوان ہے۔ جس میں توحید و معرفت کے بڑے دقیق نکات استعاراتی انداز میں بیان کئے گئے ہیں سفینۃ الاولیاء کو حضرت میاں میرؒ کی حیات پاک پر آپ نے لکھی۔ مگر اس میں بیشمار دیگر اولیاء اللہ اور بزرگوں کے حالات بھی ہیں۔ سفینۃ الاولیاء آپ کی معرکتہ الآراء کتاب ہے۔ جس میں اولیاء اللہ کے حالات زندگی اور سیرت و کردار پر بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے حضرت دارا شکوہ کی اور بھی بہت سی تالیف و تصانیف ہیں یہ سب فارسی میں ہیں۔ اور روحانیت کا پرتو لئے ہوئے ہیں۔ یہ تمام کتب معرفت میں سند کی حیثیت رکھتی ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

تو یہ روحانی پیکر دنیا میں پھنس کر ذلیل و خوار ہوا حالانکہ حضرت میاں میرؒ نے ایک ملاقات میں داراشکوہ کو اپنے مصلے پر بیٹھنے کو کہا۔ مگر اسے بے ادبی تصور کر کے دارا شکوہ مصلے پر نہ بیٹھا۔ دوسری مرتبہ پھر آپ نے دارا کو مصلے پر بیٹھنے کو کہا۔ مگر وہ نہ بیٹھا۔ تیسری مرتبہ حضرت میاں میرؒ نے وہ جائے نماز اٹھا کر دارا کو دیا تو اس نے وہ سر پر رکھ لیا۔ جب جنگوں میں پے در پے ناکامیاں ہوئیں تو دارا حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کے لئے عرض کی۔ آپؒ مسکرائے اور فرمایا۔ ہم نے تین مرتبہ تمہیں دہلی کا تخت پیش کیا۔ مگر تم نہ سمجھے اور تخت کو موت کا پھندہ بنا کر سر پر رکھ لیا۔ اب تیر کمان سے نکل چکا ہے۔دوسرے باطنی سلطنت کے حکمرانوں کا فیصلہ مجددیوں کے حق میں ہو چکا ہے۔

اورنگ زیب حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا پیروکار تھا۔ اسی سلسلے سے اس کا تعلق تھا۔

حضرت دارا شکوہؒ کو پابہ زنجیر کر کے عالمگیر کے دربار میں پیش کیا گیا۔ اور سر دربار بہت ذلیل کیا گیا۔ آخر آج سے قریباً ساڑھے تین سو سال پیشتر حضرت دارا شکوہ کو عالمگیر کے حکم پر ۱۰۷۰ھ کو دہلی میں شہید کیا گیا۔ مزار شریف دہلی ہی میں ہے۔ لاہور میں چاہ میراں دھوبی گھاٹ میں جو مزار ہے وہ حضرت دارا شکوہ کے کسی عزیز کا ہے۔ جسے دارا شکوہ نے تعمیر کرایا تھا۔ اس مزار کے اوپر خوبصورت گنبد بھی ہے۔ جس کی حالت اب خستہ ہو چکی ہے۔ محکمہ آثار قدیمہ نے شاید مرمت وغیرہ کرادی ہو۔ بہرحال اس محلے کو بھی محلہ داراشکوہ ہی کہا جاتا ہے۔ مگر دہلی میں جہاں آپ کو شہید کیا گیا۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ آپ کی میت دہلی سے لاہور لائی گئی تھی۔ آپ ۱۰۷۰ھ کو دہلی میں ہی شہید ہوئے اور دہلی میں ہی دفن ہوئے۔ دہلی میں بھی اس جگہ کا نام محلہ داراشکوہ ہے۔

البتہ حضرت داراشکوہ کی اہلیہ نادرہ بیگم لاہور میں دفن ہیں۔ اور احاطہ حضرت میاں میرؒ میں مزار ہے۔ مزار حضرت میاں میرؒ ہی نے تعمیر کرایا تھا۔ بہرحال تاریخ

marfat.com
Marfat.com

لکھنے والوں کی تحریروں میں ایسے تضادات اکثر پائے جاتے ہیں۔

ایک روایت کے مطابق شاہجہان اپنے چاروں بیٹوں کو لے کر حضرت میاں میر رحمتہ اللہ کے پاس آیا۔ تخت نشینی کے متعلق آپ سے مشورہ طلب کیا۔ آپ خاموش رہے۔ آپ نے تبرک کے طور پر سوکھے ٹکڑے باری باری شہزادوں کو دیئے۔ تین شہزادوں نے وہ ٹکڑے نہ کھائے اور آپ نے اورنگ زیب عالمگیر کو وہی سوکھا ٹکڑا دیا تو اس نے کھا لیا اسے تخت مل گیا۔ تو روایات میں یہ تضاد بھی موجود ہے۔ مگر اس سلسلے میں جو روایت پہلے بیان کی گئی ہے وہ معتبر ہے۔

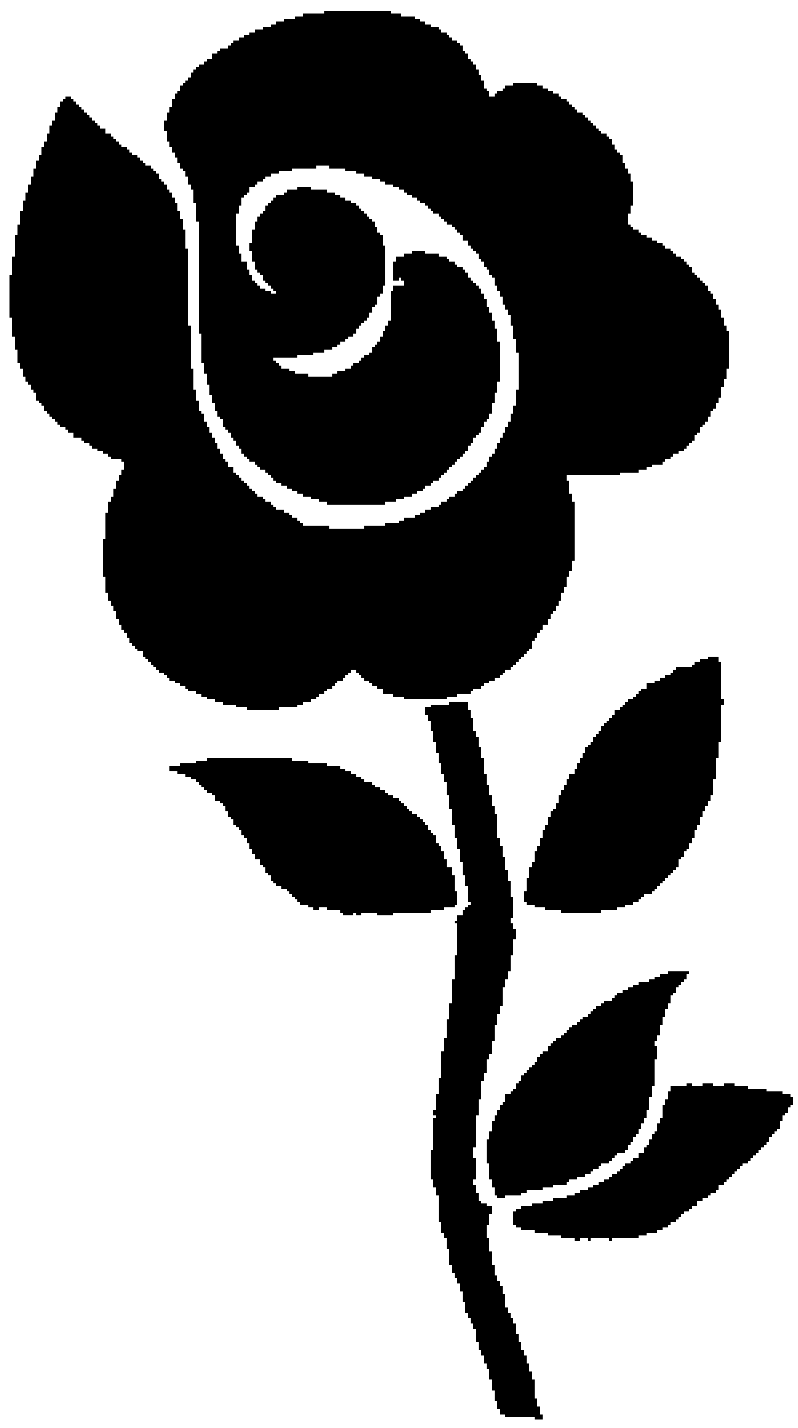

marfat.com
Marfat.com

چند نقشبندی سلسلے کے بزرگ

شیخ حامدؒ

شیخ حامدؒ ۔ حضرت شاہ آدم بنوریؒ کے بڑے خلفاء میں سے تھے ۔ آپ اپنے مرشد کے پاس زیادہ تر رہتے۔ وہیں طالبان حق اور ان کے مریدوں کو راہ حق بتانے میں مصروف رہتے ۔ زہدو تقویٰ میں بے مثل تھے ۔ آپ کم کھاتے کم سوتے۔ اور بہت کم گفتگو کرتے۔ تنہائی پسند تھے۔ عام لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرتے ۔ آپ نے جمعرات ۲۲ جمادی الاخر ۱۰۵۴ھ کو وفات پائی۔ سن عیسوی ۱۹ اکتوبر ۱۶۴۴ء تھا۔ آپ کا مزار لاہور میں ہے ۔ مگر تواریخ میں مزار کی نشاندہی نہیں ملتی۔ اس وقت عہد شاہجہانی تھا۔

سید منور شاہ نقشبندیؒ

سید منور شاہؒ غوث الاعظمؒ کی اولاد سے تھے ۔ شیخ ارشاد اور صاحب طریقت تھے ۔ زہدو تقویٰ ۔ پرہیزگاری میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔ اہل دنیا سے میل جول کم تھا۔ آپ اپنے والد پیر صابر شاہ کے مرید تھے۔ نقشبندی اور سہروردی مسلک کے بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔ آپ پر کشف القلوب کا غلبہ اس درجہ طاری رہتا۔ کہ آنے والے حاجتمندوں کو کوئی بات بتانے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی وہ جو سوال لے کر آتے اس کا جواب بغیر بتائے مل جاتا۔ رات دن یاد خدا میں مصروف رہتے ۔ اسباب دنیا سے نفرت تھی۔ آپ بہت سے کمالات میں دسترس رکھتے تھے ۔ جامع کمالات تھے ۔ آپ کی وفات ۱۲۶۴ھ بمطابق ۱۸۴۸ء ہوئی ۔ اسی

marfat.com
Marfat.com

سال رنجیت سنگھ کی حکومت ختم ہوئی۔ سکھوں کی خانہ جنگی اور تباہی کے بعد لاہور میں انگریزی راج کا آغاز ہوا۔

سید حامد شاہؒ کا مزار حضرت فتح محمد طاہرؒ کے مزار کی چار دیواری کے اندر ہے ۔ آپ کی اولاد لاہور میں موجود ہے۔

شیخ سعدی بخاریؒ

ایک بحری جہاز سمندر میں اطمینان سے محو سفر تھا کہ اچانک سیاہ بادل نمو دار ہوئے تیز ہوا چلی ۔ طوفان باد و باراں میں جہاز ہچکولے کھانے لگا۔ اندھیرا سا چھا گیا۔ سمندر کی بڑی بڑی شوریدہ سر لہریں اٹھیں تو جہاز سے ٹکرا کر اوپر سے گزر جاتیں ۔ جہاز میں پانی بھرنے لگا۔ ایک طرف طوفان کا شور تھا۔ اور دوسری جانب جہاز میں خلق خدا کا شور تھا سب افراتفری میں ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ چیخ پکار ۔ وحشت ۔ موت کا خوف سب کے سروں پر منڈلا رہا تھا۔ جہاز ڈوبنے والا تھا۔ اور بچنے کی کوئی امید نہ تھی اسی جہاز میں ایک بزرگ بھی سوار تھے۔ کچھ باخبر لوگ جاکر ان کے قدموں میں گر پڑے اور دعا کی استدعا کی۔ بزرگ نے فرمایا اس جہاز میں بدکاری ہوئی ہے ۔ اس لئے جہاز گرفتار بلا ہوا ہے۔ میں اللہ تعالٰی سے دعا کرتا ہوں۔ وہ رحیم و کریم ہیں دعا قبول فرمالیں گے ۔ بزرگ ابھی دعا مانگ ہی رہے تھے کہ طوفان تھم گیا۔ اور جہاز صحیح سلامت ساحل پر آلگا۔ دعا فرمانے والے بزرگ شیخ سعدی بخاری مجددی ' لاہوری رحمتہ اللہ علیہ تھے۔

شیخ سعدی بخاری رحمتہ اللہ علیہ ۔ مادر زاد ولی تھے ۔ آپ حضرت شیخ آدم بنوریؒ کے کامل خلیفہ تھے ۔ ظاہری اور باطنی علوم سے آراستہ تھے ۔ بچپن ہی میں اپنے مرشد کے زیر سایہ تربیت پائی ۔ آپ کے حالات شاہ شرف الدین کشمیری مجددی کی تالیف روضتہ الاسلام ' حاجی محمد امین بدخشی کی تالیف تاریخ بدخشی ۔ اور دیگر کتب میں تفصیل سے ملتے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

حضرت شیخ سعدی بخاری آٹھ سال کی عمر میں اپنے گاؤں کے نزدیک کنوئیں پر بہت سلیقے اور احتیاط سے وضو کر رہے تھے وہاں سے ایک بزرگ حاجی سعد اللہ وزیر آبادی گزرے۔ یہ حضرت شیخ آدم بنوریؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ وہ اپنے مرشد کے پاس بنور جا رہے تھے۔ آٹھ سال کے بچے کو اس احتیاط سے وضو کرتے دیکھا تو کھڑے ہو گئے۔ بچے کے چہرے کی کشش اور سلیقے سے وضو کرنے کا انداز بہت پسند آیا۔ اپنے ساتھیوں سے فرمایا دیکھو یہ لڑکا کتنا سعد یعنی نیک ہے۔ گہری نظر سے دیکھنے کے بعد وہ چلدیئے۔ لڑکے نے ان لوگوں سے پوچھا یہ بزرگ کون ہیں؟۔ اور آپ سب لوگ کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے کہا یہ بزرگ حاجی سعد اللہ وزیر آبادی ہیں ہم سب ان کے مرید ہیں۔ اور حاجی صاحب اپنے مرشد آدم بنوریؒ سے شرف نیاز حاصل کرنے جا رہے ہیں۔ لڑکا بھی چپکے سے ان کے پیچھے ہو لیا۔ راستے میں کسی سے زیادہ بات نہ کی۔ اور نہ ہی کسی سے کوئی چیز مانگی۔ جب درویشوں کا یہ قافلہ بنور پہنچا تو حضرت شیخ آدم بنوریؒ نے اپنے خلیفہ حاجی سعد اللہ سے ایک ایک درویش کے متعلق پوچھا۔ سب کا حال پوچھا۔ آخر میں لڑکے کو دیکھ کر حضرت آدم بنوریؒ نے پوچھا یہ لڑکا کون ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ لڑکا خاموشی سے ہمارے ساتھ آگیا ہے۔ اس کے حالات تو معلوم نہیں۔ لیکن اس کی حالت عجیب ہے۔ خاموشی سے ہمارے ساتھ آگیا ہے مرشد پاک اگر سچا رہبر تو نگاہ دور تک کام کرتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ نہ کہو کہ لڑکا ہمارے ساتھ آیا ہے۔ یہ کہو کہ ہم اس کے ہمراہ آئے ہیں۔ حاجی سعد اللہ یہ لڑکا پیدائشی ولی ہے۔ ازلی سعادتمند ہے اور مقبول رب و ذوالجلال ہے اگر روز قیامت تمہاری بخشش ہوگی تو اس لڑکے کی بدولت ہوگی۔ پھر حضرت شیخ آدمؒ نے لڑکے سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ لڑکے نے عرض کی۔ میرا نام سعدی ہے۔ آپ نے لڑکے کو مبارک باد دی اور فرمایا۔ جہاں جاؤ گے سعد رہو گے۔ تم دنیا میں بھی سعد ہو اور عاقبت میں بھی سعد رہو گے۔ لڑکے کو پیار کیا۔ سینے سے لگایا۔ پھر اپنے حرم میں لے گئے اور گھر کے لوگوں اور بیبیوں سے فرمایا۔ یہ چھوٹی عمر کا لڑکا ملا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اسے خاتون جنت بی بی فاطمہ الزاھرۃ نے اپنا بیٹا بنالیا ہے۔ پھر اس لڑکے کو آپ نے بیعت کیا اور خاص کاموں پر معمور فرما دیا۔

آپ مادر زاد ولی تھے۔ براہ راست رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے فیض ملا تھا۔ اس حرمت اور شرف کے حوالے سے اولیٰ تھے۔ بچپن میں ہی ہر مشکل پر قابو پالینے کی ہمت رکھتے تھے۔ جن اور بھوت آپ کا نام لینے سے بھاگ جاتے تھے۔ جس ولی کی ولایت کی جانب توجہ فرماتے۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ فیض کا ایک بہتا دریا تھے۔ ایک مرتبہ اپنے مرشد شیخ آدم بنوریؒ کے ساتھ سہارنپور گئے۔ رات مسجد میں قیام ہوا مسجد کے صحن میں نیم بیداری کے عالم میں آپ نے دیکھا سارا شہر پر نور ہو گیا ہے۔ نور نے سارے شہر کو محفوظ کرلیا ہے۔ ایک نیک خاتون آپ کے پاس آئیں اور کہا مسجد کے باہر حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو بلا رہی ہیں۔ حضرت سعدی بخاریؒ اٹھ کر باہر گئے تو خاتون جنتؓ پیغمبروں اور نبیوں کی بیٹیوں کے ہمراہ مقام امامت پر کھڑی ہیں۔ اور فرمایا سعدی میں نے چاہا کہ تمہیں کوئی تحفہ دوں اسم اعظم کا تحفہ بخشا اور اپنی ہمراہیوں کے ساتھ آسمان کی جانب پرواز کر گئیں۔

ایک وقت ایسا آیا کہ کچھ گمراہوں اور بدعقیدہ لوگوں کے گمراہ کرنے پر بادشاہ شاہجہان نے حضرت آدمؒ کو ہندوستان بدر کر دیا۔ آپ ہندوستان سے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ شیخ کے خلفاء کو جن میں شیخ سعدی بخاریؒ بھی شامل تھے۔ بہت غصہ آیا اور بادشاہ کو ختم کرنے تک نوبت پہنچ گئی۔ جب مرشد شیخ آدمؒ جانے لگے تو شیخ سعدیؒ نے اپنے ارادے سے اپنے مرشد کو آگاہ کیا۔ اور عرض کی صرف آپ کے حکم کا انتظار ہے شیخ آدمؒ نے فرمایا۔ دیکھو بادشاہ مسلمان ہے۔ مسلمانوں کی بہبود اور اسلام کے لئے تقویت کا باعث ہے ایک آدمی کے خلاف اس کی غلطی کی سزا پر کروڑوں مسلمانوں کی بھلائی قربان نہیں کرنا چاہیے۔ تمام خلفاء اور مریدوں نے شیخ سعدیؒ کی طرف رجوع کیا۔ آپ نے فرمایا مرشد کی ناراضگی میرے لئے عرش ہلا دینے کے مترادف ہے۔ خلیفہ اول شیخ ابوالفتح نے کہا شیخ سعدیؒ تم اس بادشاہ

marfat.com
Marfat.com

کا کام تمام کردو مرشد کی ناراضگی کو میں خوشنودی میں بدل دوں گا وہ آزردہ ہوں گے تو میں انہیں خوش کرلوں گا۔

شیخ سعدیؒ اپنے ایک دوست کو ساتھ لے کر باغ کامران یا بارہ دری کامران میں جا بیٹھے۔ ایک وقت انتہائی غیظ کے عالم میں۔ بادشاہ کو مع تخت اور ان گمراہ کرنے والے درباریوں سمیت ایک ہاتھ پر اٹھالیا اور چاہا کہ اوپر کا تختہ نیچے کردوں ۔ مگر کسی نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر انہیں اس کام سے روک دیا۔ دوسری مرتبہ کوشش کی تو دیکھا۔ کہ بادشاہ کے تخت اور ان کے گراہوں کے گرد ایک حصار بن گیا ہے اور انہیں اس حصار کو پار کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ تیسری مرتبہ پھر غیرت نے جوش مارا تو غصے میں تصرف کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ کہ حصار کو پھاند کر بادشاہ اور درباریوں کو ختم کردیا جائے۔ اس مرتبہ مرشد پاک شیخ آدمؒ خود سامنے آگئے اور سعدی کو کمر سے پکڑ کر فرمایا سعدی میرے بیٹے ایسے کاموں میں جلد بازی کی بجائے تحمل سے کام لینا چاہئے۔ شیخ سعدی بخاری تین دن مرشد کے سامنے نہ گئے دیدار سے محروم رہے تیسرے دن تو شرم سے نگاہیں نیچی تھیں۔ مرشد نے فرمایا سعدی کوئی بات نہیں تمہیں مشتعل کیا گیا۔

تحمل سے کام لیا کرو۔ اللہ نے طاقت دی ہو تو تحمل کی ضرورت اور بھی زیادہ ہونی چاہئے۔ بادشاہ مسلمان ہے اور خلقت کا خیر خواہ ہے۔ یہ واقعہ کتاب جواہر الاسرار میں بھی لکھا ہے۔

جب آپ کے مرشد مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو سعدی بخاریؒ اداس اور غمگین رہنے لگے۔ وہ اپنے گھر گئے والدین کی زیارت کی اور اپنے دوست منصور بدخشی کو لے کر مکہ مکرمہ مرشد کے پاس روانہ ہوئے۔ اسی سفر میں جہاز کے ڈوبنے کا واقع پیش آیا منصور بدخشی کے کہنے پر آپ نے دعا کی اور جہاز ڈوبنے سے بچ گیا۔ منصور بدخشی پہلے بادشاہ کے دربار میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ پھر نوکری چھوڑ کر حضرت شیخ آدمؒ کے مرید ہوئے۔ دنیا چھوڑ کر درویشی اختیار کی۔

marfat.com

Marfat.com

مکہ مکرمہ پہنچ کر اپنے مرشد سے ملے پھر خوشگوار زندگی لوٹ آئی آپ نے وہاں حج کیا پھر مرشد کے ساتھ مدینہ منورہ کی زیارت کے لئے جانے کو تیار ہوئے مگر حضرت شیخ آدمؒ نے انہیں پہلے ہی روانہ کر دیا۔ اور خود بعد میں پہنچ جانے کا کہا۔ آپ مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے تو ایک صبح غسل کی حاجت ہوئی۔ سخت سردی تھی۔ نہر کا پانی بہت ٹھنڈا تھا۔ مگر غسل ضروری تھا۔ آپ نے نہر کے اسی پانی سے غسل فرمایا صبح کی سردی اور ٹھنڈے پانی کا اثر آپ پر کپکپی طاری ہو گئی بیمار ہو گئے۔ اچانک اسی نہر سے ایک نورانی نمودار ہوا۔ اور شیخ کو گرم گرم حلوہ جس سے دھواں نکل رہا تھا دیا اور کہا کھاؤ آرام آجائے گا آپ نے وہ کھایا تو بالکل تندرست ہو گئے۔ پھر مدینے پاک کی جانب چل دیئے۔

جب آپ مدینہ منورہ پہنچے تو چھ دن بعد آپ کے مرشد روشن ضمیر بھی مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ آپ اس وقت سخت بیمار تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا۔ جیسے آپ گھڑی پل کے مہمان ہیں۔ حضرت شیخ آدمؒ آپ کی عیادت کے لئے آئے تو آپ کی حالت دیکھ کر پریشان ہوئے بغیر کوئی بات کئے واپس چلے گئے۔ اسی رات جب آپ نیم بے ہوشی کے عالم میں تھے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے آپ کے ہمراہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ' سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ' اور خاتون جنت بی بی فاطمہ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک نورانی تخت پر تشریف لائے۔ سعدیؒ ان کے سامنے فوراً اٹھ کر اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ اچانک قلم دوات غیب سے نمودار ہوئی۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یا ابوبکرؓ! سعدی فاطمہؓ کا معنوی بیٹا ہے۔ اس کی عمر ختم ہو چکی تھی۔ لکھ دو۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے پچاس سال اور دنیا میں رہنے کے لئے مانگ لئے ہیں۔ پھر قدرے توقف فرما کر فرمایا اور پانچ سال بڑھا دو۔ پچپن سال لکھ دو۔ تاکہ طالبان حق کو راہ ہدایت کرتا رہے پھر یہ پاک ہستیاں اسی تخت پر واپس چلی گئیں۔ ابھی یہ عالم طاری تھا کہ آپ نے شیخ آدمؒ کی آواز سنی۔ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے۔ شیخ حامد کو حضرت مرشد پاک فرما رہے تھے سعدی کی عمر

marfat.com

Marfat.com

ختم ہو چکی تھیں اسے پچپن سال کی عمر رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے عنایت فرما دی ہے سعدی بخاریؒ یہ آوازیں سن کر بیدار ہوئے اور مرشد پاک کے قدموں پر گر پڑے۔ وہ بالکل تندرست اور صحتیاب ہو چکے تھے۔

حضرت شیخ آدم بنوری رحمتہ اللہ علیہ ۱۰۵۳ھ میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں دفن ہوئے مرشد کی وفات کے بعد شیخ سعدی بخاریؒ لاہور تشریف لے آئے۔ خلق خدا کی ہدایت میں مصروف ہوگئے۔ لاہور میں آپ کے ان گنت مرید تھے۔ ان میں بہت سے صاحب ولایت تھے۔ اور رتبہ ارشاد و اجازت تک پہنچے۔

شیخ سعدی کے چار فرزند تھے۔ خواجہ محمد سلیم۔ خواجہ محمد غنی۔ خواجہ محمد یوسف اور خواجہ محمد عارف چاروں راہ سلوک کے راہی تھے۔ شیخ سعدی ' مجددی ' بخاری' لاہوری بدھ کے روز ماہ ربیع الاول ۱۱۰۸ھ کو لاہور میں فوت ہوئے اور مزنگ میں مزار مبارک مرجع خلائق ہے۔ اب بہت سے مزارات کے نشان نہیں ملتے۔

شیخ حاجی محمد سعیدؒ لاہوری

احمد شاہ ابدالی نے لاہور پر آٹھ حملے کئے۔ لاہور ایسا خیرو برکت اور محبت والا شہر ہے کہ جس میں ہمیشہ علم وہنر کی دولت کے ساتھ سیم و زر کے بھی انبار لگے رہے۔ اب تک یہ صورت حال بدستور جاری و ساری ہے۔ اس شہر پر مختلف لبادوں میں ڈاکو لوٹ مار کا بازار گرم کرنے کے لئے آتے اور لوٹ مار کر کے چلے جاتے رہے۔ کبھی سکھ آجاتے۔ کبھی نادر شاہ۔ کبھی احمد شاہ' کبھی مغل۔ کبھی افغانی۔ کبھی انگریز۔ علم وہنر' دولت عرفان ' سیم و زر کی لوٹ مار اس وقت سے مچی ہے۔ جب سے یہ شہر آباد ہے۔ مہذب لوگ اور غیر مہذب ڈاکو اپنے اپنے انداز سے اس شہر کے خزانوں کو لوٹتے رہے لوٹ رہے ہیں اور لوٹتے رہیں گے

marfat.com
Marfat.com

جو بھی اس شہر میں آیا اس شہر نے اسے بڑی محبت اور خلوص سے گلے لگایا۔ لوگ اپنی پسند۔ اپنے اپنے ظرف اپنے اپنے ذہن اور اپنی خواہش کے مطابق ہر قسم کی دولت سے مالا مال ہو کر جاتے رہے فرق صرف اتنا ہے کہ کچھ دولتیں ایسی ہیں جو ذہن و دل کو منور کرتی ہیں اور نور کے خزانے عطا کرتی ہیں اور بعض دولتیں ایسی ہیں جو جہنم کے شعلوں سے دامن بھر دیتی ہیں جھولیاں بھرنے والوں کے آنے اور جھولیاں بھر کر جانے والوں کا تانتا بندھا ہوا ہے ۔ جانے والوں کی آنکھیں اس شہر کی محبت میں ہمیشہ پرنم ہوتی ہیں پردیس میں اس شہر کا نام لے کر ' اس شہر کی محبت میں لوگوں کو آہیں بھرتے اور روتے دیکھا گیا ہے ۔ اس شہر میں کشش اور محبت کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے ۔

ایک ہزار سال پہلے یہ مندروں کا شہر تھا۔ اب یہ مسجدوں کا شہر ہے ۔ روحانی پیشوا۔ مصر۔ بغداد۔ افغانستان۔ بلخ۔ بخارا۔ ایران۔ عراق۔ مکہ مکرمہ۔ مدینہ منورہ۔ اور برصغیر کے ہر علاقے سے اس شہر کی جانب کھنچے چلے آتے رہے ۔ اور اپنی روحانی سطوت کی کرنیں اس شہر پر بکھیرتے رہے۔ اب تک یہ عمل جاری ہے ۔ دوسری جانب دنیا کی ہوس کے متوالے ہوس اقتدار کی پیاس بجھانے ۔ ہیرے جواہرات اور سونے چاندی سے خزانے بھرنے والوں کی یلغاروں سے اس شہر کی گلیوں ' بازاروں اور سڑکوں پر خون کی موجیں ظلم کی دیواروں سے سر ٹکراتی رہیں ۔ کوئی طوفان ' کوئی آندھی ' کوئی یلغار اس کی عظمت کا پرچم سرنگوں نہیں کر سکی ۔ کیونکہ اس شہر میں حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کی عظمت کا پرچم بلند ہے ۔ غریب ۔ مسکین ' فقیر۔ پردیسی۔ زائرین ۔ اور سینکڑوں بے روزگار خاندانوں کا پیٹ داتا حضور کے لنگر سے بھرتا ہے۔ جو صبح سے رات بارہ بجے تک جاری رہتا ہے ۔ اور ایک ہزار سال سے جاری و ساری ہے یہ شہر پردیسی کو محبت سے گلے لگاتا ہے ۔ روحانیت کا ایک سمندر ہے جو اس شہر میں بہہ رہا ہے ۔ حضرت سید موج دریا بخاریؒ ۔ حضرت میاں میرؒ ۔ حضرت ایشاںؒ حضرت عزیز الدین مکیؒ حضرت پیر شاہ عنایتؒ حضرت بابا شاہ جمالؒ حضرت بابا شاہ حسینؒ ۔ حضرت علامہ

marfat.com

Marfat.com

اقبالؒ- اور دیگر روحانی پیشواؤں کے سینکڑوں خاندان اس شہر میں آسودہ خاک ہیں - ان بزرگوں کی دعاؤں کی رحمت کا سایہ اس شہر کو ڈھانپے ہوئے ہے آج اس شہر میں ڈاکوؤں ' چوروں' رشوت خور' سمگلر' دولت دنیا کے بھوکے ' اقتدار کے بھوکے' ان بزرگوں کی دعاؤں کی چادر نے ہی ڈھانپ رکھے ہیں ایک ہزار سے زائد بزرگ اس باعظمت شہر کے اندر باہر گلی کوچوں اور قبرستانوں میں آسودہ خاک ہیں - جو اس مدینتہ الاولیاء بلاد الاولیاء میں جسم خاکی کا پردہ اتارنے کے بعد بھی زندہ و پائندہ ہیں - قطب الارشاد - غوث- ابدال- اوتاد- نقباء- اخیار- ابرار- اور ایسے ولی زندہ بھی ہیں - اور پردہ پوش بھی ہوچکے ہیں- یہ ایک روحانی سلطنت ہے جو ایک تسلسل سے کاروبار دنیاو حیات میں تصرف رکھتی ہے - بہت سے ردو بدل ان کے احکام سے ہوتے ہیں- یہ طاقت یہ سطوت انہیں - اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں دے رکھی ہے-

تو ذکر حضرت شیخ حاجی سعید لاہوری کا تھا- آپ سلسلہ نقشبندیہ ' قادریہ ' اور شطاریہ کے جلیل القدر شیخ تھے - احمد شاہ ابدالی کے دوسرے حملے کے وقت آپ لاہور کے محلہ لکھی میں تھے- یہ محلہ موجودہ اے جی آفس - ہائی کورٹ - جین مندر' یونیورسٹی گراؤنڈ' سے مزنگ تک پھیلا ہوا تھا- آپ اسی محلہ میں اقامت پذیر تھے- یہ بڑے بڑے کپڑے کے تاجروں کا محلہ تھا - احمد شاہ ابدالی کے حملے میں اتنی شدت تھی کہ شریف شہری نقل مکانی کرکے دوسرے علاقوں میں چلے گئے - لکھی محلے کے امیر لوگ حاجی محمد سعیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا حضرت شہر کے لوگ مکان چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں - ہمارے لئے کیا حکم ہے- اگر کچھ کرسکیں تو ہم آپ کے حکم کے مطابق یہاں رہیں- ورنہ ہم بھی شہر چھوڑ جائیں کیونکہ احمد شاہ کی فوجوں کی لوٹ مار اور غارتگری انتہاء کو پہنچی ہوئی ہے- آپ نے فرمایا کہ احمد شاہ کا حملہ واقعی بڑا شدید ہے- شہر کی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی - مگر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اگر اسے منظور ہوا تو یہ محلہ محفوظ رہے گا-

marfat.com
Marfat.com

ایسا ہی ہوا۔ کہ سارا شہر نوٹ پھوٹ گیا۔ مگر لکھی محلہ محفوظ رہا۔ جب احمد شاہ لاہور پر حملہ آور ہوا تو اس وقت حضرت حاجی سعید کی کرامات کا بڑا چرچا تھا۔ احمد شاہ کو معلوم ہوا تو وہ احتراماً آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ کا دیدار کیا تو ایسی کشش پائی۔ کہ آپ کا مرید بن گیا۔ اور اپنے امیروں اور نائبین کو آپ کا مرید بنا دیا۔ اور حکم دیا کہ محلہ لکھی اور عبداللہ واڑی کے علاقوں میں کوئی فوجی نہ آئے۔ اور ان محلوں کے گرد پہرے بھی بٹھا دیئے۔ آپ کی اس کرامت سے آپ کو بہت شہرت ملی اور آپ حاجی پیر افغان کے نام سے مشہور ہوئے۔

احمد شاہ ابدالی واپس چلا گیا۔ تو لاہور کا ایک باشندہ روتا ہوا آپ کے پاس آیا اور عرض کی یا حاجی پیر میں تباہ ہوگیا میری مدد فرمائیں۔ آپ نے پوچھا تو اس نے عرض کی۔ میری ایک ہی بچی تھی۔ اور کوئی اولاد نہیں ہے۔ اسے احمد شاہ کے فوجی اٹھا کر لے گئے ہیں۔ میں اس بچی کے لئے انتہائی اذیت میں ہوں۔ آپ نے فرمایا بیٹھو جو میرے اللہ کو منظور۔ یہ کہہ کر آپ مراقبے میں چلے گئے۔ جب آنکھیں کھولیں تو سائل سے کہا آنکھیں بند کرو۔ اس نے آنکھیں بند کیں۔ ایک لمحہ بعد آپ نے فرمایا۔ آنکھیں کھول کر دیکھو اس نے آنکھیں کھولیں تو لڑکی اس کے پاس کھڑی تھی۔ وہ فرط محبت سے بیٹی کے ساتھ لپٹ گیا۔ اور پھر آپ کے پاؤں پر گر پڑا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ سب میرے پروردگار کا کرم ہے۔ بعد میں لڑکی سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ بادشاہ کے فوجی مجھے پکڑ کر کابل لے گئے۔ وہاں ایک شاہی امیر نے مجھے اپنی لونڈی بنا لیا۔ میں بازار سے اس کے گھر کا سودا سلف لاتی تھی۔ آج صبح مجھے چار پیسے دیئے تیل لانے کے لئے ایک برتن دیا۔ میں چار پیسے اور برتن لے کر جا رہی تھی کہ اچانک یہ بزرگ جو بیٹھے ہیں۔ میرے پاس آئے اور کہا آنکھیں بند کرو۔ ایک لمحے کے بعد آواز آئی کہ آنکھیں کھول دو۔ میں نے آنکھیں کھولیں تو یہاں اپنے باپ کے پاس کھڑی تھی۔ یہ برتن اور یہ چار پیسے میرے ہاتھ میں ہیں۔ حاضرین پر سکتہ طاری ہوگیا۔ لوگوں کا یقین اور اعتقاد آپ پر اور مضبوط ہوگیا۔

marfat.com
Marfat.com

شیخ حاجی محمد سعید حج پر تشریف لے گئے۔ مدینہ منورہ گئے اور بہت سے بزرگوں کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ واپسی پر بہت سے بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔ آپ نے ایک سو دس سال عمر پائی۔ آپ نے شاہجہان۔ اورنگزیب ۔ اعظم شاہ' شاہ عالم۔ معزالدین۔ جہاندار شاہ۔ فرخ سیر۔ رفیع الدرجات۔ رفیع الدولہ۔ نکوسیر۔ ابراہیم۔ محمد شاہ اور احمد شاہ ان مغل بادشاہوں کا دور پایا۔ اسی طرح حاجی شیخ سعید کی زندگی میں احمد شاہ ابدالی کے کئی حملے ہوئے۔ تیسرے حملے میں جو ۱۷۵۲ء میں ہوا میر معین الملک نے احمد شاہ ابدالی کی فوجوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ان کے دانت کھٹے کئے۔ احمد شاہ معین الملک کی بہادری سے بہت متاثر ہوا اس کی بڑی عزت افزائی کی اور اسے رستم ہند کا خطاب دیا اور اسے اپنا بیٹا فرزند خان کہہ کر پکارا۔ اور کچھ رقم لے کر واپس چلا گیا۔

حاجی صاحب کی ہر دور میں بڑی عزت افزائی ہوئی۔ آخری چار مغل بادشاہ صرف ایک ایک سال ہی حکومت کر سکے۔ اس طرح آپ نے تیرہ بادشاہوں کا دور پایا۔ آپ کا نواسہ شیخ عبدالرحیم جو حاجی شیخ سعیدؒ کے بڑے خلیفہ تھے وہ آپ کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے۔ شیخ عبدالرحیمؒ کے خلیفہ سید فضل علی شاہ بھی آپ کی زندگی میں ہی وفات پا گئے۔

حضرت حاجی محمد سعید لاہوریؒ کا وصال ۱۱۶۶ھ میں ہوا۔ سن عیسوی ۱۷۵۳ء تھا آپ کا مزار خانقاہ شاہ چراغ کے قرب و جوار میں ہے۔ اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

شیخ محمود شاہ نقشبندیؒ

مفتی غلام سرور حدیقۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ۔ شیخ محمود شاہ نقشبندیؒ خدا پرست بزرگ تھے۔ گوشہ نشین رہ کر عبادت و ریاضت کرتے لاہور میں ہی رہائش

marfat.com
Marfat.com

پذیر رہے۔ آپ نے شیخ عبدالکریم مجددیؒ سے فیض پایا تھا۔ طالبان حق اکثر آپ کی خدمت میں حاضر رہ کر باطنی فیض حاصل کرتے تمام عمر گوشہ نشین رہے۔ آپ کا ۱۲۸۰ھ میں وصال ہوا۔ آپ کا مقبرہ سید گھوڑے شاہ سہروردی کے قریب ہے آپ نے انگریزوں کا دور بھی دیکھا۔

marfat.com
Marfat.com

چند سہروردی سلسلے کے بزرگ

حضرت چوہڑ شاہ بندگیؒ

آپ کا نام عبدالجلیل تھا۔ آپ کیچ مکران کے بادشاہ کے خاندان سے تھے بادشاہ کا نام سلطان السا لکین حمید الدین ابوالمغیث حاکم تھا حضرت چوہڑ بندگی نے اپنے والد حضرت ابوالفتح سے ظاہری اور باطنی فیض حاصل کیا۔ سیرو سیاحت کے دوران دیگر بہت سے بزرگوں سے بھی روحانی فیض حاصل کیا۔ آپ صاحب کرامت بزرگ تھے۔

آپ جب اپنا وطن چھوڑ کر لاہور کے لئے روانہ ہوئے۔ نصف راستہ طے کر چکے تو رات خواب میں حضرت بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ خواب میں ملے اور فرمایا ۔ کہ شیخ جلیل مناسب یہ ہے ۔ کہ پہلے اجودھن میں ہمارے مقبرے پر آئیں۔ اور آپ کا جو حصہ ہمارے پاس ہے ۔ وہ لے لیں پھر لاہور جائیں آپ وہیں سے حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے آستانہ عالیہ پر گئے اور وہاں کئی دن چلہ کشی کی ۔ اور خلافت چشتیہ کی خلعت حاصل کی۔

لاہور آئے تو پہلے ایک نزدیکی گاؤں کوٹ کروڑ میں ڈیرا ڈالا یہ گاؤں لاہور میں جنوب مشرق کی جانب واقع تھا۔ اب وہ بالکل معدوم ہو چکا ہے ۔ ایک دن آپ دریا کے کنارے سیر کر رہے تھے ۔ کہ دہی بیچنے والی ہندو گجری گزری آپ نے اس کی طرف دیکھا۔ اس کے سر پر دہی کا برتن تھا ۔ جو مٹی کا گڑوا سا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا ۔ اس برتن میں کیا ہے ۔ اس نے بتایا اس میں دہی ہے ۔ آپ نے فرمایا مع برتن کے اس کی کیا قیمت ہے۔ اس نے قیمت بتائی ۔ آپ نے خادم

marfat.com

Marfat.com

سے کہا قیمت ادا کرو۔ اس نے قیمت ادا کر دی آپ ۔ نے گجری سے فرمایا۔ یہ برتن زمین پر پٹخ دو ۔ اس نے گڑوا زمین پر دے مارا۔ وہی میں مرا ہوا کالا سانپ تھا۔ ڈر کر بھاگ گئی ۔ اور اپنے خاوند راموں کو سارا ماجرا بیان کیا۔ اس گاؤں کا نام ہانڈو تھا ۔ راموں کا باپ ہانڈو گجر گاؤں کا رئیس تھا۔ اس نے سنا تو صبح سویرے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسلمان ہو کر آپ کا مرید ہو گیا ۔ پھر سارا گاؤں مسلمان ہو کر آپ کا مرید بن گیا۔ہانڈو گجر کا نام آپ نے جلال رکھا۔ وہ عبادت میں ایسا مشغول ہوا۔ کہ مرشد کی نگاہ کرم سے کامل ولی بن گیا اس کا مزار ہانڈو ہی میں تھا۔

شیخ جمال الدین ابابکر آپ کے بھائی اور خلیفہ تھے ۔ ان کے بیعت ہونے کا واقعہ اس طرح ہے۔ کہ انہیں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر میرا بھائی ولی ہے ۔ تو یہ خشک لکڑی جو میرے ہاتھ میں ہے ۔ دو بالشت بڑھ جائے تو میں اس کا مرید ہو جاؤں گا۔ حضرت عبدالجلیل چوہڑ بندگی کو نور باطن سے یہ بات معلوم ہو گئی ۔ آپ نے توجہ فرمائی تو وہ لکڑی دو بالشت بڑھ گئی۔ وہ آپ کے قدموں پر آگرے اور مرید ہو گئے۔

ایک دن آپ اہل مجلس میں بیٹھے تھے مجلس میں شیخ یونس ۔ شیخ جلال، شیخ مولا بخاری۔ شیخ ملیٹھ سیاہ پوش۔ شیخ موسیٰ آہنگر۔ دیگر اولیاء اور آپ کے معتقد اس مجلس میں بیٹھے تھے۔ اچانک آپ نے سجدے میں سر رکھ دیا۔ اور جان، جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ آپ کو غسل دیا گیا۔ غسل کے بعد آپ کو کفن پہنایا گیا ۔ تو آپ کی زبان پر تین مرتبہ اللہ تعالیٰ کا نام آیا۔ لوگوں نے کہا آپ ابھی زندہ ہیں ۔ مگر آپ وفات پا چکے تھے۔ کچھ دیر آپ کے لب بھی ہلتے رہے ۔ مگر آپ وصال فرما چکے تھے۔ وفات یکم رجب ۹۰۹ھ مطابق اتوار ۸ دسمبر ۱۵۰۳ کو ہوئی۔ آپ کو لاہور شہر سے باہر دفن کیا گیا ۔ آپ کی وفات کے وقت سلطان سکندر لودھی لاہور میں تھا۔ غسل کے وقت اور جنازہ میں بھی اس نے شرکت کی ۔

marfat.com

Marfat.com

تواریخ میں لکھا ہے کہ اس دور میں دریائے راوی اس جگہ بہتا تھا۔ جہاں اب میکلوڈ روڈ ہے۔ شیخ چوہڑ بندگی کا مزار اس علاقے میں ہے۔ مشہور مصنف اور مؤلف پیر غلام دستگیر نامی آپ کی اولاد میں سے تھے۔

حضرت حسو تیلیؒ

دریائے راوی سے کچھ لوگ گزر رہے تھے پانی زیادہ گہرا نہیں تھا۔ دریا کے درمیان گئے تو پاؤں تلے کوئی سخت چیز محسوس ہوئی۔ اس چیز کا انہیں علم نہیں تھا۔ مگر جب ہاتھ سے نکالا تو وہ سونے کا بٹ تھا۔ سب نے اِدھر اُدھر ٹٹولا تو دو تین اور بٹ مل گئے ایک سیر کا، آدھ سیر کا، پاؤ کا۔ سب بٹے سونے کے تھے۔ ایک دو کا ایمان تو ڈول گیا مگر جس شخص کو سونے کے یہ باٹ ملے تھے ایمان کے ترازو میں اس کی دیانت کا پلڑا بھاری تھا۔ اس نے کہا۔ دوستو! یہ باٹ جس کے ہیں میں اس کو جانتا ہوں۔ یہ قیمتی باٹ اسی کو دیئے جائیں گے۔ چنانچہ غلہ منڈی میں جاکر اس نے یہ باٹ ان کے اصل مالک کو دے دیئے۔ مگر ان باٹوں کا مالک یہ باٹ لے کر کچھ پریشان ہوگیا۔

ان باٹوں کے مالک حضرت شیخ حسن کنجد گر جو حسو تیلی کے نام سے مشہور تھے۔ جو باٹ دریا سے نکال کر لایا وہ ایک غلہ خریدنے والا نیک انسان تھا حضرت حسنؒ حضرت شاہ جمال رحمتہ اللہ علیہ کے محترم خلیفہ تھے اور غلہ فروشی کا کام لاہور کے موری دروازہ کے اندر چوک جھنڈا میں کرتے تھے ایک دن آپ اپنے مرشد پاک حضرت شاہ جمالؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعائے خیر کے لئے استدعا کی۔ مرشد صاحب نظر ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا حسن دین غلہ پورا پورا تولا کرو۔ یہ بات ان کے دل میں اتر گئی۔ اس دن سے کم تولنا چھوڑ دیا۔ بلکہ جو گاہک آتا ترازو اور باٹ اسے دے دیتے۔ اور کہتے خود ہی تول لو۔ کچھ لوگ پورا غلہ تول کر لے جاتے۔ کچھ لالچی زیادہ تول کر لے جاتے۔ مگر جب وہ گھر جاکر تولتے تو

marfat.com
Marfat.com

جو پورا تول کر لے جاتے ان کا غلہ بڑھ جاتا اور جو زیادہ تول کر لے جاتے ان کا غلہ کم نکلتا۔ مگر حضرت شیخ حسینؒ کے کاروبار میں اتنی برکت ہوئی۔ اتنی برکت ہوئی کہ آپ نے تولنے والے باٹ سونے کے بنا لئے۔

ایک دن وہ سونے کے باٹ لے کر اپنے مرشد پاک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا حضرت آپ کے ارشاد پر عمل کرنے سے کاروبار میں اتنی برکت ہوئی ہے۔ کہ میں نے باٹ سونے کے بنا لئے ہیں۔ آپ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا یہ باٹ جاکر دریائے راوی میں پھینک دو۔ مرشد کا حکم مرید کے لئے فرض کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے وہ سونے کے باٹ جاکر دریا میں پھینک دیئے۔ اگلی صبح وہ واقعہ پیش آیا جس کا ذکر آغاز میں کیا گیا ہے۔

حضرت شیخ حسن نے وہ باٹ لئے اور حضرت شاہ جمال رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی یا حضرت آپ کے ارشاد کے مطابق میں نے یہ باٹ دریا میں پھینک دیئے تھے۔ مگر یہ پھر میرے پاس آگئے ہیں۔ حضرت شاہ جمال رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ یہ تمہاری دیانت کا امتحان تھا۔ تو نے کم تولنا چھوڑ دیا۔ تو مال میں برکت پیدا ہو گئی۔ حلال کی کمائی تھی۔ اس لئے دریا میں ڈالنے پر بھی ضائع نہیں ہوئی۔

یہ سن کر حضرت حسن گنجگرؒ پر رقت طاری ہو گئی۔ اور دل پر مرشد کی نظر کے انوار کی بارش۔ شروع ہو گئی۔ دنیا چھوڑ دی اپنا کاروبار اللہ تعالیٰ کی راہ میں لٹا دیا۔ حضرت شاہ جمالؒ کی خدمت مستقل طور پر اختیار کی۔ زہد و ریاضت میں ایسے مشغول ہوئے۔ کہ چند سال میں ہی درجہ کمال پر پہنچ گئے۔ صاحب ولایت اور صاحب کرامت بن گئے۔ آپ سے کرامات بے اختیار سرزد ہونے لگیں۔

آپ حضرت مادھو لال حسین کے ہم عصر تھے۔ آپ اورنگزیب کی وفات کے چار سال بعد فوت ہوئے۔ سید العارفین کے مطابق آپ کا وصل ۱۱۲۳ھ بمطابق ۱۷۱۱ء میں ہوا قلعہ گجر سنگھ سے میو ہسپتال جانے والی سڑک پر آپ کا مزار ہے۔

marfat.com
Marfat.com

آج بھی مزار مرجع خلائق ہے ہر سال عرس باقاعدگی سے ہوتا ہے۔ چوک جھنڈا میں جہاں آپ کی دکان تھی۔ وہاں اب بھی خیرو برکت اور یادگار کے طور پر چراغ جلائے جاتے ہیں۔ حضرت حسو تیلی رحمتہ اللہ علیہ کی شہرت میں چار سو سال گزرنے پر بھی کوئی کمی نہیں ہوئی۔

حضرت شیخ موسیٰ آہنگرؒ

آپ کا پورا نام شیخ موسیٰ آہنگر سہروردی لاہوری تھا۔ آپ شیخ عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگیؒ کے باوقار خلیفہ تھے۔ پہلے آپ شیخ شہر اللہ بن حضرت یوسف، سجادہ نشین روضہ عالیہ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے مرید تھے۔ جب وہ وفات پاچکے تو پھر آپ حضرت شیخ چوہڑ بندگی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر مرید ہوئے۔

جب حضرت شہر اللہؒ سے شیخ آہنگر کی آخری ملاقات ہوئی تو اس وقت ان کا بھی آخری وقت تھا۔ حضرت موسیٰ آہنگرؒ نے مرشد پاک کی خدمت میں عرض کی یا مرشد ابھی تعمیر باطن کی تعمیر کا کچھ کام باقی ہے۔ اس کی تکمیل چاہتا ہوں۔ حضرت شہر اللہؒ نے فرمایا۔ اس کی تکمیل حضرت عبدالجلیل چوہڑ بندگیؒ کریں گے وہاں چلے جاؤ۔ حضرت شہر اللہ کی وفات کے بعد آپ لاہور آئے اور خانقاہ حضرت چوہڑ بندگی کے باہر فقراء میں بیٹھ گئے۔ حضرت چوہڑ بندگیؒ نے نور باطن سے سب حال معلوم کرلیا۔ اور خانقاہ کے اندر سے ہی فرمایا۔ ملتان سے شیخ موسیٰ آئے ہیں انہیں اندر بھیج دو۔ خادموں نے آواز دی کہ شیخ موسیٰ کو پیرو مرشد نے اندر بلایا ہے۔ وہ خانقاہ کے اندر تشریف لے گئے۔ اور کچھ راز و نیاز کے بعد آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ اور جب تک شہردل کی باطنی تعمیر کا کام مکمل نہ ہوا۔ اپنے مرشد کی خدمت میں رہے۔ اس میں کئی سال لگ گئے جب یہ کام مکمل ہوا تو اس کے بعد حضرت شیخ موسیٰ آہنگر کا شمار جلیل القدر اولیاء میں ہوا۔

marfat.com

Marfat.com

حضرت عبدالجلیل ؒ کو بھی اپنے مرید خاص سے دلی لگاؤ ہو گیا اور ان کی جدائی گوارا نہ کی ۔ انہیں خانقاہ کے قریب دو بیگھے زمین عطا کردی وہاں انہوں نے اپنا مکان تعمیر کیا اور رزق حلال کمانے کے لئے لوہار کا کام شروع کیا ۔ اسی لئے آہنگر کہلائے۔

ایک دن ایک خوبصورت عورت اپنے چرخے کا تکلہ لے کر آپ کے پاس اسے سیدھا کرانے کے لئے آئی۔ آپ نے تکلہ بھٹی میں ڈال دیا ۔ ایک ہاتھ میں دھونکنی تھی۔ نگاہیں اس پیکر جمال کے چہرے پر جم کر رہ گئیں ۔ کافی دیر جب اسی چہرے میں حسن ازلی کا نظارہ کرتے رہے۔ تو عورت میں فطری حیا کی کرن جاگ اٹھی اور بولی کیسے لوہار ہو کہ پرائی عورت کو اس طرح گھور گھور کر دیکھے جا رہے ہو۔ خدا سے نہیں ڈرتا ۔ میرے حسن پر ہی پاگل ہوئے جا رہا ہے۔ ہروکی یہ بات سن کر آپ نے گرم آور آگ کی طرح سرخ تکلہ چمٹے سے نکالا اور فرمایا۔ اے خاتون یہ آگ جب سرخ تکلہ میں اپنی آنکھوں میں پھیرتا ہوں ۔ اگر میں تجھے دیکھتا ہوں تو میری آنکھ جل کر اندھی ہو جائے گی ۔ اور اگر اس خالق حقیقی کا حسن دیکھتا ہوں جس نے یہ چہرہ بنایا ہے تو یہ تکلہ سونے کا بن جائے گا۔

یہ کہہ کر آپ نے وہ گرم تکلہ آنکھ میں پھیرلیا ۔ وہ سونے کا بن گیا ۔ یہ کرامت دیکھ کر عورت پر وجدانی کیفیت طاری ہو گئی ۔ عشق خالق حقیقی میں ایسی دھت ہو گئی کہ تن بدن کا ہوش نہ رہا جذب و مستی کے عالم میں ننگے سر اور ننگے پاؤں لاہور کے گلی کوچوں میں گھومنے لگی۔ گھر والوں نے اسے پابہ زنجیر کردیا۔ اس نے کسی صورت زنجیروں سے رہائی حاصل کرلی اور پھر گلی کوچوں میں ننگے سر اور ننگے پاؤں پھرنے لگی کئی سال اسی طرح گھومنے پھرنے کے بعد ایک دن اچانک وفات پا گئی ۔ لوگ کفن دفن کا انتظام کر رہے تھے کہ اتنے میں حضرت شیخ موسیٰ آہنگر آگئے ۔ آپ نے فرمایا چھوڑ دو ۔ یہ زندہ ہے آپ نے یہ الفاظ زبان سے نکالے ہی تھے کہ مائی ہرو کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی۔ اور کلمہ پڑھ کر اٹھ بیٹھی ۔ اٹھتے ہی شیخ کے قدموں میں جاکر گر پڑی ۔ باقی تمام عمر شیخ کی خدمت میں گزار

marfat.com
Marfat.com

دی - یہ پاکدامن بی بی جب فوت ہوئی تو حضرت موسیٰ آہنگر کے روضے کے قریب دفن ہوئی۔

جب شیخ موسیٰ مرشد کی عطا کردہ زمین پر اپنا روضہ تعمیر کررہے تھے تو معماروں میں کچھ ہندوں معمار بھی تھے - تعمیر کے دوران وہ دن آگئے جب ہندو گنگا اشنان کے لئے جاتے ہیں - ہندو معماروں نے آپ سے عرض کی یا حضرت ہمیں اجازت فرمائیں - تاکہ ہم دریائے گنگا پر نہا کر واپس آجائیں گے - آپ نے فرمایا - نہ جاؤ جب وہ دن آئے مجھے بتا دینا - وہ دن آیا تو ہندوؤں نے آپ کو اطلاع دی۔ آستانے کے قریب ایک تلاب تھا۔ آپ نے فرمایا تلاب میں جاکر ڈبکی لگاؤ - جب انہوں نے جاکر ڈبکی لگائی تو وہ گنگا کے کنارے تھے - دوسرے لوگوں کے ساتھ وہ خوب دریائے گنگا میں نہائے جب نہا کر باہر نکلنے لگے۔ آخری ڈبکی لگائی - غوطا لگا کر سر باہر نکالا تو وہ اسی حوض میں تھے۔

حضرت شیخ موسیٰ آہنگر رحمتہ اللہ علیہ مسلم شیخ تھے کہتے ہیں بودلہ خاندان سے تھے - بودلے اپنے آپ کو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد بتاتے ہیں - آپ کی وفات ۹۲۵ھ مطابق ۱۵۱۹ء میں ہوئی اس وقت ہندوستان پر ابراہیم لودھی کا راج تھا۔ آپ کا مزار حضرت عبدالجلیل چوہڑ بندگیؒ کی خانقاہ کے قریب میکلوڈ روڈ پر ہے مگر آبادی کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ اب جگہوں کی صورتیں بدل چکی ہیں۔

حضرت جھولے شاہ بخاریؒ

آپ کا نام سید عثمان بخاریؒ تھا جھولہ شاہ اس لئے مشہور ہوا۔ کہ جب آپ اوچ شریف سے لاہور تشریف لائے۔ تو آپ تیز رفتار اونٹنی پر سوار تھے - تیز رفتاری کے باعث آپ کے بازو زور زور سے ہل رہے تھے۔ آپ نے اپنے بازوؤں کو مخاطب کرکے فرمایا۔ تمہیں جھولا ہوگیا ہے۔؟ اسی دن سے بازو ہلنے لگے

marfat.com
Marfat.com

اور تمام عمر صرف بازؤں میں رعشہ طاری رہا۔ اسی لئے آپ کا نام جھولا شاہ مشہور ہوگیا۔

سید عثمان بخاری جذب و مستی اور حالت استغراق میں رہتے روشن ضمیر ولی تھے۔ اوچ شریف سے لاہور آئے اور مستقل قیام کیا۔ کثیر خلق خدا آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئی۔ آپ فیض رساں بزرگ تھے۔ اس دور کے علماء بھی آپ کا بے حد احترام کرتے تھے آپ کا آبائی نسب چند واسطوں سے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری رحمتہ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے آپ کے والد محترم کا نام سید محمود شاہ بخاری اوچی تھا۔ سید عثمان بخاریؒ کی وفات ۱۸ ربیع الاول ۹۰۰ھ میں ہوئی یہ عہد سلطان سکندر لودھی کا تھا۔ مزار اس وقت قلعہ لاہور کے اندر ایک تہہ خانے میں ہے۔ اس وقت یہ جگہ اندرون شہر میں تھی۔ عہد اکبری میں یہ قلعہ تعمیر ہوا تو مزار قلعہ کے اندر آگیا۔ آپ شیخ حسینی پنج پیر کے نام سے بھی مشہور تھے۔

حضرت بابا گھوڑے شاہؒ

آپ کا پورا نام بہاؤ الدین تھا سید جھولن شاہ اور گھوڑے شاہ بخاری تھا۔ آپ ان مختلف ناموں سے مشہور ہیں۔ آپ سید عثمان جھولہ کے پوتے اور سید شاہ محمد کے بیٹے تھے۔ شجرہ حضرت جلال الدین مخدوم جہانیاں سے ملتا ہے۔

حضرت گھوڑے شاہ مادر زاد ولی تھے۔ پانچ برس کی عمر میں ہی آپ سے کرامات سرزد ہونے لگیں۔ مختلف روایات کے مطابق آپ کو گھوڑے شاہ اس لئے کہتے ہیں کہ آپ مٹی کے بنے ہوئے گھوڑوں سے کھیلا کرتے تھے۔ ولیوں کا خاندان تھا لوگ آپ کو مٹی کے گھوڑے پیش کرتے۔ اور مراد پوری ہوجاتی۔ پانچ سال کی عمر میں ہی آپ کی اس کرامت کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ کو گھوڑوں سے رغبت تھی۔ ایک دن دیوار پر

marfat.com
Marfat.com

بیٹھے تھے اور دیوار کو چھڑیاں مار رہے تھے دیوار پر اس طرح بیٹھے تھے جس طرح گھوڑے پر بیٹھا جاتا ہے دونوں پاؤں لٹکائے ہوئے تھے ۔ چھڑیاں مار کر اسے گھوڑے کی طرح ہانک رہے تھے ۔ کہتے ہیں دیوار چلنے لگی۔ آپ کی کرامات کی شہرت دور دور تک پھیل گئی ۔ مٹی کے گھوڑے لے کر ہر وقت لوگوں کا ہجوم رہنے لگا۔ جب آپ کے والد سید شاہ محمد کو آپ کی کرامات کا علم ہوا تو انہیں رنج ہوا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے خداوند ذوالجلال یہ تیرے پوشیدہ راز و اسرار کھولنے لگا ہے ۔ تو اسے پردہ پوش کردے۔ آپ پانچ سال کی عمر ہی میں وفات پاگئے ۔ آپ کی وفات ۱۱ ربیع الاول ۱۰۰۳ھ بمطابق ۱۵۹۴ء کو ہوئی ۔ مزار پر انوار پل ریلوے کے پار سلطانپورہ سے شالا مار باغ جانے والی سڑک پر ہے ۔ اب اس سڑک کا نام ہی گھوڑے شاہ روڈ ہے۔ بلکہ یہ پورا علاقہ گھوڑے شاہ کہلاتا ہے۔ انتہائی گنجان اور بارونق علاقہ بن چکا ہے۔ پہلے یہاں کھیت اور باغات تھے۔ اب آبادی ہی آبادی ہے ۔مزار کے ساتھ کافی زمین تھی وہ بھی (سجادہ نشین جو لاولد تھا) نے بیچ دی ہے اور مکان بن چکے ہیں ۔ مزار کے سامنے اسی دور کی چار سو سالہ مسجد ہے ۔ اس کے عقب میں بھی ایک مختصر سا قبرستان ہے ۔ اس میں بھی بزرگوں کے مزارات ہیں ۔ یہ مزار ذرا اونچی جگہ پر ہیں۔ مسجد کے سامنے حضرت گھوڑے شاہ کا مزار اور بہت بڑا قبرستان ہے ۔ مگر اب یہ قبرستان کئی حصوں میں بٹ گیا ہے اور درمیان میں پختہ سڑکیں بن گئی ہیں کچی آبادیاں بن گئی ہیں۔

اس گھوڑے شاہ روڈ اور گرینڈ ٹرنک روڈ ۔ (شاہراہ شیر شاہ سوری) کے درمیان انجینئرنگ یونیورسٹی بن گئی ہے ۔ وائرلیس کوارٹر اور ریلوے کوارٹر بن گئے ہیں ۔ گھوڑے شاہ کے قبرستان میں آپ کے اور بہت سے بزرگوں کے مزارات بھی تھے ۔ لاہور کے مشہور پہلوان جیجا گھنے والا بھی یہیں دفن ہے ۔

اس چھوٹی اور پرانی شالا مار روڈ پر اور بہت سے تاریخی مقامات ہیں گھوڑے شاہ قبرستان کے سامنے راجہ دیناناتھ کا تاریخی باغ ہے۔ راجہ دیناناتھ اولیاء اللہ کا بہت احترام کرتا تھا۔ بلکہ کئی بزرگوں کے مزار اس نے تعمیر کرائے باغ کے ساتھ

marfat.com
Marfat.com

ایک چھوٹی سے مسجد اور قبرستان ہے۔ جس میں بہت سے بزرگوں کے مزارات ہیں - سامنے دودھ ماتا کا مندر ہے بے اولاد ہندو عورتیں یہاں دودھ کا چڑھاوا چڑھاتی تھیں۔ اس سے آگے کوٹ خواجہ سعید کو جو سڑک جاتی ہے - اس کے ساتھ حقیقت رائے کا علاقہ کہلاتا تھا یہاں بسنت کا میلہ لگتا تھا۔ اس سڑک پر پانچ پیروں کے مزار ہیں ان کو پنج پیر کہتے ہیں - سامنے حضرت سید اسمٰعیلؒ کا مقبرہ ہے جس پر بہت بڑا سبز رنگ کا گنبد ہے - یہاں اور بھی بہت سے مزار اور قبرستان ہیں آگے بھوگی وال میں سنگھ پورہ کے سامنے حضرت شہاب الدین نہرا اور دیگر بزرگوں کے مزارات ہیں - اس سے دائیں جانب آگے جاکر باغبانپورہ میں مادھو لال حسینؒ کا مزار ہے۔

حضرت بہاؤ الدین گھوڑے شاہ کے مزار پر اب بھی لوگ مٹی کے گھوڑے چڑھاتے ہیں یہاں بہت بڑا ڈھیر مٹی کے گھوڑوں کا لگ جاتا ہے۔ ہر سال بہت بڑا ڈھیر وہاں سے اٹھوایا جاتا ہے - ہر جمعرات مٹی کے گھوڑے ' بیچنے والیاں ٹوکرے بھر کر لاتی ہیں اور بیچتی ہیں ہر سال عرس مبارک باقاعدگی سے ہوتا ہے۔ آپ کے خاندان کے سید شہباز آپ کے چچا اور چچا زاد بھائی سید گھوڑے شاہ بن عارف شاہ (ان کا نام بھی گھوڑے شاہ تھے) یہ بزرگ حضرت سید گھوڑے شاہ کے بعد فوت ہوئے۔ ۱۰۵۰ھ کا دور تھا اور ہندوستان کا حکمران شہنشاہ اکبر تھا۔

آپ کے والد حضرت شاہ محمد بخاری جب اپنے والد سید عثمان جھولا کی وفات کے بعد لاہور تشریف لائے تو راستے میں بمقام کلانور کے قریب چک سروا میں قیام کیا - مگر سروا کے زمیندار ملک سارنگ نے آپ کے مویشیوں کو پانی پلانے کی اجازت نہ دی - غلاموں نے آکر آپ کو بتایا کہ گاؤں کا سردار سارنگ اپنے کنوئیں سے ہمارے مویشیوں کو پانی پلانے کی اجازت نہیں دیتا۔ آپ نے گاؤں کے باہر ڈیرا ڈالا ہوا تھا آپ نے اپنا نیزہ زور سے زمین میں گاڑ دیا۔ وہاں چشمہ پھوٹ پڑا مویشیوں نے سیر ہو کر پانی پیا۔ مگر سارنگ کے کنوئیں کا پانی خشک ہو گیا۔ وہ اسی وقت آکر آپ سے معافی کا خواستگار ہوا۔ اور آپ کا مرید بن گیا۔ اس کا کنواں بھی

marfat.com
Marfat.com

پھر پانی سے بھر گیا۔ اور سارنگ پر آپ نے ایسی نظر ڈالی کہ ظاہری اور باطنی فیض حاصل ہوا۔ بزرگوں میں بلند مرتبہ پایا ۔ اب اس کی اولاد کے کئی گاؤں وہاں آباد ہیں ۔ حضرت شاہ محمدؒ کی وفات ۱۱۰۱ھ مطابق ۱۶۰۲ء ہوئی اور موضع ملکا ضلع لاہور میں مدفون ہیں ۔ آپ کے پانچ بیٹے تھے ' سید عمادالملک ' سید بہاؤ الدین جھولن شاہ ' المشہور گھوڑے شاہ ' سید شاہ عالم ' سید بھلون شاہ ' اور نورنگ شاہ سب صاحب کرامت بزرگ تھے۔

حضرت سید عبدالرزاق مکیؒ

آپ کا تعلق سادات سبزوار سے ہے۔ آپ غیر معمولی شہرت کے حامل تھے۔ آپ کی ذات بابرکات سے خاص وعام کو بڑا فیض ملا۔ آپ کا پورا نام حضرت سید عبدالرزاق سید مکیؒ تھا ۔ آپ حضرت سید میراں محمد شاہ موج دریا بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے ۔ اور مرشد کے تمام خلفاء میں ممتاز تھے ۔ آپ غزنی سے پشاور تشریف لائے۔ کچھ عرصہ وہاں قیام کیا۔ اور پھر دہلی چلے گئے وہاں شاہی فوج میں بھرتی ہوئے ۔ مگر نوکری میں دل نہ لگا۔ نوکری چھوڑ دی اور دہلی سے لاہور تشریف لے آئے۔ ان دنوں لاہور میں حضرت سید میراں محمد شاہ موج دریا رحمتہ اللہ علیہ کا روحانی چراغ جل رہا تھا لوگ فیض عام حاصل کرنے دور دراز علاقوں سے چل کر آتے ۔ خیرو برکت کی جھولیاں بھر بھر کر لے جاتے ۔ اس نور کی روشنی کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی حضرت سید عبدالرزاق مکیؒ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ بیعت کی اور مرشد پاک کے پاس ہی قیام کیا ۔ رات مرشد کی خدمت میں گزارتے اور دن کے وقت اپنے حجرے میں عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے ۔ مرشد پاک آپ پر بہت خوش تھے۔ حضرت موج دریاؒ نے اپنا خرقہ خلافت آپ کو عنایت فرمایا حضرت سید عبدالرزاق کا فیض بھی مرشد گرامی کے طفیل جاری و ساری ہوا اور آج تک جاری ہے۔ آپ علوم ظاہری اور باطنی

marfat.com
Marfat.com

میں درجہ کمال پر تھے ۔ آپ زہد و اتقاء میں بھی بلند درجہ رکھتے تھے۔ شادی نہیں کی ساری عمر تارک الدنیا رہے۔ سید عبدالرزاق کی رحمتہ اللہ علیہ کا فیض بھی آج تک جاری ہے ۔ مزار شریف انار کلی میں نیلا گنبد کے نام سے مشہور ہے ۔ مزار شریف کے ساتھ بڑی جامع مسجد ہے ۔ آپ کا وصال ۱۰۴۸ھ میں ہوا سن عیسوی ۱۶۳۸ء میں مفتی غلام سرور لاہوریؒ نے تاریخ وفات کہی۔ جو تاریخ پر سندی ناہی بگو ۱۰۴۸ھ سخاوت شعار و خوش اخلاق ہسیت ۱۰۴۸ھ۔

شیخ جان محمد سہروردیؒ

شیخ جان محمدؒ بہت بڑے عالم تھے۔ علوم ظاہری اور باطنی میں کمال حاصل تھا۔ پرانے وقتوں میں شہر کے باہر جو آبادیاں تھیں ۔ وہاں مسجد قصاب خانہ تھی۔ آپ وہاں درس دیا کرتے تھے۔ سلسلہ سہروردیہ میں آپ حضرت شیخ محمد اسماعیل درس میاں وڈا رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے ۔ شیخ جان محمدؒ نے ہزاروں کو دینی اور دنیوی علم سے مالا مال کیا مگر کسی سے کبھی کچھ فیس یا معاوضہ نہیں لیا۔ خود چکی پیس کر گزر اوقات کرتے ۔ جو کچھ اس سے ملتا اسی میں گزارا کرتے ۔

ایک دن حضرت میاں وڈاؒ نے آپ سے پوچھا تم گزارا کیسے کرتے ہو ۔ آپ نے اپنے مرشد پاک سے عرض کی یا حضرت اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ گزر ہو ہی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا ہے۔ تم چکی پینے کی مزدوری کرتے ہو۔ اب تم اس کام کو چھوڑ دو۔ پھر مرشد پاک نے انہیں ایک تعویذ دیا ۔ اور فرمایا اسے گھر میں رکھو۔ جب خوب خوشحال ہو جاؤ تو یہ تعویذ مجھے واپس کر دینا ۔ تین دن ہی میں گھر میں خوشحالی کا دور دورہ شروع ہو گیا اور مرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر تعویذ واپس کر دیا اور عرض کی یا حضرت دنیا کی نعمتوں سے مالا مال ہو گیا ہوں۔ اگر آپ یہ تعویذ مجھے بھی لکھنے کی اجازت دے دیں تو کرم ہو گا۔ چنانچہ مرشد نے انہیں اجازت دی دے ایک شخص آپ کی خدمت میں

marfat.com
Marfat.com

حاضر ہوا اور غریبی، تنگدستی اور تنگی رزق کی حالت بتائی آپ نے فرمایا کلمہ سبحان اللہ' پڑھو۔ ایک ہفتہ بعد مجھے بتاؤ' ایک ہفتہ بعد آیا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مالا مال کردیا ہے۔ آپ نے فرمایا ایک ہفتہ اور پڑھو ایک ہفتے بعد وہ پھر آیا اور بتایا اب مجھے زمین میں دفن خزانے بھی نظر آنے لگے ہیں۔ اب میں ان خزانوں سے بے نیاز ہوگیا ہوں۔ اب مجھے دولت عقبیٰ سے سرفراز فرمائیں۔ پھر وہ بہت بڑا ولی بن گیا۔ آپ کی وفات ۱۰۸۲ھ بمطابق ۱۶۷۱ء کو ہوئی مغل پورہ کے علاقے میں پرانے قصاب خانے میں مزار ہے۔

مولوی جان محمدؒ لاہوری

مولوی شیخ جان محمد لاہوری (ثانی) حضرت شیخ اسماعیل میاںؒ وڈا کے کامل خلیفہ اور مرید تھے۔ طریقت۔ شریعت۔ فقہ۔ اور حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔ لاہور کے باہر محلہ پرویز آباد میں رہتے تھے۔ ابتداء میں شیخ اسماعیل میاں وڈاؒ کے خلیفہ شیخ عبدالحمید سے علوم دین پڑھتے تھے۔ ایک دن شیخ عبدالحمید اپنے مرشد پاک کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ساتھ ان کے شاگرد جان محمد بھی تھے جو اس وقت بارہ' تیرہ سال کے تھے۔ حضرت میاں وڈا رحمتہ اللہ علیہ نے لڑکے پر ایک نظر ڈالی اور فرمایا کہ اے لڑکے اگر تو آکر ہمارے پاس علم حدیث دہرالے تو بہت بڑا عالم بن جائے۔ لڑکا استاد کے باعث خاموش رہا مگر شیخ عبدالحمید نے کہا۔ جان محمد کہو اگر علم کے حصول میں آپ میری رہنمائی فرمائیں تو اس سے بڑھ کر میرے لئے اور کیا سعادت ہوگی۔ لڑکے نے وہی الفاظ دہرائے اس پر حضرت میاں وڈا نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور دعائے خیر فرمائی دعا قبول ہوئی اور جان محمد چند مہینوں میں علوم کا دریا بن گئے جب استاد عبدالحمید نے دیکھا کہ شاگرد علمی پرواز میں مجھ سے آگے نکل گیا ہے تو اسے لے کر اس وقت کے عالم کبیر شیخ تیمور کے سپرد کردیا۔ وہاں دستار فضیلت پہن کر وہ مولوی شیخ جان محمد بن گئے۔

marfat.com
Marfat.com

ایک دن میاں وڈاؒ مراقبے میں تھے۔ کہ جان محمد کا خیال آگیا تو ایک نگاہ پر کشش ڈالی۔ مولوی جان محمد فوری طور پر حاضر خدمت ہوئے حجرے کے باہر آکر آواز دی ۔ تو میاں صاحب نے فی الفور اندر بلایا اور مرید کو سینے سے لگایا ۔ اتنی نعمتیں اور بلند مرتبے مل گئے۔ کہ دل و دماغ روشن ہوگئے ۔ باطن کے پردے کھل گئے۔ اور فرمایا ۔ جان محمد ہر جمعے اور ہر پیر کو میرے پاس آکر حدیث کا دورہ کیا کرو ۔ انہوں نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اور ہر جمعے اور ہر پیر کو آپ میاں وڈاؒ کے ساتھ حدیث کا دور کرتے ۔ مرشد کو جہاں شبہ محسوس ہوتا فوراً مراقبے میں گر جاتے اور روح سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے شبہ دور کر لیتے۔

شیخ مولوی جان محمدؒ ۱۱۲۰ھ مطابق ۱۷۰۸ء کو فوت ہوئے وہ شاہ عالم بہادر شاہ کا دور تھا۔ آپ پرویز آباد میں دفن ہوئے ۔ ایک دن آپ کے خادم مقدم علی نے خواب دیکھا جس میں حضرت مولوی جان محمد فرما رہے تھے کہ میرا جسد خاکی یہاں سے نکال کر میرے مرشد شیخ اسماعیل وڈا میاںؒ کے پہلو میں دفن کردو اگر ایسا نہ کرو گے تو تم کسی آفت میں مبتلا ہوجاؤ گے ۔ خادم مقدم علی نے ایسا ہی کیا مگر آپ کی قبر مرشد کی قبر سے قدرے نیچی رکھی گئی۔ مگر صبح اٹھ کر دیکھا تو قبر مرشد کے برابر تھی۔

سید محمودؒ

آپ کو شاہ نورنگ جھولا بخاریؒ بھی کہتے ہیں ۔ آپ حضرت شاہ محمدؒ کے بیٹے اور حضرت گھوڑے شاہؒ کے سگے بھائی تھے۔ سید عثمان لاہوریؒ آپ کے والد تھے ۔ آپ بلند مرتبہ شیوخ میں سے تھے ۔ تنہائی پسند تھے ۔ فقر و درویشی میں بلند مرتبہ رکھتے تھے عمر بھر دنیا سے بے نیاز رہے۔ آپ دعا کرتے اور اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ۔ خاص طور سے بیماروں کے لئے دعا کرتے وہ شفا پاتے ۔ غمزدہ اور مصیبت میں پھنسے ہوئے لوگوں کے لئے دعا کرتے تو غم سے ' مصیبت سے نجات مل جاتی

marfat.com
Marfat.com

۔ آپ نے لوگوں سے کہہ رکھا تھا۔ کہ میری وفات کے بعد بھی میری قبر کی خاک بیماروں کے لئے شفا ہوگی۔ جو بیمار میری قبر سے کنکریاں اٹھا کر گلے میں باندھے گا وہ بھی شفا پائے گا۔ اب تک بیمار آپ کی قبر سے کنکریاں اٹھا کر تعویذ کی صورت میں گلے میں باندھ لیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ شفاء بخشتے ہیں۔ آپ کی وفات ۱۰۵۳ھ مطابق ۱۶۴۳ء کو ہوئی مزار لاہور کے قریب محمود بوٹی کے مقام پر ہے اس وقت ہندوستان پر مغل بادشاہ شاہجہان حکمران تھا۔

سید عماد الملکؒ

آپ حضرت شاہ محمد جھولہ بخاریؒ کے بیٹے تھے۔ سید عماد الملک لاہور کے مشائخ میں سے تھے۔ سادات کے بلند مرتبہ خاندان سے تھے۔ باکرامت بزرگ تھے۔ آپ کی بہت سی کرامات مشہور ہیں۔ آپ کی ایک کرامت بہت مشہور ہے۔ ایک شخص نے آپ کو سنگ پارس دیا۔ دراصل وہ آپ کا امتحان لینے آیا تھا۔ آپ نے وہ پتھر دیکھا مسکرائے اور فرمایا درویشوں کو سونے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مگر تم یہ پتھر میرے تکنیہ تکنیہ کے نیچے رکھ دو۔ وہ شخص پتھر کے نیچے رکھ کر چلا گیا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ شخص واپس آیا۔ اور اپنا سنگ پارس مانگا۔ آپ نے فرمایا۔ جہاں رکھ گئے تھے ـــ وہیں سے اٹھا لو۔ اس نے وہ تکنیہ اٹھایا۔ تو اس کے نیچے ویسے ہی بہت سے سنگ پارس پڑے تھے۔ وہ حیران رہ گیا۔ اور عرض کی یا حضرت یہاں تو ویسے بہت سے پتھر پڑے ہیں۔ معلوم نہیں میرا پتھر کونسا ہے؟ آپ نے ان میں سے ایک پتھر اٹھا کر دیا لے بھائی یہ تیرا پتھر ہے اور سنو۔ درویشوں کو سونے چاندی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر وہ چاہیں تو پورا پہاڑ سونے کا بنا دیں (پارس پتھر وہ ہوتا ہے۔ کہ جسے کسی چیز پر رگڑ دیا جائے تو وہ سونے کی ہو جاتی ہے) وہ شخص آپ کے قدموں پر گر پڑا آپ کا مرید ہو گیا اور عرض کی یا حضرت میں تو یہ پتھر آپ کی آزمائش کے لئے لایا تھا۔

marfat.com

Marfat.com

ایک دن میاں وڈاؒ مراقبے میں تھے۔ کہ جان محمد کا خیال آگیا تو ایک نگاہ پر کشش ڈالی۔ مولوی جان محمد فوری طور پر حاضر خدمت ہوئے حجرے کے باہر آکر آواز دی ۔ تو میاں صاحب نے فی الفور اندر بلایا اور مرید کو سینے سے لگایا ۔ اتنی نعمتیں اور بلند مرتبے مل گئے۔ کہ دل و دماغ روشن ہو گئے ۔ باطن کے پردے کھل گئے۔ اور فرمایا ۔ جان محمد ہر جمعے اور ہر پیر کو میرے پاس آکر حدیث کا دورہ کیا کرو ۔ انہوں نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اور ہر جمعے اور ہر پیر کو آپ میاں وڈاؒ کے ساتھ حدیث کا دور کرتے ۔ مرشد کو جہاں شبہ محسوس ہوتا فوراً مراقبے میں گر جاتے اور روح سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے شبہ دور کر لیتے۔

شیخ مولوی جان محمدؒ ۱۱۲۰ھ مطابق ۱۷۰۸ء کو فوت ہوئے وہ شاہ عالم بہادر شاہ کا دور تھا۔ آپ پرویز آباد میں دفن ہوئے ۔ ایک دن آپ کے خادم مقدم علی نے خواب دیکھا جس میں حضرت مولوی جان محمد فرما رہے تھے کہ میرا جسد خاکی یہاں سے نکال کر میرے مرشد شیخ اسماعیل وڈا میاںؒ کے پہلو میں دفن کردو اگر ایسا نہ کرو گے تو تم کسی آفت میں مبتلا ہو جاؤ گے ۔ خادم مقدم علی نے ایسا ہی کیا مگر آپ کی قبر مرشد کی قبر سے قدرے نیچی رکھی گئی ۔ مگر صبح اٹھ کر دیکھا تو قبر مرشد کے برابر تھی۔

سید محمودؒ

آپ کو شاہ نورنگ جھولا بخاریؒ بھی کہتے ہیں ۔ آپ حضرت شاہ محمدؒ کے بیٹے اور حضرت گھوڑے شاہؒ کے سگے بھائی تھے۔ سید عثمان لاہوریؒ آپ کے والد تھے ۔ آپ بلند مرتبہ شیوخ میں سے تھے ۔ تنہائی پسند تھے ۔ فقر و درویشی میں بلند مرتبہ رکھتے تھے عمر بھر دنیا سے بے نیاز رہے۔ آپ دعا کرتے اور اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ۔ خاص طور سے بیماروں کے لئے دعا کرتے وہ شفا پاتے ۔ غمزدہ اور مصیبت میں پھنسے ہوئے لوگوں کے لئے دعا کرتے تو غم سے ' مصیبت سے نجات مل جاتی

marfat.com
Marfat.com

۔ آپ نے لوگوں سے کہہ رکھا تھا۔ کہ میری وفات کے بعد بھی میری قبر کی خاک بیماروں کے لئے شفا ہوگی۔ جو بیمار میری قبر سے کنکریاں اٹھا کر گلے میں باندھے گا وہ بھی شفا پائے گا۔ اب تک بیمار آپ کی قبر سے کنکریاں اٹھا کر تعویذ کی صورت میں گلے میں باندھ لیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ شفاء بخشتے ہیں۔ آپ کی وفات ۱۰۵۳ھ مطابق ۱۶۴۳ء کو ہوئی مزار لاہور کے قریب محمود بوٹی کے مقام پر ہے اس وقت ہندوستان پر مغل بادشاہ شاہجہان حکمران تھا۔

سید عماد الملکؒ

آپ حضرت شاہ محمد جھولہ بخاریؒ کے بیٹے تھے۔ سید عماد الملک لاہور کے مشائخ میں سے تھے۔ سادات کے بلند مرتبہ خاندان سے تھے۔ باکرامت بزرگ تھے۔ آپ کی بہت سی کرامات مشہور ہیں۔ آپ کی ایک کرامت بہت مشہور ہے ۔ ایک شخص نے آپ کو سنگ پارس دیا۔ دراصل وہ آپ کا امتحان لینے آیا تھا۔ آپ نے وہ پتھر دیکھا مسکرائے اور فرمایا درویشوں کو سونے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مگر تم یہ پتھر میرے تکنیہ تکنیہ کے نیچے رکھ دو۔ وہ شخص پتھر کے نیچے رکھ کر چلا گیا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ شخص واپس آیا۔ اور اپنا سنگ پارس مانگا۔ آپ نے فرمایا۔ جہاں رکھ گئے تھے — وہیں سے اٹھالو۔ اس نے وہ تکنیہ اٹھایا۔ تو اس کے نیچے ویسے ہی بہت سے سنگ پارس پڑے تھے۔ وہ حیران رہ گیا۔ اور عرض کی یا حضرت یہاں تو ویسے بہت سے پتھر پڑے ہیں۔ معلوم نہیں میرا پتھر کونسا ہے؟ آپ نے ان میں سے ایک پتھر اٹھا کر دیا لے بھائی یہ تیرا پتھر ہے اور سنو۔ درویشوں کو سونے چاندی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر وہ چاہیں تو پورا پہاڑ سونے کا بنادیں (پارس پتھر وہ ہوتا ہے۔ کہ جسے کسی چیز پر رگڑ دیا جائے تو وہ سونے کی ہوجاتی ہے) وہ شخص آپ کے قدموں پر گرپڑا آپ کا مرید ہوگیا اور عرض کی یا حضرت میں تو یہ پتھر آپ کی آزمائش کے لئے لایا تھا۔

marfat.com
Marfat.com

آپ ۱۰۳۹ھ مطابق ۱۶۲۹ء کو فوت ہوئے۔ آپ کا مزار حضرت گھوڑے شاہؒ بخاری کے مزار کے سامنے تھا۔ مگر سکھ سردار پنج سنگھ نے وہ عالیشان مقبرہ مسمار کردیا۔ آپ کا جسد خاکی وہاں سے نکال کر حضرت شاہ بلاول قادریؒ کے مزار کے قریب ایک چبوترے پر دفن کیا گیا۔ ساتھ والی مسجد اب تک موجود ہے۔

پیر کرم شاہ قریشیؒ

آپ سیتا شاہ کے نام سے مشہور تھے۔ لاہور کے نزدیک منڈی مرید کے میں مغرب کی جانب قلعہ سیتا شاہ آپ کے نام پر مشہور ہے۔ آپ شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگیؒ کے خاندان سے تھے۔ ارادت اپنے والد سے تھی۔ انہیں سے باطنی فیض حاصل کیا۔ عمر بھر خلق خدا کی ہدایت میں مصروف رہے۔ جب سکھوں نے سر اٹھایا اور سارے پنجاب کو تباہ برباد کرکے رکھ دیا تو سب سے زیادہ تباہی لاہور کی ہوئی۔ علم و فضل تہذیب و تمدن و کا گہوارہ ' امیر کبیر' شہر سکھوں کے ہاتھوں برباد ہوکر رہ گیا۔ شرفاء شہر چھوڑ کر چلے گئے۔ حضرت پیر کرم شاہ قریشی ہجرت کرکے لکھنؤ اپنے خسر شیخ نورالحسن قریشیؒ کے پاس چلے گئے۔ کچھ دیر وہاں رہے پھر لکھنؤ اور بریلی کے درمیان مشہور شاہجہان پور کے لئے عازم سفر ہوئے۔ ابھی وہاں پہنچے نہیں پائے تھے کہ رستے میں ڈاکوؤں نے آپ کو شہید کردیا۔ شہادت ۱۱۹۱ھ کو ہوئی۔ وہیں دفن ہوئے۔ لذکار قلندری کے مصنف پیر فرح بخش آپ کے بیٹے تھے۔

حضرت سکندر شاہؒ

آپ حضرت کرم شاہ قریشیؒ کے صاحبزادے تھے۔ زہد و ورع میں بے مثال تھے۔ فقر و غنا میں صاحب حال و قال تھے۔ جوانی میں ہی ایک باصفا پیر تھے۔

marfat.com
Marfat.com

فارسی کے شاعر تھے۔ زیادہ تر رغبت شاعری کی طرف تھی۔ آپ کی وفات ۱۲۱۴ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں حضرت چوہڑ بندگیؒ کے مزار کے قریب ہے۔

حضرت مراد بخش مرادؒ

حضرت کرم شاہ قریشیؒ کے پوتے تھے۔ متقی اور پرہیزگار تھے۔ بہت سی کتابوں کے مصنف تھے۔ شاعر تھے۔ بہت سے لوگ آپ کے مرید تھے۔ اشعار اور تصنیفات تصوف میں ڈوبی ہوئی ہیں آپ کی وفات ۱۲۱۵ھ ۵ محرم کو ہوئی۔ مزار ریلوے اسٹیشن مہتہ سوجا میں ایک بلند چبوترے پر ہے مہتہ سوجا شاہدرہ' نارووال ریلوے لائن پر مشہور ریلوے اسٹیشن اور نزدیک ہی اس کا نام کاقصبہ بھی ہے مزار کے ساتھ کافی زمین تھی جو محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہے۔

حضرت پیر قلندر شاہ قریشیؒ

آپ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ اپنے خاندان کے بزرگوں کے علاوہ بہت سے روحانی سلسلوں سے فیض حاصل کیا۔ پیر فرح بخش آپ کے بھائی اور خلیفہ تھے انہوں نے لکھا ہے۔ کہ پیر قلندر بخشؒ لاہور کے نزدیک ایک گاؤں میں رہتے تھے۔ میں وہاں گیا تو لوگ بارش نہ ہونے کے باعث سخت پریشان تھے آپ سے دعا کی التجا کی۔ آپ نے فرمایا جنگل کی طرف نکل جاؤ اور حلقہ باندھ کر کلمہ طیبہ کا ذکر کرو۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ ایک گھنٹہ کے بعد ایسی کھل کر بارش ہوئی کہ سارا علاقہ جل تھل ہو گیا۔

فضل شاہ سکندر موضع سانده میں آپ کے مرید تھے (اب سانده لاہور کا مشہور محلہ ہے) آپ ان کے پاس گئے آپ کے ساتھ چھ سات مرید تھے۔ فضل شاہ سکندر نے چھ سات آدمیوں کا کھانا پکایا۔ جب کھانا تیار ہو گیا تو آپ کے اور

marfat.com

Marfat.com

بہت سے مرید آگئے ۔ میزبان کچھ پریشان ہوگیا۔ آپ نے فضل شاہ سے کہا کہ گھبراؤ نہیں ۔ جتنا کھانا پکایا ہے میرے پاس لاکر رکھ دو ۔ آپ نے کھانے کے اوپر اپنی چادر ڈال دی۔ تمام حاضرین نے سیر ہوکر کھانا کھایا۔ جب سب کھانا کھا چکے تو آپ نے اپنی چادر اٹھادی تو تمام کھانا اسی طرح موجود تھے آپ نے فرمایا فضل شاہ یہ کھانا اٹھالو اور اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔

آپ کی ولادت ۱۱۸۲ھ کو ہوئی اور وفات ۲۶ رمضان ۱۲۴۸ھ کو ہوئی۔ آپ کے مزار کے ساتھ جو جاگیر تھی وہ سکھوں نے بحال رکھی ۔ بعد میں انگریزوں نے بھی وہ جاگیر آپ کی اولاد کے پاس رہنے دی۔ اب یہ جاگیر محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہے مشہور مصنف حضرت دستگیر نامی آپ کے نواسے تھے مزار شریف لاہور میں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

چند چشتیہ سلسلے کے بزرگ

سید رحمت اللہ شاہ چشتیؒ

آپ بادشاہ محمد شاہ کے دور میں ہوئے۔ آپ نواب عبدالصمد خاں دلاور جنگ کے مرشد تھے۔ نواب عبدالصمد خان لاہور کے وائسرائے تھے۔ لاہور کی نواحی بستیوں کے زمیندار آپ کو سپاں والی سرکار کہتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ رنجیت سنگھ نے آپ کی خانقاہ کے بالکل قریب فوجی چھاؤنی قائم کردی۔ فوجی خانقاہ کی حرمت کا خیال نہ کرتے۔ سانپوں کی ایسی یلغار ہوئی۔ کہ سانپوں کے ڈسنے سے تین چار فوجی مرگئے۔ رنجیت سنگھ کو معلوم ہوا تو اس نے وہاں سے چھاؤنی اٹھوالی۔ پیر کی بے ادبی سانپوں کو بھی گوارا نہ ہوئی۔

آپ کی وفات ۱۱۲۰ھ۔ ۱۷۰۸ء کو ہوئی۔ مزار شریف باغ شالا مار کو جانے والی سڑک کے شمال کی طرف مقبرہ شرف النساء کے احاطہ میں ایک چبوترے پر ہے۔ یہ نواب خان وائسرائے لاہور کی ہمشیرہ تھیں۔

شیخ محمد سعید چشتی شرقپوریؒ

آپ نومسلم خوجہ فیملی سے تعلق رکھتے تھے۔ لاہور کے قریب قصبہ شرقپور میں رہائش پذیر تھے محنت مزدوری سے گزر اوقات کرتے۔ سبزی بیچتے۔ غلہ خرید کر لاہور لے جاتے اور کم منافع پر بیچ کر گزر کرتے۔ ایک مرتبہ غلہ خریدا چھکڑے پر لاد کر لاہور لے جارہے تھے۔ نیاز بیگ کے قریب پہنچے تو بیل کا پاؤں پھسل گیا۔ اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی دریائے راوی تو عبور کرچکے تھے اس لئے اب واپسی کا بھی

marfat.com
Marfat.com

کوئی امکان نہ تھا۔ دوسرے ساتھیوں سے کہا کہ میرا غلہ لاہور پہنچا دو۔ تھوڑا تھوڑا اپنے اپنے چھکڑوں پر رکھ لو۔ مگر کسی نے بھی مدد نہ کی۔ خدشہ یہ تھا کہ شام ہونے کو آئی ہے۔ اندھیرا ہو گیا تو سکھ لوٹ مار کر کے غلہ لے جائیں گے حکومت تو مغلوں کی تھی مگر کمزور ہو چکی تھی۔ اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر سکھوں نے اودھم مچا رکھا تھا۔ لوٹ مار اور ڈاکے زنی کی وارداتیں عام ہو رہی تھیں۔ شیخ سعید کو بے یارو مددگار چھوڑ کر ساتھی چلے گئے آپ اکیلے رہ گئے۔ بیل کی ٹانگ تو ٹوٹ چکی تھی۔ غلہ چھکڑے پر تھا۔ چھوڑ کر کہاں جاتے۔ سورج ڈوب چکا تھا۔ اندھیرا چھا گیا تھا۔ شیخ سعید سخت پریشان تھے۔ اسی صورت آدھی رات گزر گئی۔ آپ زیادہ پریشان ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کو مدد کے لئے پکارا۔ سجدے میں سر رکھ کر رو رو کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کی۔ ویرانہ تھا۔ بیاباں تھا۔ ایک طرف گھنا جنگل تھا۔ سجدے سے سر اٹھایا تو دیکھا کہ ان کی طرف ایک گھڑ سوار آ رہا ہے۔ شیخ سعید نے خیال کیا۔ کوئی لٹیرا ہو گا گھڑ سوار نزدیک آیا تو اس نے کہا تو کون ہے؟ آپ نے کہا میں غریب مزدور ہوں غلہ شہر لے کے جا رہا تھا کہ بیل کا پاؤں پھسلا اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اس مجبوری کے تحت یہاں پڑا ہوں۔ میرے ساتھی تو غلہ لے کر لاہور چلے گئے ہیں وہ میری کوئی مدد نہیں کر سکے۔ گھڑ سوار نے کہا کہ غلہ کی بوری یہاں اٹھا کر لاؤ شیخ سعید نے کہا۔ میں کمزور ہوں۔ اکیلا بوری نہیں اٹھا سکتا۔ گھڑ سوار نے کہا۔ بیل کو اٹھا دو۔ اس نے کہا بیل کی ٹانگ ٹوٹی ہوئی ہے وہ کیسے اٹھ سکے گا۔ گھڑ سوار نے کہا تم اٹھا کر تو دیکھو۔ شیخ سعید نے بیل کو ہانک کر اٹھایا تو وہ بالکل ٹھیک تھا۔ بیل کی ٹانگ جیسے ٹوٹی ہی نہیں تھی۔ گھڑ سوار نے کہا یہ غلے کی بوری جو نیچے گری ہے۔ اسے اٹھا کر چھکڑے پر رکھو اور چلے جاؤ۔ راستے میں تمہارا غلہ کوئی نہیں چھینے گا۔ شیخ سعید نے کہا کہ۔ میں کمزور ہوں مجھ سے غلے کی بوری اٹھائی نہیں جائے گی۔ گھڑ سوار نزدیک آیا اور اپنے نیزے کی انی سے سہارا دے کر کہا اوپر رکھ دو۔ شیخ سعید نے بوری اٹھائی تو پھول کی پتی کی طرح ہلکی تھی۔ شیخ سمجھ گیا کہ یہ کوئی برگزیدہ ہستی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ غیبی امداد

marfat.com
Marfat.com

ہے ۔ فوراً گھڑ سوار کے پاؤں پکڑ لئے اور عاجزی سے کہا۔ اس مسکین نے آپ کی زیارت تو کرلی۔ اب یہ کرم بھی فرمائیں ۔ کہ آپ کون ہیں ؟ گھڑ سوار نے کہا اللہ نے تیرا کام کردیا اب تجھے میرے نام سے کیا غرض ۔ مگر اس نے انتہائی عاجزی سے قدموں پر سر رکھ کر کہا جہاں اتنا کرم فرمایا ہے ۔ یہ کرم بھی فرمائیں کہ میں دنیا سے بے نیاز ہوجاؤں ۔ گھڑ سوار نے فرمایا ۔ میں اسد اللہ غالب علیؓ ابن ابی طالب ہوں ۔ یہ کہہ کر شیر خدا غائب ہوگئے۔

شیخ سعید پر ایک کیفیت طاری ہوگئی ۔ وہ غلہ لے کر لاہور نہیں گئے بلکہ واپس شرقپور آگئے ۔ غلہ اور تمام مال واسباب راہ خدا میں لٹا دیا اور عبادت و ریاضت میں مشغول ہوگئے ۔ سلسلہ چشتیہ ' صابریہ ' میں ارادت اختیار کی اور شاہ مراد ملتانیؒ کے مرید اور خلیفہ ہوئے ۔ مقبول الٰہی ہوئے۔ آپ صاحب ولایت و کرامت بزرگ تھے آپ کی بہت سی کرامات تواریخ میں درج ہیں۔

شرقپور میں خربوزے کہیں سے لائے ۔ ایک رنگریز کے نیل والے بڑے مٹکے کے قریب رکھ کر بیچنے لگے۔ لوگ خربوزے خریدتے اور وہیں بیٹھ کر کھاتے رنگریز کچھ پریشان ہوا کہ نیل کے مٹکے میں چھلکے یا بیج پڑ گئے تو نیل بیکار ہوجائے گا۔ میرا نقصان ہوگا۔ یہ بات اس کے دل میں تھی۔ کشف سے آپ نے جان لیا آپ مسکرائے اور رنگریز سے مخاطب ہوکر کہا۔ کہ تیرا نیل کا مٹکا اب کبھی ختم نہ ہوگا یہ کہہ کر سارے بچے کچھے خربوزے چیر پھاڑ کر نیل کے مٹکے میں ڈال دیئے اور فرمایا اب اس مٹکے میں عمر بھر نیل نہ ڈالنا۔ جتنے کپڑے چاہو اس سے رنگ لو۔ تیرے آخری سانس تک یہ نیل ختم نہیں ہوگا۔ رنگریز بارہ سال زندہ رہا اس نے کبھی مٹکے میں نیل نہ ڈالا۔

شیخ سرمست محبت الٰہی تھے ۔ حق آگاہ تھے اور جامع کرامات کے حامل تھے آپ کے جلیل القدر خلفاء میں شیخ شمس الدین بھی تھے۔ جو صاحب ولایت' و کرامت تھے شیخ محمد سعید چشتی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ۱۱۱۴ھ مطابق ۱۷۹۹ء میں ہوا

marfat.com

Marfat.com

مزار پر مادہ تاریخ " دریغ " لکھی ہوئی ہے۔ مزار شرقپور شریف میں ہے۔ جو آج بھی زیارت گاہ خلق ہے۔

عارف باللہ مولانا غلام قادرؒ بھیروی

آپ کے والد کا نام مولانا غلام حیدر تھا۔ آپ کا وطن بھیرہ ضلع شاہ پور تھا۔ وقت کے بہت بڑے عالم تھے۔ بھیرہ میں پرورش پائی۔ ابھی سن بلوغت کو نہیں پہنچے تھے۔ کہ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کو لاہور جانے کا ارشاد فرمایا۔ آپ تحصیل علم کے لئے لاہور تشریف لے آئے۔ یہاں مولانا غلام محی الدین بگوی اور مولانا احمد دین بگوی سے علم دین حاصل کیا۔ پھر دہلی چلے گئے وہاں مولانا مفتی صدر الدین خاں آزردہ سے اکتساب فیض حاصل کیا۔

تکمیل تعلیم کے بعد لاہور آئے اور بھاٹی دروازے کے اندر اونچی مسجد میں مقیم ہوئے اور اسی تاریخی مسجد میں سلسلہ وعظ شروع کیا۔ یہ وہی مسجد ہے جہاں کبھی حضرت پیر شاہ عنایت" حضرت بلھے شاہ" کے مرشد خطیب تھے۔ یہاں وہ بھی امامت اور خطابت کرتے رہے اس دور میں مولانا غلام مرشد بھی مشہور خطیب رشدو ہدایت کی شمع روشن کئے رہے۔ حضرت عارف باللہ مولانا غلام قادرؒ نے جب یہاں سلسلہ وعظ شروع کیا تو سارے شہر سے لوگ جوق در جوق وعظ سننے کے لئے آنے لگے آپ کے وعظ میں بلا کی تاثیر تھی۔ ایک مرتبہ مسجد بیگم شاہی کی متولیہ مائی جیواں بھی آپ کا وعظ سننے یہاں آئیں تو آپ کو اپنی مسجد میں لے گئیں ۔ آپ کی دیانت۔ شرافت اور علم سے مائی صاحبہ اتنی متاثر ہوئیں۔ کہ آپ کو اپنا متبنیٰ بنالیا بعد میں مسجد بیگم شاہی کے متولی بھی آپ ہی بنے۔ عارف باللہ مولانا غلام قادرؒ مدرسہ نعمانیہ اور اور نیٹل کالج میں بھی تدریسی خدمات انجام دیتے رہے طبیعت میں بے حد جلال تھا۔ آپ کی گیارہ تصانیف بہت مقبول ہوئیں ان

marfat.com

Marfat.com

میں نماز حضوری۔ ختمات خواجگان۔ اور شمس الضحیٰ بہت مقبول تھیں۔

آپ حضرت شمس العارفین خواجہ شمس الدین سیالویؒ کے مرید خاص اور خلیفہ تھے۔ اگرچہ آپ سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں بیعت تھے' مگر حضرت غوث الثقلین شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ سے بھی نسبت اویسی تھی۔ آپ کی روحانی زندگی پر قادریت کا غلبہ تھا۔ آپ کے خلفاء میں حاجی الٰہی بخش ' خلیفہ محمد اکرم اور مولوی شہاب الدین خاص مقام کے حامل تھے۔ آپ کے شاگردوں میں مولانا محمد عالم ' جو فاضل اجل تھے آسی امرتسری کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کی وفات پر مادہ تاریخ بھی انہوں نے نکالا (۱۳۲۷ھ منبع فیض رب جلیل) دوسرے شاگردوں میں پیر جماعت علی شاہ علی پوری رحمتہ اللہ علیہ مولانا غلام حیدر پونچھ والے۔ مولانا مفتی غلام احمد اول مدرس مدرسہ رحمانیہ لاہور۔ مولوی نبی بخش حلوائی مصنف تفسیر نبویؐ یہ معروف مصنف تھے۔

آپ کا وصال ۱۹ ربیع الاول مطابق ۱۳۲۷ھ کو ہوا مزار شریف بیگم شاہی مسجد میں ہے ہر سال عرس باقاعدگی سے ہوتا ہے۔ جب سے مساجد اور خانقاہیں محکمہ اوقاف کی تحویل میں آئی ہیں محکمہ نے زر کثیر خرچ کر کے انہیں انتہائی خوبصورت انداز میں آراستہ کیا ہے اور علماء کی قدرو قیمت بھی بڑھ گئی ہے۔

حضرت خیر شاہ چشتیؒ

آپ کا پورا نام شیخ خیر الدین چشتیؒ تھا۔ لاہور کے جلیل القدر مشائخ میں سے تھے آپ شیخ سلیم چشتیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ سماع کی محفل ہر وقت گرم رہتی آپ کا لنگر امیر غریب کے لئے ہر وقت کھلا رہتا۔

وفات ۱۹ ذوالحج ۱۲۲۸ھ مطابق ۱۸۱۳ء ۱۲ دسمبر مزار لاہور ہی میں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

شیخ فیض بخش چشتیؒ

آپ لاہور کے بلند مرتبہ صوفیاء میں سے تھے۔ سماع میں وجد کی حالت میں جذب و مستی کی کیفیت طاری ہو جاتی ۔ شیخ خیر الدین لاہوری کے مرید تھے ذریعہ معاش ریشم سازی تھا۔ سال میں سات بڑے عرس کراتے ۔ حضرت احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ' امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ ۔ حضرت غوث الاعظمؒ۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ۔ خواجہ بختیار کاکیؒ ۔ حضرت علاؤالدین صابر کلیریؒ والے ان عروس پر کثیر رقم خرچ کرتے۔ محفل سماع میں وجد طاری ہو جاتا ۔ اس حالت میں جس پر نگاہ ڈالتے ۔ بے ہوش ہو جاتا۔ آپ صاحب کرامت بزرگ تھے ۔

ہر رات تین بار غسل کرتے۔ ہروقت عبادت الٰہی میں مشغول رہتے ترک لذت کا اس حد تک خیال تھا کہ حلوے میں نمک مرچ ڈال کر کھاتے۔ آپ کو ٹائیفائیڈ ہو گیا۔ پندرہ دن اسی بخار میں جتلا رہے ۔ حافظ قادر بخش مشہور نعت خواں تھے ۔انہیں بلایا ۔ نعت سنانے کے لئے کہا۔ حافظ قادر بخش نے مولانا جامی کی یہ نعت شروع کی۔

منم خاک در کوئے محمدؐ   اسیر حلقہ موئے محمدؐ
قتیل نوک شمشیر نگاہش   شہید تیغ ابروئے محمدؐ

ترجمہ۔ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کوچے کے دروازے کی خاک ہوں ۔ آپؐ کے موئے مبارک کے حلقے کا اسیر ہوں ۔ تیغ نگاہ کا کشتہ اور آپؐ کی شمشیر ابرو کا شہید ہوں۔ یہ نعت سن کر وجد طاری ہو گیا۔ اسی حالت میں جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

آپ کی وفات ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۸۶۹ء میں ہوئی۔ مزار لاہور (؟) میں ہے

marfat.com
Marfat.com

لاہور کے مجذوب

حضرت محمد عارف چشتیؒ

آپ شیخ عبدالخالق چشتیؒ کے بلند مرتبہ خلیفہ تھے۔ تنہائی پسند تھے فقر کی بلند منزل پر تھے۔ جو زبان سے کہتے پورا ہوجاتا۔ ایک دن محفل سماع گرم تھی اور قوال یہ کلام سنا رہے۔

آں مسیحائے کہ جاں دردست اوست
می دہد جاں گر بہ میرم چند بار

ترجمہ :- وہ مسیحائے جو میری جان کا مالک ہے۔ اگر میں بار بار جان دے دیتا ہوں تو وہ ہر بار مجھے پھر زندگی عطا کردیتا ہے۔ قوال یہ شعر بار بار پڑھ رہے تھے۔ آپ پر وجدانی کیفیت طاری تھی۔ اسی اثناء میں ایک آدمی اپنے لب مرگ بیٹے کو چارپائی پر ڈال کرلے آیا۔ مجلس گرم تھی۔ مگر اس کیف پرور لمحے پر جب اس شخص نے گڑ گڑا کر دعا کی التجا کی۔ آپ نے اپنا دست مبارک اس کے چہرے پر پھیر دیا اس کے بیٹے کو اسی وقت شفاء ہوگئی۔ آپ کی وفات ۱۰۷۱ھ ۔۱۶۶۱ء قمری مہینہ ۷ ذوالحج اور سن عیسوی کی تاریخ ۳ اگست تھی۔ مزار لاہور میں ہے۔

شیخ محمد سلیم چشتیؒ

آپ شیخ محمد صدیق لاہوریؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ کا شمار چشتی اور صابری مشائخ کے بلند مرتبہ بزرگوں میں ہوتا ہے۔ لاہور اور بیرون لاہور کے بے شمار لوگ آپ کے مرید تھے۔ آپ کی مجلس سماع سے خالی نہ ہوتی۔ بادشاہ محمد شاہ

marfat.com
Marfat.com

کے عہد میں بہت سے علماء آپ کے دشمن ہوگئے۔ اور آپ کی جان لینے کے درپے ہوگئے۔ اسی اثناء میں لاہور کا صوبے دار آپ کا مرید ہوگیا۔ اس نے آپ کے تمام دشمنوں کو سزا دی۔ تب وہ دشمنی سے باز آئے۔

آپ کی وفات ۳ ذی الحج ۱۰۵۱ھ ۔ ۱۶۳۹ء ۱۳ مارچ کو ہوئی مزار لاہور ہی میں ہے۔

شیخ عبدالخالق چشتیؒ

شیخ عبدالخالق چشتیؒ شیخ جان اللہ کے خلفاء میں سے تھے۔ شان فقر کے حوالے سے بلند مقام رکھتے تھے۔ سماع میں وجد کی بے خودی اور جذب و مستی انتہاء کو پہنچی ہوئی تھی۔ ایسی حالت میں جس پر نظر ڈالتے بیہوش ہوجاتا۔ آپ کا لنگر مسکینوں اور محتاجوں کے لئے عام تھا۔ آپؒ کا حلقہ ارادت بہت وسیع تھا۔ آپ کے فیض سے بہت سے لوگ درجہ کمال کو پہنچے ۔ آپ کی وفات ۱۲ رجب ۱۰۵۹ھ ۔ ۱۶۴۹ء بمطابق ۲۲ جولائی کو ہوئی ۔ مزار لاہور ہی میں ہے ۔ (میدان زین خاں یہ پرانا نام ہے میدان زین خان قبرستان میانی صاحب کے قریب تھا اسی جگہ آپ کا مزار تھا۔

شیخ عارف چشتیؒ

آپ شیخ اسحاق بن شاہ کاکوؒ کے مرید تھے ۔ عبادت و ریاضت میں باکمال تھے میاں عارف کے نام سے مشہور تھے۔ عہد شاہجہانی میں علم شیخیت بلند کیا۔ آپ کے مریدوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ہر مہینہ کے آخری دس دن اعتکاف میں بیٹھتے ۔ حجرے کا دروازہ دس دن بند رکھتے۔ ان دس دنوں میں نہ کچھ کھاتے نہ پیتے اور نہ ہی سوتے۔ صرف عبادت کرتے۔ اگلے مہینے کی پہلی تاریخ کو جب

marfat.com

Marfat.com

حجرے سے باہر نکلتے تو باہر بہت سے لوگ دیدار کے لئے جمع ہوتے ۔ مگر تمام لوگوں کو دروازے سے دور ہٹا دیا جاتا۔ اس دن نگاہ تیز ہوتی اور جلالیت کا غلبہ ہوتا۔ اس وقت عام آدمی سامنے آجاتا تو بیہوش ہو جاتا۔ یہ بیہوشی تین دن طاری رہتی ۔ اور وہ تارک دنیا ہو جاتا۔ جب سماع میں بیٹھتے تو وجد اور اضطراب کی کیفیت انتہا تک پہنچ جاتی ۔ نوبت وصال کے کناروں تک پہنچ جاتی ۔ آخری عمر میں اعتکاف میں ہی وصال فرمایا۔ آپ جامع کرامات بزرگ تھے۔

وصال ۹۴۲ھ ۔ ۱۵۴۳ء کو ہوا۔ مزار میانی صاحب میں حضرت طاہر بندگی کے قرب و جوار میں ہے۔

حضرت شاہ کاکو چشتیؒ

آپ شیخ نور الدین قطب عالمؒ کے خلیفہ تھے آپ کو شیخ نورالدینؒ نے تبلیغ دین کے لئے لاہور بھیجا ۔ یہاں آپ نے بہت سے اہل ہنود کو تبلیغ کے ذریعے مسلمان کیا۔ آپ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے خاندان سے تھے۔ وفات ۸۸۲ھ میں ہوئی ۔ یہ سلطان بہلول۔لودھی کا عہد تھا۔ کہیں مزار علاقہ کروڑ۔ جو لاہور کے قریب بتایا جاتا ہے۔ اور کہیں آپ کا مزار لاہور میں بتایا جاتا ہے۔ پھر ایک نام کے کئی کئی بزرگ ہوئے ہیں ۔ ریلوے اسٹیشن کالا شاہ کاکو بھی آپ سے منسوب ہے کہیں لاہور میں آپ کا مدفن بتایا جاتا ہے شیخ کھوجے آپ کے عقیدتمند تھے ۔ وہی آپ کا عرس منعقد کراتے تھے ۔ آپ کی عمر سو برس بتائی جاتی ہے ۔ ان کے مزار اور ملحقہ مسجد کو سکھوں نے مسمار کر کے وہاں رہائش اختیار کرلی تھی ۔ اب اس جگہ کا نام شہید گنج ہے۔ اسی مسجد شہید گنج پر مسلمانوں اور سکھوں میں کلفی کشیدگی پیدا ہوئی ۔مگر عدالت کے فیصلے کے مطابق یہ سکھوں کی جگہ ہے سکھوں کا مؤقف تھا کہ وزیر اعظم یحییٰ خاں کے ایک وزیر لکھپت رائے کے بھائی جسپت رائے کو سکھوں نے قتل کیا تھا۔ اس نے بھائی کا بدلہ لینے کے لئے اس جگہ

marfat.com
Marfat.com

سکھوں کا قتل کیا۔ اس لئے سکھوں نے اس کا نام شہید گنج رکھا۔ یہ جگہ لاہور کے لنڈا بازار میں ہے۔ ساتھ ایک مسجد بھی ہے۔ حکومت پاکستان نے عدالتی فیصلے کا احترام کرتے ہوئے آج تک یہ جگہ سکھوں کی ملکیت ہی تسلیم کی ہے۔

شیخ محمد سلیم چشتی صابریؒ

آپ شیخ محمد صدیق چشتیؒ لاہوری کے کامل خلفاء میں سے تھے۔ آپ پر ہر وقت جذب و مستی کا غلبہ رہتا۔ عشق الٰہی میں ہروقت بے خودی طاری رہتی۔ سماع میں وجد طاری ہوجاتا۔ ایسی حالت ہوجاتی کہ کئی مرتبہ لوگوں نے خیال کیا۔ کہ آپ وفات پاگئے۔ مگر آپ پر ایک کیفیت طاری ہوتی تھی۔ ذی الحج کی تین تاریخ ۱۰۳۰ھ ۱۹ اکتوبر ۱۶۲۱ء کو وفات پائی۔ ہندوستان پر جہانگیر حکمران تھا۔ مزار میدان زین خاں میں تھا جو علاقہ کا پرانا نام تھا۔

شیخ جان اللہ چشتیؒ

آپ نظام الدین بلخیؒ کے خلیفہ تھے۔ لاہور میں آپ کے بہت سے پیر بھائی تھے آپ ظاہری اور باطنی تعلیم سے آراستہ تھے۔ تعلیم و تربیت لاہور میں پائی۔ آپ لاہور سے تھانیسر گئے اور وہاں شیخ نظام الدین بلخیؒ کے مرید ہوئے۔ زہد ریاضت میں کمال حاصل کیا۔ پھر مرشد کے ساتھ خانہ کعبہ گئے۔ وہیں سے آپ کو خرقہ خلافت ملا۔ جب لاہور واپس آئے تو آپ کی کرامات کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ خلق خدا ہروقت آپ کے گرد جمع رہتی۔ اور مرادیں پاتی۔ لاہور میں بہت سے لوگ آپ کے مرید ہوگئے۔

آپنے ۹ جمادی الاخر ۱۰۳۹ھ۔ ۲۴ جنوری ۱۶۳۰ کو وفات پائی۔ باغ نہال سنگھ میں دفن ہوئے۔

marfat.com
Marfat.com

حاجی عبدالکریم چشتیؒ

آپ کے والد کا نام شیخ مخدوم الملک انصاری تھا۔ حاجی عبدالکریم چشتیؒ نے حضرت نظام الدین بلخی سے بیعت کی۔ بادشاہ اکبر نے حاجی عبدالکریم چشتیؒ کے والد شیخ مخدوم الملک کو ملک بدر کر دیا۔ حاجی عبدالکریمؒ والد کے ساتھ مکہ مکرمہ چلے گئے۔ حج اور زیارت روضہ اقدسؐ سے مشرف ہوئے۔ وہاں آپ کے والد وفات پا گئے۔ تو آپ لاہور آ گئے۔ بہت سی خلقت آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئی۔ آپ صاحب کرامت بزرگ تھے۔

دوسری مرتبہ پیدل اپنے مریدوں کے ساتھ حج پر گئے۔ تو راستہ بھول گئے ایسے راستے پر چل دیئے۔ جہاں پانی نہیں تھا۔ چلتے چلتے جب مریدوں کو پیاس کی شدت نے ستایا تو آپ نے ایک جگہ قیام کیا۔ کچھ دیر بعد ایک تیتر آپ کے سر پر آکر بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہاں نزدیک ہی پانی ضرور ہے۔ کچھ دور آگے گئے تو ٹھنڈے پانی کا چشمہ ملا سب نے سیر ہو کر پانی پیا۔ وضو کیا۔ اور اچھی طرح نہائے۔ آپ نے فرمایا تیتر نے ہمیں پانی کی خوشخبری آکر سنائی۔ لہٰذا عمر بھر نہ اس کا شکار کرنا نہ اس کا گوشت کھانا۔

ایک دن عید الضحیٰ کے دن جا رہے تھے راستے میں شیرا ریشم باف آپ کو ملا وہ آپ کا مرید تھا۔ بڑی عقیدت سے ملا اور ویسے ہی عرض کی یا حضرت کیسا مبارک دن ہے آج ہزاروں لوگ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اور مجھ جیسے بے نصیب یہیں پھر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا شیرا تم حج کرنا چاہتے ہو۔ اس نے عرض کی یا حضرت اس سے زیادہ میری اور کیا خوش نصیبی ہو گی۔ آپ نے فرمایا آنکھیں بند کرو اور میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ کچھ دور جا کر کہا کہ آنکھیں کھول دو۔ جب آنکھیں کھولیں تو میدان عرفات میں تھے۔ وہاں تمام مناسک حج ادا کئے اور پھر اسی طرح شیرا اپنے مرشد حاجی عبدالکریم چشتیؒ کے ساتھ واپس لاہور

marfat.com
Marfat.com

آگیا۔

ایک دن سیدو والا متصل ماننگتاں والا کا ایک چور لاہور آیا۔ بہت کوشش کی مگر کہیں اس کو چوری کا موقع نہ ملا۔ آخر نواں کوٹ میں اس نے آپ کی خانقاہ میں نقب لگائی۔ وہاں سے دو بیل چوری کرکے باہر نکلا تو اندھا ہو گیا۔ آخر بیل ایک جگہ باندھ کر بیٹھ گیا۔ صبح ہوئی تو خادموں نے آپ کو صورتحال سے آگاہ کیا۔ آپ نے فرمایا اسے میرے پاس لاؤ۔ آپ کے پاس لایا گیا تو آپ نے فرمایا اے چور! اگر تو آئندہ چوری سے توبہ کرلے تو تیری آنکھیں ٹھیک ہو جائیں گی۔ اس نے گڑگڑا کر توبہ کی اور قدموں میں گر پڑا۔ آپ نے اس کی آنکھوں پر دست مبارک پھیرا تو آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔ اور وہ آپ کا مرید بن گیا۔ عبادت و ریاضت میں دن رات مشغول رہنے لگا۔ اور درجہ کمال کو پہنچا آپ علوم ظاہری اور باطنی میں کامل تھے۔ آپ نے کئی کتابیں بھی تصنیف کیں۔ آپ کی مشہور کتاب شرح فصوص الحکم ہے۔ اسرار گنجینہ بھی چشتیہ اذکار و افکار پر بہترین رسالہ ہے۔ آپ کے چار بیٹے تھے۔ چاروں صاحب ولایت و کرامت تھے۔ بڑے بیٹے شیخ یحییٰ صاحب کمال بزرگ تھے۔

حضرت حاجی عبدالکریم چشتیؒ کی وفات ۷ رجب ۱۰۴۵ھ۔ ۲۰ دسمبر ۱۶۳۵ء ہوئی مزار نواں کوٹ میں ہے۔ پہلے اس علاقے کا نام زندہ بیگم تھا۔ آپ کی وفات کے وقت شاہجہان بادشاہ ہندوستان پر حکمران تھا۔

حضرت مستان شاہ مجذوبؒ

یہ مجذوب بیرون لاہور کے دیہات میں ننگے سر اور ننگے پاؤں گھومتے رہتے۔ ویرانوں۔ بیابانوں اور جنگلوں میں نکل جاتے۔ درختوں کے پتے وغیرہ کھاتے رہتے یہ باکمال مجذوب تھے۔ جو کہتے ہو جاتا۔ ہر وقت سرمستی۔ استغراق میں

marfat.com
Marfat.com

ڈوبے رہتے۔ تارک الدنیا تھے۔ دنیا کی ہر آسائش سے بے نیاز تھے۔ سردیوں میں ایک بھورے میں گزارہ کرتے۔ اون کی موٹی چادر سی ہوتی اسی میں ساری سردیاں نکال دیتے۔ کبھی کسی سے سوال نہ کرتے۔ لوگ طرح طرح کے نذرانے پیش کرتے۔ مگر ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتے۔ حاجت مند خود ہی اٹھا کر لے جاتے۔ کبھی کبھی خود ہی لوگوں میں بانٹ دیتے۔

کبھی کبھی کمہاروں کے ہاں چلے جاتے۔ انہیں برتن بناتے دیکھتے تو بہت خوش ہوتے۔ پھر ایسا وقت آیا کہ خود بھی ان کے ساتھ برتن بناتے۔ چک گھماتے تو ساتھ کچھ گنگناتے رہتے۔ بڑے خوبصورت اور نفیس برتن بناتے۔ لوگ حیران رہ جاتے کہ ایک مجذوب ایسے خوبصورت برتن بناتا ہے۔ بعض اوقات خود ہی باتیں کرتے رہتے۔ آپ کی باتیں کسی کی سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ ایک بات دس بار دہراتے۔ بھوک ستاتی تو درختوں کے پتے کھاتے۔ مولوی نور محمد چشتی لکھتے ہیں۔ کہ شاہ عالمی دروازہ کے باہر بیٹھے رہتے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ سے انہیں روزانہ ایک روپیہ ملتا۔ رنجیت سنگھ خود بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ سینکڑوں روپے کے نذرانے پیش کرتا۔ آپ ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتے۔ مہاراجہ کو گالیاں دیتے۔ وہ ان کا برا نہ مناتا بلکہ گالیوں کو سعادت تصور کرتا۔ اور بہت سے سکھ سردار بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔

مفتی غلام سرور لاہوری صاحب خزینتہ الاولیاء لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ مزنگ سے شہر کی طرف جارہا تھا۔ راستے میں ہال روڈ کے مقام پر جو اس وقت اجاڑ بیابان تھا کھیتوں اور درختوں کے علاوہ یہاں فاصلے فاصلے پر کچھ مزار تھے۔ مستان شاہ ننگے پاؤں ایک جگہ کھڑے تھے۔ اچانک وہاں سے چاہ داتیاں کی طرف بھاگ گئے کنوئیں سے ایک ٹنڈ کھول کر لے آئے کھیتوں سے ساگ' درختوں سے پتے وغیرہ لا کر اس ٹنڈ میں ڈال دیئے کچھ اینٹیں لے آئے چولہے کی صورت میں بنالی درختوں کی خشک ٹہنیاں لے آئے۔ مٹی کی وہ ٹنڈ (برتن) اوپر رکھ دی۔ خشک ٹہنیاں نیچے رکھیں پیچھے ہٹ کر کھڑے ہوگئے۔ تالی بجائی اور آگ جلنے

marfat.com

Marfat.com

گئی۔ اس وقت تک مستان شاہ نے مجھے نہیں دیکھا تھا۔ جب مجھے دیکھا تو ایک اینٹ اٹھا کر میرے پیچھے بھاگے اور بلند آواز سے کہا چلے جاؤ یہاں سے۔ یہاں کیا دیکھ رہے ہو۔ میں بھاگ کر شہر کی طرف نکل گیا۔

مفتی غلام سرور مزید لکھتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ میں اور شیخ وہاب الدین لاہوری شہر سے باہر ایک ریت کے ٹیلے پر بیٹھے تھے۔ بھوک ستا رہی تھی مگر وہاں کھانے کو کچھ نہ تھا۔ دیکھا تو سامنے سے مستان شاہ آرہے ہیں۔ جب نزدیک آئے تو ہم نے اپنی بھوک کا ذکر کیا۔ آپ مسکرائے اور ہاتھ اٹھائے تو ان کے ہاتھ میں دو تین روٹیاں آگئیں۔ وہ ہمیں دے کر چلے گئے۔ دیکھا تو روٹیاں گرم تھیں میٹھی تھیں اور روغنی تھیں۔

آپ کو رنجیت سنگھ نے ایک مرتبہ ہاتھی پر بٹھالیا۔ کچھ دیر ہاتھی پر بیٹھے رہے اور قہقہے لگاتے رہے۔ اچانک ہاتھی سے چھلانگ لگائی اور بھاگ گئے۔ رنجیت سنگھ کا ایک ملازم امام شاہ تھا۔ کسی غلطی کی پاداش میں اسے امرتسر لے جاکر قید کردیا گیا۔ اس نے ایک فقیر سے دعا کے لئے کہا۔ فقیر نے کہا۔ لاہور میں مستان شاہ میانی صاحب کے قبرستان میں بیٹھتا ہے۔ اس سے دعا کی التجا کرو۔ اس نے اپنے رشتہ داروں کو لاہور میں پیغام بھیجا۔ وہ بڑا اچھا کھانا پکا کر مستان شاہ کے پاس گئے کھانا آگے رکھا۔ مگر یہ نہ بتایا کہ ہم کس لئے یہاں آئے ہیں۔ مستان شاہ نے کھانا کھالیا۔ اور انہیں ہاتھ سے تسلی دی۔ اور دو انگلیوں کا اشارہ کیا۔ اگلے دن امام شاہ رہا ہوگیا۔ اور دو روپے روز اسے ملنے لگے۔

آپ کی وفات ۱۲۷۳ھ بمطابق ۱۸۵۶ء میں ہوئی یہ انگریزوں کی عملداری کا آغاز تھا۔ آپ کا مزار میانی صاحب میں تکیہ غلام شاہ میں ایک اونچے چبوترے پر ہے۔

marfat.com
Marfat.com

فقیر نظام شاہ مجذوبؒ

سکھوں کے عروج کا سورج غروب ہو رہا تھا۔ اور انگریزوں کے جاہ و جلال کا سورج طلوع ہو رہا تھا۔ ایک فقیر نشے میں دھت لاہور کے گلی کوچوں میں ہر وقت گھومتا پھرتا نظر آتا۔ استغراق اور سکر کی حالت ہر وقت طاری رہتی حیرت ہے اس کے باوجود۔ ولایت۔ کرامات۔ اور کشف قلوب کا مالک تھا بڑا حساس درویش تھا۔ زمانے کے حالات پر کڑی نظر رکھتا تھا۔ زمانے اور حالات کا نباض تھا۔ بے پناہ عقید تمند مخلوق فقیر کے پیچھے لگی رہتی۔ لوگ بہت سے نذرانے پیش کرتے۔ جو کچھ ملتا سب غریبوں میں تقسیم کر دیتے کبھی کبھی ہوش میں ہوتے تو درزی کا کام کرنے لگتے۔ یہ فقیر نظام شاہ تھے جو اس وقت لاہور میں عوام کی عقیدت کا مرکز تھے۔

عید الاضحیٰ کا دن تھا۔ نظام شاہ علی الصبح محلہ سادھواں کی مسجد میں آ گئے۔ اور نمازیوں کو مخاطب کر کے کہا۔ پرانی صفیں الٹ دو اور نئی صفیں بچھادو۔ اسی دن دوپہر کے وقت یہ خبر لاہور میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ۔ ہیرا سنگھ اور پنڈت جھلا قتل ہو گئے راجہ ہیرا سنگھ۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ کا وزیر تھا۔ اور پنڈت جھلا اس کا مشیر خاص تھا۔ راجہ ہیرا سنگھ لاہور کا حاکم تھا۔ صبح پنڈت جھلا کے ساتھ شکار کو نکلا تو سکھوں نے تعاقب کر کے اسے قتل کر دیا۔ اور جواہر سنگھ اس کی جگہ حاکم بن گیا۔ صفیں الٹنے کا معمہ لوگوں کی سمجھ میں آ گیا۔

مفتی غلام سرور صاحب حدیقۃ الاولیاء لکھتے ہیں کہ مَیں ایک ہاتھ میں کتاب لئے مسجد موراں پہنچا۔ یہ تاریخی مسجد شاہ عالمی اور لوہاری دروازے والے درمیانی بازار میں ہے۔ خیال تھا کہ مسجد میں غسل کے بعد نماز ادا کروں گا پھر مولوی غلام اللہ سے کتاب کا سبق پڑھ لوں گا۔ جب میں مسجد میں گیا تو وہاں نظام شاہ مجھ سے پہلے چراغ کی روشنی میں ایک کتاب پڑھ رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر نظام شاہ غصے کی

marfat.com

Marfat.com

حالت میں اٹھے اور زور سے مجھے ایک تھپڑ مارا اور کہا۔ شرم نہیں آتی۔ ناپاک جسم سے مسجد میں چلا آرہا ہے۔ میرا جسم واقعی ناپاک تھا۔ میں نے کتاب رکھ کر فوراً" غسل کیا۔ اور پھر نماز ادا کرنے کے بعد استاد مولوی غلام اللہ صاحب کے سامنے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔

جب سکھوں سے حکومت مکمل طور پر چھن گئی۔ تو ان دنوں نظام شاہ میانی صاحب میں رہتے تھے۔ ایک کمرے میں کاٹھ مارنے کا سامان رکھا ہوا تھا جس طرح آج کل قیدیوں کو بیڑیاں پہناتے ہیں اسی طرح اس دور میں لکڑی کی بیڑیاں پہنانے کو کاٹھ مارنا کہتے تھے۔ نظام شاہ کئی لوگوں کو معمولی غلطیوں کے سبب کاٹھ مار دیتے۔ اور کچھ دیر بعد کاٹھ کھول کر اسے آزاد کر دیتے۔ ایک دن ایک ہندو جوگی جو بھیک مانگنے کا دھندا کرتا تھا۔ وہ گزرا تھا تو نظام شاہ مجذوب نے اسے پکڑ کر کاٹھ ماردیا۔ اور کچھ دیر بعد اسے رہا کردیا۔ اس نے ہندوؤں سے شکایت کی۔ انہوں نے انگریز کی عدالت میں مقدمہ دائر کردیا انگریز ڈپٹی کمشنر نے خدا بخش کوتوال کو حکم دیا کہ نظام شاہ مجذوب کو کل ہماری عدالت میں پیش کیا جائے۔ خدا بخش کوتوال آپ کا عقیدتمند تھا۔ وہ حاضر ہوا اور تمام حالات سے حضرت نظام شاہ کو آگاہ کیا اور کہا۔ یاحضرت مجبوری ہے۔ ہم نوکر ہیں کیا کریں میں پریشان ہوں نظام شاہ مجذوب نے فرمایا فکر نہ کرو۔ ہم جیسے لوگ اللہ تعالیٰ کی عدالت کے سوا کسی کی عدالت میں حاضری نہیں دے سکتے۔ تم مطمئن ہو کر جاؤ۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کیا کرتا ہے اسی رات آپ کا انتقال ہوگیا۔ تمام لاہور کے مسلمانوں نے آپ کے جنازے میں شرکت کی۔ بہت بڑا جنازہ ہوا۔

آپ کا وصال ۱۲۶۹ھ بمطابق ۱۸۵۲ء کو ہوا۔ مزار میانی صاحب میں تجہیز و تکفین کا انتظام لاہور کے مشہور ٹھیکیداروں میاں محمد سلطان نے کیا اور قبر نواب شیخ امام الدین خان سابق گورنر کشمیر نے بنوائی اب مزار تکیہ نظام شاہ میں ہے۔ موجودہ صورت حال میں اور بہت سے بزرگ اسی احاطے میں ہیں۔ سامنے باغیچی

marfat.com
Marfat.com

سید شاہ چراغ چشتی ہے۔ ان کے قریب شمس العلماء خان بہادر محمد لطیف مصنف ہسٹری آف لاہور کی قبر ہے تکیہ میں حجرے اور مسجد بھی ہے۔

مستی مجذوبؒ

اس مجذوب کے متعلق لکھا ہے۔ شہنشاہ اکبر کے دور میں ایک مست فقیر شاہی قلعہ لاہور کے آس پاس گھومتا رہتا۔ مجذوب تھا۔ تن بدن کا ہوش نہ تھا۔ اسے لوگ سائیں مستی کہتے۔ لوگوں سے دور رہتا۔ اپنے حال میں مست رہتا۔ جب وہ فوت ہوگیا۔ تو اسے مستی دروازہ کے اندر دفن کردیا گیا اب بھی اس مجذوب کی قبر پولیس چوکی کے قریب ہے۔ کہتے ہیں مستی دروازے کا نام اسی مجذوب کے نام سے منسوب ہے۔

ایک مجذوب

ان کا نام کسی کو معلوم نہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلیفہ حضرت محمد ہاشم اپنی تصنیف زبدۃ المقامات میں لکھتے ہیں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بلند مرتبہ بزرگ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی ۱۰۰۳ھ میں لاہور آئے۔ آپ اکثر لاہور کے قبرستانوں اور ویرانوں میں کسی اہل دل کی تلاش میں پھرتے رہتے۔ انہیں کسی نے بتایا کہ لاہور کے ایک قبرستان میں ایک مجذوب پھرتا رہتا ہے۔ کسی کو نزدیک نہیں آنے دیتا۔ کسی کو اس کا نام بھی معلوم نہیں۔ حضرت باقی باللہؒ وہاں گئے وہ مجذوب آپ کو دیکھ کر بھاگ گیا۔ آپ پھر گئے مگر وہ آپ کو دیکھ کر بھاگ جاتا۔ ایک دن آپ گئے۔ تو مجذوب نے مار مار کر آپ کو بھگا دیا۔ مگر آپ نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ آخر ایک دن اس مجذوب نے خوش ہوکر آپ کو پاس بلالیا۔ اور آپ کو بہت سی دعائیں دیں۔ حضرت باقی باللہؒ فرماتے ہیں۔ مجھے اس مجذوب کی

marfat.com

Marfat.com

دعاؤں سے بہت سے فائدے ہوئے۔ اور کئی مقصد حاصل ہوئے۔ کئی الجھنیں دور ہو گئیں۔

شیخ یوسف مجذوبؒ

لاہور میں مجذوب ہر دور میں ہوئے ہیں پہلے بھی تھے۔ آج بھی ہیں۔ لیکن ان میں اصل اور نقل کی پہچان مشکل ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب اخبار الاخیار میں لاہور کے بہت سے مجذوبوں کا ذکر کیا ہے۔ شیخ یوسف مجذوب کے متعلق بھی آپ نے لکھا ہے۔ کہ مضبوط اور موٹے جسم کے تھے قد بھی لمبا تھا۔ ان کو دیکھ کر ڈر لگتا تھا اور ہیبت طاری ہوتی۔ بڑے کشادہ باطن مجذوب تھے۔ سر منڈاتے تھے اور سر پر صافہ باندھتے تھے۔ لنڈا بازار میں گھومتے پھرتے کبھی کھڑے ہو کر بلند آواز سے بولتے رہتے۔ ان کی باتیں عام آدمی کی سمجھ سے باہر تھیں (اس دور میں لنڈا بازار کا نام نخاس تھا) حضرت محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ میں نے کھڑے ہو کر ان کی باتیں سنیں۔ انہوں نے میری بہت سی پوشیدہ باتیں بیان کر دیں۔ ایسی باتیں جو میرے اور خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ پراسرار باتیں کر رہے تھے۔ ایسے رموز بلند آواز سے بیان کر رہے تھے جو عام فہم نہیں تھے۔ لکھتے ہیں کہ میں دہلی واپس جانے والا تھا۔ کہ سفر کے متعلق خیال پیدا ہوا کہ شیخ یوسف مجذوب سے پوچھ لیں۔ کہ سفر بحفاظت کٹ جائے گا؟ کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟ لنڈے بازار گیا۔ بہت تلاش کیا مگر وہ میرے انتظار میں کھڑے تھے۔ مجھے مخاطب کر کے کہا۔ سفر پر نہ جانا۔ سفر مبارک نہیں۔ خطرناک ہے۔ پھر چلے جانا۔ لوگوں کا کہنا تھا کہ۔ اس سے پہلے وہ کبھی ادھر نہ آئے تھے۔ نخاس میں ہی پھرتے رہتے۔ صاحب کشف تھے۔ عظیم انسان دکھائی دیتے تھے۔ لیکن ہر وقت جذب و مستی میں ڈوبے رہتے۔

marfat.com
Marfat.com

منگا مجذوب

منگا مجذوب ۱۲۰۲ء میں لاہور کی گلیوں، کوچوں اور بازاروں میں گھومتا پھرتا تھا ۔ اس دور میں حضرت حسن شاہ ولیؒ کا بڑا چرچا تھا۔ تواریخ میں آپ کا نام حسو تیلی کے نام سے مشہور ہے ۔ حضرت حسن شاہ کا ایک عقیدتمند اور خدمت گار سورت سنگھ تھا۔اس نے حضرت حسن شاہ ولیؒ کی حیات پاک پر ایک منظوم کتاب لکھی سورت سنگھ عاقل کی اس منظوم کتاب میں منگا مجذوب کا ذکر آتا ہے سورت سنگھ عاقلؒ نے منگا مجذوب سے بڑی عقیدت کا اظہار کیا ہے اور وہ اس مجذوب کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتا اور بڑی محبت اور عقیدت کا اظہار کرتا حضرت منگا مجذوب بھی اس سے بہت خوش تھے۔ سورت سنگھ جس مکان میں رہتا تھا۔ اس میں ایک خزانہ دفن تھا ۔ حضرت منگا مجذوب کی نشاندہی پر وہ دفینہ سورت سنگھ عاقل کو مل گیا۔ اور امیر آدمی بن گیا۔ اور منگا مجذوب سے اور زیادہ عقیدت بڑھ گئی اس واقعہ کا ذکر سورت سنگھ نے اپنی منظوم کتاب میں کیا ہے ۔ سورت سنگھ لاہور کے محلہ ٹلہ میں رہتا تھا ۔ مجذوب منگا کے مزار اور وفات کا ذکر نہیں ملتا۔ سورت سنگھ عاقل کا فارسی شعر اس طرح تھا۔

بحکم منگا مجذوب آمد آں خانہ
برآمدست بفضد ، روپہ پاک بھا

حضرت کھلن شاہ مجذوبؒ

حضرت کھلن شاہ مجذوبؒ حضرت طاہر بندگیؒ کے مرید تھے۔ آپ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ ہر وقت جذب و مستی میں غرق رہتے ۔۔ مفتی نور احمد چشتی

marfat.com
Marfat.com

اپنی کتاب تحقیقات چشتی میں لکھتے ہیں ۔ آپ کا مزار نواب غلام جیلانی خاں کے باغیچہ میں ہے ۔ اب یہ مزار بدرو کے قریب نئی تعمیر شدہ مسجد کے ساتھ ہے پہلے پہلے میونسپل کمیٹی کا باغ تھا۔ آپ کی وفات ۹۹۴ھ بمطابق ۱۵۸۶ء میں ہوئی۔

پیر ڈھل مجذوبؒ

آپ کا نام سید عبدالحکیم بخاری تھا۔ سید عبدالجلیل چوہڑ بندگیؒ کے مرید تھے ۔ آپ ہروقت جذب و مستی کی حالت میں رہتے تھے۔ گلیوں ۔ بازاروں۔ ویرانوں اور جنگلوں میں مجذوبوں کی طرح پھرتے رہتے ۔ جب بیٹھتے تو اس جگہ بیٹھتے ۔ جہاں اب آپ کا مزار ہے ۔ منشی غلام سرور کی کتاب حدیقتہ الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ صاحب کشف و کرامت تھے۔ موچی دروازہ اور شاہ عالمی دروازہ کے درمیان محلہ ڈھل میں آپ کا مزار ہے ۔ مزار کوچہ نیویں گلی میں مسجد لکھن خاں کے مغرب میں ہے ۔ مرجع خلائق ہے ۔ آپ پیر ڈھل کے نام سے مشہور تھے۔ آج سے پانچ سو سال پہلے یہ بزرگ ہوئے ہیں ۔ اس وقت لودھی خاندان ہندوستان پر حکمران تھا۔ لاہور کا یہ محلہ آپ کے نام پر ڈھل محلہ مشہور ہے۔

پیر بھولاؒ مجذوب

آپ پیر بھولا کے نام سے ہی مشہور تھے ۔ صاحب کشف و کرامت تھے ۔ ہر وقت بچوں سے کھیلتے رہتے۔ بڑی عمر کے لوگوں سے بات نہ کرتے جو نذر نیاز لوگ دیتے ۔ سب بچوں میں بانٹ دیتے ۔ آپ گلی کوچوں میں گھومتے رہتے ۔ جہاں جاتے بچے آپ کے پیچھے پیچھے رہتے ۔ اہل دنیا سے آپ کو نفرت تھی ۔ چوک لوہاری منڈی سے سوتر منڈی کو جائیں تو کوچہ پیر بھولا مشہور ہے وہیں آپ کا مزار ہے۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت میاں مونگرؒ

آپ بھی مجذوب تھے ۔ ہر وقت لاہور کی گلیوں میں گھومتے رہتے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنی تصنیف اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں۔ دہلی میں حضرت حسن بودلہؒ مجذوب صاحب کشف و کرامت تھے ۔ لوگ ان کے بڑے عقیدت مند تھے لکھتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ لاہور آگیا۔ لاہور میں ہم حضرت حسن بودلہؒ کے ساتھ جس مجلس میں بیٹھے تھے ۔ لوگوں کا کافی ہجوم تھا۔ اچانک اس مجلس میں میاں مونگر مجذوب آگئے ۔ اور آتے ہی حضرت حسن مجذوبؒ کو مخاطب کر کے بڑے غصے سے فرمایا ۔ تم یہاں کیوں آئے تمہارا ان لوگوں سے کیا واسطہ ہے کیا تعلق ہے - یہ سن کر حضرت حسن بودلہ مجذوب مجلس سے اٹھ کر بھاگ گئے ۔ میاں مونگر بھی ان کے پیچھے بھاگے ۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں ہم نے ان دونوں کو دہلی دروازے تک ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے دیکھا اس کے بعد شیخ حسن بودلہ کو کبھی لاہور میں نہیں دیکھا گیا۔ اس وقت ہندوستان پر جلال الدین اکبر حکمران تھا۔ حضرت میاں مونگر مجذوب کی وفات ۹۸۰ھ بمطابق ۱۵۷۲ء میں ہوئی اس وقت لاہور کا گورنر خان جہان حسین قلی خان تھا۔

شیخ کمال مجذوبؒ

آپ حضرت شاہ ولیؒ (حسو تیلی) کے مرید تھے شیخ کمال مجذوب تھے۔ جذب و مستی کی حالت میں رہتے۔ شیخ کمال مجذوب سلا تیہ طرز پر رہتے۔ آپ کے عقید تمندوں میں مسلمانوں کے علاوہ ہندو سکھ بہت زیادہ تھے آپ کی خانقاہ میں لنگر ہر وقت جاری رہتا۔ لنگر سے غریب ۔ فقیر اور آپ کے مرید کھانا کھاتے ۔ مغل بادشاہ نور الدین محمد جہانگیر لاہور آئے تو شیخ کمال مجذوبؒ کے آستانہ پر حاضری دی

marfat.com
Marfat.com

اور ملاقات کی ۔

ایک مرتبہ آپ سے پوچھا گیا۔ شہزادہ داور بخش کو۔ آصف جاہ نے تخت پر بٹھا دیا ہے ۔ اس پر آپ اپنے خیال کا اظہار فرمائیں ۔ آپ نے کہا اس کا دور بہت مختصر ہوگا ۔ شاہجہان جلد تخت نشین ہوگا۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد آصف جاہ نے شہزادہ داور بخش کو قتل کرادیا۔ اور اپنے داماد شاہ جہاں کو تخت پر بٹھا دیا ۔

شیخ کمال مجذوب نے ۱۰۳۹ھ ۱۶۲۹ء کو لاہور میں وفات پائی ۔ مزار کے متعلق تاریخ خاموش ہے۔

حضرت فتح شاہ سرمستؒ

آپ کے والد گھوڑوں کے سوداگر تھے ۔ ان کے گھر اولاد نہیں ہوتی تھی۔ وہ حضرت شیخ برہان شاہ سرالی کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اور اولاد کے لئے دعا کی درخواست کی ۔ ان کی دعا سے حضرت شیخ فتح شاہ سرمست پیدا ہوئے ۔ جوان ہوئے ۔ تو [illegible] یاد حق کی جانب تھا۔ آپ نے شیخ برہان شاہ سرالی سے بیعت کی ۔ مگر روحانی تربیت [illegible] شاہ کے مرید شاہ عبداللطیف سے پائی ۔ یہ بھی برہان پور کے رہنے والے تھے ۔ ہمیشہ عالم مدہوشی میں رہتے۔ لوگوں سے کلام کم کرتے ۔ جب آپ لاہور آئے تو دریائے راوی کے کنارے جنگلوں ۔ بیابانوں اور ویرانوں میں پھرتے رہتے ۔ کئی مرتبہ دریا کے اندر بھی مشغول عبادت دیکھا گیا۔

ایک دن لاہور کا کوتوال روشن شاہ راوی کے کنارے آیا آپ کو مصروف عبادت دیکھا تو اس کا دل چاہا کہ میں بھی اس طرح عبادت کروں ۔ وہ آپ کا مرید ہوگیا۔ اور عبادت و ریاضت میں مشغول رہنے لگا۔ ایک دن روشن شاہ کے بدن پر حضرت شاہ فتح شاہ سرمست نے لسی میں صابن ملا کر ڈال دیا۔ اس کی چمڑی ادھڑ گئی ۔ سخت اذیت میں مبتلا ہوگیا۔ آپ نے سادہ پانی ڈال کر پھونک ماری اس وقت

marfat.com

Marfat.com

وہ بالکل ٹھیک ہو گیا۔ ایک دن آپ نے روشن شاہ کو خشک لکڑی دی اور کہا کہ اسے زمین میں گاڑ دو اس نے لکڑی گاڑ دی چند دنوں میں وہ لکڑی ہرا بھرا پودا بن گیا۔ وہ برنا کا درخت مدتوں رہا رنجیت سنگھ کے دور میں اس کے انگریز جرنیل لوی طویلے نے کٹوا دیا۔

حضرت فتح شاہ سرمستؒ نے ایک سو گیارہ سال عمر پائی آپ کی وفات ۱۲۵۴ھ بمطابق ۱۸۳۸ء کو ہوئی مزار خانقاہ فقشاہ کے قریب نزد نوا بدھو میں ہے۔ مزار کوتوال روشن شاہ نے بنوایا۔ مگر رنجیت سنگھ کے دور میں عمارت اور درخت سب ختم کر دیئے گئے۔ صرف مزار کے گرد ایک لوہے کا جنگلہ ہے۔ تمام زمین ریلوے کے قبضہ میں ہے۔

بخاری شاہ مجذوبؒ

آپ محمد شاہ رنگیلا کے دور میں ہوئے۔ ۱۸۳۸ء میں باغبانپورہ میں تھے، ہر وقت جذب و مستی میں رہتے۔ صاحب کرامت تھے۔ اور ولی تھے۔ اسی دور میں بخارا سے آئے تھے۔ آپ کی وفات باغبانپورہ میں ۶ صفر ۱۲۵۳ھ بمطابق ۵ جون ۱۸۳۷ء میں ہوئی۔ اس وقت شیخ فرید بخاری لاہور کے صوبیدار تھے۔ اب مزار ایک چوکنڈی میں ہے۔ کوئی گنبد وغیرہ نہیں۔

تاجے شاہ مجذوبؒ

یہ مست درویش لاہور کے گلی کوچوں میں۔ بازاروں میں پھرتا رہتا۔ جنگلوں اور ویرانوں میں پھرتا رہتا۔ بہت سے غائبانہ اسرار بیان کرتا رہتا۔ استغراق اور مستی میں کھانے پینے کا ہوش نہ تھا۔ کوئی کھانا سامنے رکھ دیتا تو کھا لیتا۔ ورنہ کئی کئی دن کھانے کے بغیر گزر جاتے۔

marfat.com.
Marfat.com

جس دن رنجیت سنگھ مرا۔ باباجی گلی کوچوں میں بلند آواز سے آوازا لگا رہے تھے۔ یہ حکومت صرف نو سال قائم رہے گی۔ فرنگ حکومت کریں گے۔ رنجیت سنگھ مرنے کے قریب پہنچا تو مجذوب تاج شاہ کو بلایا۔ اور دعا کے لئے کہا۔ آپ نے فرمایا سب نے مرجانا ہے۔ میرا باپ بھی مرگیا۔ ہم نے بھی مرجانا ہے۔ تو بھی اب مرنے والا ہے۔ چندن کی لکڑی تیری چتا میں جلائی جائے گی۔ یہ سن کر رنجیت سنگھ آبدیدہ ہوگیا۔ تاج شاہ شاہی قلعہ سے باہر نکل رہے تھے۔ ادھر رونے پیٹنے کی آوازیں آنے لگیں۔ رنجیت سنگھ ختم ہوچکا تھا۔

رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد تمام سکھ سردار یکے بعد دیگرے قتل ہوگئے مہاراجہ کھڑک سنگھ' کنول نونہال سنگھ' راجہ دھیان سنگھ' وزیر اعظم سوچیت سنگھ' راجہ ہیرا سنگھ' راجہ جواہر سنگھ' اجیت سنگھ تمام سردار آپس میں لڑ کر قتل ہوگئے یہ ۱۸۴۵ء تھا فقیر عزیز الدین کا وصال بھی اسی سال ہوا۔ اسی سال حضرت تاج شاہ مجذوب بھی خالق حقیقی سے جاملے۔ وفات ۱۲۸۱ھ بمطابق ۱۸۶۵ء کو ہوئی چمبرلین روڈ نزد پرانی سبزی منڈی سڑک کے کنارے مزار تھا۔ اب شائد معدوم ہوچکا ہے۔

ویرکا والے مجذوبؒ

ویرکا بٹالہ اور امرتسر کے درمیان ایک ریلوے اسٹیشن تھا۔ ریلوے لائن کے ساتھ ایک پختہ سڑک تھی۔ جس کے دونوں طرف شیشم کے در ے۔ ویرکا کے قریب ایک شیشم کے درخت کے نیچے ایک مجذوب کھڑے رہتے۔ کہتے ہیں ان کا نام شیخ محمد دین قادری تھا۔ آپ سالہا سال ایک ہی درخت کے نیچے کھڑے رہے۔ وہاں لوگ آپ کو ٹاہلی سائیں کہتے تھے۔ ان کے گرد خلق خدا کا ایک ہجوم رہتا۔ دور دراز سے بھی لوگ نذرانے لے کر آتے۔ آپ سے بہت سے لوگوں کو فیض ملتا۔ مرادیں پوری ہوتیں۔ آپ لوگوں کو گالیاں دیتے۔ نفرت کرتے پھر بھی

marfat.com
Marfat.com

لوگوں کا ہجوم ختم نہ ہوتا۔ مصنف تاریخ لاہور محمد دین کلیم قادری بھی وہاں ان کے دیدار سے مشرف ہوئے۔

۱۹۴۷ء میں جب پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو لوگ آپ کو وہاں سے پاکستان لے آئے۔ لاہور میں آپ کا قیام ہوا۔ یہاں مصطفیٰ آباد دھرم پورہ میں ہندوؤں کی سادھیاں تھیں۔ آپ نے سادھیوں میں ہی ڈیرا لگایا۔ تاعمر وہیں رہے وہیں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ آپ کی وفات ۱۸ ربیع الاول ۱۳۷۰ء میں بمطابق ۲۸ دسمبر ۱۹۵۰ء میں ہوئی۔

عظیم شاہ مجذوبؒ

عظیم شاہ مجذوب عہد فرنگی کے آغاز میں لاہور کی سٹیڈیم گراؤنڈ میں گھومتے پھرتے تھے اور آواز لگاتے انگریز آگئے۔ انگریز آگئے۔ اس گراؤنڈ کے پاس اس زمانے میں ایک پڑاؤ تھا وہاں آپ دوڑتے پھرتے فوجی وردی پہنتے۔ اور ہتھیار لگائے رکھتے آپ پہلے فوج میں گھڑ سوار تھے۔ ایک دن امام دین شیخ جو لاہور کے قاضی تھے انہیں پھانسی دینے کے لئے ہاتھی پر بٹھا کر ادھر سے لا رہے تھے۔ انہیں انگریزوں نے پھانسی کی سزا دی تھی۔ جب ہاتھی عظیم شاہ مجذوب کے قریب سے گزرا تو قاضی شیخ امام دین نے کہا کہ عظیم شاہ مجھے پھانسی دینے کے لئے لے جارہے ہیں۔ آپ نے بلند آواز سے کہا۔ قاضی تمہیں کوئی پھانسی نہیں دے سکتا۔ جب انہیں تختہ دار پر کھڑا کر کے پھانسی کا پھندا انکے گلے میں ڈالا گیا تو اچانک ایک طرف سے تیز رفتار سانڈ سوار آئے اور پکار پکار کر کہا رک جاؤ۔ ٹھہر جاؤ۔ وہ قاضی شیخ امام دین کی رہائی کا پروانہ لے کر آئے تھے۔ قاضی صاحب کو رہا کر دیا گیا۔

پھر حضرت عظیم شاہ مجذوب وہاں سے گڑھی شاہو میں حضرت جان محمد قصوریؒ کی خانقاہ میں آگئے۔ یہیں رہنے لگے۔ یہیں وفات پائی اور یہیں دفن ہوئے۔

marfat.com
Marfat.com

سائیں مجنوں مجذوبؒ

مجنوں سائیں قبرستان میانی صاحب میں ۳۰ سال رہے۔ مجذوب تھے۔ مگر لوگ ارد گرد ہر وقت بیٹھے رہتے اور مرادیں مانگتے۔ دعائیں کرنے کو کہتے۔ مگر آپ کسی سے بات نہ کرتے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں سائیں مجنوں نے چپ کا روزہ رکھا ہوا ہے۔ اگر کسی کو جواب دینا ہو تو کاغذ پر لکھ کر دیتے۔ وہ کریلوں کا سالن بہت پسند کرتے تھے۔ عمر بھر انہوں نے ٹھنڈا پانی نہیں پیا۔ تمام زندگی میانی صاحب کے قبرستان میں ہی رہے آپ کی وفات ۸۹ ۱۳ھ بمطابق ۱۹۷۰ء میانی صاحب قبرستان میں ہی ہوئی مزار مقابر گیلانیاں میں پیر نظام الدین بوریانوالی کے متصل ایک دوسری چار دیواری میں ہے عرس ہر سال باقاعدگی سے ہوتا ہے۔

صوفی مقبول احمد مجذوبؒ

حضرت صوفی مقبول احمد مجذوب بستی پٹھاناں میں پیدا ہوئے۔ یہ بستی سرہند شریف سے دو میل کے فاصلے پر ہے۔ بچپن ہی سے آپ کا رجحان عبادت و ریاضت کی طرف تھا حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت اسمٰعیل بندگیؒ کے مزارات پر مدتوں چلہ کشی کی۔ آپ کے پیرو مرشد حضرت بابا رؤف شاہ تھے قیام پاکستان کے بعد بائیس سال تک میسن روڈ پر کوٹھی لالہ گردھاری لال کی ایک چھوٹی کوٹھڑی میں ہر وقت پڑے رہتے۔ اپنے ساتھ قرآن پاک رکھتے۔ جو حاجتمند آتا کوٹھڑی کی کھڑکی سے ان کی بات سنتے اور جواب دیتے۔ زیادہ تر عورتیں آپ سے دعا کرانے آتیں۔

آپ کی وفات ۸ شوال ۸۹ ۱۳ھ بمطابق ۱۹۶۹ء دسمبر ۱۸ وفات کے وقت عمر ۴۰

marfat.com

Marfat.com

سال تھی مقبرہ قبرستان میانی صاحب میں ایک اونچے چبوترے پر ہے مرقد سنگ مر مر سے مزین ہے۔ مقبرے کی دیواروں کو سنگ مرمر اور شیشے سے خوبصورت بنایا گیا ہے بہت خوبصورت مقبرہ ہے۔

گڈی سائیں مجذوبؒ

ایک مجذوب لمبا چوغہ پہنے لاہور کے گلی کوچوں میں گھومتا پھرتا۔ زیادہ تر شاہی قلعے لاہور کے گردو نواح میں گھومتا رہتا۔ وہ پتنگوں ،گڈیوں اور ڈور سے دل بہلاتا اسی لئے اسے گڈی سائیں کہتے تھے۔ سٹے باز اس سے نمبر پوچھتے رہتے گڈی سائیں کی وفات ۱۳۷۰ھ بمطابق ۱۹۵۱ء میں ہوئی قلعہ شاہی کی مغربی دیوار کے سامنے مسجد بیگم شاہی کے مغرب میں دفن ہوئے اب یہ جگہ تکیہ گڈی سائیں کے نام سے مشہور ہے ہروقت یہاں گڈیاں اڑائی جاتی ہیں۔

سائیں قادر بخش مجذوبؒ

آپ داتا دربار کے باہر رہتے تھے۔ لاہور کے باشندے تھے۔ جو نذرانے یا کھانے کی چیزیں لوگ دیتے۔ وہ پہلے کتوں کو ڈالتے پھر جو بچتا لوگوں میں تقسیم کردیتے۔ مادھولال حسینؒ کے عرس پر وہاں چلے جاتے۔ بڑے پتلے۔ دبلے اور کمزور جسم والے تھے۔ کسی کی بات نہیں سنتے تھے۔ خود ہی باتیں کئے جاتے تھے ۔ریس کھیلنے والے اور سٹے باز آپ کے گرد جمع رہتے اور نمبر پوچھتے رہتے پھر ریلوے سٹیڈیم گڑھی شاہو کے قریب ایک پرانا بڑ کا درخت تھا اس کے نیچے پندرہ سال ڈیرا لگائے رکھا۔ صاحب کرامت تھے۔ جو کہتے ہوجاتا۔

آپ کی وفات ۱۹۶۹ء میں ہوئی۔ قبرستان گڑھی شاہو میں مدفون ہیں۔ آپ نے ۷۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔

marfat.com
Marfat.com

عید محمد مجذوبؒ

آپ ۱۹۷۰ء تک داتا دربار میں رہے۔ جہاں لوتھک کا محلہ بیٹھتا ہے ان کے قریب ہی آپ بھی رہتے حالت سکر میں رہتے کبھی کبھی جذب و مستی میں باتیں کرتے۔ لوگ اپنے اپنے مقاصد کے مطابق مطلب نکال لیتے۔ نہایت خوبصورت روشن آنکھیں بال لمبے تھے۔ آپ قریباً ۸۵ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ اور قبرستان میانی صاحب میں دفن ہوئے۔

سید غلام محمد رنگیلا مجذوبؒ

آپ ڈیرہ غازی خان میں ۱۸۹۳ء کو پیدا ہوئے پھر قلندرانہ حالت میں لاہور آگئے۔ یہاں ریلوے کوارٹرز جی ٹی روڈ میں رہے۔ یہاں سے آبادی میاں میرؒ میں چلے گئے۔ پھر ڈاکٹر غلام نعیم الدین کے گھر ۲۵ سال رہے۔ مجذوبیت کی حالت میں خلق خدا کو بڑا فیض پہنچایا۔ ۳ رمضان ۷۵ ھ بمطابق ۲۷ دسمبر ۱۹۵۶ء بروز پیر کو ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ عقیدتمندوں نے بڑا عالی شان مقبرہ تعمیر کرایا۔ حضرت میاں میرؒ کے پاس ہی قبرستان میں دفن ہوئے باقاعدگی سے سالانہ عرس منعقد ہوتا ہے۔

سائیں غلام حیدر مجذوب

آپ رڑہ تیلیاں نکلیلی والی گلی میں پیدا ہوئے۔ یہ علاقہ چونے منڈی کا ہے۔ بچپن میں بیگم شاہی مسجد میں کلام پاک کی تعلیم حاصل کی۔ درزیوں کا کام کرتے تھے شادی ہوئی۔ تو کچھ عرصہ بعد دنیا چھوڑ کر تنہائی اختیار کی۔ جنگلوں اور

marfat.com
Marfat.com

ویرانوں میں پھرتے ۔ چار سال اسی حالت میں پھرتے رہے ۔ ایک مرتبہ حیدر آباد سندھ کے بازاروں میں گھوم رہے تھے ۔ تو کوئی واقف مل گیا وہ انہیں لاہور واپس لے آیا ۔ آپ گاڑیوں میں سفر کرتے رہتے ۔ ٹکٹ آپ سے کوئی نہیں پوچھتا تھا ۔ لاہور واپس آئے تو مستی دروازہ کی کھائی پر ڈیرا ڈال لیا۔ کچھ عرصہ بعد راوی روڈ پر لکڑ منڈی میں جا ڈیرا لگایا۔ ایک سال وہاں رہے ۔ پھر اقبال پارک کے باہر سڑک کے کنارے پر ڈیرہ لگالیا یہاں سے شالا مار باغ تک چکر لگاتے رہتے ۔ صاحب تصرف بزرگ تھے ۔ آپ کے گرد خلق خدا کا ہجوم رہتا۔ پھر جذب و مستی میں آنکھیں بند کیے بیٹھے رہتے ۔ آنے والوں کو ان کے دل کی بات بتادیتے ۔ سوتے بہت کم تھے آخری عمر میں گھومنا بند کردیا۔ تصور الٰہی میں گم سم بیٹھے رہتے ۔ گرمی ' سردی' بارش وغیرہ کا آپ پر کچھ اثر نہ ہوتا۔ ۳ جون آپ کی وفات جمعۃ المبارک صبح ۶ بجے ۱۳۹۳ھ / بمطابق ۱۹۷۳ء ہوئی شاہی قلعہ کے سامنے پیٹرول پمپ کے قریب دفن ہوئے ۔ مقبرہ نہایت عالیشان ہے ۔ ساتھ مسجد بھی ہے اور اوقاف کی تحویل میں ہے۔

بابا ٹھوکر والا مجذوب

آپ بڑے فیض رساں بزرگ تھے ۔ آپ کو لوگ چنگا پیر بھی کہتے تھے ۔ ہر وقت قلندری شان میں رہتے ۔ آپ کی بے شمار کرامات بیان کی جاتی ہیں آپ کی وفات ۱۳۷۵ھ بمطابق ۱۹۵۶ء میں ہوئی ۔ مقبرہ شالا باغ کے قریب قبرستان میں ہے ۔ مرجع خلائق ہے ۔ آپ کے مزار کے قریب ایک اور قلندر مجذوب سید محمد علی جالندھریؒ کا مزار بھی ہے ۔ ان کو لوگ بابا بوٹا سائیں کہتے تھے آپ کا وصال ۱۳۹۱ھ ۱۹۷۱ء میں ہوا۔

marfat.com
Marfat.com

سائیں چھتری والے

آپ کا نام سلامت علی تھا۔ مجذوب تھے ۔ کشمیری خاندان سے تھے۔ شروع میں دریائے راوی کے کنارے ذخیرہ میں ڈیرا ڈالا۔ اس ویرانے میں بارہ سال گزار دیئے آپ تنہائی پسند تھے۔ پھر مصری شاہ میں جامع مسجد کے قریب ایک تھڑے پرڈیرا ڈال لیا۔ اس تھڑے پر بارہ برس گزار دیئے ۔ پھر بڈھا دریا پر مستقل ڈیرا ڈال لیا۔ یہاں کمبل والی سرکار کے نام سے مشہور ہوئے۔ ہروقت خلق خدا آپ کے گرد جمع رہتی ۔ ہر آنے والے کی تواضع چائے یا پانی سے کرتے ۔ ایک بڑی چھتری لگائے رکھتے۔ پھر چھتری والی سرکار مشہور ہوئے ۔ جو کچھ پاس ہوتا لوگوں میں تقسیم کردیتے پھر آپ کے ہاں مستقل لنگر جاری ہوگیا۔ جوحاضرین میں تقسیم ہوتا رہتا۔ لوگ نذرانے پیش کرتے ۔ آپ وہ تمام آنے والوں میں تقسیم کردیتے ۔ تمام عمر قلندری اختیار کئے رہے۔ مجذوب تھے مگر صاحب کرامت تھے ۔ آپ کی دعا مقبول ہوتی ۔

آپ کی وفات ۳ ذی قعدہ ۱۳۹۵ھ بمطابق ۱۸ نومبر ۱۹۷۵ء جمعرات کے دن ہوئی ۔ وہیں دفن ہوئے ۔ معتقدین نے لاکھوں روپے خرچ کرکے عالی شان مقبرہ تعمیر کرایا۔

صوفی دین محمد مجذوب

دہلی دروازہ کے اندر رہتے ۔ ساری عمر شادی نہیں کی ۔ بچوں سے بہت محبت کرتے تھے۔ جو نذرانے آتے سب بچوں میں تقسیم کردیتے ۔ اولیائے لاہور کے مزارات پر جاتے ۔ حضرت داتا گنج بخش ؒ کے مزار پر باقاعدگی سے حاضری دیتے ۔ پہلوان جمل دین آپ کا معتقد تھا۔ پاکستان کے گورنر جنرل ملک غلام محمد سے

marfat.com
Marfat.com

آپ کی بے تکلفی تھی ۔ قرآن پاک کی تلاوت کرتے تو سارا دن تلاوت میں گزار دیتے ۔ اگر دھمال ڈالتے تو کئی گھنٹے دھمال ہی ڈالتے رہتے ۔ سارا دن جو منہ میں آتا کہتے رہتے ۔ ہر وقت مردوں اور عورتوں کا آپ کے پاس میلا لگا رہتا۔ کافی عرصہ گڑھی شاہو میں بھی رہے ۔ آپ کے پاس جو روپیہ پیسہ ہوتا ۔ راستے میں بکھیرتے چلے جاتے ۔ اکثر مقبرہ حضرت سید صوفؒ پر کھڑے ہوکر تلاوت کرتے رہتے۔ سازوں کے ساتھ گانا سنتے اور ساتھ رقص کرتے ۔

آپ کی وفات ۹ محرم ۱۳۸۰ھ بمطابق ۴ جولائی ۱۹۶۰ء ہوئی دن اتوار کا تھا ۔ مزار اندرون دہلی دروازہ نزد امام باڑہ الف شاہ ہے ۔ آپ کا مقبرہ بھی عالی شان تعمیر ہوا۔

غلام قادر مجذوب

غلام قادر مجذوب کی رہائش بادشاہی مسجد کے پرانے حجروں میں تھی ۔ یہ مجذوب ٹیکسالی سے لوہاری دروازہ تک گشت کرتے ' گرمیوں میں سات آٹھ کوٹ پہنے رہتے ۔ ان کے اوپر ایک کمبل اوڑھ لیتے۔ ننگے پاؤں پھرتے ۔ کسی سے بات نہ کرتے ۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد چھ سات سال لوگوں نے انہیں دیکھا۔ لوگ دعا کے لئے کہتے مگر وہ خاموش رہتے ۔ پھر ایسے غائب ہوئے کہ ان کا پتہ نہیں چل سکا۔

بابا غلام رسول مجذوب

بابا غلام رسول ۔ بلیاں والی سرکار کے نام سے مشہور ہوئے تھے ۔ مجذوب تھے ہر وقت جذب و مستی کی حالت میں رہتے ۔ لوگ انہیں سائیں نور محمد۔ اور نورا پنجرے والا بھی کہتے تھے ۔ کسی دور میں اپنے آپ کو پنجرے میں بند رکھتے

marfat.com
Marfat.com

میاں شیر محمد شرقپوریؒ کے ہاں اکثر جاتے ۔ جو باتیں کرتے کسی کی سمجھ میں نہیں آتی تھیں ۔ گرمی کے موسم میں صرف دھوتی باندھتے ۔ ننگے پاؤں پھرتے رہتے ۔ ان کی وفات ۲۵ نومبر ۱۹۷۳ء میں ہوئی۔ بھاٹی دروازہ کے باہر مسجد شیر ربانی کے قریب دفن ہوئے۔

سائیں عالمگیر مجذوب

سائیں عالمگیر مجذوب چالیس سال پاگل خانے میں قید رہے ۔ پھر ان کی کچھ کرامات دیکھ کر انہیں چھوڑ دیا گیا۔ علاقہ مزنگ کے رہنے والے تھے اور سائیں مجنوں میانی صاحب والوں کے فیض یافتہ تھے ۔ جو دعا کرتے قبول ہوتی بے اختیار کرامات سرزد ہو جاتیں ایسی باتیں کرتے جو دل پر اثر کرتیں ۔

وفات ۱۹۴۸ء میں ہوئی مزار میانی صاحب میں جنازگاہ کے قریب ہے عرس باقاعدگی سے ہوتا ہے۔

مائی بھاگی مجذوبہ

مائی بھاگی مجذوبہ بہت کم گو تھیں ۔ اکثر خاموش رہتیں ۔ ننگے سر اور ننگے پاؤں پھرتی رہتیں ۔ روزانہ میانی صاحب کے قبرستان سے حضرت شاہ جمالؒ تک پیدل جاتیں۔ اکثر رات مقبرہ شاہ جمالؒ میں بسر کرتیں ۔ راستے میں لوگ جو دعا کی فرمائش کرتے ۔ تو دعا کر دیتیں ۔ اکثر مائی صاحبہ کی دعائیں قبول ہوتیں ۔ بچوں سے بہت محبت کرتیں ۔ اور شفقت سے پیش آتیں ۔ اگر کوئی کھانے کی چیز پاس ہوتی تو بچوں میں بانٹ دیتیں۔

ان کی وفات ۱۹۶۸ء میں ہوئی عمر ۵۶ سال کے قریب بتائی جاتی ہے ۔ مزار قبرستان میانی صاحب میں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

سائیں شیر محمد مجذوب

سائیں شیر محمد مجذوب مصری شاہ والے ریلوے پل میں گھومتے پھرتے۔ پھر وہاں سے موچی دروازہ آگئے اور بیرون موچی دروازہ ایک بڑ کے درخت کے نیچے کھڑے رہتے۔ تن پر صرف ایک لنگوٹی ہوتی۔ باقی سارا بدن ننگا ہوتا۔ ان کے گرد بہت سی عورتیں اور مرد جمع رہتے۔ آپ زیادہ بات نہیں کرتے تھے لوگ نذرانے لے کر آتے۔ مگر وہ آپ کے پاس پڑے رہتے لوگ اٹھا کر لے جاتے۔ آپ سے لوگوں کو بہت فیض ملتا۔

آپ کی وفات ۵ ربیع الثانی ۱۳۷۴ھ بمطابق یکم دسمبر ۱۹۵۴ء کو ہوئی اسی بڑ کے درخت کے نیچے دفن ہوئے۔ مزار سرکلر روڈ سڑک کے کنارے ہے۔

مولوی عبداللہ مجذوب

مولوی عبداللہ ایک عالم تھے۔ لاہور کے ہی رہنے والے تھے۔ پھر زندگی میں اچانک ایک ایسا موڑ آیا کہ حالت جذب طاری ہوگئی۔ ایک نیلی چادر اوڑھے رہتے۔ پیشاب وغیرہ سب کے سامنے ہی کر دیتے۔ اگر کوئی کھانے کی چیز دیتا۔ تو اس میں ذرا سا چکھ کر باقی زمین پر پھینک دیتے۔ مولوی فیروز الدین چشتی نظامی بانی فیروز سنز اپنی کتاب۔ جلوہ زندگی میں ان کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ میں دو تین مرتبہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ صورت یہ ہوتی کہ جو سوال میرے دل میں ہوتا وہ بغیر پوچھے اس کا جواب دے دیتے۔ ان کی وفات اور مزار کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔

marfat.com
Marfat.com

مکھن شاہ مجذوب

مکھن شاہ مجذوب کی رہائش حضرت میاں وڈا رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ میں تھی سارا دن لاہور کے گلی کوچوں میں گھومتے تھے اور رات خانقاہ میں بسر کرتے تھے ہر وقت جذب و مستی میں ڈوبے رہتے۔ حضرت میاں وڈا کی خانقاہ میں ہی وفات پائی اور یہیں دفن ہوئے۔

ایک مجذوبہ

۱۹۱۷ء کے دور میں لنڈا بازار کے قریب سرائے سلطان میں ایک مجذوبہ لوگوں کی عقیدت کا مرکز تھی۔ بہت سے مرد۔ عورتیں اس کے گرد جمع رہتیں۔ سخت مزاج تھیں مگر لوگوں کو بہت فیض ملتا علامہ محمد اقبالؒ نے ۷ مارچ ۱۹۱۷ء کو وزیر اعظم حیدر آباد مہاراجہ کشن پرشاد کو ایک خط ارسال کیا جس میں لکھا تھا۔ کہ سرائے سلطان میں ایک مجذوبہ نے لوگوں کو اپنی جانب کھینچ رکھا ہے۔ کسی دن اس کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ ہے۔

marfat.com
Marfat.com

پیر فضل شاہ مجذوبؒ

ان کا سلسلہ بیعت اس طرح ہے ۔ پیر فضل شاہ سید رحمان شاہؒ کے مرید تھے ۔ وہ پیر محمد صدیق کے ۔ یہ سید شاہ فرید لاہوری کے مرید تھے ۔ آپ پیر محمد پیار کے مرید تھے ۔اور وہ پیر پیارؒ معروف بزرگ حاجی محمد نوشا گنج بخشؒ کے مرید تھے ۔ یہ نوشاہی سلسلے کے اول بزرگ تھے ۔

پیر فضل شاہ کا عروج سکھوں کی سلطنت کے زوال کے دنوں میں ہوا۔ آپ کے پاس راجے مہاراجے وزیر امیر سب آتے ۔ سینکڑوں روپے نذرانہ پیش کرتے آپ قبول نہ کرتے ۔ مگر آپ کا جوان بیٹا بلند شاہ وہ نذرانے لے جاتا ۔ پھر قلندرانہ حالت کا غلبہ ہوا اور مجذوب ہوگئے ۔

دیوانہ وار پھرتے رہتے اور لوگوں کو گالیاں دیتے ۔ راجہ دینا ناتھ لاہور کی معروف شخصیت تھے ۔ آدھے لاہور کے مالک تھے ۔ بہت سے باغات آج تک راجہ دینا ناتھ کے نام پر مشہور ہیں۔ وہ پیر فضل شاہ کا بڑا معتقد تھا راجہ نے ایک منشی مقرر کر رکھا تھا ۔ جو حضرت پیر فضل شاہ کی باتیں نوٹ کرنے پر مقرر تھا ۔ پھر وہ راجہ صاحب کو پڑھ کر سناتا ۔ راجہ صاحب پیر فضل شاہؒ کے لڑکے کو ہزار روپیہ مہینہ دیتا اور عالیشان مکان بنا کر دیا۔

صاحب تاریخ لاہور سید محمد لطیف جج لکھتے ہیں ۔ کہ پیر فضل شاہ موضع سید پور تحصیل ظفروال ضلع سیالکوٹ سے آئے تھے (اب ظفروال تحصیل نہیں رہی) سکھوں کا عہد تھا ۔ یہاں لاہور میں ایک جامع مسجد کی امامت کی عینک سازی کا کام شروع کیا۔ رحمان شاہ نوشاہیؒ کے مرید ہوئے ۔ اور مجذوب ہوگئے ۔ راجہ دینا ناتھ آپ کا معتقد تھا ۔ پیر صاحب دینا ناتھ کو گالیاں دیتے مارتے مگر وہ اسے سعادت تصور کرتا راجہ دینا ناتھ نے آپ کی زندگی میں آپ کا مزار مستی دروازہ

marfat.com
Marfat.com

کے باہر بنایا وفات کے بعد وہیں دفن ہوئے ۔ آپ کی وفات ۱۱۷۰ھ میں ہوئی۔ باغ میں مزار اب بھی قائم ہے ۔

پیر علی رنگریزؒ

پیر علی رنگریزؒ عورتوں کے دوپٹے اور مردوں کی پگڑیاں رنگنے کا کام کرتے تھے ۔ یہ تمام رنگریزوں کے پیر تھے ۔ عبادت ریاضت اور رزق حلال کماتے تھے ۔ رنگریز ان کے مرید تھے ۔ اسٹیشن کے قریب گرجا گھر کے قریب ایک چبوترے پر ان کا مزار ہے ۔ مزار کے ساتھ دو اور مزار ہیں ۔ چبوترے کی سیڑھیوں پر ایک کتبہ لگا ہوا ہے جس پر تین نام لکھے ہیں ۔ تاریخ وفات ۱۲۹۱ھ لکھی ہے مگر مزار بہت قدیم معلوم ہوتے ہیں ۔

سید بلند شاہ نوشاہیؒ

یہ سید فضل شاہ مجذوب کے بیٹے تھے۔ آپ کی قبر بھی سید فضل شاہ نوشاہیؒ کے مزار کے پاس ہے۔ آپ صاحب کرامت اور ایک ولی کے جانشین تھے ۔ اس لئے لوگ عزت و احترام کرتے آخری عمر میں عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے ۔

آپ ۱۲۸۷ھ میں فوت ہوئے مزار پر سنگ مرمر کا کتبہ نصب ہے۔ راجہ دینا ناتھ اس خاندان کی بڑی عزت کرتا تھا قبر مستی دروازے کے باہر ہے۔

marfat.com
Marfat.com

چند بلند و مرتبہ بزرگ

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری

شرقپور شریف جائیں تو ایک غیر معمولی روحانی خوشبو آتی ہے۔ یہ خوشبو' یہ مہک اس روحانی بستی کے در و دیوار سے بھی پھوٹتی ہے۔ لوگوں کے چہروں پر ایک روحانی چمک محسوس ہوتی ہے۔ ان کی شرافت اور سادگی سے بھی' اور گفتگو سے' بھی مہک آتی ہے۔ ان کے اخلاق اور مہماں نوازی سے بھی وہ مہک وہ خوشبو وہ چمک پھوٹتی ہے۔ صبح دم اذانوں کی گونج کے ساتھ۔ اللہ ہو کی صدائیں بلند ہونے لگتی ہیں۔ اس بستی کی مسجدوں کی پیشانیوں سے ایک منفرد سا نور پھوٹتا ہے۔ بستی کے چاروں طرف باغات' سرسبز و شاداب اور لہلہاتے کھیتوں سے بھی وہ مہک پھوٹتی ہے۔ یہ اس لئے کہ وہاں ایک مرد قلندر۔ شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد لیٹے ہوئے ہیں۔ ایسے زندہ لوگ دور دور کی بستیوں تک کے لئے خیر و برکت کا موجب ہوتے ہیں۔ یہ اس پیدائشی ولی اور قطب کی ایک زندہ کرامت ہے۔

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری کی پیدائش پر ہی بہت سے ولی اللہ آگاہ ہو گئے تھے اور آپ کے مرشد حضرت امیر الدین دھرم کوٹی کو القاء ہوا کہ شرقپور میں ایک غوث آچکا ہے۔ اس آفتاب کی کرنوں سے ہزاروں مردہ دل اور سیاہ باطن لوگ روشن ضمیر بن جائیں۔ گے کہتے ہیں حضرت خواجہ امیر الدین قصبہ دھرم کوٹ سے ہر سال شرقپور تشریف لاتے تھے کیونکہ آپ سے پہلے بھی یہاں نوشاہی سلسلے کے بزرگ آسودہ خاک تھے۔ لیکن جب آپ ۱۲۸۲ھ میں شرقپور آئے۔ تو اس بستی سے عجیب سی خوشبو پھوٹ رہی تھی۔ آپ پر یہ انکشاف ہوچکا تھا کہ ایک صاحب ولایت یہاں پیدا ہوچکا تھا۔ مگر اس گھر کی ابھی تلاش تھی۔ آخر انہیں میاں عزیز الدین کا گھر مل گیا۔ اندر جا کر نومولود کی زیارت کی۔

marfat.com
Marfat.com

کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ یہ صاحب ولایت ان کا مرید ہوگا۔

حضرت میاں شیر محمدؒ کا بچپن بھی منفرد تھا۔ مکتب جاتے تو عام لڑکوں سے الگ رہتے۔ پوری توجہ سے اپنا سبق یاد کرتے۔ جلد ہی آپ نے کلام پاک اور دیگر کتب پڑھ لیں بچپن سے ہی آپ کلام پاک کی تلاوت کرتے تو آپ پر ایک کیفیت طاری رہتی۔ پھر جب اس دل پر انوار الٰہی کا ورود ہوا تو تلاوت کے وقت اور نماز میں رقت طاری ہوجاتی اور آنسو بہنے لگتے۔ بچپن سے بلوغت تک پہنچنے پر مکمل صاحب ایمان بن چکے تھے اسوہ رسولؐ کو ہر عمل میں پیش نظر رکھتے۔ جب آپ بلوغت کو پہنچے تو خواجہ امیر الدینؒ نے آپ کو اپنے حلقہ ارادات میں شامل کرنے کی کوشش کی مگر حضرت شیر محمدؒ نے بے نیازی اختیار کی۔ آخر خواجہ صاحب نے اپنے کشف سے انہیں اپنی جانب متوجہ کرلیا۔ اور جب آپ بیعت کرچکے تو دنیا ہی بدل گئی۔ بے خودی طاری رہتی۔ اکثر گریبان چاک کرلیتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوکر اللہ تعالیٰ کو بلند آواز سے پکارتے رہتے۔ کوئی سامنے آتا تو فرماتے او ۔بیلیا مجھے اللہ تعالیٰ کا رستہ بتا۔ حالت سکر طاری رہتی۔ رات کو اکیلے جنگل کی جانب نکل جاتے۔ بے خودی میں کبھی جھاڑیوں میں جاگھستے کبھی کسی درخت سے ٹکرا جاتے۔ کبھی قبرستان میں ٹوٹی پھوٹی قبروں میں جالیٹتے تو جب بے خودی کے اثرات کم ہوتے تو پھر گھر واپس آجاتے۔ ایک دن حضرت عبدالحق قصوری کی خانقاہ پر گئے ایک ٹیلے پر چڑھ گئے تو کوئی راہ گیر اپنی غفلت اور کوتاہیوں پر تاسف کرتا ہوا بڑے دردناک لہجے میں شعر پڑھتا جارہا ہے۔ آواز اور الفاظ نے دل پر اثر کیا اور وہیں لوٹ پوٹ ہوگئے۔

جب آپ چالیس سال کے ہوئے تو سلوک۔ معرفت اور عشق الٰہی کی بہت سی منزلیں طے کرلیں۔ آپ کے مرشد نے آپ کو خرقہ خلافت دیا اور فرمایا۔ اب خلق خدا کو بھی اللہ تعالیٰ کا رستہ دکھاؤ۔ جو انوار تمہیں عطا ہوئے ہیں ان سے خلق خدا کے دلوں کو بھی روشن کرو۔ پھر تشنگان حق دور دور سے کھینچے چلے آتے تھے۔ بہت جلد ہزاروں لوگ آپ کے مرید بن گئے۔

marfat.com
Marfat.com

آپ شرافت اور حیا کا پیکر تھے۔ بچپن سے ہی جب گلیوں اور بازار سے گزرتے تو چہرہ ڈھانپ کر گزرتے۔ آپ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں غرق رہتے۔ اور پھر آپ کی ہر کرامت میں خلق خدا کی بھلائی کے پہلو ہوتے تھے۔ ایک شخص رات کے وقت آیا۔ آپ نے فرمایا جا دیکھ کتنی رات گزری ہے اس نے عرض کی یا حضرت میں نابینا ہوں آپ نے فرمایا .بیلیا جا دیکھ اس نے حکم کی تعمیل کی۔ باہر جاکر دیکھا تو آسمان پر چاند ستارے جگمگا رہے تھے۔ آپ کے قدموں میں گر پڑا اور عرض کی یا حضرت مجھے تو سب کچھ نظر آرہا ہے ایک کسان آیا۔ اور عرض کی یاحضرت میری ساری فصل چوہے کھا جاتے ہیں۔ آپ اس کے ساتھ گئے اور ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس کے کھیتوں میں چکر لگایا پھر اس کے کھیتوں میں کبھی چوہے نہ آئے۔

ایک مرتبہ آپ ریل گاڑی میں فسٹ کلاس کے ڈبے میں سوار ہونے لگے تو ایک سکھ نے سخت لہجے میں کہا۔ یہ ڈبہ فسٹ کلاس ہے تم یہاں کیسے گھسے آتے ہو آپ کسی دوسرے ڈبے میں سوار ہوگئے۔ ایک ہفتے بعد وہ سکھ آپ کو تلاش کرتا ہوا شرقپور پہنچا اور روتے ہوئے آپ کے قدموں پر گر پڑا۔ اور مع بال بچوں کے مسلمان ہوگیا اس نے بتایا۔ جب سے میں نے حضرت صاحب کو ڈبے میں سوار ہونے سے روکا مجھ پر وحشت اور پاگل پن طاری ہوگیا۔ اس طرح جب آپ پر مجذوبیت کا دور تھا۔ تو آپ رات کو گھر سے نکل کر والہانہ سڑکوں پر پھرنے لگتے۔ ایک سکھ تھانے دار وہاں تعینات تھا۔ سپاہیوں کے ساتھ وہ آدمی رات کے وقت راؤنڈ پر تھا۔ اس نے سپاہیوں سے کہا۔ اسے پکڑ لو۔ جب پکڑ کر انہوں نے دیکھا تو سکھ تھانیدار سے کہا جناب یہ تو درویش آدمی ہے۔ مگر سکھ نے کہا ایسے لوگ ہی ڈاکے ڈالتے ہیں۔ بعد میں آپ کو چھوڑ دیا گیا اس سے دوسرے دن ہی چور تھانیدار کا سارا گھر لوٹ کر لے گئے۔ بہت سی کرامات آپ سے سرزد ہوئیں۔ وہ بھی روتا پیٹتا آپ کے پاس آیا اور معافی مانگی۔

جب آپ نے لوگوں کو راہ خدا دکھانے کا کام شروع کیا تو اخلاق کے اعلیٰ

marfat.com

Marfat.com

مدارج تک لوگوں کی خدمت کرتے۔ کوئی امیر کوئی غریب آجاتا تو سب کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے۔ لنگر ہر وقت جاری رہتا۔ دور دور تک آپ کی شہرت پھیلی تو علامہ اقبالؒ بھی آپ سے ملنے آئے۔ تو لوگوں نے آپ کو روک دیا۔ کیونکہ آپ کا حکم تھا کہ کوئی بے ریش آدمی میرے ہاں نہ آنے پائے۔ لوگوں نے جاکر بتایا کہ ایک بغیر داڑھی کے آدمی لاہور سے آپ کو ملنے آیا تھا۔ اپنا نام اقبال بتاتا تھا آپ تڑپ گئے۔ اور فوراً خود جاکر انہیں لے آئے۔ اور مریدوں سے فرمایا۔ بیلیوں ایسے بے ریش درویش پر تو میں سو داڑھی والے قربان کردوں۔ آپ کا لنگر وسیع تھا۔ آج تک آپ کے بعد بھی آپ کے سجادہ نشین کا وہی دستور ہے جو عاشق یزدانی شیر ربانی کا تھا۔ دستر خوان پر سب بیٹھ کر بلا امتیاز کھانا کھاتے ہیں۔ میاں جمیل آپ کے بھتیجے ہیں۔

حضرت میاں شیر محمدؒ لاہور میں بہت سے بزرگوں کے مزارات پر حاضری دیتے اور چلہ کشی بھی کرتے۔ لاہور اور گردونواح کے علاقوں کے علاوہ دور دراز علاقوں میں بھی آپ کے عقیدت مند موجود ہیں۔ آپ کی وفات ربیع الاول ۱۳۴۷ھ میں ہوئی ہر سال عرس مبارک پر ہزاروں عقیدتمند شرکت کرتے ہیں اور مزار پر حاضری دیتے ہیں آپ کا مزار شریف شرقپور شریف میں ہے۔

آپ فرماتے اپنے سالن کی خوشبو سے ہمسایوں کو تکلیف نہ دو۔ جب کوئی اچھی چیز پکاؤ تو ہمسائے کو ضرور دو۔ کسی بھی سلسلے کو برا کہنے والا طریقت میں وہابی ہے اور جو اپنے مرشد سے منحرف ہو جائے وہ مرتد ہے۔ عاشق کامل وہ ہے جو منتہائے وصل پر بھی ہنوز روز اول والی حالت میں رہے یعنی آپ اطیعو اللہ واطیعو الرسولؐ کا پیکر تھے۔ آپ ۱۸۶۵ء بمطابق ۱۲۸۲ھ شرق پور شریف میں ہی پیدا ہوئے۔ والد کا نام میاں عزیز الدینؒ اور والدہ کا نام بی بی عائشہؒ تھا جو میاں بدرالدین قصوری کی صاحبزادی تھیں۔ ابتدائی عمر میں ہی کرامات سرزد ہونے لگیں۔ آپ حیا کا پیکر تھے۔ گلیوں میں سے چہرہ ڈھانپ کر گزرتے۔ آپ کو مڈل سکول شرقپور میں داخل کرایا گیا۔ مگر پڑھنے میں دل نہ لگا۔ پانچ جماعت پڑھ کر

marfat.com
Marfat.com

سکول چھوڑ دیا ۔ کتابت کی جانب زیادہ رجحان تھا۔ آپ پیر امیر الدینؒ کوٹلہ والوں کے مرید تھے ۔ آپ سلسلہ نقشبندیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے خلفاء میں حضرت ثانی میاں غلام اللہؒ سید محمد اسماعیل کرمانوالےؒ مظہر قیوم مکان شریف ۔ صاحبزادہ محمد عمر بیربل شریف حاجی عبدالرحیم قصوری ۔ صوفی محمد ابراہیم نارنگ منڈی، حضرت سید نور الحسن کیلیانوالے ۔ صوفی رحمت علی کنگ شریف والے ۔ ان کے علاوہ اور بہت سے خلفاء ہیں۔ آپ کے مرید پنجاب اور پنجاب سے باہر لاکھوں کی تعداد میں ہیں ۔ ہزاروں کی تعداد میں آپ نے غیر مسلموں کو مسلمان کیا ۔ تبلیغ دین میں بھی آپ نے بڑی مشقت کی ۔ لاہور ۔ ہوشیار پور۔ دیپالپور۔ حجرہ شاہ مقیم ۔ کلیر شریف دہلی۔ پانی پت ۔ کھیم کرن۔ امرتسر۔ شاہ پور۔ سرہند شریف۔ ملتان۔ بیربل۔ کشمیر کے علاوہ بہت سے مقامات پر تبلیغ دین کے سلسلے میں جاتے رہے۔

ایک نامی گرامی ڈاکو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ آپ نے فرمایا تم یہاں کیا کرنے آئے ہو ۔ جاؤ، ڈاکے ڈالو، قتل و غارت کرو ۔ تمہارا یہاں کیا کام ۔ جاؤ کیونکہ موت تو تم کو آنی ہی نہیں ہے ۔ یہ سن کر اس پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ قدموں پر گر کر زارو قطار رونے لگا۔ آپ نے اٹھا کر سینے سے لگایا ۔ تو اس کا باطن بدل گیا۔ توبہ کی ۔ ڈاکے چھوڑ دیئے اور آپ کا پکا مرید بن گیا۔

لاہور میں حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار پر حاضری دینے ضرور آتے ۔ حضرت میاں میرؒ۔ حضرت خاوند محمود الیشانؒ۔ حضرت شاہ محمد غوثؒ پر ضرور حاضری دیتے حضرت علامہ اقبالؒ ۔ سر محمد شفیع ۔ میاں افتخار الدین اکثر آپ کے ہاں جاتے آپ فرماتے ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ۱۹ حروف ہیں ۔ جو شخص بسم اللہ کا ورد کرتا ہے ۔ قیامت کے روز ۱۹ امووالوں کے گناہوں سے محفوظ رہے گے ۔ کیونکہ دوزخ کے فرشتے بھی ۱۹ ہیں ۔

آپ نے تین ربیع الاول کو وفات پائی ۔ سن عیسوی ۱۹۲۸ء اور پیر کا دن تھا۔

marfat.com
Marfat.com

شام ساڑھے پانچ بجے سکرات کا عالم شروع ہوا۔ اور رات ساڑھے گیارہ بجے جان جان آفرین کے سپرد کردی۔ نماز جنازہ صاحبزادہ مظہر قیوم نے پڑھائی۔ عرس مبارک ہر سال ۲۔۳ ربیع الاول کو منعقد ہوتا ہے۔

شیخ حامد قاریؒ

شیخ حامد قاریؒ علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ تھے۔ آپ کے والد کا نام حسن تھا شیخ حامد زہد و تقویٰ میں بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ اور لوائے حق تلاوت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ اس حوالے سے پنجاب بھر میں آپ کا بڑا نام تھے۔ آپ لاہور میں درس دیتے تھے۔ سلسلہ سہروردیہ میں مولوی تیمور لاہوریؒ کے مرید تھے آپ سے بہت سی کرامتیں بے خبری میں سرزد ہوجاتیں۔ آپ نے ۸۵ برس عمر پائی۔ آپ کی ولادت باسعادت عہد عالمگیری میں ہوئی۔ آپ ۱۰۷۱ھ ـ۱۶۶۰ء میں پیدا ہوئے اور وفات سات جمادی الاخر ۱۱۶۶ھ ـ ۱۷۵۲ء میں ہوئی اپریل کی ۲۱ تاریخ تھی۔ آپ کا مزار مغل پورہ ویسٹ مین روڈ پر ہے۔ ساتھ کنواں اور مسجد بھی تھی۔ کنواں اب ختم ہوچکا ہے۔ مسجد اب بھی ہے۔ اسی مسجد میں آپ درس دیا کرتے تھے۔

پیر زہدی لاہوری

پیر زہدی لاہوری کا اصل نام وجیہہ الدین ہے۔ آپ زہد و ریاضت میں باکمال تھے۔ اسی لئے آپ کو زہدی کہتے تھے پیر زہدی کشف و کرامات میں بھی کمال رکھتے تھے۔ پہلے آپ شیخ سعدی بخاری لاہوری کے مرید ہوئے ان سے روحانی فیض حاصل کیا۔ پھر شیخ جان محمد سہروردیؒ سے کسب فیض حاصل کیا۔ ان کی وفات کے بعد سیر و سیاحت کو چلے گئے۔ مدینہ منورہ۔ بیت المقدس۔ بغداد۔

marfat.com
Marfat.com

کربلا ۔ نجف اشرف کے علاوہ بہت سے مقامات پر گئے اور زیارات کا شرف حاصل کیا۔ سیاحت سے واپسی پر حضرت میراں شاہ بھیکہ چشتیؒ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ پھر لاہور آگئے اور حضرت شاہ محمد غوثؒ سے سلسلہ قادریہ میں فیض حاصل کیا۔ آپ مکمل ولی تھے لوگوں نے آپ سے بہت فیض حاصل کیا۔

آپ کا وصال ۱۱۴۰ھ۔ میں ہوا ۔ علاقہ مزنگ کے قرب و جوار میں دفن ہوئے ۔ اس وقت نصیر الدین محمد شاہ کا عہد تھا۔

حضرت شاہ حسینؒ

حضرت شاہ حسینؒ کے والد محترم کا نام سید عبدالقادر تھا آپ کے دادا لاہور کے معروف بزرگ سید حمید گیلانی تھے ۔ آپ کا خاندان نسل در نسل صاحب ولایت بزرگوں پر مشتمل تھا۔ حضرت شاہ حسین جو دعا کرتے پوری ہوجاتی ۔ دنیا و آخرت کے سینکڑوں حاجتمندوں نے آپ کی دعاؤں سے مرادیں پائیں ۔

لاہور میں زمان شاہ کی یلغار اور لوٹ کے وقت آپ کی دعا سے آپ کا محلہ محفوظ رہا۔ آپ نے اپنے محلے کے تمام لوگوں کو مطلع کردیا کہ وہ کہیں نہ جائیں ۔یہ محلہ لوٹ مار اور غارتگری سے محفوظ رہے گا۔ ایسا ہی ہوا ۔ جو لشکری ادھر آتے بڑے خلوص اور محبت سے پیش آتے اور لوٹ جاتے ۔

آپ کے گھر کے باہر ایک تختہ آویزاں تھا۔ جس پر لوگ مٹی کے آبخورے پانی سے بھر کر رکھ جاتے ۔ آپ نماز اور وظائف سے فارغ ہوکر باہر تشریف لاتے ۔ ان آبخوروں پر دم کرتے ۔ ہر آدمی کو اس کا آبخورہ دے دیتے ۔ آپ کا دم کیا ہوا پانی بیماریوں کے لئے اکسیر اعظم تھا۔ بد عقیدہ لوگ آپ سے بہت حسد کرتے تھے۔ ان میں ایک زیادہ ہی خبیث تھا۔ وہ رات کو آتا تو لکڑی کے تختے پر غلاظت مل جاتا۔ خادم صبح اٹھ کر اس تخت کو صاف کرتے اس خبیث کی اس حرکت سے

marfat.com
Marfat.com

جب وہ زیادہ ہی پریشان ہوگئے۔ تو انہوں نے حضرت شاہ حسینؒ کو اس کی خبر کی۔ آپ نے فرمایا صبر کرو۔ اس خبیث کو اس کے کئے کی سزا جلد مل جائے گی۔ اس خبیث کا نام فاضل تھا۔ کچھ دنوں بعد وہ پاگل ہوگیا۔ بچے دور سے دیکھ کر آواز دیتے۔ فاضل پاگل ای اوئے۔ جب دیوانگی کا غلبہ زیادہ بڑھ گیا تو گلی کوچوں میں بھاگتا پھرتا۔ اور غلاظت کھاتا رہتا۔ آخر اسی حالت میں مرگیا تو اولیاء کے غضب سے بھی بچتے رہنا چاہیے۔

آپ کی ایک خادمہ تھی۔ شادی کو مدت گزر گئی۔ اولاد نہ ہوئی۔ خادمہ نے حضرت شاہ حسین سے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے دعا کی۔ اور فرمایا تیرے ہاں چار بیٹے پیدا ہوں گے۔ ایک بچپن میں ہی مرجائے گا دوسرا دور دراز سفر پر چلا جائے گا۔ اور واپس نہ آئے گا۔ تیسرا درویش اور فقیر ہوگا۔ چوتھا تیرے ساتھ رہے گا اور دنیا میں خوب پھلے پھولے گا' بالکل ایسی ہی ہوا۔

آپ کا وصال گیارہ ربیع الثانی ۱۰۰۵ھ بمطابق ۱۸ دسمبر ۱۵۹۷ء کو ہوا۔ آپ کا مزار لاہور شہر کے اندر محلہ سید مٹھا میں ہے۔ اسی محلے میں آپ کا گھر تھا۔ گھر والی گلی کے کونے پر آپ کا مزار مبارک ہے محلہ پیر سید مٹھا میں اور بہت سے بزرگوں کے مزارات بھی ہیں۔

حضرت میر یعقوب گیلانیؒ

آپ کامل ولی تھے۔ حکمران بھی تھے۔ مزنگ کے قریب قلعہ یعقوب آپ کے نام پر ہی مشہور تھا۔ اسمائے الٰہی کا ذکر ہر وقت کرتے۔ اللہ تعالیٰ کے ناموں کے انوار و تجلیات کی برکت سے ولایت اور حکومت حاصل تھی۔ آپ باؤلے کتوں کے کاٹنے کا علاج اپنے لعاب دہن سے کرتے۔ زخم پر اپنا لعاب لگا دیتے۔ زہر ختم ہوجاتا اور زخم ٹھیک ہوجاتا آپ کے والد محترم کا نام میر محمد زمان تھا۔ سلسلہ نسب کئی واسطوں کے بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے جاملتا ہے۔ آپ

marfat.com

Marfat.com

کے مرشد پاک سید میر فضل علی لاہوری تھے آپ قادری سلسلے کے بزرگ تھے۔ سلسلہ ارادت کئی واسطوں کے بعد حضرت پیر پیراں سید عبدالقادر جیلانیؒ سے جاملتا ہے۔

حضرت پیر یعقوب گیلانی نے سلسلہ قادریہ کے علاوہ اور کئی سلسلوں سے بھی روحانی فیض حاصل کیا۔ میر یعقوب گیلانی کی وفات ۱۱۷۹ھ ۲۹ صفر کو ہوئی۔ تاریخ سن عیسوی ۵ جنوری ۱۷۶۵ء تھا۔ آپ کے مرشد پاک کا وصال بھی ۵ جنوری ۱۷۴۷ء کو ہوا تھا۔ سن ہجری چار محرم ۱۱۶۰ھ تھا حضرت میر یعقوبؒ کی وفات کے وقت جلال الدین شاہ عالم تخت نشین تھا۔ اور حضرت میر فضل علی کی وفات کے وقت نصیر الدین محمد شاہ کا عہد تھا۔ دونوں کے مزارات مزنگ کے قریب قلعہ میر یعقوب میں ہیں۔ جواب بھی زیارت گاہ خلق ہیں۔

حضرت میر یعقوبؒ کے تین بیٹے تھے۔ بڑے بیٹے کا نام میر محمد یوسف دوسرے کا نام میر سید علی تھا اور تیسرے کا نام میر سید اسمٰعیل تھا تینوں بیٹے صاحب علم تھے اور عبادت گزار تھے۔

حضرت سید صوف لاہوری

آپ کا مزار چوک مسجد وزیر خان میں ہے۔ مرقد چار دیواری کے اندر ہے گنبد ٹھیکے دار محمد سلطان نے تعمیر کرایا تھا۔ کہتے ہیں جو شخص چالیس روز زیارت مرقد کرے اس کی مراد پوری ہوتی ہے بہت سے عقیدتمند روزانہ حاضری دیتے ہیں۔ رسالہ تحفتہ الواصلین میں آپ کے مختصر حالات ملتے ہیں۔ بتایا گیا ہے کہ حضرت میراں بادشاہ ابواسحاق گازرونیؒ کے ہم عصر تھے۔ حضرت میراں بادشاہ ابو اسحاق گازرونیؒ مسجد وزیر خان کے صحن میں دفن ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ دونوں بزرگ آپس میں سگے بھائی تھے۔ مگر یہ بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی۔ ان کے حالات دیگر تواریخ اولیاء میں نہیں ملتے۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت پیر بلخیؒ

اس بزرگ کا نام بھی معلوم نہیں۔ چنگیز خاں کے عہد میں یہ بزرگ بلخ سے لاہور آئے تھے۔ اس لئے پیر بلخی مشہور ہوئے لاہور میں آپ کے مرید بہت زیادہ تھے۔ تاتاری خوارزم کے بادشاہ لاہور میں آپ کے تعاقب میں لاہور آئے۔ بادشاہ جلال الدین جو خوارزم سے بھاگ کر یہاں آیا تھا۔ تاتاریوں کی آمد کا سن کر دہلی کی طرف بھاگ گیا۔ مگر پیر بلخیؒ نے اپنے مریدوں کو ساتھ لے کر تاتاریوں کا ڈٹ کا مقابلہ کیا۔ اپنی طاقت کے مطابق زبردست مقابلہ کیا مگر شہید ہوئے۔ مسجد وزیر خان سے آگے کشمیری بازار میں آپ کا مرقد ہے۔ ایک مکان کے اندر مزار ہے۔ لوگ آپ کے مزار پر فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔

سید سربلند لاہوریؒ

سید سربلندؒ کے حالات بھی تواریخ میں نہیں ملتے۔ انہیں بھی لوگ میراں بادشاہ کا بھائی تصور کرتے ہیں۔ آپ کا مزار مسجد وزیر خان سے شمال کی طرف ایک بڑے طویلے کے اندر ہے۔ پرانے بزرگوں اور مشائخ میں سے تھے۔ جذب و مستی طاری رہتی تھی۔ جو بات کہہ دیتے پوری ہو جاتی۔ اس مزار کی مجاوری نواب وزیر خان کے خاندان والوں کے پاس ہے۔ ان کے مکمل حالات نہیں مل سکے۔

حضرت پیر ذکیؒ

یکی دروازہ آپ کے نام پر مشہور ہے۔ مزار دروازہ کے درمیان تھا۔ دروازہ

marfat.com
Marfat.com

ختم ہو چکا ہے۔ مگر آپ کا مزار موجود ہے اور مرجع خلائق ہے۔ یکی دروازہ دہلی دروازہ کے بعد آتا ہے جب تاتاری مغلوں نے لاہور پر حملہ کیا تو حضرت پیر ذکیؒ نے ان کا بے جگری سے مقابلہ کیا۔ اور شہید ہوئے۔ کہتے ہیں سر مبارک تن سے جدا ہونے کے بعد بھی آپ لڑتے رہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کا سر مبارک دروازے کے درمیان دفن ہے۔ جسم مبارک دروازے کے قریب ایک طویلے میں دفن ہے اور زیارت گاہ عام ہے۔ دراصل مغلوں کے زوال کے بعد لوگوں نے مزارات کے گرد اراضی میں رہائشی مکان اور طویلے بنالئے۔ آپ کے یہ مختصر حالات حدیقۃ الاولیاء میں ملتے ہیں۔

پیر محمد شاہ شیرازیؒ

پیر محمد شاہ شیرازی چشتیؒ کا اصل وطن شاہ پور تھا۔ بیعت سلسلہ چشتیہ میں ہوئی۔ شاہ پور سے لاہور آئے۔ اور علاقہ مزنگ میں رہائش اختیار کی۔ یہاں کچھ بلوچ خاندان آباد تھے وہ سب آپ کے مرید بن گئے۔ آپ کے فیض سے خلق خدا کو بڑے دینی اور روحانی فیض حاصل ہوئے۔ مزنگ کے علاقے میں آپ کا مقبرہ آج بھی مشہور ہے۔ لوگ فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔

آپ کا وصال ۱۱۰۰ھ۔۱۶۸۸ء ہوا۔ اس وقت اورنگزیب عالمگیر کی حکمرانی تھی۔

مفتی غلام محمد لاہوریؒ اور مفتی غلام سرورؒ

آپ کے والد کا نام مفتی رحیم اللہ تھا۔ مفتی غلام محمدؒ مفتی غلام سرور کے والد تھے۔ مفتی غلام سرور لاہور میں معروف مصنف تھے زہد و اتقاء اور علم و فضل میں بے مثال تھے۔ درس و تدریس میں ساری عمر گزری سب سے بڑا کارنامہ یہ

marfat.com
Marfat.com

ہے کہ آپ نے لاہور کو مفتی غلام سرور جیسا فرزند ارجمند دیا۔ جن کی تصانیف نظم و نثر سے سینکڑوں لوگوں نے کسب فیض حاصل کیا۔ مفتی غلام سرور کی تصانیف کی فہرست طویل ہے۔ صرف اولیاء اللہ پر آپ نے بہت سی کتب لکھیں۔ جن میں حدیقتہ الاولیاء اور خزینتہ الاولیاء بزرگان لاہور اور پنجاب کے حوالے سے بہت مشہور ہیں اور بے شمار کتب آپ کی تصنیف اور تالیف ہیں۔ مفتی غلام سرور حج بیت اللہ پر گئے وہاں بیمار ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ وفات ۲۷ ذی الحج ۱۳۰۷ھ۔۱۸۹۰ء کو مدینہ منورہ میں ہوئی میدان جنگ بدر کے قریب قبرستان میں دفن ہوئے مفتی غلام محمدؒ کی تاریخ وفات نہیں ملتی مگر مزار لاہور میں ہے۔ مفتیوں کا یہ خاندان اب بھی لاہور میں موجود ہے۔

پیر غازی یا پیر غائب شاہؒ

اس بزرگ کی قبر اس طرح معلوم ہوئی کہ شہزادی زیب النساء حضرت سید علی ہجویریؒ کے مزار کے قرب و جوار میں ایک عمارت تعمیر کرنا چاہتی تھی۔ مگر جب ایک طرف کی دیوار کھڑی کرتے وہ گر جاتی۔ شہزادی نے کہا اسے اور گہرا کھودا جائے جب زیادہ گہرا کھودا گیا۔ تو نیچے سے ایک قبر برآمد ہوئی شہزادی نے وہاں عمارت تعمیر نہ کرائی اور اس قبر کو آراستہ کر کے اس کے چاروں طرف چھوٹی سی چار دیواری بنا دی۔ نام معلوم نہ ہونے کے باعث مزار غازی مرد اور غیب شاہ کے نام پر رکھ دیا گیا۔ اس پیر کی بہت سے کرامتیں ظاہر ہوئیں ایک یہ کہ جس کے گلے میں ورم آجاتا وہ مزار سے ٹھیکری لے جاتا اور گلے میں باندھنے سے ورم دور ہو جاتا۔ یا سوجی ہوئی جگہ پر پھیرتا۔ ورم اور درد ختم ہو جاتا مریض سنگریزے کے برابر مصری بچوں میں بانٹ دیتا اور ٹھیکری وغیرہ پھر مزار پر جا کر پھینک آتا۔ قیاس ہے کہ داتا گنج بخشؒ کے دور کے قریب یہ بزرگ ہوئے ہوں یا ان کے مرید ہوں اور حوادث زمانہ سے قبر دب گئی ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

marfat.com

Marfat.com

شیخ ابو تراب شاہ گداؒ

آپ حسینی سید تھے ۔ آپ کا وطن شیراز تھا؟ ۔ طلب حق کے لئے ہندوستان آگئے ۔ گجرات (بھارت) میں قیام کیا۔ اور شیخ وجیہہ الدینؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی ۔ مرشد پاک کی وفات کے بعد لاہور تشریف لے آئے ۔ آپ کئی سلسلوں میں بیعت تھے۔ آپ کے والد محترم کا نام سید نجیب الدین تھا ۔ کئی واسطوں کے بعد شجرہ نسب حضرت امام حسینؓ شہید اعظم سے جاملتا ہے ۔ حضرت شیخ ابوتراب شاہ گداؒ شطاری اور قادری سلسلوں کے فیض یافتہ تھے ۔ کیونکہ آپ کے مرشد شیخ وجیہہ الدینؒ حضرت سید غوث گوالیاری کے بھی فیض یافتہ تھے۔

آپ کے چھ کامل خلفاء تھے ۔ حضرت قاضی محمد لاہوریؒ ۔ حضرت لعل گداؒ حضرت احمد گداؒ اور حضرت شہباز گدا یہ چاروں خلفاء آپ کے مقبرے کی چاردیواری میں دفن ہیں۔ حضرت شیخ فاضلؒ دہلی میں دفن ہیں ۔ حضرت شاہ جمالؒ رتیاس میں مدفون ہیں۔ (یہ دونوں شہر بھارت میں ہیں)

حضرت سید ابو ترابؒ صاحب ولایت تھے ۔ صاحب کرامت اور جامع الکمالات تھے ۔ آپ کا وصال چودہ شوال ۱۰۷۱ھ بمطابق ۳ جون ۱۶۶۱ء کو ہوا آپ عہد عالمگیری میں فوت ہوئے مزار شریف ۔ لاہور تکیہ الٰہی والا میں ہے۔ الٰہی والا تکیہ انارکلی کے عقب میں پیسہ اخبار کے نزدیک ہے (حدیقتہ الاولیاء میں مزار پر نام سید عبدالقادر المعروف شاہ گدا لکھا ہے۔)

حضرت بدر الدین شاہ عالمؒ

آپ بخاری سید تھے ۔ آپ کی وفات شاہجہان کے عہد میں ہوئی آپ کا مقبرہ شاہجہان کے وزیر سعد اللہ نے تعمیر کرایا۔ اس کے گرد بہت بڑا باغ تھا۔ جو حوادث

marfat.com
Marfat.com

زمانہ سے ختم ہو گیا۔ اس میں ایک کنواں تھا۔ جو تحصیل لاہور میں شامل کرلیا گیا۔ (یہ بات قابل ذکر ہے کہ لاہور کی جغرافیائی صورت کئی بار تبدیل ہوئی) تاریخ میں ایک ایسا وقت بھی ملتا ہے۔ جب دریائے راوی قلعہ گوجر سنگھ میکلوڈ روڈ کے اوپر سے گزرتا تھا۔ پھر دریائے راوی شاہی مسجد کی دیواروں سے بھی ٹکرا کر گزرتا تھا۔ پھر بڈھا دریا راوی کی گزر گاہ تھی۔ ستر سال پہلے بارہ دری کامران دریا سے پرے میل کے فاصلے پر تھی۔ مگر اب بارہ دری کامراں دریائے راوی کے عین درمیان میں ہے۔ اسی طرح لاہور کی تحصیل ٹبی تھانہ گیٹی تھیٹر سے بازار تحصیل بازار کی سڑک تک تھی۔ پھر ۱۸۹۲ء میں انگریز بہادر کی حکومت نے لاہور کی تحصیل کو موجودہ کچہری میں منتقل کر دیا سڑک کا نام اب تحصیل بازار ہے۔ حضرت بدر الدین شاہ عالم" کا مزار پرانی تحصیل والے علاقے میں تھا۔ جب سوچیت سنگھ نے آپ کے مقبرہ کے پاس حویلی تعمیر کرنا شروع کی تو مقبرے کی تمام زمین اپنے تصرف میں لے لی۔ حضرت بدر الدین کا مقبرہ سبز گنبد کہلاتا تھا اس پر کاشی کا کام کیا ہوا تھا۔ بیرونی دیواروں پر قرآنی آیات کندہ تھیں۔ اب صرف مقبرہ کے کھنڈرات ملتے ہیں۔ ہیرا منڈی اور موسیقی کے فنکاروں کے علاقے میں بہت سے ایسے بزرگ دفن ہیں جن کے حالات پر تاریخ خاموش ہے۔

حضرت سید حمید گیلانی"

سید حمید" بن حضرت سید سعید۔ آپ ظاہری اور باطنی علوم سے مزین تھے۔ شرافت۔ عبادت۔ ریاضت آپ کا طرہ امتیاز تھا۔ تمام عمر شمع ہدایت جلائے رکھی جس سے لاہور کے ہزاروں مسلمانوں نے فیض حاصل کیا۔ خیر و برکت کی روشنی حاصل کی آپ کی وفات چار محرم ۱۰۸۰ھ بمطابق پانچ فروری ۱۶۷۹ء کو ہوئی۔ اورنگزیب عالمگیر کے عہد میں وصال ہوا اور لاہور میں ہی دفن ہوئے۔

آپ کے بعد آپ کی مسند ہدایت پر سید عبدالقادر جیشے آپ عہد جلال الدین

marfat.com
Marfat.com

شاہ عالم کے عہد میں فوت ہوئے سنہ رجب ۱۱۷۷ھ بمطابق ۱۷ جنوری ۱۷۶۴ء کو وفات پائی اور لاہور کے گیلانی خاندانی کے آبائی قبرستان میں حضرت سید حمید گیلانیؒ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

سید عبدالخالقؒ

آپ کے والد محترم کا نام سید عبدالواسعؒ تھا۔ سید عبدالخالقؒ نے لاہور آکر ایک محلہ آباد کیا۔ جس کا نام محلہ سید سرر کھا۔ انہوں نے یہاں ایک حوض تعمیر کیا جس کا پانی زخموں یا پھنسیوں پر لگانے سے مریض شفایاب ہوتا۔ وہ حوض ختم ہوچکا ہے۔ اس کے نشان وغیرہ باقی ہیں۔ مائیں بچوں کی پھنسیوں پر اس جگہ کی مٹی لگاتی ہیں۔ پھنسیاں ٹھیک ہوجاتی ہیں۔

تاریخ لاہور انگریزی میں لکھا ہے۔ کہ یہ عہد سکندر لودھی کا تھا سید عبدالخالق نے اس محلہ میں دینیات کا ایک مدرسہ قائم کیا یہ مدرسہ گڑھی شاہو سے حضرت میاں میرؒ جانے والی سڑک پر واقع تھا۔ یہ محلہ بھی یہیں آباد ہوا۔ اس وقت علاقہ لباڑ بیابان تھا۔ جگہ جگہ ڈاکوؤں کے مسکن تھے۔ اور لٹیروں کے اڈے تھے۔ جو ڈاکو آتے۔ تو حضرت سید عبدالخالق انہیں مل کر انہیں کچھ دے دلا کر لوگوں کی جان و مال محفوظ کر لیتے۔ مدت تک سید صاحب اس صورت سے لوگوں کے جان و مال کی حفاظت کرتے رہے آخر جب سکھوں کا دور آیا تو انہوں نے یہ کہہ کر اس محلے کو برباد کردیا کہ یہاں گائیں ذبح ہوتی ہیں۔ لوگ جانیں بچا کر کچھ لاہور شہر کے اندر آگئے۔ کچھ دیہاتوں میں جا آباد ہوئے سید عبدالخالق کی وفات اور دیگر حالات نہیں ملتے۔

marfat.com
Marfat.com

سید زندہ علی لاہوریؒ

سید زندہ علیؒ حضرت سید عبدالرحیمؒ کے بیٹے تھے ۔ حضرت موج دریاؒ کے خاندان سے تھے ۔ نجابت اور شرافت خاندان سے ورثے میں ملی تھی۔ سلسلہ ارادت اپنے خاندان کے اولیائے کرام سے تھا ۔ والد کی وفات کے بعد آپ سجادہ نشین بنے آپ کی بہت سی کرامات مشہور ہیں حضرت میراں محمد شاہ موج دریاؒ کے علاقے میں کئی کنوؤں کا پانی کھاری تھا ۔ علاقے کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کنوؤں کے کھاری پانی کے سلسلے میں دعا کے طالب ہوئے ۔ آپ نے فرمایا ایک نیا کنواں کھودو ۔ انشاء اللہ پانی میٹھا ہوگا۔ آپ کے ارشاد پر عمل کیا گیا ۔ پانی میٹھا نکلا ۔ چند سالوں میں اس علاقے کے تمام کنوئیں میٹھے پانی سے مالا مال ہوگئے ۔ پانی میں کڑواہٹ اور کھاری پن ختم ہوگیا۔ آپ ۱۰۵۰ھ کو پیدا ہوئے ۔

آپ کی وفات ۱۱۱۱ھ ۔ ۱۶۹۹ء میں ہوئی مزار آپ کے پر دادا حضرت سید موج دریا بخاریؒ کے مقبرے کی چار دیواری سے باہر ہے ۔ اور زندہ امام کے نام سے مشہور ہے۔

مولوی غلام فریدؒ

لاہور کے بہت بڑے عالموں میں سے تھے ۔ عالم باعمل تھے ۔ کمالات ظاہری اور باطنی میں بلند مرتبہ رکھتے تھے ۔ صاحب ریاضت و عبادت ۔ پابندی شریعت، متقی اور پرہیز گار تھے ۔ تمام عمر درس و تدریس میں بسر کی ۔ دنیا اور اہل دنیا سے کوئی سرو کار نہ تھا۔ مجرد رہ کر خوش تھے۔ شادی نہیں کی تنہائی پسند تھے ۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے کسب فیض حاصل کیا آپ کا وصال ۱۲۲۱ھ ۔ ۱۸۰۱ء میں

marfat.com

Marfat.com

ہوا۔ مزار شریف میانی صاحب کے قبرستان میں ہے۔

حضرت مفتی رحیم اللہؒ

آپ دولت ظاہری و باطنی سے معمور تھے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام مفتی رحمت اللہ قریشی تھا۔ لاہور میں یہ مفتیوں کا قدیم خاندان ہے اس میں بہت سے شاعر۔ ادیب اور مصنف پیدا ہوئے۔ مفتی غلام سرور صاحب **خزینتہ** الاصفیاء اسی خاندان سے تھے۔

حضرت مفتی رحیم اللہ نے ساری عمر فقرو فاقہ میں بسر کی مزدوری کرکے رزق حلال کماتے۔ آپ کا حقیقی بھائی مفتی حافظ محمدی رئیس آدمی تھا۔ وہ آپ کی درویشی اور فقرو فاقہ سے بہت پریشان تھا۔ اور اسے اپنی توہین تصور کرتا تھا۔ اس نے آپ سے کہا کہ تم میرے پرور وہ لوگوں کی مزدوری کرتے رہو۔ مجھے اچھا نہیں لگتا۔ تم سب کام چھوڑ دو میں تمہارے بچوں کے گھر کے تمام اخراجات برداشت کروں گا۔ مگر آپ نہ مانے اور فرمایا فقرو فاقہ پیغمبروں کا ورثہ ہے۔ رزق حلال کمانا دونوں جہانوں میں سرخروئی کا موجب ہے۔ تیری دولت تجھے مبارک ہو۔ ضعیفی میں فالج زدہ ہوگئے۔ آخری عمر میں کوٹلی مفتیاں کی مسجد میں بیٹھ کر درس دیتے۔ سہروردی سلسلے کے بزرگ تھے۔ وفات ۱۲۳۵ھ۔۱۸۲۰ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہی ہے۔

شیخ لدھا شاہ لاہوریؒ

آپ عبادت ریاضت اور خدا ترسی کا پیکر تھے۔ عالم فاضل تھے۔ علم ظاہری اور باطنی سے آراستہ تھے۔ گھوڑے کے بالوں سے کچھ چیزیں تیار کرتے انہیں بیچ کر گزارہ کرتے۔ گھوڑے کے بالوں سے مصنوعات تیار کرنے کو ہنگی سازی کہتے

marfat.com
Marfat.com

تھے۔ مونہ سازی بھی کہتے تھے۔ دنیا سے بالکل الگ تھلگ رہتے۔ دروازہ بند کر کے اپنا کام کرتے رہتے۔ کوئی چیز بنا کر باہر لٹکا دیتے۔ تاکہ لوگ سمجھ جائیں کہ یہاں مونہ سازی کا کام ہوتا ہے۔ ویسے گاہک آپ کو خوب جانتے تھے۔ جب کوئی گاہک آتا کنڈی کھٹکھٹاتا تو آپ دروازہ نہیں کھولتے تھے۔ بلکہ کھڑکی کھول کر بات کرتے گاہک ہوتا تو کھڑکی سے ہی مال دے کر پیسے لے لیتے۔ جو کماتے رکھتے جاتے۔ مہینے کے بعد رقم گنتے اس کے تین حصے کرتے۔ ایک حصہ خود رکھتے دو حصے راہ مولا فقیروں میں بانٹ دیتے۔ جو چیز بنا کر باہر لٹکا دیتے وہ اکثر لوگ اتار کر لے جاتے۔ آپ اس پر افسوس کرتے اور کہتے پاگل تھا جو چوری لے گیا مجھ سے مانگ لیتا تو مجھے بھی ثواب ہوتا۔ اور وہ بھی گناہ سے بچ جاتا۔ آپ سلسلہ قادریہ سے منسلک تھے۔

لوگ آپ سے قرض لے جاتے۔ کئی لوگ واپس نہ کرتے کئی پیسے لوا کئے بغیر دوبارہ قرض مانگنے آجاتے۔ آپ دے دیتے اور اسے جتاتے نہیں تھے۔ وہ سمجھتا آپ بھول گئے ہیں۔ قرض واپس کرنے آتا اسے بڑی محبت سے کہتے۔ رکھ لو اتنی جلدی کیا ہے۔ تمہیں ضرورت ہوگی آپ رزق حلال کما کر دنیا کی حاجت روائی کرتے۔

جب وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا۔ ایک طرف مخدوم علی ہجویریؒ مجھے بلا رہے ہیں دوسری طرف غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ مجھے بلا رہے ہیں آپ کی وفات ۱۲۵۳ھ ۔ ۱۸۳۷ء کو ہوئی۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو حضرت شاہ محمد غوث لاہوری کے مزار کے احاطہ میں دفن کیا گیا۔

مولوی غلام رسول فاضلؒ

مولانا غلام رسول فاضلؒ اتنے بڑے عالم تھے کہ اس وقت سارے پنجاب میں آپ جیسا عالم کوئی نہ تھا۔ عالم باعمل تھے۔ ظاہری اور باطنی فیض سے آراستہ

marfat.com
Marfat.com

تھے۔ خود فیض کا ایک چشمہ تھے۔ ایک دریا تھے' ہزاروں طالبان نے آپ سے اتنا ظاہری اور باطنی فیض حاصل کیا کہ خود بلند درجہ فضیلت تک پہنچ گئے۔ بڑے بڑے عالم اور فاضل آپ کی غلامی اور شاگردی میں شامل ہونا باعث فخر سمجھتے تھے۔ آپ کے شاگرد اتنے زیادہ تھے کہ بیک وقت تعلیم دینا ممکن نہ تھا۔ آپ مولوی غلام فرید" کے شاگرد تھے۔ اور ان کے بیٹے تھے۔

آپ کا تعلیم دینے کا طریقہ یہ تھا کہ آدھی رات کے بعد نماز تہجد ادا کرتے۔ نماز تہجد سے فارغ ہو کر فجر کی نماز تک کچھ شاگرد آتے اور علم حاصل کرتے نماز فجر کے بعد طالب علموں کے کثیر تعداد حاضر ہوتی اور علم حاصل کرتی۔ ان سے فارغ ہو کر کھانا تناول فرماتے۔ اس کے بعد کچھ دیر آرام فرماتے۔ پھر ظہر کی نماز کے بعد شاگردوں کا ایک انبوہ اڈ آتا۔ نماز عشاء کی اذان تک انہیں علم کی روشنی سے مالا مال فرماتے۔ عصر اور مغرب کی نماز شاگرد آپ کی امامت میں ادا کرتے۔ مولوی غلام رسول" نے عمر بھر یہی معمول اپنائے رکھا۔ اس طرح کے عالم و زاہد صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ علم سکھانا بھی بہت بڑی عبادت ہے۔

آپ کی وفات تذکرہ علمائے ہند میں ۱۲۵۰ھ۔ ۱۸۳۴ء لفظوں میں لکھی ہے۔ صاحب حدیقۃ الاولیاء اور **خزینتہ** الاصفیاء آپ کی تاریخ وفات پر خاموش ہے۔ مزار لاہور میں ہے لیکن نشاندہی نہیں کی گئی۔

مولوی غلام اللہ فاضل"

آپ مولوی غلام فرید" کے فرزند ارجمند تھے اور مولوی غلام رسول فاضل" کے بھائی تھے۔ لاہور کے جید علماء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ بہت بڑے اساتذہ میں سے تھے مظہر کمالات تھے۔ آپ کی شہرت دینی۔ دنیاوی اور بہترین اخلاق کے باعث تھی۔ درس و تدریس آبائی پیشہ تھا۔ آپ شاعر بھی تھے۔ آپ کے فیض سے سینکڑوں طالبان علم' نظم و نثر۔ صرف و نحو منطق۔ معانی۔ فقہ۔ حدیث۔

marfat.com
Marfat.com

تفسیر اور دیگر دینی علوم میں درجہ کمال کو پہنچے لوگوں کو آپ کی شاگردی پر فخر حاصل تھا۔ صاحب حدیقتہ الاولیاء مفتی غلام سرور لاہوری بھی آپ کے شاگرد تھے۔

تاریخ رحلت ۱۲۷۲ھ-۱۸۵۵ء ہے۔ آپ کا مزار بھی لاہور ہی میں ہے۔ مگر مؤرخین نے مزار کی نشاندہی نہیں کی۔

حاجی جمیلؒ

آپ حاجی جمعیت کے نام سے مشہور تھے۔ مگر اصل نام۔ حاجی پیر جمیل تھا۔ حاجی جمیل حضرتؒ لال حسین لاہوری کے مرید تھے۔ حاجی جمیلؒ کے بزرگ ایران سے آئے تھے وہ اپنے ساتھ ایک سرخ قیمتی پتھر لائے تھے۔ پتھر پر قدم یعنی پاؤں کا نشان تھا۔ جس کے متعلق ان کا کہنا تھا کہ پتھر پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان ہے اس قدم شریف والے پتھر کو ایک چار دیواری میں بڑے احترام سے رکھا گیا۔ چار دیواری پر کچھ متبرک عبارت بھی لکھی ہوئی تھی۔ اور خوبصورت گنبد تھا۔ لوگ زیارت کے لئے جوق در جوق آتے تھے۔ پھر وہ مبارک، پتھر گنبد اور چار دیواری حوادث زمانہ کی نذر ہوگئی۔ اب اس کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔ مفتی غلام سرور نے حدیقتہ الاولیاء میں یہ سب کچھ لکھا ہے۔ حاجی جمیل عرف حاجی جمعیت کا مزار ریلوے لائن کے آس پاس ویران جگہ پر بتایا جاتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

پیر برہانؒ

یہ بزرگ اکبر بادشاہ کے عہد میں بخارا سے ہندوستان آئے۔ ہندوستان کچھ عرصہ قیام کیا۔ بزرگوں کے مزارات پر حاضری دی۔ پھر لاہور چلے آئے یہاں حضرت میاں میرؒ کے علاوہ اس دور کے اور بہت سے بزرگوں اور مشائخ سے

marfat.com
Marfat.com

روحانی فیض حاصل کیا۔ آپ کے یوم وصال کی تاریخ اور سن نہیں ملتا۔ لیکن بیرون دہلی دروازہ دفن ہوئے۔ مزار گنبد اور چبوترہ سرخ و سفید پتھروں سے مزین تھا۔ بہت عالیشان مقبرہ تھا۔

سکھوں کے دور میں نونہال سنگھ نے جو عالی شان عمارتیں۔ رنجیت سنگھ کی دست برد سے بچ گئی تھیں۔ انہیں برباد کرنا شروع کیا اور قیمتی پتھر اکھاڑ کر اپنی حویلیوں اور عمارتوں میں لگا لئے۔ اس نے پیر برہانؒ کے مزار سے تمام قیمتی پتھر اکھاڑ لئے۔ اور بیرون دہلی دروازہ کی تمام عالیشان عمارتوں کو تباہ و برباد کیا۔ ان میں پیر برہان کا مقبرہ بھی تھا۔ مگر جب وہ حضرت شاہ محمد غوثؒ کی طرف بڑھا تو اس کا باپ کھڑک سنگھ مر گیا۔ اس کی رسم آتش یعنی جسم کو جلا کر واپس آرہا تھا کہ روشنائی دروازے سے ایک پتھر اس کے اوپر گرا وہ وہیں چت ہو کر رہ گیا۔ بزرگوں کے مزارات کی بے حرمتی کی سزا اسے مل گئی۔ حضرت شاہ محمد غوث کا مزار مبارک محفوظ رہا۔

marfat.com
Marfat.com

تکیہ اہلی والا

یہ تکیہ آبکاری روڈ پر ہے۔ جو انارکلی کے عقب میں اورینٹل کالج کے ہوسٹل کی پشت پر ہے۔ یہ علاقہ پیسہ اخبار کہلاتا ہے۔ اس تکیہ کی وسیع چار دیواری ہے۔ جس کے اندر بیسیوں بزرگوں کے مدفن ہیں۔ احاطہ کے اندر تین بڑے بڑے چبوترے ہیں۔ جن پر کئی کئی مزار ہیں۔ اس تکیہ میں دراصل سید غوث گیلانیؒ۔ اوچوی کی اولاد کے مزارات ہیں۔ ان میں بیشتر کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ ایک چبوترے پر سید صوفی علی بن سید بدر الدین بن سید اسمٰعیل کی قبر ہے اسی چبوترے پر سید عمرؒ سید ہاشم سید عبدالقادر شاہ گدا کی بھی قبریں ہیں۔ بڑی چاردیواری کے اندر چھوٹی چار دیواریاں بھی ہیں۔ مزار سید قاسمؒ اور ان کی اولاد کی قبریں ہیں۔ دوسری چار دیواری میں سید میران شاہؒ۔ میر میراںؒ۔ سید ابوالبرکاتؒ اور سید شاہ کے مزارات ہیں۔ ان کے ساتھ چبوترے پر سید اسمٰعیلؒ کا مزار ہے ۔ایک علیحدہ جگہ پر پیر محمد شاہ گیلانیؒ کا مزار ہے۔

اب اس تکیہ کی صورت حال یہ ہے کہ اس میں کئی سال باقاعدگی سے مشاعرے ہوتے رہے۔ اس کے علاوہ یہاں نشے بازوں کے ڈیرے بھی ہیں۔ جوئے بازی بھی ہوتی رہتی ہے۔ اور کئی طرح کے اچھے برے لوگ یہاں آتے جاتے ہیں۔ کچھ فاتحہ خوانی کے لئے کچھ تبرک تقسیم کرنے کے لئے اور کچھ بیوپاری لوگ بھی چار دیواری کے باہر اپنے دھندے کرتے ہیں اور کچھ لوگوں کی مستقل رہائش بھی ہے۔

حافظ غلام محمدؒ

حافظ صاحب غلام گاموں کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کے والد کا نام غلام محمد

marfat.com

Marfat.com

صدیق تھا۔ یہ خاندان کئی پشتوں سے مسجد وزیر خان کی امامت پر مامور تھا۔ حافظ غلام محمد بھی مسجد وزیر خان کے امام تھے۔ طریقت میں آپ حضرت عبداللہ شاہ قادری بلوچ کے مرید تھے۔ حافظ غلام محمد بہت بڑے عالم' فاضل اور واعظ پر تاثیر تھے۔ اس کے علاوہ بہت بڑے شاعر تھے۔ عاشقانہ شاعری کرتے تھے۔ اسی دور میں آپ کے اشعار زبان زد عام تھے۔ مسجد وزیر خاں کی امامت آپ کے بعد بھی آپ کے خاندان میں ہی رہی۔ حافظ غلام محمد عاشقانہ شاعری کرتے تھے۔ اور آپ کی ابیات بھی کتابی صورت میں تھی۔ آپ کی وفات مغلیہ خاندان کے بادشاہ محمد اکبر ثانی کے دور میں ہوئی مزار لاہور ہی میں ہے۔ مورخین نے سن وفات اور مزار کی نشاندہی نہیں کی۔

مستقیم شاہ لاہوری مجذوبؒ

مستقیم شاہ لاہور میں حجامت پیشہ تھے وہ کسی کی حجامت بنا رہے تھے کہ ایک مجذوب آپ کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ جب فارغ ہوئے تو مجذوب نے کہا پانی پلاؤ۔ مستقیم شاہ نے لاکر پانی پلا دیا۔ مجذوب نے ایک ایسی نگاہ ڈالی کہ وہ بے ہوش ہو گئے۔ تین دن بے ہوش پڑے رہے۔ تین دن کے بعد ہوش آیا تو سب کچھ لٹا کر دنیا چھوڑ دی اور لاہور سے فیض پور چلے گئے یہ گاؤں شاہدرہ کے قریب ہے۔ باقی تمام عمر مجذوبیت کے عالم میں اسی گاؤں میں گزار دی۔ آپ صاحب کرامات بزرگ تھے۔ فیض پور کا حاکم عطر سنگھ تھا۔ اس نے ایک موٹا اور بڑا شیشم کا درخت (ٹاہلی) کاٹ کر چھکڑے میں لادنے کے لئے بہت سے آدمی لگائے۔ مگر وہ درخت اتنا بھاری تھا کہ وہ اسے چھکڑے پر لادنے میں ناکام رہے۔ اتنے میں مستقیم شاہ وہاں آگئے۔ اور سب سے کہا ہٹو پیچھے سب ہٹ گئے۔ شاہ صاحب نے ایک نعرہ مارا اور اکیلے ہی درخت کو اٹھا کر چھکڑے میں رکھ دیا۔ اس کے بعد عقیدتمندوں میں اضافہ ہو گیا۔

marfat.com
Marfat.com

آپ کی وفات ۱۲۴۰ھ ر ۱۸۲۴ء میں ہوئی ۔ فیض پور میں ہی دفن ہوئے ۔ یہ محمد اکبر ثانی کا دور تھا۔

سید عبد القادر لاہوری ؒ

آپ گیلانی سید تھے آپ کے والد سید جلال الدین بغدادی تھے۔ اکبر بادشاہ کے عہد میں سیرو سیاحت کے لئے ہندوستان آئے ۔ زیارت مزارات اور شہر بہ شہر سیر کرتے لاہور آئے۔ پھر کہیں نہیں گئے۔ آپ کی بزرگی کی شہرت سن کر لاہور کے رئیس نواب میر کفایت خاں نے اپنی بیٹی ان کے نکاح میں دے دی ۔ اس نیک بی بی کے بطن سے تین بیٹے پیدا ہوئے ۔ سید حاجی۔ سید سلطان۔ سید غیاث الدین آپ سید دولت شاہ کے نام سے بھی مشہور تھے ۔ آپ کے ان بیٹوں سے بہت سے بزرگ اور صاحب ولایت پیدا ہوئے ۔ جن میں سید شاہ حسین ۔ سید زندہ علی۔ سید شہسوار ۔ جو حضرت طاہر بندگیؒ کے سجادہ نشین تھے ان کے علاوہ اور بہت سے بزرگ اسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ حضرت شاہ چراغ بھی اسی خاندان سے ہیں۔

حضرت شاہ فرید نوشاہیؒ

حضرت شاہ فریدؒ صاحب کمال بزرگ تھے۔ پہلے شاہی امراء میں تھے ۔ اور اعلیٰ منصب پر فائز تھے ۔ بہت بڑے جاگیردار تھے ۔ پھر عشق الٰہی کی کرن نے دل میں ایسی روشنی کی ۔ ایسی شمع روشن کی کہ دنیا کو بھول گئے ۔ ذکر الٰہی میں ایسی لذت محسوس ہوئی کہ دنیا کی تمام لذتیں بھول گئے ۔ پھر حضرت پیر محمد سچارؒ کے مرید ہوگئے مرشد پاک کی نظر نے ایسا کام کیا کہ اپنی ہوش نہ رہی ۔ تمام مال و دولت راہ خدا میں لٹا دی ۔ مستحق لوگوں ۔ فقیروں ۔ مسکینوں کو مالا مال کردیا۔

marfat.com
Marfat.com

خرقہ خلافت پاکر لاہور آئے۔ تو دل کی دنیا بدل چکی تھی۔ ہزاروں لوگ حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے۔ اس سلسلے کے مرید اب بھی بہت ہیں۔

اس بزرگوں کا مزار موضع ڈھولن وال کے قریب ہے۔ وفات ۱۲ ویں صدی ہجری میں ہوئی۔ نصیر الدین محمد شاہ کا عہد تھا۔

حضرت شاہ کنٹھ نوشاہیؒ

نوشاہی بزرگوں میں بلند مرتبے کے بزرگ ہیں۔ آپ صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ آپ کے عقیدتمندوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ پرانی میوہ منڈی جو اس وقت بیرون موچی دروازہ اور گوالمنڈی کے درمیان تھی۔ آپ کا مزار وہاں ہے پہلے مزار چبوترے پر تھا۔ پھر عقیدتمندوں نے گنبد تعمیر کردیا۔ آپ کا وصال ۱۲۱۹ھ اور ۱۴ ربیع الاول کو ہوا۔

شیخ موسیٰ کھوکھرؒ

یہ اکبر کے عہد کے بزرگ تھے۔ تمام عمر مجاہدہ۔ ریاضت اور عبادت میں گزری۔ درویشانہ زندگی بسر کرتے۔ آپ کو شیخ بہلول دریائی سے روحانی فیض ملا۔ شیخ لال حسین لاہوری آپ کے پیر بھائی تھے۔ وہ آپ کا بہت ادب کرتے تھے۔ مزار ضلع کچہری سے آؤٹ فال روڈ کو جانے والی سڑک پر ہے۔ اب عقیدتمند سالانہ عرس مناتے ہیں وفات تقریباً ۱۰۱۲ھ میں ہوئی۔

شیخ محترمؒ

آپ کے حالات کسی تاریخ میں نہیں ملتے۔ صرف آپ کا مزار آوہ بدھو کے

marfat.com
Marfat.com

قریب جی ٹی روڈ پر انجینئرنگ یونیورسٹی کے سامنے ہے گنبد کے اندر قرآنی آیات۔ درود شریف۔ اور قطعہ تاریخ کندہ ہے یہ جگہ یہ مزار یہ گنبد وغیرہ آہستہ آہستہ کھنڈر بنتے جارہے ہیں۔ کیونکہ محکمہ اوقاف ایسے مزارات کو تحویل میں لیتا ہے جن سے آمدنی زیادہ ہوتی ہو۔ یہ پرانے عہد کے بزرگ ہیں۔ وفات تعلق شاہ ثانی کے دور ۷۹۰ھ میں ہوئی۔ مگر جج عبداللطیف نے آپ کی وفات ۱۱۰۲ھ لکھی ہے عہد عالمگیر کا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

پیر چراغ شاہؒ

یہ قادری بزرگ ہیں سید علی گیلانی لاہوری کے مرید تھے۔ آپ حیدر آباد دکن سے لاہور آئے تھے۔ آپ عبادت و ریاضت میں بہت مشقت کرتے۔ طریقت کے بلند درجے پر پہنچے۔ آپ نے طویل عمر پائی۔ تمام عمر رشد و ہدایت کی شمع روشن رکھی لوگوں نے آپ سے کثیر روحانی اور دنیاوی فیض حاصل کیا۔ وفات ۱۳۰۰ھ۔ ۱۸۸۳ء میں ہوئی۔ مزار روشنائی دروازے کے باہر ہے آپ کے مرشد پاک کا مزار بھی وہیں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

ایسے مزار جن کا پہلے کسی تاریخ میں ذکر نہیں

حضرت بابا ترت مراد شاہؒ

حضرت بابا ترت مراد شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا مزار چڑیا گھر کے عقب میں ہے نزدیک ہی ایک پہاڑی ہے۔ لارنس گارڈن ہے۔ فاطمہ جناح گارڈن ہے ۔ دو پہاڑیوں کے سبزہ زاروں اور خوبصورت باغات کے درمیان باباجی کا مزار ہے ۔ مزار ایک چبوترے پر ہے ۔ اور چھت بھی ہے ۔ روزانہ حاضری دینے والوں میں بہت سے لوگ ہیں ۔ وضو وغیرہ کا انتظام بھی ہے ۔ سرکاری نلکے اور ٹوٹیاں لگی ہوئی ہیں ۔ اس بزرگ کی خصوصیت اور کرامت یہ ہے کہ باقاعدہ حاضری دینے والوں کی مرادیں جلد پوری ہوجاتی ہیں جو دکھیا لوگ صدق دل سے باقاعدہ حاضری دیتے ہیں ان کی مراد فوری پوری ہونے کی مناسبت سے باباجی ترت مراد مشہور ہیں ۔ لوگ مزار پر اکثر نذر نیاز بانٹتے ہیں ۔ آس پاس کا امیر اور پڑھا لکھا طبقہ بھی آپ کا معتقد ہے ۔ صبح سیر پر آنے والے لوگوں میں بیشتر مزار پر فاتحہ خوانی کرتے ہیں مگر عورتیں زیادہ معتقد ہیں ۔ بے اولاد عورتیں یا بیمار بچوں کو لے کر اکثر عورتیں مزار پر حاضر ہوکر منتیں مانتیں ہیں۔ ان کی مرادیں جلد پوری ہوتی ہیں ۔ جمعرات کو خاص طور سے زیادہ لوگ فاتحہ خوانی کے لئے آتے ہیں ۔ لنگر اور تبرک تقسیم ہوتے ہیں ۔ کئی فلمی لوگ بھی آپ کے عقیدتمندوں میں شامل ہیں۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ حضرت عنایتؒ کے پیر بھائی ہیں ۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ ترت کا مطلب (جلد) کے ہیں ۔ حضرت بابا ترت مراد شاہؒ کا سالانہ عرس باقاعدگی سے ۱۴ ربیع الثانی کو ہوتا ہے۔ خاص رونق ہوتی ہے۔ کثرت سے لوگ

marfat.com
Marfat.com

حاضری دیتے ہیں۔ اور قوالیاں بھی ہوتی ہیں۔

آپ کا پورا نام ابو الفیض الحسن پیر ترت مراد شاہؒ ہے آپ نے ۹۲ سال عمر پائی ۔ آپ ۲۹ سال اسی جگہ پر قیام پذیر رہے ۔ جہاں آپ کا مزار ہے ولادت ۱۱۵۴ھ میں ہوئی ۔ ۶۳ برس ہندوستان میں رہے ۔ آباؤ اجداد افغانستان کی جانب سے آئے تھے ۔ آپ کا وصال ۱۲۴۵ھ میں ہوا آپ پر مجذوبیت کا عالم طاری رہتا۔ مزار کی تزئین بہترین قیمتی پتھروں سے ہوئی ہے ۔ تعویز کے اوپر ایک نازک سی چھت ہے ۔ مگر پورے چبوترے پر جدید طرز کی ٹین کی چھتیں ڈالی گئی ہیں ۔ سب سے خوبصورت بات یہ ہے کہ حضرت بابا ترت مراد کا مزار لاہور کے اندر ایک چھوٹی سے حسین وادی کے درمیان ہے چاروں طرف پہاڑیاں بلندیاں' بلند درخت' پھولوں کی کیاریاں اور ایک طرف چڑیا گھر ہے ۔ پرندوں اور جانوروں کے چہچے اور خوبصورت آوازیں دن رات ایک حسین سماں باندھتی ہیں مزار مرجع خلائق ہے۔

حضرت شاہ کمالؒ

حضرت شاہ کمالؒ کا مزار اچھرہ کے علاقے میں ہے ۔ حضرت بابا شاہ جمالؒ کے مزار کے قریب ہے ۔ اس بزرگ کے نام پر مشہور سڑک شاہ کمال روڈ ہے ۔ آپ لاہور کے مشہور بزرگ اور ولی اللہ حضرت بابا شاہ جمالؒ کے بھائی بتائے جاتے ہیں۔

بابا شاہ کمالؒ صاحب طریقت ہونے کے علاوہ درس و تدریس کے حوالے سے مشہور تھے۔ یہاں کسی دور میں بہت بڑی درس گاہ تھی اب بھی یہاں درس و تدریس کا سلسلہ جاری ہے عرس باقاعدگی سے ہر سال ہوتا ہے مزار مرجع خلائق ہے ۔ لوگ کثرت سے حاضری دیتے ہیں اور عقیدتمندوں کی تعداد بھی کافی ہے ۔

marfat.com
Marfat.com

باباشیر شاہ ولیؒ

یہ بزرگ شاہی قلعہ کی دیوار کے سائے میں آسودہ خاک ہیں ۔بڑے جلالی ولی بتائے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں جب قلعہ کی تعمیر مکمل ہوگئی ۔ شاہی خاندان اس میں رہائش پذیر ہوا تو ایک دن شاہی قلعہ کی کھڑکی سے کسی شہزادی نے جھانک کر دیکھا تو قلعہ کی دیوار کے ساتھ کوئی فقیر ڈیرا جمائے ہوئے ہے شہزادی کو یہ بات ناگوار گزری اس نے حکم دیا کہ فقیر کو یہاں سے اٹھا دیا جائے ۔ فقیر کو وہاں سے اٹھا دیا گیا ۔ دوسرے دن پھر وہ بزرگ پھر قلعہ کی دیوار کے نیچے ہی ڈیرا لگائے ہوا تھا۔ تین مرتبہ اٹھایا گیا اور وہ ہر بار وہاں آجاتا۔ اکبر بادشاہ تک بات پہنچی ۔ وہ درویشوں کی عزت کرتا تھا اس نے حکم دیا کہ اس بزرگ کو یہیں رہنے دو ۔ آخر اس کی وفات اسی جگہ ہوئی اور بزرگ کو وہیں دفن کردیا گیا۔ مزار سے کئی عجیب و غریب باتیں اور کراماتیں ظاہر ہونے لگیں ۔ ان میں ایک یہ بتائی جاتی ہے ۔ کہ مزار پر ہر سال ایک شیر حاضری دیتا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کئی لوگوں کا خیال ہے کہ یہ بزرگ بعد میں یہاں آئے ۔ مجذوبیت کی حالت میں رہتے ۔ لوگوں کو نزدیک نہیں آنے دیتے تھے۔ پتھر مارتے تھے اور گالیاں دیتے ۔ صحیح صورت اللہ پاک ہی جانتا ہے ۔ مگر مزار مرجع خلائق ہے لوگوں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں مزار پر نذرانے نیاز بانٹی جاتی ہے دیگیں پکتی ہیں ۔ لنگر تقسیم ہوتا ہے۔ قوالیاں ہوتی ہیں سالانہ عرس ہوتا ہے عقیدتمندوں کی تعداد بہت زیادہ ہے بہرحال بزرگ صاحب کرامت ہے۔

پیر نوگزہؒ

یہ مزار چونے منڈی سے ہیرا منڈی کی طرف آتے ہوئے ۔ شروع میں ہی

marfat.com
Marfat.com

آتا ہے۔ مزار چھوٹی سی چار دیواری کے اندر ہے روشنائی دروازے کو جانے والی سڑک کے آغاز میں ہی ہے یہاں کبھی بہت بڑی گھاس منڈی ہوتی تھی۔ ٹکسالی دروازے سے بارود خانے تک یہاں کوئی عمارت نہ تھی۔ یہ جگہ بھی ہیرا منڈی والی سڑک سے کئی فٹ نیچی تھی۔ کہتے ہیں یہاں تک حضوری باغ کی چار دیواری تھی۔ دیوار کے آثار اب بھی کہیں کہیں موجود ہیں۔ اس پرانے دور میں بھی یہ مزار موجود تھا اب یہاں عمارتیں ہی عمارتیں ہیں۔ تقسیم ہند سے پہلے یہاں خوبصورت عمارتیں بن گئی تھیں۔ پیر نوگزہ والے چوک میں بھائیوں کی دوکان تھی۔ عطر کی مشہور دکان تھی سکھوں کی یہ دوکان سارے ہندوستان میں مشہور تھی۔ اس چوک میں ہر وقت عطر کی خوشبو پھیلی رہتی تھی۔ بھائیوں کی دکان سے ہر جمعرات کی شام لنگر تقسیم ہوتا تھا۔ سینکڑوں غریب ہندو' سکھ اور مسلمان کھانا کھاتے تھے نوگزے کی کوئی تاریخ تو نہیں ملتی البتہ اس مزار پر تقسیم سے پہلے اور تقسیم کے بعد موسیقی کی یادگار محفلیں منعقد ہوتی تھی لاہور کے بڑے بڑے گویئے' فنکار' موسیقار اور بائیاں حاضری دیتے تھے۔ چراغاں ہوتا۔ لوگ فاتحہ خوانی کرتے چڑھاوے اسی محلے کے لوگ زیادہ تر چڑھاتے ہیں عرس بھی ہوتا ہے۔ لنگر تقسیم ہوتا ہے تبرک تقسیم ہوتا ہے۔

موسیقی کی جو محفلیں منعقد ہوتی تھیں۔ ان میں بڑے غلام علی' برکت علی خان ان کے تمام بھائی خان عاشق علی خان چھوٹے عاشق علی خان چھوٹے غلام علی۔ امیر علی' پٹیالہ کا سارا گھرانہ شام چوراسی کا سارا گھرانہ' قادر بخش پکھاوجی سوہنی کلارنٹ والا' سنتو خان قوال استاد توکل خاں' استاد نیاز حسین شامی' تمام گویئے ان محفلوں میں شریک ہوتے۔ آپس میں مقابلے ہوتے۔ فن پر بحث مباحثے ہوتے اور لڑائی جھگڑے بھی ہو جاتے۔

نوگزہ پیر اسے کیوں کہتے ہیں شاید قد پیر صاحب کا زیادہ ہو۔ یا کوئی اور وجہ بھی ہو سکتی ہے۔ مگر مزار پر رونقیں برسوں سے جاری و ساری ہیں کیونکہ یہ علاقہ

marfat.com
Marfat.com

ہی فنکاروں کا ہے مزار کو قبر کے حوالے سے نہیں صاحب قبر کی عظمت کے حوالے سے پہچانا جاتا ہے قبر کے زندہ رہنے سے بھی ایک پہلو ضرور یہ سامنے آتا ہے کہ صاحب قبر کی زندگی کا کوئی گوشہ منور ضرور ہو گا۔

دو موریہ پل والے پیر صاحب

دو موریہ پل کے اوپر ایک بزرگ ریلوے لائنوں کے درمیان آسودہ خاک ہیں۔ یہ بھی پیر غائب شاہؒ کے نام سے مشہور ہیں۔ جب انگریزوں نے ریلوے نظام قائم کیا تو دو موریہ پل پر' مصری شاہ والی سائیڈ پر جو آخری ریل کی پٹڑی تھی اس نے انگریز ریلوے انجینئروں کو ہلا کر رکھ دیا۔ یہ آخری ریل کی پٹڑی تھی اس پر سے کوئی انجن گزرتا۔ کوئی ریل کا ڈبہ گزرتا ایک خاص جگہ پر پہنچ کر الٹ جاتا۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں اس بزرگ کی خانقاہ ہے۔ وہی جگہ تھی۔ ایک انگریز بھی بزرگوں کا قائل تھا۔ اس نے چند مسلمان افسروں کو بلایا۔ اور اس جگہ کے متعلق بتایا۔ انہوں نے بھی یہی کہا۔ یہاں یقیناً" کوئی بزرگ دفن ہیں۔

ایک روایت یہ بھی ہے۔ کہ وہ بزرگ کسی کو خواب میں ملے اور نشاندہی کی اور فرمایا یہ جگہ ہماری ہے۔ ریلوے لائن اوپر سے گزار لیں۔ تو وہاں سے پٹڑی اکھاڑ کر پٹڑی اوپر سے گزار لی گئی۔ وہاں باقاعدہ مزار اور چاردیواری بنادی گئی۔ جب ریل کے ڈبے اور انجن الٹنے کی خبر شہر میں پھیلی تو لوگوں کی عقیدت اس بزرگ کے ساتھ بڑھ گئی۔ لوگ جوق در جوق مزار پر حاضری دینے لگے سو سال سے زیادہ عرصہ ہوگیا ہے۔ اس بزرگ کی عقیدت میں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ ہر جمعرات چراغاں ہوتا ہے۔ لوگ ان کے نام پر نذر نیاز دلاتے ہیں۔ قوالیاں بھی ہوتی ہیں۔ لوگوں کی مرادیں بھی پوری ہوتی ہیں۔ جو کامل بزرگ ہوتے ہیں۔ وہ اپنی قبر محفوظ رکھتے ہیں اور صاحب قبر کی روح اپنے مرقد کی جگہ کو نہیں چھوڑتی۔

marfat.com
Marfat.com

بزرگ تو علم نہیں کب کے وصل پا چکے ہیں۔ مگر کوئی ڈیڑھ سو سال سے یہ مرقد زندہ ہے۔ لوگوں کی عقیدت کا مرکز ہے۔ آج بھی چڑھاوے چڑھتے ہیں لنگر تقسیم ہوتے ہیں۔ تبرک بانٹے جاتے ہیں جس بزرگ کی کرامت ظاہر ہو جائے۔ اس بزرگ کو مان لینا چاہئے دو موریہ پل میں شہر کی جانب داخل ہوں تو پل کے آخر میں مصری شاہ والی سڑک پر پل کے کونے پر یہی مزار شریف ہے مزار ریلوے لائنوں میں ہے۔

کچھ مزارات

اندرون شہر اور بیرونی آبادیوں میں سینکڑوں مزارات ایسے ہیں جن کی تاریخ تو نہیں ملتی مگر ان کو لوگوں نے جھنڈے گاڑ کر سبز چادریں چڑھا کر وہاں لنگر تقسیم کر کے تبرک تقسیم کر کے۔ عرس منعقد کر کے چار دیواریاں اور مزار کے اوپر چھتیں ڈال کر انہیں زندہ رکھا ہوا ہے۔ بھاٹی دروازے کے اندر بیسیوں مزار ہیں۔ محلہ پڑنگا میں بیری والے پیر کا مزار ہے آگے گلی کلتھریاں کے اندر داخل ہوتے ہی ایک مزار ہے یکی دروازہ کے باہر سڑک پار کر کے پرانی میوہ منڈی سے گزر کر اک موریہ پل کی طرف جائیں۔ اس طرف سے داخل ہوتے ہی کئی زندہ مزار ہیں۔ بیرون شہر پرانے باغات میں بہت سے مزار ہیں۔ جو اسی طرح زندہ ہیں۔ یہ تو اللہ پاک ہی بہتر جانتا ہے۔ کہ یہ صاحب مزار بزرگ اپنی کراماتوں کے زور پر زندہ ہیں یا مفاد پرست لوگوں نے انہیں زندہ رکھا ہوا ہے۔ کیونکہ ہمارے ہاں اول اس سلسلے میں کوئی قانون ہی نہیں اگر قانون ہے تو اس کی پاسداری نہیں ہوتی اور نہ ہی متعلقہ محکمہ اتنے فعال اور متحرک ہیں۔ کہ وہ اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھا سکیں۔ جہاں جس کا دل چاہتا ہے۔ کسی کو دفن کر کے اس کا جو چاہے نام رکھ کر نعوذ باللہ قطب الاقطاب یا دیگر بڑے بڑے القاب سے صاحب قبر کو مزار کو چار دیواری بنا کر تختیاں لگا کر کاروبار کی صورت بنا لیتے ہیں بھنگ خانے، چرس خانے۔ چنڈو

marfat.com
Marfat.com

خانے ' جوئے خانے اور منشیات کے کاروبار بھی ہونے لگتے ہیں اس طرح کے سینکڑوں اڈے اس شہر کے اندر باہر موجود ہیں ۔ اس طرح مزارات کی حرمت اور تقدس کے داعی بھی اس سلسلے میں کوئی منظم قدم نہیں اٹھاسکتے۔ کیونکہ مفاد پرست لوگ آمادہ فساد ہوجاتے ہیں۔ ایسے مفاد پرست لوگوں کے باعث بھی بریلوی مسلک کو کافی نقصان پہنچ رہا ہے۔

ان سینکڑوں مزاروں میں سب مزار جعلی اور نقلی نہیں ہیں بہت سے مزار صاحب کرامت اور صاحب ولایت بزرگوں کے نام بھی گمنامی میں تاریخ کی آنکھ سے اوجھل ہیں۔ مگر ان ولیوں اور مجذوبوں کے مزارات پر بھی مفاد پرستوں کا ہی قبضہ ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ مزارات کو ایسے لوگوں سے پاک کیا جائے ۔ اور سواد اعظم کو بدنامی سے بچایا جائے۔

بابا گھدو شاہؒ

بابا جی کا مزار بھاٹی دروازے کے باہر ہے ۔ گاماں پہلوان رستم زماں کے اکھاڑے کے ساتھ ہے۔ شہر کے گرد نہر بہتی تھی ۔ خوبصورت باغات' پارکوں کی صورت میں چھوٹے چھوٹے سبزہ زار تھے۔ اکھاڑے آباد تھے۔ باغات سیر گاہوں کا منظر پیش کرتے تھے۔ اذان سے پہلے لوگ کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے ۔ حضرت داتا گنج بخش کے مزار والی مسجد اور دیگر مسجدوں کی طرف جاتے تھے ہندو عورتیں اور مرد اسی نورانی اندھیرے میں رام رام کرتے ہوئے دریائے راوی کی طرف قدم بڑھاتے رواں دواں رہتے تھے تو اس وقت یہ اکھاڑے ۔ یہ نہر۔ یہ باؤلیاں ۔ یہ سیر گاہیں ' یہ سبزہ زار آباد تھے۔ اس وقت بابا گھدو شاہ کی خانقاہ پر رونقیں اور ہر جمعرات کو چراغاں کا منظر دید کے قابل ہوتا تھا اس اکھاڑے پر زور کرنے والے کثرت کرنے والے مزار بابا گھدو شاہ کا بہت احترام کرتے ۔ سالانہ عرس ہوتا ۔ لنگر تقسیم ہوتا۔ قوالیاں ہوتیں۔ مولانا محمد بخش مسلم۔ اور مولوی غلام دین مسجد انجن

marfat.com
Marfat.com

شیڈ والے یہاں نماز فجر کے بعد ایمان پرور تقاریر کرتے ۔ سینکڑوں کی تعداد میں مسلمان مرد اور عورتیں باقاعدگی سے وعظ سنتے مسلمان عورتیں زیادہ تر سفید لٹھے کے ٹوپی والے برقعے پہن کر آتی تھیں۔ بابا گھوڑ شاہ کے مزار پر ایک ایمان پرور ماحول رہتا۔ کثرت سے لوگ فاتحہ خوانی کرتے۔

جب گاماں پہلوان رستم زماں لاہور میں ہوتے تو اکھاڑے کی رونق دوبالا ہو جاتی پہلوان کے تمام شاگرد جن میں جیجا گھٹے والا ۔ حمی ٹونی ۔ شفیع مشین مین۔ اور پہلوان کے بھتیجے بھولو برادران ۔ بھانجا غلام محی الدین اور بیسیوں شاگرد زور کرتے صفیں بچھی ہوتیں ۔ اور بوڑھے استاد اور خلیفے وہاں بیٹھے ہوتے سینکڑوں لوگ ۔ ہندو ۔ مسلمان ۔ سکھ یہ منظر دیکھنے کے لئے جمع ہوتے ۔

ہر جمعرات کو اکھاڑے پر چھٹی ہوتی ۔ اکھاڑے کے کنارے پر چراغ جلائے جاتے اور مزار بابا گھوڑ شاہ پر باقاعدہ چراغاں ہوتا۔ بابا گھوڑ شاہ کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ کم و بیش سو سال سے یہاں آسودہ خاک ہے ۔ یہ بزرگ مجذوب تھا۔ کم بولتا تھا ۔ اور کسی سے کچھ مانگتا بھی نہیں تھا۔ مرد عورتوں کا ہجوم گرد جمع رہتا۔ لوگ کھانے پینے کی چیزیں پیش کرتے مگر یہ قبول نہیں کرتے تھے۔ البتہ جس پر نگہ کرم پڑ جاتی مراد پوری ہو جاتی۔

اب باغات ختم ہو چکے ہیں ۔ نہر بند ہو چکی ہے ۔ اکھاڑے ویران پڑے ہیں ۔ مگر بابا گھوڑ شاہ کا مزار زندہ ہے۔ ہر جمعرات چراغاں ہوتا ہے ۔ لوگ فاتحہ خوانی بھی کرتے ہیں ۔ مگر پہلی سی گہما گہمی نہیں ہے۔ گو سامنے باغ میں ہیر پڑھنے اور سننے والے ۔ یوسف زلیخا۔ گل بکاؤلی وغیرہ پڑھنے والے اور بوڑھے بوڑھے سننے والوں ۔ تاش کھیلنے والوں ۔ حجام اور بھکاریوں کا اب بھی وہاں ہجوم رہتا ہے۔ اس طرح بابا گھوڑ شاہ کے گرد اب بھی ایک رونق سی رہتی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت معصوم شاہؒ

آپ کا مزار لال کوٹھی کے اندر تھا۔ یہ کوٹھی رائے بہادر رام سرنداس کی تھی۔ جو خود فقیروں اور درویشوں کے عقیدتمند تھے۔ لال کوٹھی اور میلا رام ملز حضرت داتا گنج بخشؒ کے ساتھ تھیں۔ رائے بہادر نے مسلم ملازمین کو حکم دے رکھا تھا۔ کہ مزار پر ہر جمعرات کو باقاعدگی سے چراغ جلائے جائیں۔ کوئی بھی فاتحہ خوانی کے لئے آئے اسے روکا نہ جائے۔ سالانہ عرس پر رائے بہادر کی طرف سے لنگر بھی تقسیم ہوتا تھا۔ رائے بہادر فارسی دان بزرگ تھے۔ پاکستان معرض وجود میں آیا۔ تو اب صورت حال بالکل بدل گئی ہے۔ نہ لال کوٹھی ہے نہ میلا رام ملز ہیں۔

حضرت معصوم شاہؒ کا مزار اب داتا دربار روڈ کے کنارے ہے۔ اور ایک چھوٹے سے تہ خانے میں ہے۔ ساتھ مسجد ہے۔ مسجد کے اندر سے سیڑھیاں نیچے مزار تک جاتی ہیں۔ مگر سڑک کی طرف فٹ پاتھ پر بڑی کھڑکی ہے۔ لوگ باقاعدہ فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔ لنگر بھی کبھی کبھی تقسیم ہوتا ہے۔ ان کے بھی بہت لوگ عقیدتمند ہیں۔ دربار داتا کے بالکل قریب یہ ابدی نیند سوئے ہیں مگر قبر زندہ ہے۔

حامد بھیاؒ درویش

یہ آج کل کے درویشوں میں ہیں۔ عام زندگی بسر کرتے تھے۔ مگر درویشانہ صفات سے دل اور ذہن منور تھے۔ انہوں نے گھربار چھوڑ کر داتا صاحبؒ کے قرب میں ڈیرا لگایا ہوا تھا۔ داتا صاحب کے گہرے عقیدتمندوں میں سے تھے۔ دال روٹی کا لنگر ہر وقت جاری رہتا۔ جو حامد بھیا کی وفات کے بعد آج بھی جاری ہے۔

marfat.com
Marfat.com

یہ مخیر بزرگ تھا۔ قوال آجاتے اور عاجزی سے مالی کمزوری کا اظہار کرتے ۔ تو حامد بھیا لوگوں سے ادھار لے کر قوالی کرادیتے اور پیسے قوالوں کو دے دیتے۔ لنگر میں کمزوری محسوس کرتے تو ادھار لے کر لنگر جاری رکھتے۔ داتا صاحب کے شیدائی تھے ۔ خود درویشانہ زندگی گزارتے تھے ۔ لوگوں کا ہجوم حامد بھیا کے گرد جمع رہتا۔ آپ کی وفات ۱۹۸۰ء والے دہاکے میں ہوئی۔ جہاں بیٹھتے تھے وہاں دفن ہوئے ۔ داتا دربار کو جانے والی پہلی سڑک سے مڑ کر آگے چھوٹا سا سبز رنگ کا مزار ہے ۔ لوگ فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔ عرس باقاعدگی سے ہوتا ہے۔

کھڑ کڑ پیر ؒ

حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش ؒ کے آستانہ عالیہ کے عقب میں ایک پرانا مزار ہے ۔ یہ کسی مجذوب کا مزار ہے لیکن عقیدتمندوں کا پہلے ہجوم رہتا تھا ۔ اب چرچا کم ہوگیا ہے ۔ اس مجذوب میں کشش یہ تھی کہ ۔ ہر جمعرات کو ایک محفل موسیقی منعقد ہوتی تھی جس میں بڑے چھوٹے سب گویئے حصہ لیتے ۔ اس مجذوب کی کرامت یہ ہے۔ کہ مزار پر موسیقی کی محفلوں میں باقاعدہ حاضری دینے والے کئی بڑے نامور گویئے بن گئے ۔ تمام بڑے بڑے نامور گویوں نے یہاں حاضری دی ان میں بڑے عاشق علی ' بڑے غلام علی ۔ توکل خان۔ سوہنی کارنٹ والا۔ استاد نیاز حسین شاہی۔ نزاکت سلامت کا بچپن تھا۔ گروہ نیاز شاہی کے ساتھ آتے اور خوب گاتے ۔ یہ 1939ء کا دور تھا۔ استاد برکت علی خاں ۔ علی بخش قصوریا ۔ علی بخش ظہور ۔ محمد رفیع ۔ محمد شفیع نائی۔ غلام حسین ۔ اور بہت سے نئے گانے والے یہاں پر ہر جمعرات باقاعدگی سے حاضری دیتے ۔ بڑے گویئے آجاتے تو چھوٹے گانے والوں کی باری نہ آتی ۔ باجہ ۔ طبلہ۔ تمکناری یہ مزار کی ملکیت تھے۔ باقی ستار۔ سارنگی وغیرہ ساز بجانے والے استاد خود ساتھ لاتے۔ لاہور کے علاوہ دوسرے شہروں سے بھی لوگ یہاں آکر گاتے ۔ بڑے گویئے تو ویسے ہی

marfat.com

Marfat.com

نامور تھے ۔ چھوٹے گانے والوں میں محمد رفیع نے عالمی شہرت حاصل کی ۔ یہ محمد رفیع وہی ہیں جنہوں نے بھارت میں ۳۵ ہزار سے زائد گانے گائے اور ریکارڈ قائم کیا۔ کمرکڑ پیر جمعرات کو آکر گانے والوں میں یہ بہت بڑا نام ہے۔ علی بخش ظہور نے بھی بڑا نام پیدا کیا۔ محمد شفیع نائی کا بیٹا انور رفیع ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے ۔ وہ بھی کافی نامور ہے ۔

پہلے یہاں لنگر تقسیم ہوتا۔ ہر سال باقاعدگی سے عرس ہوتا تھا چڑھاوے چڑھتے ۔ یہ مزار پہلے کھیتوں میں تھا۔ اب بڑی بڑی عمارتوں کے درمیان ہے ۔ موسیقی کی محفلیں بھی سرد پڑ چکی ہیں ۔ دکھ کی بات یہ ہے کہ مزار کے ساتھ چنڈو خانہ ہے ۔ شرفاء اس سے نفرت کرتے ہیں۔ اہل سنت و الجماعت تنظیموں کو اس جانب توجہ دینی چاہئے۔ بہرحال مزار پاکستان سے پہلے بہت مشہور تھا ۔ یہاں بڑی رونق رہتی تھی۔

ڈوڈی پیرؒ

اس مجذوب بزرگ کے اصل نام کا تو علم نہیں۔ البتہ اس کے عقیدت مند ریلوے اسٹیشن کے اس پار سلطان پورہ میں بہت ہیں ۔ یہاں کسی دور میں کھیت تھے۔ کھیتوں کے درمیان چار دیواری کے اندر مزار تھا ۔ مزار باغبانپورہ کو جانے والی چھوٹی سڑک اور بڑی سڑک کے درمیان سلطانپورہ میں ہے نزدیکی علاقے تیزاب احاطہ کوچہ محمدی ہیں ۔ اب ارد گرد تمام علاقے میں عمارتیں بن گئی ہیں ۔ ہر سال باقاعدگی سے عرس ہوتا ہے لنگر تقسیم ہوتا ہے معمولی میلا بھی لگتا ہے ۔ اس پیر کی خدمات سے سلطانپورہ کی ارائیں برادری کو بڑا فیض ملا ۔ یہ خاندان اس بزرگ کے مزار اور انتظام وغیرہ کا خاص خیال رکھتا ہے ۔

اس مزار پر سرشام خواتین چراغ جلاتی ہیں ۔ منتیں مانتی ہیں ۔ ڈوڈی پیر کی

marfat.com
Marfat.com

تاریخ کے متعلق کسی کو کچھ علم نہیں۔ مگر لوگوں کی عقیدت کا مرکز ضرور ہے۔ علاقے کے لوگ آپ سے بے حد عقیدت رکھتے ہیں۔

یہ مزار بابا گھوڑے شاہ روڈ پر مزار بابا گھوڑے شاہؒ سے ایک فرلانگ کے فاصلے پر ہے۔ اور محلے کے اندر ہے۔ عرس کے علاوہ بھی یہاں دیگیں پکتی رہتی ہیں۔ لوگ فاتحہ خوانی بھی کرتے ہیں۔ پہلے اس محلے کا نام ہی ڈوڈی پیر تھا اب صورتحال بدل گئی ہے۔ اس بزرگ کے متعلق اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ مجذوب تھے جس کے لئے بابا جی دعا کرتے تھے قبول ہو جاتی تھی۔

بابا مہر دینؒ فوجی

روز نامہ پاکستان ٹائمز کے سامنے تقسیم سے پہلے بھارت بلڈنگ تھی سامنے میو ہسپتال اور دوسری جانب گوالمنڈی ہے یہ تقسیم ہند کے بعد بھی کچھ دیر رہی پھر اس تاریخی بلڈنگ کو ختم کر کے یہاں مارکیٹیں بن گئیں۔ ان مارکیٹوں اور پاکستان ٹائمز کے درمیان ایک گلی ہے۔ مارکیٹ کی طرف اس گلی کے ایک کنارے پر بابا میر دین فوجی کی جھونپڑی تھی۔ مہر دین کی کمزور سی جھونپڑی اتنی چھوٹی تھی کہ ایک آدمی پیر پسار کر اس میں لیٹ بھی نہیں سکتا تھا۔ مگر بابا آندھی ہو۔ طوفان ہو۔ بارش ہو گرمی ہو۔ سخت سردی ہو اسی جھونپڑی میں رہتا تھا۔ نہ کوئی بستر تھا نہ کپڑے تھے۔ نہ دوسرا کوئی سامان تھا۔ وہ مانگتا بھی نہیں تھا کہیں آتا جاتا بھی نہیں تھا۔ کچھ لوگ مرضی سے اسے دو چار آنے دے جاتے تھے کھانے پینے کے معاملے میں بھی اس کا نہ کوئی وقت تھا نہ اسے کبھی کھاتے پیتے دیکھا۔ کبھی چائے پی لیتا تھا۔ وہ پہلے فوج میں بھرتی تھا۔ پھر نوکری چھوڑ کر درویشی اختیار کی۔ پھر وہ نیم مجذوب سا ہو گیا۔ ایک تہبند اور قمیض پہنے رہتا۔ دوسرا کپڑا اس کے پاس کبھی نہیں دیکھا گیا۔ وہ یہاں سے کسی دور دراز گاؤں سے آیا تھا۔ اس پر ایک مضمون روز نامہ امروز میں بھی شائع ہوا تھا۔

marfat.com
Marfat.com

کچھ لوگ اس مجذوب کی سرپرستی کرتے تھے مگر وہ اپنے مفاد کے لئے یہ سب کچھ کرتے تھے۔ وہ یہیں فوت ہوا اور ساتھ والی گلی میں دفن ہوا۔ اس کا مزار ان لوگوں نے شاندار طریقے سے بنایا۔ ہر جمعرات چراغاں بھی ہوتا ہے اور سالانہ عرس بھی ہوتا ہے۔ قوالیاں ہوتی ہیں۔ لنگر تقسیم ہوتے ہیں اور نذر نیاز بٹتی رہتی ہے۔

پیر غائب شاہؒ

آج کل ریڈیو اسٹیشن اور ٹی وی اسٹیشن کی عمارتیں اور فلک بوس انٹینے نصب ہیں پہلے اس وسیع رقبے پر درمیان میں دو تین کمرے تھے۔ باقی تمام رقبے پر سرکنڈے تھے۔ یہ کوٹھی نمبر ۱۲ کہلاتی تھی اور یہاں فوجی بھرتی ہوتی تھی۔ ٹی وی اسٹیشن کے کونے پر اس دور میں کچھ ٹپریواس اپنی ٹپریاں لگائے رکھتے تھے یہ صورت پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے پہلے بھی تھی پاکستان میں بھی یہ صورت قائم رہی۔ پہلے ریڈیو اسٹیشن کی عمارت تعمیر ہوئی اور کچھ سال بعد ٹی وی کی عمارت بھی بن گئی۔ مگر اس گوشے پر جہاں اب پیر غائب شاہ کا مزار ہے خانہ بدوشوں کے زیر استعمال ہی رہا۔ مگر اب ان ٹپریوں کے درمیان ایک قبر بھی تھی۔ یہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ قبر پہلے بھی تھی یا نئی کوئی میت یہاں دفن ہوئی یا نہیں۔ پھر قریب ہی محکمہ اطلاعات عامہ پنجاب کے دفاتر اور ٹی وی کے درمیان خانہ بدوشوں والا کافی رقبہ خالی پڑا تھا جو پنجاب یونین آف جرنلسٹس کو پریس کلب کے لئے الاٹ ہوا۔ مگر قبر ایک متنازعہ حیثیت اختیار کر گئی۔ وہ اس لئے کہ صحافیوں کی یونین میں دو گروپ تھے ایک وہاں پریس کلب بننے کے حق میں تھا۔ ایک اس کے مخالف تھا۔ پریس کلب کے تہ خانے کی کھدائی ہوئی۔ تعمیر بھی شروع ہوئی۔ مخالف گروپ نے اس قبر کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور کہا یہ بزرگ کی قبر ہے۔ اس کی بے حرمتی ہو گی تعمیر رک گی۔ جھگڑا چلتا رہا۔ آخر پریس کلب تو

marfat.com

Marfat.com

شملہ پہاڑی کے دامن میں بن گئی یہ پلاٹ آج تک اسی حالت میں پڑا ہے۔

البتہ پیر غائب شاہؒ کے مزار کو بہترین طریقے سے کچھ جگہ پر سڑک کے کنارے تعمیر کیا گیا۔ متولی بھی بن گئے۔ عرس مبارک بھی کئی سال سے باقاعدگی سے ہوتا ہے۔ لنگر تقسیم ہوتا ہے۔ لوگ چادریں چڑھاتے ہیں۔ بجلی لگی ہوئی ہے اب وہاں ٹھنڈے پانی کا کولر زر کثیر خرچ کرکے لگا ہوا ہے خانقاہ اور مزار سفید پتھر سے مزین ہیں۔ روزانہ رات کو چراغاں ہوتا ہے۔ ڈھول ڈھمکے۔ قوالیاں وغیرہ بھی ہوتی ہیں جھنڈے لہراتے ہیں عقیدتمند بہت زیادہ تعداد میں فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔ عورتیں آکر چڑھاوے چڑھاتی ہیں اور مرادیں مانگتی ہیں۔ آس پاس دکانیں بھی ہیں۔ ایک مختصر میلا سا لگا رہتا ہے۔ اب ۱۹۹۸ء میں متولی کی رہائش کا اہتمام بھی ہے۔ باقاعدہ ایک کونے پر ان کا باقاعدہ قبضہ ہے۔ پلاٹ کا وسیع رقبہ آج بھی ویران ہے۔ لوگ کہتے ہیں یہ ویرانی پیر غائب شاہ کی کرامت ہے۔ اس قبر یا اہل قبر کے متعلق اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بابا رزاق شاہؒ

یہ مزار تیز لب املاء کے عقب میں ہے۔ کوچہ محمدی کی بڑی مسجد کے ساتھ ایک باغیچی میں یہ مزار ہے۔ بابا جی بھی مجذوب تھے۔ تن تنہا رہتے تھے۔ لوگ دعا کے لئے گرد جمع رہتے۔ اس محلے کے لوگ بابا جی سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں۔ ہر روز سر شام چراغ جلایا جاتا ہے عرس بھی باقاعدگی سے ہوتا ہے۔ لوگ منتیں مانتے ہیں۔ بہت سے لوگوں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں محلے کے لوگ مزار کے احترام اور دیکھ بھال میں خاصی دلچسپی لیتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

چند مزارات

باغبانپورہ کو جانے والی اس چھوٹی سڑک پر بہت مزارات ہیں ۔ ریلوے اسٹیشن کے پل سے اتر کر اس چھوٹی سڑک کا آغاز ہوتا ہے ۔ اس سڑک پر چڑہ منڈی ۔ سلطانپورہ ۔ گھوڑے شاہ ' گجر پورہ ' اور سنگھ پورہ تک جاکر یہ سڑک باغبانپورہ میں جا داخل ہوتی ہے ۔ شروع سے لے کر آخر تک اس سڑک پر کم و بیش تیس چالیس مزار ایسے ہیں جن پر سر شام چراغ جلتے ہیں آبادی بڑھ جانے کے بلوجود یہ مزار زندہ ہیں ۔ صرف یہ ہے مزارات کے گرد کشادگی کا احساس سمٹ کر رہ گیا ہے اور جگہ جگہ رہائش کے باعث مزارات کی جگہ تنگ ہو کر رہ گئی ہے ۔

marfat.com
Marfat.com

موجودہ دور کے بزرگ اور لاہور کے چند مقبرے

حضرت علامہ محمد اقبالؒ

بہ مصطفےٰ بہ رساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بو لہبی ست

حضرت علامہ اقبالؒ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلیٰ مدارج پر تھے۔ حضور اکرمؐ کا اسم مطہر آتا تو آنسو جاری ہوجاتے۔ وجدانی کیفیت طاری ہوجاتی۔ استغراق کا یہ عالم ہوتا کہ کئی کئی گھنٹے خاموش رہتے۔

ڈاکٹر لوکس فورمن کرسچن کالج کے پرنسپل تھے۔ انہوں نے آپ سے کہا آپ ترقی یافتہ دور کے بہت بڑے مفکر ہیں۔ کیا آپ کو یقین ہے؟ کہ پیغمبر اسلامؐ پر قرآن پاک لفظ بہ لفظ عربی میں نازل ہوا؟ آپ نے فرمایا یقین نہیں میرا ایمان ہے۔ دیکھو میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادنیٰ غلام ہوں۔ مجھ پر شعر لفظ بہ لفظ نازل ہوئے ہیں۔ میرے آقا محبوب رب ذوالجلال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو بہت بڑی ہستی تھیں۔ دیکھو قرآن ایسا کلام ہے کہ گوئٹے نے جب جرمن زبان میں ترجمہ پڑھا تو کہا۔ جب میں یہ کتاب پڑھتا ہوں تو جسم کے اندر میری روح کانپنے لگتی ہے۔ علامہ اقبالؒ نے فرمایا جب مجھ پر شعر نازل ہوتے تو مجھ پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ مگر ہر حالت ہر وقت طاری نہیں رہتی جب شعر اترتے ہیں تو استغراق کا عالم ہوتا ہے۔ شعر اترتے چلے جاتے ہیں۔ یہ کیفیت کئی مرتبہ کئی ماہ یا سال بھر یا اس سے بھی زیادہ طاری نہیں ہوتی۔ مگر وہ کیفیت طاری

marfat.com
Marfat.com

ہوتی ہے تو وہیں سے شعر اترنے شروع ہوتے ہیں جہاں سے سلسلہ ٹوٹا تھا۔ جب ایک شاعر پر یہ الہام ہو سکتا ہے تو پیغمبر تو بالکل عام انسانوں سے ماورا ہستی ہوتی ہے۔

یہ اسی دور کے صاحب ولایت و کرامت بزرگ تھے ۔ بہت بڑے عالم تھے اور شعروں سے خوبصورت حسین اور عالمانہ انداز میں قرآن کی تشریح کی ۔ ولایت و کرامت اللہ تعالٰی نے آپ کو عطا کی تھی۔ مسلمانوں کی جواں نسل کو جگانے کا فریضہ آپ کو سونپا گیا تھا ۔ اور خلق خدا کے حوالے سے بڑے بلند مقام پر یہ کام تھا۔

بڑے بڑے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے ۔ حکیم احمد شجاع آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے بے حد پریشان تھے ۔ اضطرابی کیفیت طاری تھی۔ حکیم صاحب نے پوچھا۔ آپ اتنے پریشان کیوں ہیں۔ فرمایا میں اس لئے پریشان ہوں کہ کہیں میری عمر آقائے دو جہاںؐ سے زیادہ نہ ہو جائے۔ آپ کی دعا پوری ہوئی اور آپ نے 61 برس کی عمر میں وفات پائی عشق رسولؐ آپ کی رگوں میں سرایت کر چکا تھا۔

گول میز کانفرنس سے واپسی پر یورپ اور مشرق وسطٰی کا دورہ کیا۔ جب واپس آئے تو کسی نے کہا۔ جناب اتنا لمبا سفر کیا۔ وہاں روضہ اطہر کی زیارت بھی کر لیتے؟ اس پر آپ کا رنگ اڑ گیا۔ حالت غیر ہو گئی۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے کہ تھمتے ہی نہ تھے ۔ جب ذرا حالت سنبھلی تو فرمایا ۔ میں کس منہ سے روضہ اطہر پر جاتا۔ پھر بہت دیر تک آپ آنسو بہاتے رہے ۔ کسی نے پوچھا دیدار رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہو جائے تو بخشش کے دروازے کھل جاتے ہیں ۔ آپ نے فرمایا اسوہ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں زندگی ڈھال لو یہی دیدار مصطفٰی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے ۔

۱۹۳۰ء کے آغاز میں آپ کو ایک خط ملا جس پر کوئی نام پتہ نہیں تھا۔ مضمون

marfat.com

Marfat.com

یہ تھا۔ کہ دربار رسول مقبولؐ میں تمہارا ایک خاص مقام ہے۔ جس کا علم تم کو نہیں ہے۔ (ایک وظیفہ لکھا ہوا تھا) یہ پڑھا کرو تمہیں اس مقام کا علم ہو جائے گا وظیفے کے الفاظ باقاعدہ خط میں درج تھے۔ کیونکہ نام پتہ نہیں تھا اس لئے آپ نے خط کی جانب توجہ نہ دی۔ اور خط کہیں کھو گیا۔ اس خط کے چار ماہ بعد کشمیر سے ایک نوجوان پیرزادہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ کو دیکھ کر زار و قطار رونے لگا۔ وہ بڑا شریف زادہ اور عبادت گزار معلوم ہوتا تھا۔ جب اس کے آنسو تھمے تو آپ نے فرمایا۔ بھائی آپ کو کس چیز کی ضرورت ہے۔ میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں ؟ بڑی محبت اور شفقت سے آپ نے اس سے بات کی۔ وہ بولا مجھے کسی مدد کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر بڑا کرم ہے۔ میرے بزرگوں نے اللہ پاک کی ملازمت کی تھی ان کی پنشن کھا رہا ہوں۔ میرے رونے کا سبب کوئی ضرورت یا خواہش نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے محبت سے پوچھا تو بولا میں سرینگر کے قریب ایک گاؤں نوگام کا رہنے والا ہوں۔ وہاں میں نے ایک دن عالم کشف میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دربار دیکھا۔ آپؐ امامت پر کھڑے تھے۔ صف بندی ہو رہی تھی۔ آپؐ نے فرمایا۔ محمد اقبال آیا ہے یا نہیں ہے معلوم ہوا وہ محفل میں نہیں۔ اس پر ایک بزرگ کو حکم ہوا کہ وہ اقبال کو بلا کر لائے۔ تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا وہ بزرگ بے ریش نوجوان کو لئے آ رہے ہیں۔ وہ حضور اکرمؐ کے دائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ اس پیرزادے نے کہا میں آپ کا نام اور پتہ جانتا تھا۔ آپ کی شہرت بھی سنی تھی۔ مگر آپ کو دیکھا نہیں تھا۔ میں نے یہ واقعہ کشمیر میں مولوی نجم دین صاحب کو بتایا۔ انہوں نے آپ کی بڑی تعریف کی۔ انہوں نے بھی آپ کو دیکھا تو نہیں تھا مگر آپ کی تحریروں اور اشعار کے بڑے معترف تھے۔ وہاں سے مجھے آپ کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوا میں کشمیر سے صرف آپ کو دیکھنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ بہت لمبا سفر تھا۔ سرینگر سے لاہور لوگوں کے لئے بہت بڑا سفر ہے۔ مگر میرے اشتیاق نے اس سفر کو آسان اور مختصر کر دیا۔ مجھے یہ تصدیق کرنے کا شوق تھا کہ حضور اکرمؐ کی امامت میں نماز ادا کرنے

marfat.com
Marfat.com

والے اقبال آپ ہیں۔ یا کوئی اور تھا آپ یقین کریں بالکل آپ ہی تھے۔ آپ کو جس مرتبے پر میں نے دیکھا وہ آپ کے ماں باپ کی دعاؤں کا اثر ہے۔

اس پر آپ کے آنسو آگئے اور وہ گمنام خط بھی آپ کو یاد آیا۔ بہت تلاش کیا مگر وہ نہ ملا۔

علامہ محمد اقبالؒ پیدائشی ولی تھے۔ مگر جب تک روحانی موڑ نہ آیا بے خبری کے عالم میں رہے۔ اس دور کی شاعری دنیا سے ہی مربوط ہے۔ جب اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہوئے۔ ساری دنیا کو پس پشت ڈال دیا۔ بات بات پر اشکبار ہو جاتے۔ آقائے دو جہاںؐ کا نام آتا تو ایسی کیفیت طاری ہوتی کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے۔ ساری دنیا میں آپ کی شہرت پھیلی ہوئی ہے۔

کیمبرج یونیورسٹی کے پروفیسر نکلسن کا خط موصول ہوا۔ تو آپ زار و قطار رونے لگے۔ پروفیسر مشرقی علوم کے ماہر تھے۔ احباب نے رونے کا سبب پوچھا تو بتایا کہ پروفیسر نے اسرار خودی کے انگریزی ترجمے کی اجازت مانگی ہے میں روتا اس لئے ہوں کہ جن کے لئے میں نے یہ کتاب لکھی ہے وہ نہ اس کو پڑھتے ہیں نہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اب اہل یورپ اس ترجمے کے ذریعے میرا پیغام اپنے نوجوانوں کو پہنچائیں گے۔

حضرت داتا گنج بخشؒ کے آستانہ عالیہ پر کوئی "روشن ضمیر" درویش آئے ہوئے تھے آپ کو معلوم ہوا تو آپ کے دل میں ان سے ملنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ آپ اس بزرگ سے یہ پوچھنا چاہتے تھے کہ جب مسلمانوں سے یہ وعدہ ہے۔ کہ وہ اقوام عالم میں سربلند رہیں گے مگر اب مسلمان اتنی پستی اور ذلت کا شکار کیوں ہیں؟ روز پروگرام بناتے کہ آج اس درویش روشن ضمیر سے ملاقات کے لئے جائیں گے۔ مگر ہر روز تیار ہوتے ہوتے دیر ہو جاتی۔ کئی دن اسی طرح گزر گئے ایک دن صبح سویرے علی بخش حاضر ہوا۔ اور علامہ اقبالؒ سے کہا۔ ایک بزرگ آپ سے ملنے آئے ہیں۔ آپ نے کہا لے آؤ۔ ایک درویش صورت

marfat.com
Marfat.com

اجنبی آپ کے سامنے آکر کھڑے ہوگئے۔ آپ نے کہا۔ فرمایئے آپ نے مجھ سے کچھ کہنا ہے۔؟ بزرگ مسکرائے اور فرمایا میں نے تو کچھ نہیں کہنا۔ آپ نے مجھ سے کچھ پوچھنا تھا۔ یہ کہہ کر مولانا رومیؒ کا یہ شعر پڑھا۔

گفت رومی ہر بنائے کہنہ کا باداں کنند
تو نہ دانی اول آں بنیاد را ویراں کنند

شعر سن کر علامہ پر ایک کیفیت طاری ہوگئی۔ جب ذرا سنبھلے تو آنکھ اٹھا کر دیکھا تو وہاں کوئی نہیں تھا۔ علی بخش نے بھاگ دوڑ کی۔ ہر جگہ تلاش کیا مگر اس محترم بزرگ کا سراغ نہ ملا۔

اللہ تعالیٰ کے متعلق کسی نے دریافت کیا فرمایا تو خدا کی ہستی ناقابل انکار حقیقت ہے۔ اس کے ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ آقائے دوجہاںؐ ایسی ہستی ہیں جن کو دشمنوں نے بھی کہا کہ اس ہستی نے کبھی جھوٹ نہیں بولا کسی نے آپ سے سوال کیا کہ آپ بہت بڑے فلسفی اور مفکر ہیں مگر آپ اللہ تعالیٰ کے وجود پر عقلی دلائل لانے کی بجائے اس کا ذکر صرف خوش اعتقادی سے کرتے ہیں؟ آپ نے سوال کرنے والے کی بات ٹھنڈے دل سے سنی۔ جب وہ خاموش ہوا تو علامہ اقبالؒ نے فرمایا۔ مجھ سے خدا کے متعلق پوچھتے ہو؟ تو سنو! میں نے خدا کو دیکھا ہے۔ پھر مسکرا کر فرمایا۔ انسان کی زندگی میں ایسے لمحات آتے ہیں جب وہ خدا کو دیکھ سکتا ہے۔ مگر یہ لمحے کم نصیب ہوتے ہیں۔ پھر وقفے کے بعد فرمایا۔ کم بہت ہی کم۔ ہر شخص کے لئے خدا کا مشاہدہ ممکن ہے؟ جب آپ پر یہ سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ یہ دروازہ کسی پر بند نہیں۔ مگر جو دیدار خدا کا طالب ہو اسے چاہئے کہ صبر سے انتظار کرے۔

علی بخش کے حوالے سے مشہور واقعہ ہے کہ ایک رات ایک بزرگ آپ سے ملنے آئے رات دو بجے تک راز و نیاز کی باتیں ہوتی رہیں۔ رات کے دو بجے

marfat.com
Marfat.com

اس بزرگ نے لسی کی فرمائش کی۔ علی بخش جگ لے کر نکلے ۔ سڑک پر ہو کا عالم تھا ۔ اچانک سامنے نظر پڑی تو ریلوے ہیڈ کوارٹر کے گیٹ کے پاس ایک بزرگ دہی کا کونڈا لگائے بیٹھے تھے لسی بنانے والا سب سامان بھی پڑا تھا ۔ علی بخش نے لسی بنوائی اور لا کر علامہ صاحب کو دے دی ۔ آپ پھر سو گیا۔ صبح اسے خیال آیا۔ رات دو بجے لسی کی دکان کھلی تھی ۔ شاید کوئی نئی دوکان کھل گئی ہو ۔ دیکھا تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا ۔ کئی دنوں تک حضرت علامہ صاحب سے اصرار کیا۔ کہ بزرگ کون تھے ؟ آپ نے علی بخش کو ٹالنے کی بہت کوشش کی ۔ مگر علی بخش بضد رہا۔ آپ نے فرمایا اس شرط پر بتاتا ہوں ۔ قسم کھاؤ کہ میری زندگی میں کسی کو نہیں بتاؤ گے؟ علی بخش نے پکا وعدہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ جو بزرگ میرے پاس بیٹھے تھے وہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ تھے اور جو بزرگ دہی کی دوکان لگائے بیٹھے تھے ۔ وہ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ تھے۔ علی بخش نے آپ کی وفات کے بعد ہی یہ انکشاف کیا۔

لاہور کے معروف خطاط میاں دین محمد تھے۔ اپنے فن کے ماہر ترین فنکار تھے لاہور میں آپ کے سینکڑوں شاگرد ہیں ۔ میاں دین محمد کاتب بھی درویش کامل تھے حضرت علامہ اقبالؒ کتابت کا سارا کام انُ سے کراتے تھے ۔ اپنی کوٹھی میں بٹھا کر ان سے کتابت کرایا کرتے تھے۔ وہ دروازہ بند کر کے کام کرتے تھے ۔ ایک دن اچانک دروازہ کھلا علامہ اقبالؒ عجیب قسم کی جلالی کیفیت میں تھے۔ چہرے پہ عجیب تاثرات تھے بڑے دبدبے سے فرمایا۔ دین محمد اگر میں مرگیا تو میری قبر پر جاکر اسلام علیکم کہنا میں انشاء اللہ جواب ضرور دوں گا۔ اگر تم پہلے مرگئے ۔ تو میں تمہاری قبر پر جاکر اسلام علیکم کہوں گا ۔ جواب ضرور دینا۔ حضرت علامہ صاحب کی وفات میاں دین محمد سے پہلے ہوئی ۔ مگر وہ علامہؒ سے کیا وعدہ بھول چکے تھے۔ ایک دن دوپہر کا کھانا کھانے کے لئے بیٹھے تو اچانک انہیں وعدہ یاد آگیا۔ نوالا وہیں رکھ دیا اور فوراً اٹھ کر اس ابدال دوراں کے مزار پر گئے ۔ اور بلند آواز سے فرمایا۔ اسلام علیکم یا علامہ صاحب' اسی آواز میں جواب ملا وعلیکم السلام دین محمد۔

marfat.com

Marfat.com

بچپن میں حضرت میاں محمدؒ سیف الملوک والے یہاں آئے۔ حضرت علامہ اقبالؒ کے والد محترم شیخ نور محمد حضرت میاں محمدؒ سے ملنے گئے۔ علامہ اقبال ساتھ تھے۔ حضرت میاں محمدؒ نے آپ کو دیکھا تو فرمایا یہ بچہ ایک دن بہت بڑا آدمی بنے گا۔ شیخ نور محمد خود بھی درویش تھے۔ بولے یہ ضد بہت کرتا ہے ہر بات منوا کر چھوڑتا ہے حضرت میاں محمدؒ نے فرمایا یہی بڑے آدمی بننے کی دلیل ہے۔

مولوی ابراہیم سیشن جج تھے۔ انہیں علامہ محمد اقبالؒ خواب میں ملے اور فرمایا ایک قلندر کا مقدمہ تمہارے سامنے پیش ہوگا۔ اسے رہا کردینا۔ دوسرے دن پولیس نے آوارہ گردی کے الزام میں پکڑے ہوئے ایک آدمی کو پیش کیا اس پھٹے پرانے کپڑوں والے آدمی نے مولوی ابراہیم سیشن جج سے پیش ہوتے ہی پوچھا ہمارا قلندر آپ سے ملا تھا؟ جج صاحب کو وہ خواب یاد آگیا انہوں نے فوراً خود ہی اس کی ضمانت کا انتظام کیا۔ اور تاریخ ڈال دی اگلی پیشی پر قلندر کو باعزت بری کردیا گیا۔ جج مولوی ابراہیم نے اسی قلندر سے کہا کہ اپنے قلندر سے کہنا مجھے اپنے وطن بلالیں۔ اگلے دن میری تبدیلی سیالکوٹ ہوگئی۔ حالانکہ میں امرتسر جانا چاہتا تھا۔ مگر جس انداز سے پیغام وہاں تک پہنچا۔ اس سے سیالکوٹ کا تصور ہی سامنے آتا تھا۔

آپ یا حی یا قیوم کا ورد کیا کرتے تھے۔ جو کھانا خود کھاتے وہی نوکروں کو کھلاتے۔

آپ پیدائشی ولی تھے۔ جب روحانیت کے راستے پر مستقلاً رواں دواں ہوئے تو پچھلے تمام واقعات 'کلام' کوتاہیاں اور غفلتیں ختم ہوگئیں۔ آپ عشق رسولؐ کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔ آپ کے الہامی کلام پر سینکڑوں کتابیں اور ہزاروں مضامین لکھے جاچکے ہیں۔ ایک ہزار سال تک اس انداز کا ولی پیدا نہیں ہوگا۔

علامہ اقبالؒ کے فلسفے کا محور خودی ہے آپ نے جس انداز میں خودی کو پیش

marfat.com
Marfat.com

کیا۔ بڑا جامع اور خوبصورت انداز ہے۔ آپ نے خودی کے عام مفہوم کو بدل کر ایسے اعلیٰ اور ارفع مقالات پر پہنچا دیا۔ جو شرف انسانی کا بلند ترین مقام ہے۔ آپ کے لفظ خودی کے مفہوم پر تشریح پر فلسفے پر سینکڑوں کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔ مگر روحانیت کے حوالے سے خودی کی روح کا جو تصور سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ درویش عارف خودی ہوتا ہے۔ جب خودی کا عرفان ہوجاتا ہے تو تمام رنج و غم۔ تمام تفکرات اور تمام خوف ختم ہوجاتے ہیں۔ عارفان خودی کی ٹھوکر سے پہاڑ رائی بن جاتے ہیں عارفان خودی کے سر میں ہی ذوق خدائی کا سودا ہوتا ہے۔ یہ وہی پراسرار مخلوق ہوتی ہے جنہیں دیکھ کر مخلوقات عالم اور تخلیقات عالم پر لرزہ طاری ہوجاتا ہے طوفانوں پر ہیبت طاری ہوجاتی ہے ان لوگوں کی ظاہری ہیئت کو نہ دیکھو۔ ان کی فہم و فراست کو کریدنے کی کوشش نہ کرو۔ آپ کا وصال ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو ہوا۔ آپ کا مقبرہ شاہی مسجد کی سیڑھیوں کی بائیں جانب ہے بین الاقوامی اور سربراہین مما لکت جو لاہور آتے ہیں آپ کے مزار پر ضروری حاضری دیتے ہیں۔

مجھے علامہ محمد اقبالؒ کے دیدار کا شرف حاصل ہے۔ کیونکہ آپ آرام فرمارہے تھے ملاقات سے محروم رہا۔ جو نماز جنازہ شاہی مسجد میں ادا کی گئی اس میں شمولیت کا شرف بھی حاصل ہے۔ آپ کے دو جنازے ہوئے لحد میں جسد خاکی اتارنے کا منظر آج تک آنکھوں کے سامنے ہے لحد پر مٹی ڈالنے کا شرف بھی حاصل ہے۔ شاہی مسجد میں نماز جنازہ کے بعد آخری دیدار بھی کیا۔ وصال کے بعد جو جلسہ لاہور کارپوریشن کے جناح ہال میں ہوا۔ اس میں بھی شرکت کی (اس وقت میونسپل کمیٹی کا ہال تھا) جلسے کی صدارت سرچھوٹو رام نے کی۔ روزنامہ سیاست کے ایڈیٹر سید حبیب کی نظم کامیاب رہی۔ میری عمر اس وقت ۱۷ سال تھی۔ (طاہر لاہوری)

marfat.com
Marfat.com

آقا تجمل حسین قادریؒ

آپ حضرت شاہ محمد غوثؒ کی اولاد سے ہیں ۱۸۹۱ء پشاور میں پیدا ہوئے وہیں تعلیم و تربیت حاصل کی ۔ آپ بہت بڑے عالم فاضل تھے اور اعلیٰ پائے کے خطاط تھے معروف خطاط پیر گوہر وصی شاہ کے شاگرد تھے۔ آپ پر ہروقت عشق الٰہی کا غلبہ رہتا ۔ زندگی کا بیشتر حصہ استغراق میں گزرا۔ اسی حالت میں دنیا سے بے خبر رہتے ۱۹۶۴ء میں محویت انتہاء کو پہنچ گئی۔ کھانا پینا چھوڑ دیا اس وقت آپ چونیاں میں تھے ۔ کئی ماہ یہ کیفیت طاری رہی گمنامی کی صورت میں بھی آپ کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی ۔ ملا شور بازار کابل سے نیاز حاصل کرنے آئے ۔ نور المشائخ ملا شو بازار نے آپ کی حالت دیکھی۔ دیدار سے مشرف ہوئے ۔ آپ کے لئے دعا کی اور چلے گئے۔

آغاز میں سرحد ۔ پنجاب ۔ یو پی ۔ سی پی (بھارت) کابل اور قندھار کے بزرگوں سے ملاقاتیں کیں ۔ اور بزرگوں کے مزارات پر حاضری دی۔ جن بزرگوں سے استفادہ کیا ان میں حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ ۔ سید وارث حسن چشتی صابری لکھنوی ۔ حضرت مجذوب گوالیاریؒ حضرت خواجہ محمد قاسم موہڑویؒ ۔ پیر حیدر شاہ جلال پوریؒ شامل ہیں ۔ سرحد لاہور ۔ چونیاں قصور کے اضلاع میں آپ کے مریدوں کی تعداد بہت زیادہ تھی ۔ آپ کے مریدوں میں دنیاوی اعتبار سے بڑے بڑے لوگ شامل تھے ۔ سردار عبدالرب نشتر آپ کے خاص مریدوں میں شامل تھے۔

حضرت آقا تجمل حسین قادریؒ کو سماع سے بہت شغف تھا۔ شہرت اور نام ونمود سے نفرت تھی۔ اس کے باوجود سرحد اور پنجاب میں آپ کی بڑی شہرت تھی حالت استغراق میں ہی بمقام چونیاں آپ کی حالت بگڑ گئی ۔ ۲۹ رمضان

marfat.com
Marfat.com

۱۳۶۶ھ بمطابق ۱۳ اگست ۱۹۴۷ء کو آپ کا انتقال لاہور میں ہوا۔ چونیاں سے علاج کے لئے لاہور لایا گیا۔ یہیں انتقال ہوا۔ مزار حضرت شاہ محمد غوثؒ کے احاطہ میں ہے۔ آپ کی اولاد پشاور میں رہائش پذیر ہے قطعہ تاریخ سردار عبدالرب نشتر نے کہا۔ گفت تاریخ رحلتش نشتر۔ مشعل معرفت دل ایمان۔

غازی علم الدین شہیدؒ

قبرستان میانی صاحب میں سینکڑوں اولیاء اللہ بزرگ اور شہید دفن ہیں۔ مگر ایک شہید جس پر لاہور اور عالم اسلام کو بجا طور پر فخر ہے وہ حضرت غازی علم الدین شہیدؒ ہیں۔ جنہوں نے ناموس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔ آپ کی جان بچ سکتی تھی مگر آپ نے زندگی کو ٹھکرا کر پھانسی کے پھندے کو گلے لگایا۔ آپ کی زندگی پر کئی ڈرامے اور فلمیں بنیں۔ بیسیوں کتابیں لکھی گئی تاریخ میں آپ کا نام سنہری حروف میں لکھا ہے۔

لاہور میں دو بڑے جنازے ہوئے ہیں ایک غازی علم الدین شہیدؒ اور دوسرا حضرت علامہ محمد اقبالؒ کا۔ جن لوگوں نے یہ دونوں جنازے دیکھے ہیں ان کا کہنا ہے کہ دونوں جنازوں میں لاکھوں فرزندان توحید نے شرکت کی۔ جنازے دونوں بڑے تھے میتوں کی چارپائیوں پر لمبے لمبے بانس بندھے ہوئے تھے۔ پھر ان کے بعد لمبے لمبے رسے باندھے ہوئے تھے تاکہ لوگ کندھا دینے کی سعادت کا شرف حاصل کر سکیں۔

غازی علم الدین شہید نے انار کلی کی موجودہ پان گلی میں ایک لعین ہندو راج پال کو دن دہاڑے اس کے مکتبہ میں چھروں کے پے در پے وار کر کے جہنم واصل کیا تھا۔ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک توہین آمیز کتاب چھاپی تھی۔ کتاب کا نام نعوذ باللہ رنگیلا رسول رکھا تھا۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت بابو غلام سرورؒ

آپ ریلوے میں گارڈ تھے۔ خوش شکل ' خوش لباس ' اور جدید طرز کے انسان تھے ہندوستان میں پہلے یورپین گریڈ حاصل کرنے والے گارڈ تھے۔ آپ خواجہ امام الدین قادریؒ سے بیعت تھے۔ اس سے پہلے بہت سے بزرگوں سے روحانی فیض حاصل کر کے صاحب کشف و کرامات بن چکے تھے۔ آپ کے باطن کھل جانے کا واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ملازمت کے کچھ ہی عرصہ بعد یہ ہوا کہ آپ گاڑی لے کر چلے تو دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی چلتی گاڑی کے ساتھ بھاگ رہا ہے۔ گاڑی پلیٹ فارم سے نکلنے والی تھی۔ رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔ آپ سمجھے یہ بزرگ گاڑی پر سوار ہونا چاہتا ہے آپ نے سرخ جھنڈی دے کر گاڑی رکوائی۔ اور اسے گاڑی میں سوار کر کے اپنے پاس ہی بٹھالیا۔ وہ گاڑی پر سوار ہونے والا مسافر نہیں تھا۔ وہ ایک فقیر تھا۔ ویسے ہی گھومتا پھرتا اور گاڑی کے ساتھ بھاگنا اس کا معمول تھا۔ آپ اس فقیر کے ساتھ بڑی شفقت اور محبت سے پیش آئے فقیر بہت خوش ہوا۔ اس نے آپ کو ذکر ارہ تعلیم فرمایا۔ وہ بڑی گرم تاثیر رکھتا ہے۔ اور برفانی علاقوں کے بزرگ یہ ذکر کرتے ہیں۔

ارہ کے معنے کاٹنے والی آری کے ہیں۔ حضرت بابو غلام سرورؒ نے ذکر شروع کردیا۔ چند ہی روز میں آپ کا باطن کھل گیا اور اتنا شفاف ہو گیا کہ جو شخص سامنے آتا اس کے حالات سے نیت سے ارادے سے اور جو کچھ اس کے دل میں ہوتا اس سے آگاہ ہو جاتے۔ زمین پر نظر ڈالتے تحت الثریٰ تک ہر شے نظر آنے لگتی۔ اگر آسمان کی طرف نگاہ ڈالتے تو تمام نوری مخلوق اور آسمانی عجائبات نظر آنے لگتے۔ آپ کو یقین ہو گیا کہ میں کامل ولی ہو گیا ہوں۔ مگر اس ذکر سے جسم کے روئیں روئیں سے خون پھوٹنے لگتا جس سے صحت کمزور ہو گئی۔

marfat.com
Marfat.com

پھر ایک وقت ایسا آیا کہ جذب و مستی میں غرق رہنے لگے مرشد نے عجیب رنگ میں رنگ دیا۔ ایک دن مہمان آگئے ۔ باتوں باتوں میں ڈیوٹی کا خیال نہ رہا۔ خیال آیا تو بہت لیٹ ہوچکے تھے ۔ آپ اسٹیشن پر پہنچے تو گاڑی کب کی جاچکی تھی۔ اسٹیشن ماسٹر کے کمرے میں گئے تو وہ آپ کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور کہا بابو غلام سرور آدھ گھنٹہ ہوا ۔ آپ گاڑی لے کر گئے اور اب آپ یہاں پھر رہے

ہیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا ۔ اسٹیشن ماسٹر صاحب آج میں لیٹ ہوگیا۔ کون گیاہے گاڑی کے ساتھ ؟ اسٹیشن ماسٹر نے کہا کہ آپ خود گئے ہیں ۔ روزنامچہ نکال کر دکھایا ۔ اور کہا یہ دیکھئے آپ کے دستخط ۔ آپ نے دیکھاتو واقعی آپ کے اپنے ہی دستخط تھے ۔ آپ نے کہا کہ یہ بات ہے تو نوکری دو جگہ نہیں ہوسکتی ۔ گھر آکر استعفیٰ بھیج دیا۔ دوسرے دن روزنامہ ویر بھارت میں بھی یہ خبر شائع ہوگئی کہ کل لاہور سے دہلی جانے والی گاڑی بھگوان چلا رہے تھے۔

ایک مرتب ایک مائی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ۔ رو رو کر دعا کے لئے التجا کی ۔ مائی صاحبہ کا بیٹا ہسپتال میں داخل تھا اور ڈاکٹر مایوس ہوچکے تھے ۔ کسی نے کہا۔ پیر غلام سرور سے دعا کرائیں ۔ بڑھیا کسمپرسی کے عالم میں وہاں پہنچی ۔ گھر مل گیا چک اٹھا کر پوچھا۔ بیٹا پیر غلام سرور کہاں ہیں؟ آپ سامنے بیٹھے تھے فرمایا مائی جی میں تو غلام سرور ہوں پیر غلام سرور کوئی اور ہوگا آگے کسی سے پوچھا تو اس نے بتایا یہی ہیں ۔ پھر آپ کے پاس آئی اور گڑگڑا کر دعا کے لئے التجا کی۔ آپ نے فرمایا ۔ مائی آپ کے لڑکے کی زندگی صرف آٹھ گھنٹے باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کاموں میں کسی کو دخل نہیں ہے ۔ مائی مایوس ہوکر لوٹنے لگی۔ تو آپ نے آنکھیں بند کیں۔ اور مائی کو واپس بلایا مائی درویش کے دروازے سے کسی کا خالی جانا ٹھیک نہیں ۔ جا تیرا بیٹا ٹھیک ہوجائے گا ۔ ہم نے اپنے رب سے سودا کرلیا ہے۔

اس وقت آپ کا بیٹا غلام اکبر مکان کی چھت پر پتنگ اڑا رہاتھا۔ اسی وقت

marfat.com
Marfat.com

چھت سے نیچے آگرا۔ ہڈی پسلی ٹوٹ گئی ۔ بچے کو فوراً ہسپتال میں داخل کرادیا گیا ۔ ٹھیک آٹھ گھنٹے کے بعد آپ کا صاحبزادہ غلام اکبر تو خالق حقیقی سے جاملا لورمائی صاحبہ کا بیٹا تندرست ہوکر گھر آگیا کہتے ہیں ماں بیٹے نے غلام اکبر کے جنازے میں شرکت کی ۔ درویش اس طرح کی قربانیاں بھی دے دیتے ہیں۔

بابو غلام سرورؒ ۱۳۰۴ھ بمطابق ۱۸۸۴ء لاہور میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ نسب کئی

واسطوں کے بعد جاکر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے روحانی طور پر سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ سے منسلک تھے ۔ ۳۵ سال ریلوے گارڈ کی حیثیت سے ملازمت کی ۔ گاڑی ۔۔ے کر چلتے تو ذکر الٰہی شروع ہوتا۔ فرماتے جب گاڑی چلتی ہے تو ہمارا کام چلتاہے ۔ ریٹائرمنٹ تک سلوک کی تمام منزلیں طے کرچکے تھے ۔ آپ کے خلفاء میں

حضرت بابو غلام سرور کا وصال

۲۹ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ میں بمطابق ۲۹ جنوری ۱۹۴۹ء ہوا مزار شریف باغ گل بیگم ۔ میانی صاحب مزنگ لاہور میں ہے۔ سالانہ عرس باقاعدگی سے منعقد ہوتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت خواجہ امام الدین قادریؒ:۔ ایک دوست سے ذکر کیا تو وہ آپ کو حضرت خواجہ امام الدین قادری کے پاس لے گیا۔ وہ ایک سادہ سے حجرے میں بیٹھے تھے ایک ٹوٹی پھوٹی چٹائی بچھی تھی۔ درویشانہ انداز میں خواجہ صاحب اس پر بیٹھے تھے۔ ایک خوش الحان مرید ہیر وارث شاہ پڑھ رہا تھا۔ تمام حاضرین پوری محویت سے سن رہے تھے۔ بابو غلام سرورؒ سوٹ پہنے ٹائی لگائے پورے جاہ و جلال سے وہاں پہنچے۔ حجرے کی درویشانہ صورت دیکھ کر یہاں ٹھہرنا کسر شان خیال کیا۔ واپسی کا ارادہ کیا تو ایک غیر معمولی کشش آپ کو کشاں کشاں اندر لے گئی۔ خواجہ امام الدین قادریؒ آپ کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا۔ بابو صاحب ٹائی باندھ کر جو گاڑی چلائی جاتی ہے وہ اور ہے۔ درویش کی پٹڑی پر جو گاڑی چلتی ہے اس کے انداز اور ہیں یہ کہہ کر ایک نظر ڈالی اور ذکر ارہ کی تمام روشنی پر پردہ ڈال دیا بابو غلام سرورؒ نے اندر جھانک کر دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا۔ آپ غمگین ہوگئے خواجہ امام الدین قادری نے فرمایا بابو صاحب غم نہ کریں وہ چیز تو آپ کے اندر ہے مگر ہم نے اس پر پردہ ڈال دیا ہے تاکہ درویشی کی گاڑی بھی ٹھیک ٹھیک سمت کو رواں دواں ہوسکے۔ تکبر۔ غرور۔ نخوت اور کاملیت کا گمان ختم ہو۔ یہ سب چیزیں آپ کے راستے میں حائل تھیں۔ آپ ایک مقام پر آکر رک گئے تھے۔ آپ نے ہمیں حقیر جانا۔ یاد رکھئے لعل گدڑی میں ہوتے ہیں اب فقر کے اعلیٰ مقام پر پہنچ سکیں گے۔ اور ایسا ہی ہوا۔

حافظ عبدالکریمؒ

یہ بزرگ حافظ عبدالکریمؒ راولپنڈی والوں کے مرید تھے۔ انہیں سے خرقہ خلافت ملا آپ لاہور میں بھاٹی گیٹ کے اندر محلہ جلوئیاں میں رہتے تھے آغاز میں درزی کا کام کرتے تھے۔ جب اولاد جوان ہوئی تو وہ بھی ٹیلرنگ کا کام کرنے لگے۔ آپ کے تین لڑکے بھاٹی گیٹ کے اندر درزی کی دکان کرتے تھے۔ بڑا صاحبزادہ باشرع ' نمازی اور پرہیزگار تھا۔ جب انہوں نے کام سنبھال لیا تو حافظ عبدالکریمؒ

marfat.com
Marfat.com

دنیا سے کنارا کش ہو گئے۔ دن رات عبادت میں گزارتے۔ مجاہدے اور ریاضت سے درجہ ولایت پر پہنچے اور مرشد پاک کا فیض بھی شامل حال تھا۔

آپ بھاٹی گیٹ کے اندر ہی محلہ پٹ رنگاں میں ایک چھوٹی سی مسجد میں ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ آدھی رات کے بعد عبادت و ریاضت اور تہجد کی نماز گھر پر ادا کرتے۔ صبح کی نماز بھی گھر پر ہی ادا کرتے۔ گھر میں رہتے ہوئے بھی گھر والوں سے الگ ایک چھوٹے سے کمرے میں ذکر الٰہی اور عبادت میں مشغول رہتے۔ وظائف سے فارغ ہو کر آٹھ نو بجے کے قریب اس چھوٹی سے مسجد میں چلے جاتے۔ عشاء کی نماز کے بعد گھر آتے۔ ظہر کی نماز کے بعد حلقہ ذکر شروع ہوتا اور عصر تک ذکر الٰہی کی محفل گرم رہتی۔ آپ کے بہت سے مرید تھے جو تمام محفل ذکر میں شامل ہوتے۔

آپ صاحب ولایت اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ مریدوں کا حلقہ وسیع تھا۔ آپ نے اپنے خاص مریدوں کو خرقہ خلافت بھی عطا کیا۔ لیکن آپ کے پائے کا آپ کے خلفاء میں کوئی بزرگ نہ ہوا۔ اور نہ آپ کے مرتبے کو کوئی پہنچ سکا۔ آپ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری کے آستانے پر اکثر حاضری دیتے۔ آپ نقشبند سلسلے سے تعلق رکھتے تھے۔ جب آپ کے مرشد پاک حافظ عبدالکریمؒ راولپنڈی والے لاہور تشریف لاتے تو آپ استقبال کے لئے ریلوے اسٹیشن لاہور پر پہنچ جاتے۔ حافظ صاحب راولپنڈی والوں کے لاہور میں بے شمار مرید تھے۔ جن میں بڑے بڑے افسر اور امیر کبیر لوگ بھی تھے۔ لاہور ریلوے اسٹیشن پر آپ کے مریدوں کا ایک اژدحام ہوتا۔ وہ اپنے وقت کے بہت بڑے ولی اور قطب تھے۔

ایک دن ایسا ہوا کہ ایک چودہ پندرہ سال کا لڑکا جو ان سے بیعت تھا نماز ظہر کے بعد اسے بلالیا۔ نماز کے بعد ذکر کی محفل شروع ہوئی ذکر کرتے کرتے حافظ نے اللہ ہو کا ایک ایسا نعرہ مارا کہ وہ لڑکا بے ہوش ہوگیا ذکر ختم ہوا تو دوسرے مریدوں سے کہا کہ اس لڑکے کے جسم کو دباؤ۔ دو آدمیوں نے اسے دبایا آدھ گھنٹے

marfat.com
Marfat.com

کے بعد اسے ہوش آیا تو زار و قطار رونے لگا آنسو تھے کہ تھمتے ہی نہیں تھے ایک مرید جو آپ کے زیادہ قریب تھا اس نے عرض کی یا حضرت ہمیں تو برسوں آپ کی خدمت میں ہوگئے ہیں مگر کچھ حاصل نہ ہوا اور اس نادان سے لڑکے پر پہلے ہی دن ایسی نوازش اور نور کی بارش ؟ آپ نے فرمایا گیلے موچھے آگ نہیں پکڑتے نرم و نازک سوکھی شاخیں فوراً آگ پکڑ لیتی ہیں ۔ ایک نظر نے جو اس لڑکے پر اثر کیا ۔ وہی نظر تمہارے دل پر برسوں سے پڑ رہی ہے ۔ مگر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اب وہ لڑکا اسی سال کی عمر میں زندہ ہے۔ اس نے بتایا وہ نظر ایسی تھی ۔ جیسے پتھر کی سل پر کوئی برش پھیر رہا ہے

حافظ عبدالکریم لاہور والے بلند قامت اور نورانی چہرے والے بزرگ تھے ۔ بڑی بڑی آنکھیں ۔ جو ہر وقت چڑھی رہتیں ۔ رنگ گورا موٹے کپڑے کا سادہ لباس پہنتے ۔ شلوار قمیض اور کندھے پر ایک بڑا رومال سر پر دوپلی ٹوپی' ہاتھ میں بڑا سا عصا ہوتا بڑے شریفانہ انداز سے چل کر بازار سے گزرتے اور مسجد میں جاکر سارا دن وہاں گزارتے ۔ بازار سے گزرتے ہوئے خاموش رہتے اور کسی سے بات نہ کرتے ۔

آپ کی وفات ۱۹۴۴ء میں ہوئی قبرستان میانی صاحب میں دفن ہوئے ۔ عرس ہر سال باقاعدگی سے ہوتا ہے ۔ آپ کا ذکر دیباچے میں بھی آیا ہے ۔ صاحب کشف کرامات بزرگ تھے۔ بہت تلاش کی کہ ان کی اولاد کا کچھ پتہ ملے مگر ناکامی ہوئی۔ ان کی اولاد لاہور ہی میں رہتی ہے مگر بھاٹی گیٹ سے وہ کہیں جا چکے ہیں۔

حضرت سید دیدار علی شاہ قادریؒ

آپ بہت بڑے عالم تھے۔ عالم باعمل ہونے کے باعث زبان و بیان میں بے حد تاثیر تھی آدھا لاہور آپ کی اقتدار میں نماز جمعہ ادا کرتا تھا۔ آپ اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلویؒ سے بیعت تھے ۔ خرقہ خلافت بھی حاصل تھا۔ علامہ اقبالؒ کے

marfat.com

Marfat.com

شکوہ پر آپ نے ہی فتویٰ دیا تھا۔ پھر جواب شکوہ لکھنے پر آپ علامہ اقبالؒ کے مداح ہوگئے علامہ اقبالؒ اکثر مرتبہ نماز جمعہ آپ کی امامت میں ادا فرماتے تھے۔

تبلیغ دین کے حوالے سے حضرت سید دیدار علی شاہؒ بلند مقام رکھتے ہیں مسجد وزیر خان جو اپنی خوبصورتی کے حوالے سے دنیا کی خوبصورت مسجدوں میں شمار ہوتی ہے۔ آپ اسی مسجد کے خطیب تھے آپ کے نام کی شہرت سے مسلمانان لاہور اس مسجد کی جانب کھینچے چلے آتے تھے۔ دراصل آپ عالم ہی نہیں تھے۔ بلکہ روحانی پیشوا بھی تھے۔ آپ کے مریدوں کی تعداد لاہور اور لاہور کے باہر بہت زیادہ تھی۔ بہت سے لوگوں کو آپ سے روحانی فیض بھی ملا۔

آپ پہلی مرتبہ لاہور میں آئے تو چنگڑ محلہ کی ایک مسجد میں امامت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ دوبارہ ۱۹۲۳ء میں آئے تو پھر مسجد وزیر خان کے خطیب مقرر ہوئے آخری دم تک اسی مسجد کے ذریعے آپ کا فیض جاری رہا۔ آپ کے دم قدم سے سلسلہ اہل سنت کو بے حد تقویت ملی۔ آپ نے ہی لاہور میں ادارہ حزب الاحناف کی بنیاد رکھی۔ اب یہ ادارہ پورے پاکستان میں اہل سنت کا سب سے بڑا ادارہ ہے اب یہ ادارہ سابقہ لال کوٹھی جو رائے بہادر رام سرن داس کی ملکیت تھی۔ اسی جگہ پر یہ ادارہ قائم ہے۔ یہ درس و تدریس کے حوالے سے بہت بڑا ادارہ ہے۔ اب داتا گنج بخش روڈ پر واقع ہے اور حضرت سید دیدار علی شاہؒ کی اولاد کی تحویل میں ہے۔ حضرت دیدار علی شاہؒ انجمن نعمانیہ اندرون ٹکسالی دروازہ میں بھی درس دیتے رہے۔ آپ کے دو بیٹے تھے۔ حضرت سید ابوالحسنات اور حضرت سید ابوالبرکاتؒ دونوں عالم اجل تھے۔ دونوں کا فتویٰ چلتا تھا۔

حضرت دیدار علی شاہؒ کی وفات ۲۲ رجب المرجب ۱۳۵۴ھ کو ہوئی اندرون دہلی دروازہ چنگڑ محلہ والی مسجد میں مزار شریف ہے لوگ روزانہ حاضری دیتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت سید ابوالحسنات قادریؒ

آپ حضرت سید دیدار علی شاہؒ کے صاحبزادے تھے اور حضرت ابوالبرکاتؒ کے بھائی تھے۔ آپ بھی صاحب علم و عرفان بزرگ تھے۔ صاحب ولایت خاندان کے روشن چراغ تھے۔ شیخ المشائخ بھی تھے۔امام اہل سنت بھی تھے تبلیغ دین کے حوالے سے آپ کا بڑا نام تھا۔ عالم باعمل تھے۔ اسلام دشمنوں کے خلاف ہمیشہ سینہ سپر رہے۔ آپ نے دین کے معاملے میں کبھی حق گوئی کا دامن نہ چھوڑا آپ مسجد وزیر خان کے خطیب بھی تھے۔ ریلوے کیرج ورکشاپ کی مسجد جولب سڑک ہے وہاں بھی جمعہ کو وعظ فرماتے۔ آپ مفتی تھے۔اور فتویٰ دینے کا حق رکھتے تھے۔ آپ کے چھوٹے بھائی حضرت ابوالبرکات مفتی اعظم پاکستان تھے۔ اس خاندان کی خدمات اہل سنت والجماعت کے لئے بے بہا ہیں۔ آپ کے وعظ میں بڑی تاثیر تھی۔ ہزاروں لوگ آپ کی اقتدار میں نماز ادا کرتے اور آپ کے وعظ سے فیضیاب ہوتے۔ باقاعدہ درس و تدریس کا سلسلہ عمر بھر جاری رکھا۔ ہزاروں کی تعداد میں آپ کے شاگرد اور مرید لاہور میں موجود ہیں۔ آپ کا نام آج بھی دینی حلقوں میں بڑے ادب اور عزت واحترام سے لیا جاتا ہے لاہور میں بہت سے عالم آپ کے شاگرد ہیں۔

آپ کی وفات ۱۹۶۱ء میں ہوئی اور اپنے والد محترم حضرت دیدار علی شاہؒ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

حضرت سید ابوالبرکاتؒ

آپ کا پورا نام حضرت سید احمد قادریؒ تھا اور علامہ ابوالبرکات کے نام سے مشہور تھے آپ حضرت سید دیدار علی شاہؒ کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ عالم باعمل اور

marfat.com
Marfat.com

صاحب ولایت و کرامت بزرگ تھے ۔ آپ پاکستان کے مفتی اعظم تھے انتہائی محبت اور شفقت کرنے والے تھے۔ اس متبرک خاندان نے سواد اعظم اہلسنت کی لازوال خدمات انجام دیں ادارہ حزب الحناف آپ کے دم قدم سے لاہور میں فروغ پاتا رہا ۔ آدھی رات کو بھی کوئی دینی مسئلہ پوچھنے آتا تو آپ خندہ پیشانی سے جواب دیتے دین کے معاملے میں حق گوئی کا دامن نہ چھوڑتے پاکستان میں عائلی قوانین کی مخالفت کی ۔ اور شرعی باتوں کو لوگوں کو تک پہنچایا ۔ آپ انتہائی سادہ زندگی گزارتے تھے ۔ پاک سیرت اور بلند کردار عالم تھے۔ پاکستان کی تحریک میں آپ کی خدمات بے بہا ہیں تحریک ختم نبوت میں اہم کردار ادا کیا۔

آپ امام اہل سنت بھی تھے ۔ اور صاحب ولایت بزرگ بھی تھے آپ کے ہزاروں شاگرد اور مرید لاہور میں موجود ہیں ۔ آپ نے وعظ و پند اور درس و تدریس کے ذریعے لاکھوں مسلمانوں کے دل منور کئے ۔ انتہائی شرافت اور حلم کے مالک تھے ۔ اہل سنت کے امام حضرت احمد رضا بریلویؒ کے مشن کو فروغ دینے میں اس خاندان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں ۔ایسے عاشق رسولؐ اور عاشق دین صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں آپ کی وفات ۲ شوال ۱۳۹۸ھ کو ہوئی داتا دربار روڈ پر ادارہ حزب الحناف کے صحن میں دفن ہیں ۔ مزار خوبصورت گنبد کے نیچے ہے۔

پیر سائیں فضل شاہؒ

نور والوں کا ڈیرا ۔ یہ دھرم پورہ میں مشہور روحانی تربیت گاہ ہے نور والوں کا ڈیرا مشہور ہے دھرم پورہ میں اس سڑک کے آغاز میں جو حضرت میاں میرؒ کے مزار کی جانب جاتی ہے پیر فضل دین شاہ صاحب ولایت بزرگ تھے اسی دور میں ہوئے ہیں عبادت و ریاضت اور مرشد کی نگہ فیض نے انہیں روحانیت کی اعلیٰ منزلیں عطا کیں جن بزرگوں کے اندر یہ روشنی ہوتی ہے ان کی خوشبو خود بخود دور دور تک پھیل جاتی ہے جوق در جوق لوگ ان کے گرد جمع رہتے ہیں بہت سے

marfat.com
Marfat.com

لوگ آپ کے مرید ہوئے جب تک آپ زندہ رہے لنگر جاری رہا لنگر اب بھی تقسیم ہوتا ہے مگر وہ بات نہیں دراصل بزرگ منزل والا تو ایک ہی ہوتا ہے اللہ تعالٰی کی صحیح چاکری تو ایک بزرگ ہی کرتا ہے۔ پھر اس کی پینشن نسلیں وصول کرتی ہیں۔

سائیں فضل دین صاحب کشف و کرامات تھے۔ آپ اپنے عقید تمندوں کو اکثر آنے والے حالات سے آگاہ کردیتے تھے۔ بڑے بڑے لوگ ان کے عقید تمند

تھے ان میں قدرت اللہ شہاب' جو خود بھی روحانی ہستی تھے۔ حنیف رامے' اشفاق احمد خان' بانو قدسیہ' اسلم کاشمیری' دیگر کئی بڑے بڑے لوگ ان کی زندگی میں ان کے آستانے پر حاضری دیتے تھے۔ ان کا ذکر یا وردو تھا۔ زمین دوز ایک تہہ خانہ سا بنا رکھا تھا اس کی کچی دیواروں پر جگہ جگہ یا ودود۔ یاودو۔ رقم تھا حنیف رامے اور اسلم کاشمیری نے ان پر مضامین بھی لکھے۔ حنیف رامے نے اپنے مضمون میں لکھا ہے۔ کہ آپ کی شہرت سن کر میں پہلی مرتبہ پیر فضل دینؒ کے ڈیرے پر گیا تو مجھے اسی تہہ خانے میں بٹھلایا گیا ایک بوڑھا آدمی آیا گرمی کے دن تھے مجھے بڑا پنکھا جھلنے لگا مجھے اس پنکھے کی ہوا بڑی سکون بخش محسوس ہوئی۔ اتنے میں کھانا آگیا۔ کھانا کھایا تو کھانے میں بڑی لذت محسوس ہوئی کھانے سے فارغ ہو کر وہ لکھتے ہیں میں نے کہا یہ سب کچھ تو ہو گیا وہ بزرگ کہاں ہیں میں انہیں ملنا چاہتا ہوں؟ وہ بزرگ جو پنکھا جل رہے تھے بولے آپ جن سے ملنا چاہتے ہیں وہ میں ہی ہوں حنیف رامے کو پیر فضل دین شاہؒ نے کافی دیر پہلے بتا دیا تھا کہ آپ پنجاب کے وزیر اعلٰی بن جائیں گے یہ ایک بات تھی کہ ہر آنے والے کو اس کی حیثیت کے مطابق کھانا ملتا اور بیٹھنے کی جگہ ملتی۔ اکثر آپ آنے والے حالات کی پیشگی اطلاع دے دیتے تھے۔

تادم تحریر ۱۹۹۸ء کا سال ہے آپ کا وصال آج سے دس بارہ سال پہلے ہوا تھا مزار شریف اسی جگہ ہے نور والوں کا ڈیرہ اب بھی مشہور ہے اب آپ کے پوتے گدی نشین ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

پیر حسین علی شاہؒ

پنجاب اسمبلی کے عقب میں بائیں جانب بڑی سڑک کے ساتھ لوہے کے جنگلے کے اندر ایک مزار ہے ۔ پنجاب اسمبلی کے پیچھے لان میں اونچے اونچے درختوں کے نیچے چھوٹا سا خوبصورت مزار ہے ۔ فاتحہ خوانی کرنے والوں کے لئے گیٹ بھی بناہوا ہے ۔ مزار ۔ چھت اور فرش تمام سنگ مرمر کے ہیں ساتھ ہی درختوں کے نیچے پانی کا کولر ہے مزار پر کتبہ لگا ہوا ہے حضرت پیر حسین علی بھڑی ملتان والے تاریخ وفات ۱۹۰۰ کندہ ہے ان کے متعلق بھی یہی کہا جاتا ہے کہ ان کا ڈیرا بھی کئی سال اسمبلی ہال کی تعمیر سے پہلے اسی مقام پر تھا کئی سال اسی جگہ قیام رہا لوگ دعا کے لئے اکثر گرد جمع رہتے ۔ یہ بزرگ ملتان کے قریب بھڑی کے مقام سے یہاں آئے تھے ۔ صاحب جذب و مستی تھے ان کی دعائیں بھی قبول ہوتیں اب بھی عقیدتمند فاتحہ خوانی کے لئے آتے ہیں کئی لوگ دکھ درد کے مارے ۔ باقاعدہ حاضری دیتے ہیں ۔ سالانہ عرس بھی ہوتا ہے لوگ نذر نیاز بھی دیتے ہیں اکثر لنگر بھی تقسیم ہوتا رہتا ہے ۔

باباشمشیر علی قادریؒ

آپ کا مزار کوپر روڈ پر گورنمنٹ اسلامیہ کالج برائے خواتین کے سامنے اس چھوٹی سے سڑک پر ہے جو مال روڈ پر جانکلتی ہے ۔

اس مزار کو سنگ مرمر سے بہترین طریقے سے مزین کیا گیا ہے بہت مختصر جگہ ہے ۔ مزار ایک چبوترے پر ہے فرش دیواریں اور چھت پر سفید سنگ مرمر لگا ہوا ہے ایک متولی یہاں بیٹھا رہتا ہے ۔ عقیدتمند یہاں بھی نذرانے بانٹتے ہیں ۔ اس بزرگ کی تاریخ نہیں ملتی ۔

عرس ہر سال ۲۱ ستمبر کو ہوتا ہے دو دن میلے کی صورت رہتی ہے ۔ بڑے بڑے قوال منگوائے جاتے ہیں ۱۹۹۸ء کے عرس پر عزیز میاں قوال نے قوالی کی ۔

marfat.com
Marfat.com

گاماں پہلوان رستم زماں

افغانستان سے ایک طاقتور پہلوان لاہور آیا۔ وہ گاماں پہلوان کی شہرت سن کر آیا۔ اس نے گاماں پہلوان کو چیلنج کیا کہ میں آپ سے کشتی لڑنا چاہتا ہوں۔ افغانستان اور سرحد کی جانب سے جو لوگ لاہور آتے ہیں خواہ وہ کسی مقصد کے لئے آتے ہیں پہلے حضرت شاہ محمد غوثؒ اور خاوند محمود ایشاںؒ کے مزار پر حاضری دیتے ہیں اس افغانی پہلوان نے حضرت شاہ محمد غوثؒ کے مزار پر حاضری دی اور سرشام بیگم پورہ میں حضرت خاوند محمود ایشاںؒ کے مزار شریف پر چلا گیا۔ افغانستان کے کسی صاحب نظر بزرگ نے اسے کہا تھا کہ اگر تم رات وہاں سوئے تو وہ تم کو ضرور ملیں گے۔ اگر جاگ کر ذکر الٰہی میں مشغول رہو گے تو حضرت ایشاںؒ تم سے ضرور ملیں گے۔ تم گڑگڑا کر عرض کرنا کہ آپ میری پشت پر ہاتھ رکھ دیں۔ اگر انہوں نے تمہاری پشت پر ہاتھ رکھ دیا۔ تو فتح تمہاری ہوگی۔ اس نے رات ذکر الٰہی میں گزاری تو آدھی رات کے بعد حضرت ایشاںؒ تشریف لائے اور پہلوان کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آئے۔ پہلوان قدموں میں گر گیا اور آبدیدہ ہو کر کہا کہ آپ اگر میری پشت پر ہاتھ رکھ دیں گے تو مجھے ضرور فتح نصیب ہوگی آپ نے فرمایا میں تمہاری پشت پر ہاتھ نہیں رکھ سکتا۔ پہلوان نے پھر رو کر یہی کہا آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ بہتر ہے تم واپس چلے جاؤ۔ اس نے تیسری مرتبہ کہا کہ آخر آپ میری پشت پر ہاتھ کیوں نہیں رکھتے؟ آپ نے فرمایا میں تمہاری پشت پر اس لئے ہاتھ نہیں رکھ سکتا کہ گاماں پہلوان کی پشت پر تاجدار مدینہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست مبارک ہے۔ واپس چلے جاؤ اور وہ واپس چلا گیا۔ کشتی گیری عبادت ہے۔ اگر کوئی پہلوان اسے عبادت کا درجہ دیتا ہے میدان میں برکت ہوتی ہے۔ گاماں درویش پہلوان تھا۔ وہ بارہ سال جتی ستی رہا۔ یعنی عورت کے نزدیک نہیں گیا۔ اس نے کشتی جب لڑی تو باوضو ہو کر لڑی اور کشتی کے فن کو عبادت کا درجہ دیتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے ساری عمر اس کی پشت نہیں لگنے دی۔ اور دوسرے گاماں پہلوان کی پشت پر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ تھا۔

marfat.com
Marfat.com

بڑھاپے میں مالی حالت انتہائی کمزور ہو گئی - زیادہ تر بھاٹی دروازے کے باہر

چوک میں اپنے شاگرد شفیع مشین مین کے پاس بیٹھتے تھے ایک دن انتہائی گھبرائی ہوئی حالت میں تیزی سے پہلوان آیا چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں پسینے چھوٹ رہے تھے - شفیع پہلوان بھی گھبرا گیا اور کہا پہلوان کیا بات ہے ؟ پہلوان نے کہا اوئے شفیع میری جیب کٹ گئی ہے - شفیع سمجھا یقیناً" رقم زیادہ ہو گی - اس لئے پہلوان پریشان ہے - شفیع نے کہا پہلوان رقم کتنی تھی- گاماں پہلوان نے کہا - شفیع رونا تو یہی ہے - میری جیب میں صرف پانچ روپے تھے- سب ہنسنے لگے - تو پہلوان نے کہا پریشانی تو یہی ہے - کہ جیب کترا سالا کیا کہے گا کہ اتنا بڑا پہلوان اور جیب میں صرف پانچ روپے-

زندگی کے آخری دنوں میں کمزور ہو گئے تھے اور میو ہسپتال میں داخل تھے ڈیلی پاکستان ٹائمز کے کارٹونسٹ محمود بٹ کے آپ سے گہرے مراسم تھے محمود بٹ تن ساز تھا اور دنیا کے بہت سے ممالک میں تن سازی کے مقابلوں میں حصہ لے چکا تھا کئی گولڈ میڈل اور سلور میڈل حاصل کئے مسٹر پاکستان بھی رہا- وہ روزانہ پہلوان کی عیادت کو جاتا- وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں گیا تو پہلوان نے مجھے دیکھ کر غصے سے منہ دوسری طرف پھیر لیا- اور کہا کہ محمود اس حالت میں میرے سامنے نہ آیا کرو- میں ناپاک جسم کے ساتھ چلا گیا تھا میں واپس گیا نہا کر پھر آیا تو پہلوان نے کہا بیٹا پاکیزگی ہر میدان میں کامیابی کی ضامن ہوتی ہے-

سائیں منظور مٹی والی سرکار ؒ

آپ پہلے ہوش میں تھے- پھر مجذوب ہوئے - لوگوں کو نزدیک نہیں آنے دیتے تھے- بھاٹی دروازے کے باہر مٹی کے تنور بنتے ہیں- منظور سائیں ان کے ساتھ ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں پڑے رہتے - آپ کی کہانی بھی عجیب ہے-

کوئی بے اولاد جوڑا کسی دیہات سے حضرت داتا گنج بخش ؒ کے مزار شریف پر حاضری دینے آیا انہوں نے مزار پر کھڑے ہو کر منت مانی کہ یا داتا آپ کی دعاؤں،

marfat.com
Marfat.com

سے اگر ہم صاحب اولاد ہوگئے تو پہلا بچہ آپ کے آستانے پر چھوڑ دیں گے ایسا ہی ہوا انہیں اللہ تعالیٰ نے صاحب اولاد کردیا جب پہلا بچہ سات آٹھ سال کا ہوا تو ماں باپ نے کلیجے پر پتھر رکھ کر وہ بچہ داتا دربار چھوڑ دیا یہ وہی بچہ تھا جس کا نام منظور سائیں مٹی والی سرکار ہے۔

جب ماں باپ چھوڑ کر چلے گئے تو بچہ داتا دربار سے کھانا کھاتا۔ وہیں پھرتا پھراتا رہتا۔ اور وہیں سو جاتا۔ ایک دن وہ بابا عمردین تنور بنانے والے کے ہاں پہنچ گیا وہ تنور بنا رہے تھے وہ بیٹھا دیکھتا رہا۔ تنور بنانے والوں کو یہ بچہ اچھا لگا۔ اسے وہیں رکھ لیا۔ ان کے ساتھ ہی تنور وغیرہ بنانے میں مدد دیتا رہتا جب منظور سائیں بڑا ہوا تو اس کے چہرے اور آنکھوں میں ایک چمک پیدا ہوگئی کہ لوگ اس سے محبت کرنے لگے۔ کبھی کبھی وہ اپنے آپ میں ایسا ڈوب جاتا کہ اپنے ہوش کھو بیٹھتا۔ لوگ اس کے گرد جمع ہوجاتے اس حالت میں وہ جو جس کے لئے دعا کرتا قبول ہوجاتی۔ منظور سائیں پر آہستہ آہستہ مجذوبیت کا غلبہ رہنے لگا۔ جب اندر سے محبت کی خوشبو پھوٹتی ہے تو اس کی مہک دور دور پھیل جاتی ہے لوگ دعا کے لئے ہر وقت آپ کے گرد جمع رہنے لگے۔ آپ ہجوم سے گریز کرنے لگے۔ مجذوبیت کا غلبہ بڑھ گیا تو ایک جھونپڑی کے اندر ہی رہنے لگے آپ مٹی سائیں کے نام سے مشہور ہوگئے دور دور سے لوگ دعا کے لئے آتے دیہاتوں سے بہت لوگ آتے۔

آپ پر داتا حضور کی نگہ کرم تھی۔ کیونکہ مٹی سائیں داتا گنج بخشؒ کا بے حد عقیدتمند تھے۔ بلکہ عاشق تھے۔ جب تک ہوش میں رہے داتا صاحب باقاعدگی سے حاضری دیتے رہے جب مجذوبیت طاری ہوئی تو پھر جھونپڑی کے اندر ہی رہتے۔ صاحب کشف کرامات بزرگ تھے۔ مجذوبیت میں کئی لوگوں کے دلوں کی بات کہہ دیتے۔ جس کی بات ہوتی وہ سمجھ لیتا۔ جس کسی کے لئے دعا کرتے اس کا کام ہوجاتا۔ مٹی سائیں کی عمر' جب وصال ہوا۔ قریبا" ۸۵ ۔ ۹۰ سال تھی۔ آج سے سات آٹھ برس پہلے وفات پائی۔ اب ۱۹۹۸ء کا دور ہے کہتے ہیں آپ کے

marfat.com
Marfat.com

جنازے میں تیس چالیس ہزار آدمی تھے زیادہ تر لوگ دیہاتوں سے آئے تھے اتنا ہجوم تھا کہ جنازے کے لمبے لمبے بانس لگے ہوئے تھے کہ لوگ کندھا دینے کی سعادت حاصل کرلیں۔ فوت تو بھاٹی دروازے میں ہوئے مگر عقیدت مند میت لے گئے اور منصورے کے سامنے کسی گاؤں میں مزار ہے ہر سال عرس پر بہت بڑا میلہ لگتا ہے۔ دیہاتوں کے لوگ بڑی تعدلو میں شرکت کرتے ہیں۔

بابا جی

لاہور کے مختلف علاقوں میں گھومنے پھرنے والا ایک بابا بھی ایک پراسرار ہستی ہیں۔ ان کو لوگ بابا جی ہی کہتے ہیں ایک مرتبہ ان سے ملاقات ہوئی۔ تو کچھ عجیب سی باتیں انہوں نے کیں باتیں کرنے میں وہ ایک ہنس مکھ بزرگ تھے۔ جو کچھ ان سے پوچھا جاتا وہ بات بتانے سے گریز کرتے۔ بڑی مشکل سے انہیں تلوہ کیا گیا بابا جی نے جو کہانی سنائی عجیب تھی۔ ان کی باتیں دل میں اتر جانے والی تھیں کئی باتوں پر رقت طاری ہوجاتی۔ ان کی کئی باتوں پر آنسو آجاتے۔ بہرحال انہوں نے جو کچھ بتایا اس میں سچائی کی روشنی تھی۔ اس لئے ان کی ہر بات میں اثر تھا معلوم ہوا ہے کہ وہ پیدائشی روحانی آدمی ہیں۔ آوارہ گھومنا پھرنا ان کا مشغلہ تھا چالیس سال کی عمر تک وہ کسی کبیرہ گناہ کی پاداش میں زیر عتاب رہے۔ سزائیں بھگتے رہے بزرگوں کی نوازشات پر نافرمانیاں کرتے رہے وہ بار بار یہ بات کہتے ہیں چالیس سال کی عمر تک معصیت کی زندگی بسر کرتا رہا۔ بزرگ مجھے سیدھے راستے پر لانے کی انتھک کوشش کرتے رہے مگر میں راہ راست پر نہ آیا ان کے کہنے کے مطابق بچپن سے بزرگوں کا ہاتھ ان کی پشت پر رہا جس کے باعث وہ ہمیشہ گناہ کے گہرے کھڈ میں گرنے سے بچ جاتے۔ ماں باپ بچپن میں مرگئے۔ بچہ تھا مگر سیف زبان تھا۔ لاہور سے چھ سال کی عمر میں آبائی گاؤں گئے جو ضلع سیالکوٹ کی تحصیل پسرور کے قریب تھا۔ پہلی رات ہی انہیں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ وہ

marfat.com
Marfat.com

چھت پر اکیلے سو رہے تھے کہ آدھی رات کے وقت کچھ بھیانک آوازیں سنائی دیں جاگ گئے۔ اٹھ کر دیکھا تو مکان کے پچھواڑے چھ سات کتے تھے۔ جن میں زیادہ تر سیاہ رنگ کے تھے۔ وہ گول دائرے میں بیٹھے تھے۔ منہ آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے اور چیخ چیخ کر رو رہے تھے۔ ان کے رونے کی آوازیں بڑی بھیانک تھیں۔ وہ پھر آکر سو گیا۔ صبح اٹھا تو کچھ پریشان تھا۔ کسی نے اس کی پریشانی کی جانب دھیان نہیں دیا دو چار دن بعد ہی اس علاقے میں پلیگ پھوٹ پڑی۔ سب سے پہلے اس گاؤں میں اسی بچے کو طاعون کا پھوڑا نکلا۔ پہلے دن ہی اسے شدید تکلیف ہوگئی ماں بہن اور دیگر احباب جمع ہوگئے سرہانے کھڑے لوگ دعائیں مانگ رہے تھے۔ اسے اس وقت کچھ ہوش تھا۔ بڑی بہن اس کا سر زانو پر رکھے رو رہی تھی۔ اس نے کہا بہن مجھے کچھ نہیں ہوگا۔ آپ اپنی فکر کریں۔ اس کے بعد اس پر بیہوشی طاری ہوگئی۔ باپ کو بچے سے والہانہ محبت تھی۔ اس کو اطلاع ملی تو پاگلوں کی حالت میں لاہور سے یہاں پہنچ گیا۔ لڑکا بیہوش تھا۔ جو اس نے کہا وہی ہوا۔ وہ تو بچ گیا تین فرد گھر کے پلیگ سے مرگئے وہی اس کی بہن۔ باپ۔ اور دادا اس پلیگ سے ہزاروں انسان لقمہ اجل بن گئے۔ ماں کے پاس سوائے خدا کے کوئی وسیلہ نہ تھا۔ اس نے اسے ایک یتیم خانے میں بھیج دیا۔ سات سال کا بچہ پہلی مرتبہ اکیلا سویا۔ تو اسے اتنی اذیت ہوئی۔ کہ دل کے اندر ہی اندر بلبلا اٹھا۔ اس وقت اس کے دل کے اندر یہ خیال پیدا ہوا۔ مجھے ان کی جدائی میں اتنی تکلیف اتنی اذیت ہو رہی ہے اگر میں مرگیا تو ان کو بہت زیادہ تکلیف ہوگی اس نے دعا کی کہ یااللہ میرے مرنے کی اذیت سے انہیں دو چار نہ کرنا۔ ان کے مرنے کی تکلیف میں برداشت کرلوں گا۔ بالکل ایسا ہی ہوا۔ وہ بارہ سال کا ہوا تو ماں مرگئی ایک عجیب بات اس نے یہ بتائی کہ اس نے چار سال ماں کا دودھ پیا ہے دنیا میں شائد ہی کہیں ایسا ہوا ہو اس لئے اسے ماں سے اور ماں کو اس سے والہانہ محبت تھی۔ چھوٹی بہن بیس سال کی عمر میں اور بڑا بھائی ۲۵ سال کی عمر میں وفات پاگیا۔ باباجی دنیا میں اکیلے رہ گئے سوائے خدا کے اور کوئی رشتے دار نہ رہا۔

marfat.com

Marfat.com

ایک مرتبہ اس کا بڑا بھائی لاپتہ ہوگیا۔ اس نے ایک خانقاہ پر جاکر دعا کی اے اللہ! اس بزرگ کے صدقے میں دعا قبول فرما میرا بھائی آجائے تو میں ایک سو نفل شکرانے کے ادا کروں گا۔ دوسرے دن بھائی آگیا۔ اس نے وہ نفل ادا کردیئے اور بھی کئی مواقع ایسے آئے کہ ہر کام شکرانے کے نفل ادا کرنے سے اس کے ہوجاتے۔ وہ بچپن سے فجر کی نماز ضرور ادا کرتا۔ کلام پاک کے چھ سپارے اس نے کسی سے پڑھے۔ باقی کلام پاک اسے خود بخود پڑھنا آگیا۔ بلکہ وہ اوروں کو بھی قرآن پڑھانے لگا۔ **لا الٰہ الا اللہ** کا ذکر ہروقت کرتا سوتے بیٹھتے چلتے پھرتے یہ ذکر اکثر جاری رہتا۔

چودہ سال کی عمر میں وہ تہجد ادا کرتا۔ پانچ وقت نماز ادا کرتا۔ کچھ ہلکی پھلکی جذب و مستی بھی طاری رہتی۔ داتا گنج بخشؒ کے مزار پر حاضری جاری رہتی جہاں وہ رہتا تھا وہاں کچھ اچھے لوگ نہیں رہتے تھے۔ تیسری منزل پر ایک برساتی کی چھت پر اس کی چارپائی ہوتی۔ وہ لا الٰہ الا اللہ کا ذکر کرتے کرتے جب سوتا تو فوراً اس کی چارپائی ہلاکر آواز دی جاتی اٹھو اٹھ کر ذکر کرو۔ پھر ذکر کرتے کرتے سوجاتا۔ آغاز میں وہ اٹھ کر چارپائی کے نیچے دیکھتا ادھر ادھر دیکھتا کہ کون ہے۔ آخر وہ سمجھ گیا اور عادی ہوگیا۔ آنکھیں چڑھی رہتیں۔ اس پر یہ انتہائی روحانی نوازش کا دور تھا۔ ایک رات دس بجے وہ حاضری دینے داتا دربار گیا وہ اکیلا کھڑا تھا۔ کسی نے اس کے کان میں آکر کہا سید موج دریا بخاریؒ کے مزار پر چلے جاؤ۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا تو کوئی نہیں تھا۔ یہ اسرار بھی اس کی آنکھیں نہ کھول سکے۔ دوسرے دن وہ شام کے وقت حضرت سید موج دریا بخاریؒ کے مزار پر حاضری تو دے آیا۔ مگر شام کے وقت گیا اور کچھ دہشت زدہ ہوکر آیا۔

بابا اس دور میں ایک ہندو دوست کو بھی ساتھ لے جاتے۔ وہ ہندو لڑکا جو دعا مانگتا پوری ہوجاتی۔ یہ دور انتہائی نوازشات کا تھا۔ مگر شیطان نے اسے پھر اپنے چنگل میں پھنسا لیا۔ اور بزرگوں کی کرم فرمائی سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ لاہور کے

marfat.com
Marfat.com

بزرگوں نے اسے ملک بدر کرادیا۔ ملک سے باہر اس نے پانچ سال انتہائی شریفانہ زندگی گزاری۔ مگر وہاں اسے ان نوازشات کی بے حرمتی پر سخت سزا ملتی رہی۔ جو توفیق خداوندی سے اس نے برداشت کی۔

اس کی وہاں شادی ہوگئی جب وہ واپس آیا تو دو بچوں کا باپ تھا مگر واپس آکر کچھ عرصہ تو وہ ٹھیک رہا پھر شیطان نے ایسا حملہ کیا کہ بابا بچ نہ سکے یوں لگتا تھا جیسے شیطان سارے کام چھوڑ کر اس بیچارے کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ مگر دل میں نیکی 'شرافت' اور روحانیت کی شمع بدستور روشن تھی۔ لاہور میں بچپن سے لے کر چالیس سال کی عمر تک ہندو مسلمان سب اسے شریف آدمی سمجھتے تھے مگر وہ کہتا تھا میں شریف آدمی نہیں تھا۔ لاہور میں اس کفران نعمت کی سزا جو اسے ملی وہ بڑی ہولناک اور اذیت ناک تھی مگر برداشت اور حوصلہ خدا نے ضرور دے رکھا تھا۔ بابا سے یہ پوچھا کہ وہ گناہ کیا تھا۔ جو بار بار شیطان آپ پر حاوی ہوجاتا ہے بابا نے بتایا وہ اولیاء تو نہیں تھا مگر شیطان کا مقابلہ اس نے جس پامردی سے کیا وہ بھی قابل داد ہے گناہ پر پردہ ڈالنے سے بھی اللہ تعالیٰ گناہ معاف کردیتے ہیں مگر ندامت کے ساتھ گناہ بتادینے سے بھی گناہ معاف ہوجاتے ہیں باباجی نے بتایا کہ اب تو میری حالت یہ ہے کہ نماز میں اللہ تعالیٰ سے رو رو کر معافی مانگتا ہوں تو مجھے اس پر بھی شرمندگی محسوس ہوتی ہے۔ درویش کی ہر بات پردہ ہوتی ہے گناہوں کی آگ روحانیت اور انسانیت کا لباس تو جلادیتی ہے۔ مگر میں نے یہ پردہ اس لئے چاک کردیا کہ ندامت کے سمندر میں ڈوبی ہوئی یہ صدا سن کر کسی کے دل میں اثر کی خفیف سی حرارت پیدا ہوجائے اور وہ دنیا کی محبت کم کرکے اصل زندگی کی طرف لوٹ آئے۔

بابا نے بتایا کہ میں نہ چور تھا۔ نہ ڈاکو۔ نہ کسی کو دھوکہ دینے والا۔ نہ شرابی۔ نہ جواریا۔ نہ طوائفوں کے ہاں جانے والا۔ شرافت کا لیبل میرے ماتھے پر لگا ہوا تھا ۔ مگر میں شریف آدمی نہیں تھا رزق حلال کماتا۔ حلال رزق کھاتا۔ بچوں کو رزق حلال سے پرورش کیا۔ بیسیوں خوبصورت اور جوان عورتوں نے مجھے اپنے ہوس

marfat.com

Marfat.com

کے جال میں پھنسانے کی کوشش کی۔ مگر میں بہ توفیق خداوندی بچتا رہا گو جوانی میں شیطانی حملے شدید تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ مجھے بچاتا رہا۔ صرف ایک دو عورتوں نے مجھے رسوا کر کے رکھ دیا۔ یہی میرا کبیرہ گناہ تھا۔ جس کے لئے میں پریشان رہتا۔ پشیمان رہتا۔ ندامت میں ڈوبا رہتا۔ درویش کے لئے یہ بہت بڑا گنا ہے سب مراعات مجھ سے چھن گئیں۔ دل خالی ہوگیا۔ تمام روحانی لذتیں سلب ہوگئیں۔

بابا نے بتایا کہ ان پر عتاب نازل ہوا تو ۲۵ سال بابا نے اس کی سزا بھگتی۔ حضرت سید موج دریا بخاریؒ کا تخت ، حضرت سید علی ہجویریؒ کے صحن میں لحد کے عین سامنے ، جہاں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے چالیس دن چلہ کاٹا تھا۔ وہاں لگتا ہے سب سے پہلے اٹھارہ سال کی عمر میں بابا جی کو کچھ لوگوں نے پکڑ کر تخت پر بیٹھے روحانی بادشاہ حضرت سید موج دریا بخاریؒ کے حضور پیش کیا گیا۔ آپ پورے جاہ جلال میں تخت پر بیٹھے تھے۔ تخت اور آپ نور کی کرنوں میں شرابور تھے۔ پورے غیض و غضب سے انہوں نے فرمایا۔ لے جاؤ۔ اسے لے جاؤ اسے یہ بتاتے ہوئے بابا آبدیدہ ہوگئے۔ اس کے بعد بابا جی ملک بدر ہوئے۔

واپس آئے تو جو عتاب اس وقت نازل ہوا۔ وہ بھی عام انسان کی برداشت سے باہر تھا۔ کئی کئی میل سخت دھوپ میں پیدل چلنا اور پھرنا ، ناکامی کا منہ دیکھنا۔ دو سال اسی طرح شدید عتاب میں رہنے کے بعد جب اذیت انتہا کو پہنچ گئی تو ایک رات سونے سے پہلے بابا جی کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ رات خواب میں ایک بزرگ انہیں لے کر ایک بہت بڑے دربار میں کھڑے تھے۔ انصاف کرنے والا بہت بلند جگہ پر ایک بہت بڑی کرسی کے اوپر بیٹھا تھا۔ بہت بڑا چہرہ ذرا سا لمبا۔ بہت بڑا جسم۔ جدید طرز کا لباس۔

بابا اور وہ بزرگ نیچے عدالت کے کٹہرے میں کھڑے بہت ہی چھوٹے لگ رہے تھے۔ بابا کے مطابق ان کو لے کر جو بزرگ عدالت میں کھڑے تھے وہ ان کے والد تھے۔ بہرحال نہ کوئی بات عدل پر بیٹھی ہوئی ہستی نے کی اور نہ کوئی

marfat.com
Marfat.com

بات اس بزرگ نے کی صرف محسوس ہو رہا تھا کہ بابا کے لئے التجا کی جا رہی ہے۔ بابا جی کے دل پر جو بات القاء ہوئی وہ یہ تھی کہ فیصلہ تو مخالف کے حق میں ہو گا۔ مگر مکان تمہارے پاس ہی رہے گا جھگڑا ایک مکان کا ہی تھا۔ بالکل اسی طرح ہوا۔ فیصلہ ہر عدالت سے مخالف کے حق میں ہوتا رہا مگر مکان بابا کے پاس ہی رہا آج تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ عدل کی کرسی پر بیٹھی اتنی بڑی ہستی کون تھی۔

جتنی نوازشات باباجی پر ہوئیں بے انتہا تھیں۔ جو اس نافرمانی کی سزائیں ملیں ان کی بھی انتہا نہیں تھی۔ عام آدمی کی برداشت سے یہ سزائیں باہر تھیں پھر دوسری مرتبہ جب بابا جی پر عتاب نازل ہوا تو بہت شدید تھا بابا جی نے کسی کتاب میں پڑھ رکھا تھا کہ جو مصیبت نہ ٹلے تو داتا دربار مسلسل اکتالیس دن حاضری دی جائے تو بلا ٹل جاتی ہے بابا جی نے مسلسل اکتالیس دن حضرت داتا گنج بخش کے مزار پر حاضری دی۔ آخری حاضری کی رات خواب میں سیڑھیوں کے پاس کھڑے تھے اوپر سے حضرت داتا گنج بخش سیڑھیوں سے نیچے اتر رہے تھے اور دو سیڑھیاں ابھی رہتی تھیں حضرت داتا گنج بخش حضور وہیں رک گئے۔ اور ناراضگی سے قدرے سخت لہجے میں فرمایا۔ لو تم پہلے کیا کرتے رہے ہو۔؟ بابا جی نے گردن جھکا کر عاجزی سے کہا۔ مجھے معاف کر دیں۔ پھر داتا حضور خاموشی سے اوپر چلے گئے۔ اس کے چند دن بعد مصیبت اس طرح ختم ہو گئی کہ جیسے کچھ بھی نہ تھا۔

بابا جی سے یہ جو گناہ سرزد ہوا۔ عام انسان اس سے سینکڑوں گنا زیادہ کرتے ہیں اور اس رحمت بے پایاں کے بے کنار سمندر کی ایک موج میں بھی جوش پیدا نہیں ہوتا۔ مگر درویش کی چھوٹی سے لغزش بھی ناقابل معافی ہوتی ہے۔ بابا کو یہ احساس تو ہو گیا کہ مجھے سزائیں کیوں مل رہی ہیں۔؟ میں زیر عتاب کیوں ہوں۔؟ مگر وہ اس منزل کے راستے پر نہیں چڑھ رہے تھے جیسے ریل کی پٹڑی سے اتری ہوئی گاڑی بڑی مشکل سے پٹڑی پر چڑھتی ہے چالیس سال کی عمر میں ایک رات ایسا ہوا کہ نوازشات کی بارش کھل کر برس پڑی۔ آدھی رات کے بعد خواب میں

marfat.com
Marfat.com

وہ ایک اندھیرے کمرے کے کونے میں بیٹھے تھے اچانک سامنے کے دروازے سے کچھ لوگ ان کی طرف آ رہے تھے۔ وہ آگے بڑھتے رہے اور سفید روشنی ہوتی رہی ۔ تو پیچھے آنے والے لوگوں نے کہا حضورؐ تشریف لا رہے ہیں بابا نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو رحمت دو عالم سردار انبیاء احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کھڑے تھے شہنشاہ دوجہاںؐ نے بابا کو دائیں کلائی سے پکڑ کر اندھیرے کونے سے باہر نکال دیا۔ جب صبح اٹھے فجر کی نماز ادا کی تو لذت محسوس ہوئی۔ شام کو لیٹ کر ذکر کیا تو زیادہ لذت محسوس ہوئی ۔ انہیں یقین ہو گیا کہ میں اپنی منزل کے راستے پر چڑھ گیا ہوں اس کے بعد انہوں نے تمام عمر برائی اور گناہ سے اجتناب کیا اور گاڑی رواں دواں ہو گئی ۔ اس کے بعد انہیں دنیا کی محبت سے نجات مل گئی ۔ بیوی کی طرف پہلا سا التفات اندر سے ختم ہو گیا۔ بچوں کو اللہ تعالیٰ کا عیال سمجھنے لگے مگر ان کی پرورش ' فرائض اور محبت میں کمی نہ آنے دی ۔ لیکن اب وہ محبت خدا کے حوالے سے تھی۔ جو زیادہ پر لطف تھی۔ جو کماتے اس کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھ کر خرچ کرتے ۔ وہ کمائی حق داروں پر خرچ ہوتی اور حق داروں میں تقسیم ہوتی۔ دل سے نفرت ختم ہو گئی ۔ ہر انسان انہیں مظلوم نظر آنے لگا۔ ہر شے میں اللہ تعالیٰ کی جلوہ نمائی نظر آنے لگی ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نام سنتے تو رقت طاری ہو جاتی ۔ آنسو نکل آتے بزرگوں کی نوازشات پھر سے شروع ہو گئیں ۔ ان کی محفل میں دوسروں کو ایک ایک جام ملتا بابا کو دو جام ملتے۔ دنیا کی زندگی کا راز کھل چکا تھا۔

سوتے میں ذکر جاری رہنے لگا ۔ بابا جی کو خواب بالکل سچے آتے تھے۔ ہر آنے والے غم اور خوشی کی اطلاع انہیں خواب کے ذریعے مل جاتی۔ علم کی روشنی خود بخود ملنے لگی ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم تھا بابا کی ضرورتیں بھی کم ہو گئیں ۔سادہ زندگی گزارنے میں لطف آنے لگا

ایسا محسوس ہونے لگا جیسے وہ دنیا سے الگ ہو چکے ہیں مگر بظاہر دنیا داری کے فرائض بڑے انصاف سے ادا کرتے ۔ دنیا والوں کو یہی کہتے ۔ میں ایک دنیا دار اور

marfat.com

Marfat.com

گنہگار آدمی ہوں پھر اپنے پرائے سب محبت کرتے اور کہتے ہمارے لئے دعا کریں بابا صبح کی نماز کے بعد زمین کے ایک ذرے سے لے کر کائنات کی تمام مخلوقات اور تخلیقات کے لئے دل سے دعا کرتے ۔ اس دعا پر کافی وقت صرف ہوتا۔ کبھی کبھی رقت طاری ہوجاتی۔ پلکیں بھیگ جاتیں۔ داتا گنج بخشؒ اور سید موج دریاؒ کے آستانوں پر باقاعدگی سے حاضری دیتے ۔ اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا ۔ مگر لوگوں کے لئے بلا امتیاز دوست دشمن کے لئے **تخلیئے** میں اجتماعی دعا کرتے۔ نماز **تخلیئے** میں گھر پر ہی ادا کرتے۔ اکثر لوگ انہیں بے نماز سمجھتے ۔ مسجدوں کے متعلق ان کا خیال تھا اب یہ خانہ خدا نہیں رہیں ۔ مختلف فرقوں کے عبادت خانے ہیں ۔ اور کچھ تو ایک دوسرے کے خلاف سازشوں اور قتل و غارت کے منصوبوں کا گڑھ بن گئی ہیں ۔ نماز اللہ تعالیٰ کسی کو معاف نہیں کرے گا۔ وہ ظاہری اور باطنی نماز پڑھتے ۔ وہ باطنی نماز کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتاتے تھے ۔ وہ کہتے درویشی ایک پردہ ہے پردہ اٹھ جائے تو درویش ننگا ہوجاتا ہے۔ انسان **گنہگار** ہے ۔ اسے ہر رنگ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی چاہئے ۔ صبح کی نماز کے بعد کلام پاک کی تلاوت ضرور کرتے ۔ لوگوں کے دکھ کو زیادہ محسوس کرنے لگے۔ اپنی مختصر ضرورتوں کو پس پشت ڈال کر حتی المقدور دوسروں کی حاجت پوری کرتے۔ خوراک کم اور سادہ کھاتے۔ اللہ تعالیٰ کی چھوٹی سے چھوٹی نعمت کو ضائع ہوتے دیکھ کر انہیں انتہائی دکھ ہوتا۔ پانی کبھی نہیں پھینکتے تھے ۔ اتنا برتن میں ڈالتے جتنی ضرورت ہوتی۔ اگر زیادہ پانی کوئی دے دیتا تو پھینکتے نہیں پی جاتے کھانا صرف صبح و شام دو وقت کھاتے ۔شادی ۔ غمی اور ہنگامہ آرائیوں میں جانا چھوڑ دیا ۔ اس کے باوجود کوئی محسوس نہیں کرتا تھا کہ بابا دنیا دار نہیں ۸۰ (اسی) سال کی عمر تک رزق حلال کماتے رہے ۔ اس عمر میں جسم کا ہر اعضاء بالکل تندرست اور توانا تھا۔ بابا چاق و چوبند تھے ۔ پیدل چلنا انہیں بہت پسند تھا غرور ، تکبر، شہرت اور دولت کی ہوس بابا کے دل سے ختم ہوچکی تھی۔ ظاہرہ زندگی بھی باکردار ۔ سلیقہ مندی۔ عدل وانصاف۔ کی روشنی میں گزارتے ۔ بابا چالیس

marfat.com
Marfat.com

سال کی عمر کے بعد چارپائی پر نہیں سوئے۔ زمین پر سوئے ۔ اور لطف محسوس کرتے رات کروٹ کروٹ کے ساتھ ذکر کرتے ۔ اسی عمر سے صبح سے سونے تک باوضو رہتے ۔ بچوں ۔ پرندوں اور جانوروں سے بہت محبت کرتے ۔ چڑیوں کو صبح چوگا ضرور ڈالتے ۔ کہتے ہر شے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے ۔ انہیں اپنا اپنا ذکر یاد ہے کہتے جب چڑیاں چہچہاتی ہیں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کررہی ہیں اور وہ میرے دل میں اترتا چلا جاتا ہے ۔ وہ کہتے مساوات جو اسلام میں ہے اس سے باہر کوئی مساوات کامیاب نہیں ہوسکتا ۔ دولت کی جو تقسیم قرآن نے اور اسلام نے بتائی ہے۔ ٹھیک ٹھیک اس پر چلا جائے تو غربت اور ناداری ختم ہوجاتی ہے ۔ دولت پر سانپ بن کر بیٹھ جانے سے اور معاشرہ تباہ ہوجاتا ہے ۔ مسلمانوں کا آخری عباسی خلیفہ المستعصم باللہ کے خزانے زر و جواہرات سے بھرے ہوئے تھے مگر وہ۔

دولت پر سانپ بن کر بیٹھ گیا تو تاتاریوں نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ ۲۰ لاکھ آبادی کا شہر مکمل طور پر تباہ ہوگیا۔جل کر راکھ ہوگیا اور لالچی خلیفہ کو نمدے میں کسوا کر اس پر ہلاکو خاں نے گھوڑے دوڑائے ۔ اس دور میں کمیونزم کا کیا حشر ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے ایسا سلسلہ بنایا ہے کہ اونچ نیچ ختم تو نہیں ہوسکتی ۔ مگر اس ناہمواری میں زیادہ فرق ڈال دینے سے تباہی کے آثار پیدا ہوجاتے ہیں ۔ چین میں امیر طبقہ ' امیر تر ہوگیا تھا اور غریب طبقہ غریب تر ہوگیا تھا۔ اتنا بڑا ملک تباہ ہوگیا۔

بابا جی کو تمام علوم میں دسترس حاصل تھی ۔ مگر ان کے اندر روحانیت کی روشنی کے سامنے تمام علوم ماند پڑ گئے۔ بچپن میں انہیں بہت سے چہروں میں قدرت کی جھلک محسوس ہوئی ۔ ویسے تو ہر چہرے میں اس کی جھلک ہے ۔ مگر پندرہ سولہ سال کی عمر میں انہیں ایک چہرے میں خدا کی جھلک محسوس ہوئی ۔ پانچ سال روزانہ اس چہرے کو سب کام چھوڑ کر دیکھنے جاتے ۔ جب تک اسے دیکھ نہ لیتے ۔ بے چینی اور بے تابی میں مبتلا رہتے ۔ پانچ سال بعد ایک دن بابا جی کسی

marfat.com

Marfat.com

مصروفیت کے باعث رات گیارہ بجے تک اس چہرے کو دیکھنے اس مقام پر نہ جا سکے ۔ مگر دل کے اندر تڑپ نے طوفانی صورت اختیار کر رکھی تھی ۔ مایوس ہو گئے کہ آج دیدار سے محروم رہ جاؤں گا۔ انتہائی سردی کے دن تھے لوگ گھروں میں آرام سے سو رہے تھے ۔ مگر دل کو چین نہیں پڑ رہا تھا۔ وہ یہ کہہ کر چل دیئے وہ چہرہ نہ سہی وہ درو دیوار ہی دیکھ لیں گے ۔ لاہور کے بازار رات بھر سنسان نہیں ہوتے تھے مگر وہ مقام ضرور سنسان تھا جہاں پر بابا جی جا رہے تھے ۔ جب وہاں پہنچے تو وہ درودیوار سنسان تھے ہو کا عالم تھا جب وہ اس مقام پر پہنچے تو وہ چہرہ کھڑا تھا۔ اور یہی اس دیدار کا آخری دن تھا۔

پچاس سال کی عمر میں بابا جی نے ہر وقت باوضو رہنا شروع کر دیا ۔ وہ دن بھر رات سونے تک باوضو رہتے ۔ وہ کہتے جب تک انسان کی نظر میلی رہتی ہے ۔ دل بھی میلا رہتا ہے۔ دل پر انوار کی بارش نہیں ہو سکتی ۔ وہ یہ بھی کہتے ۔ یہ جسم اللہ تعالٰی نے انسان کو بہت بڑی نعمت عطا کی ہے۔ جب جسم اللہ تعالٰی کا روح اللہ تعالٰی کا امر' کوشش کے لئے حوصلہ 'ہمت' برداشت اللہ تعالٰی دیتا ہے ۔ رزق اللہ تعالٰی دیتا ہے ۔ زندگی اللہ تعالٰی نے دی ہے تو پھر یہ "میں" اور میرا کہاں سے آگیا۔ انسان ہر کام میں' ہر بات میں کہتا ہے۔ میں نے یہ کیا۔ فخر کرتا ہے۔ تکبر کرتا ہے ہر کامیابی کامرانی ہر شے دینے والے رب کو درمیان میں سے نکال دیتا ہے ۔ اسی مقام پر آکر انسان مارا جاتا ہے۔ بابا کہتے ہیں جسم کو بے جا تکلیف دینا ۔ اپنے عشق اپنی غرض کے لئے جسم کو طرح طرح کی اذیتیں دینا تو میں گناہ سمجھتا ہوں ۔ رات اللہ پاک نے آرام کے لئے بنائی ہے۔

فاقہ کشی روح کو پاک کر دیتی ہے۔ مگر فاقہ کشی اتنی نہیں کہ جسم کے ساتھ زیادتی ہو جائے ۔ یہ بھی سچ ہے کہ زیادہ کھانا روح کو اندھا کر دیتا ہے۔ جسم کو اپنے مرتبوں کے لئے اذیت دینا میں ٹھیک نہیں سمجھتا ۔ رات کا پہلا اور پچھلا تھوڑا حصہ عبادت کے لئے ضرور ہے۔ اللہ تعالٰی کی دی ہوئی کسی بھی نعمت کو حد سے زیادہ استعمال کرنا اللہ تعالٰی کو بھی پسند نہیں ۔ سب کچھ اللہ تعالٰی کے لئے

marfat.com

Marfat.com

کرنا۔ اس کے رستے میں جان دینا بجا ہے اس کی حرمت اور دین کی عزت پر کٹ مرنا بجا ہے۔ مگر دنیا کے حصول ۔اقتدار۔ دولت ۔ وغیرہ کے لئے خود مرنا یا دوسروں کو مارنا کبیرہ گناہ ہے۔ بابا جسم کو خدا کی نعمت سمجھ کر اس کی صفائی ۔ ستھرائی اور اس کی پرورش اور اس کے آرام کا خیال رکھتے ہیں بابا کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ایسی نہیں کہ انہیں بے دردی سے کام میں لایا جائے ۔ بابا جب کسی جسم کے اعضاء سے تھوڑا تجاوز کرتے یا کام زیادہ لیتے تو اس سے معافی مانگتے ان کا کہنا ہے کہ قیامت کے دن ان اعضا نے ہمارے اعمال کی گواہی دینی ہے بابا کا احساس بہت باریک ہوچکا ہے وہ بڑے باریک بین ہیں ۔ وہ کہتے ہیں کہ اس فنا ہونے والے انسان کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے مالک کی کسی بھی نعمت کی ناشکری کرے ناقدری کرے ۔ بابا جی اکثر ایسے کام کرتے ہیں جو دنیا والوں کی عقل کے مطابق نقصان والے گھاٹے والے اور بیوقوفانہ ہوتے ہیں۔ مگر بابا ہنستے ہیں ۔

جن سے رہتے ہیں خرد مند گریزاں اے دوست
ہم جنوں کوش اسی راہ پہ ہو لیتے ہیں

بابا نے کسی شاعر کا یہ شعر سنایا اور کہا دنیا والے تو آنکھیں رکھتے ہوئے پھول کے دھوکے میں آگے بڑھتے ہیں اور کانٹوں میں الجھ کر رہ جاتے ہیں۔

بابا جی جب صبح و شام کھانا کھاتے ہیں تو وہ بے وضو نہیں ہوتے۔ الحمد شریف قل شریف' اور درود شریف پڑھ کر کھانا سامنے رکھا ہوتا ہے ۔ اور چار بزرگوں ' اپنے والدین بہن بھائیوں اور دیگر اپنے حقداروں کی روح کو کلام اور کھانا بخش کر پھر بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھاتے ہیں ۔ چار بزرگوں میں حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخشؒ۔ حضرت سید موج دریا بخاریؒ۔ حضرت غوث الاعظم عبدالقادر جیلانیؒ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ ہیں ۔ بلکہ گیارہویں شریف کا ختم ہر ماہ باقاعدگی سے دلاتے ہیں ۔ ربیع الاول میں سب سے بڑا ختم دلاتے ہیں ۔ باقی تمام تہواروں پر بھی بزرگوں کا ختم دلاتے ہیں ۔ صبح تلاوت کا ثواب اپنے والدین۔ بزرگان لاہور۔ بزرگان پاکستان ۔ بزرگان ہند' پیغمبروں ۔ نبیوں ۔ اصحابہ کرام ۔ اہل بیت رسول کریمؐ ۔ ابدالوں ۔ غوثوں قطبوں اور اولیاء کو بخشتے ہیں ۔ باقاعدگی سے

marfat.com

Marfat.com

روز مرہ کا ان کا معمول ہے ان کے علاوہ بزرگان بغداد اور ساری دنیا کے اولیاء کی روحوں کو بخشتے ہیں۔ وہ صرف ایک جوتا خود خریدتے برتتے ہیں۔ باقی کوئی کپڑا انہوں نے بیس سال سے نہیں خریدا۔ جہاں سے ملتا ہے پہن لیتے ہیں۔ کبھی کوئی بنا دیتا ہے کبھی کوئی بھیج دیتا ہے۔ وہ انکار نہیں کرتے طبیعت میں بے نیازی زیادہ ہے خوف، غم اور فکر مٹ چکے ہیں۔ بچپن سے تنہائی پسند ہیں۔ الگ تھلگ رہنا پسند کرتے ہیں۔ زندہ قبروں کا بڑا احترام کرتے ہیں۔ اب حالت یہ ہے کہ چھ چھ مہینے کہیں کھوجاتے ہیں۔ سراغ نہیں ملتا پھر اسی طرح تندرست و توانا موجود ہوتے ہیں بابا جی ایک پراسرار ہستی ہیں۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا ہے۔ کہ بابا درویش ہیں۔ دوستوں سے ہنستے مذاق کرتے ساتھ بیٹھ کر چائے پیتے ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ لوگ انہیں کہتے ہیں بابا جی دعا کرنا۔ پتہ نہیں کیوں؟

بابا جی سے پوچھا کہ کبھی کسی کا دیدار بھی ہوا ہے؟۔ انہوں نے بتایا۔ بارہ سال کی عمر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خواب میں زیارت ہوئی۔ دو مرتبہ حضرت بی بی مریم والدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔ اور دو مرتبہ سرور کائنات آقائے دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوا ہوں۔ حضرت داتا گنج بخش اور حضرت موج دریا بخاریؒ کے علاوہ بہت سے ایسے بزرگوں کی بھی زیارت ہوئی۔ جن کے نام میں نہیں جان سکا۔ بلکہ حضرت موج دریا بخاریؒ کی دعا سے بستر مرگ پر پڑی ہوئی میری چودہ سالہ لڑکی زندہ ہوگئی۔ آپ وقت کے قطب تھے۔ ولی کی زندگی ایک راز ہے جس کا راز میں رہنا ہی ٹھیک ہے۔ اس کے باوجود بابا جی کہتے ہیں مجھے درویش نہ کہو۔ میں ایک گنہگار انسان ہوں۔

بابا جی کہتے ہیں دنیا اور معاشرے میں ناہمواریاں اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا اسرار ہے۔ اس میں بے انتہا حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ دنیا سے ناہمواری ختم کرنے والے تحریکیں چلاتے ہیں مگر ان کے اندر خود بلندیوں پر پہنچنے کی خواہش نے طوفان برپا کیا ہوتا ہے۔ یہ بھی نہ کہو کہ گنہگار کو ولایت نہیں ملتی۔ اگر سچے دل سے توبہ کرلی جائے تو رحمت کے دروازے اتنے وسیع ہیں کہ۔ اس کرہ ارض جیسی ہزاروں دنیا

marfat.com

Marfat.com

اس میں گزر جائیں تو معلوم تک نہ ہو ۔ جب بھی انسان توبہ کرکے سیدھے راستے پر آجائے عشق الٰہی میں غرق ہوجائے تو پھر کسی ولایت کی نہ حاجت رہتی ہے نہ خواہش بابا جی مرشد پاک کے مزار پر حاضری دینے جاتے ہیں تو مزار شریف کے دروازے کے سامنے کبھی جوتا نہیں اتارتے سیڑھوں سے نیچے ایک طرف جوتا اتارتے ہیں ۔ پھر سیڑھیوں کو تین بار چوم کر آتے جاتے ہیں ۔ ایک مرتبہ آغاز میں دروازے کے سامنے جوتا اتارا تو مرشد پاک نے رات جھاڑ دیا اور فرمایا کہ درویش کے راستے میں پہلی منزل ادب ہے ۔ بابا جی گنج بخشؒ کے دربار میں حاضری دینے جاتے ہیں ۔ تو اندر نہیں جاتے سیڑھیوں کو چوم کر ایک کونے میں کھڑے ہوکر فاتحہ پڑھتے ہیں وہ اس انہماک سے داتا ہجویری کے حضور التجا کرتے ہیں کہ کئی مرتبہ لوگ انہیں فقیر سمجھ کر ان کے ہاتھ پر ایک دو روپے رکھ جاتے ہیں ۔ وہ پھر وہاں بیٹھے حاجت مندوں کو دے دیتے ہیں ۔ وہ کہتے ہیں کہ اندر جانا ادب کے خلاف ہے کئی مرتبہ انہیں مرشد پاک کے آستانے پر زائرین کے جوتے سیدھے کرتے دیکھا گیا ہے ۔ ادب خود ایک بہت بڑی منزل ہے ۔ انسانی معاشرے میں لاکھوں خاندان بے ادبی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں ۔ خیرو برکت سے محروم ہیں ۔ تھوڑے خاندان دنیا میں ایسے ہیں جو ادب کے باعث خیرو برکت کی دولت سے مالا مال ہیں ۔ دولت نہ ہوتے ہوئے بھی خوشحال ہیں۔ ان کے دلوں میں تسکین او راطمینان کی دولت کے انبار لگے ہیں۔ ہر مصیبت ۔ ہر مشکل ۔ ہر بلا ۔ پریشانی سے پاک ہیں ۔ آسانیاں ۔ آسائشیں ۔ اور خوشحالیاں ان کے قدم چومتی ہیں ۔ ورنہ دنیا تو اپنے گناہوں کے جال میں پھنسی ہوئی ہے ۔ بے ادبی کے شکنجے میں جکڑی ہوئی ہے ۔ اپنے بزرگوں کی روحوں کو تڑپاتی ہے اسے کبھی خیال تک نہیں آتا ہے ۔ کہ اپنے بزرگوں کی روحوں سے معافی مانگ کر ادب کے راستے پر گامزن ہوجائیں۔

بابا جی نے کہا ۔ جب کوئی سلوک کے راستے پر رواں دواں ہوجاتا ہے تو وہ سراپا خیر ہوجاتا ہے اس کی ناراضگی اس کا غصہ اس کا کسی کو مارنا' گالیاں دینے میں بھی خیر کی روشنی ہوتی ہے ۔ وہ خلق خدا سے پیار کرتا ہے صرف ان کی بیوقوفیوں

marfat.com
Marfat.com

اور کوتاہیوں پر اسے غصہ آتا ہے۔ ان نادانیوں سے وہ دل برداشتہ ہوتا ہے بابا جی عزیزوں۔ دوستوں اقرباء کی بیٹیوں کی شادیوں پر انہیں کلام پاک کے تحفے دیتے ہیں پندرہ سال سے یہ عمل جاری ہے۔ بابا جی نے کہا کہ درویش بادشاہوں میں بھی ہوتے ہیں امیروں۔ دولتمندوں میں بھی ہوتے ہیں مگر غریبوں میں درویش زیادہ ہوتے ہیں۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کلاس زیادہ پسند تھی مگر بڑے طبقے میں درویش کم اور ظالم زیادہ ہوتے ہیں۔ عام لوگوں کی نمازاور درویش

کی نماز میں فرق یہ ہوتا ہے کہ عام آدمی نماز پڑھتا ہے۔ تو اس پر ایک پرسکون اور تسکین کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

مگر درویش جب نماز پڑھتا ہے۔ اس پر ایک بے خودی کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ رقت کا غلبہ ہوتا ہے آنکھیں بھیگ جاتی ہے۔ کسی وقت بے خودی میں نعرہ بھی بلند ہوجاتا ہے۔ درویش اس لئے نماز پردے میں ادا کرتا ہے۔ اس پرسکون اور تسکین کی کیفیت چوبیں گھنٹے طاری رہتی ہے۔ اسے دنیا کے سازو سامان دیکھ کر وحشت سی محسوس ہوتی ہے ہنگامے اور ہجوم سے وحشت طاری ہوتی ہے۔ اسی لئے تنہائی پسند کرتا ہے۔ لیکن تنہائی کے متعلق بابا بتاتے ہیں کہ تنہائی کا مطلب مایوسی نہیں۔ اپنے اوپر یاسیت طاری کرنا نہیں۔ بلکہ ہمت اور حوصلے سے کوشش کرنا۔ جدوجہد کرنا اور روشن راہوں کو تلاش کرنا ہے۔ اس کی حسن آفرینوں سے لطف اندوز ہوکر اس کے آگے بہ چشم تر سجدہ ریز ہونا ہے۔ اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوکر اس کا شکر ادا کرنا ہے دنیا میں اس کی نعمتوں کا بھرپور لطف اٹھا کر دل و جان سے اس کا شکر ادا کرنا ہے۔ جب تمام نعمتیں تمام حسن انسان کے لئے پیدا کئے گئے ہیں تو ان سے کنارہ کش ہوکر موت کا انتظار کرتے رہنا بھی کوئی بڑا کارنامہ نہیں۔ بلکہ اس کی نعمتوں سے انحراف ہے۔ جب انسان ہر بات اس پر چھوڑ دیتا ہے تو پھر ڈر کس بات کا ہے۔ اپنی کوتاہیوں، غفلتوں اور گناہوں پر رونا چاہئے۔ نفس کو بڑی مضبوط لگام دے کر رکھنا چاہئے ورنہ یہ تمہاری دنیا کو ہڑپ کرکے بھی پیاسا رہتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

بابا نے کہا غم کا میں نے سات سال کی عمر میں مزہ چکھ لیا تھا یہ بھی ایک شدت کی کیفیت ہوتی ہے سات سال کی عمر میں ماں باپ بہن بھائی اور اپنے ہنستے بستے گھر سے جدا ہوا۔ تو جدائی کی پہلی رات ہی میں نے اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کی۔ اور کہا اے اللہ! میرے عزیزوں کے سارے غم مجھے دے دینا اور میرے غم کا گہرا زخم ان کے دلوں پر نہ لگانا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ میری ماں۔ بہنیں اور بھائی سب کو اللہ تعالیٰ نے بلالیا۔ اور میں دنیا میں ان کا غم لئے آج بھی زندہ ہوں۔ لیکن ان کی غفلتوں۔ کوتاہیوں اور گناہوں کی بخشش کے لئے دعا مجھ پر فرض کی حیثیت رکھتی ہے۔ کوئی دن ان کی مغفرت کی دعا سے خالی نہیں جاتا۔ بچپن سے آج تک اللہ تعالیٰ سے ہمکلام رہتا ہوں۔ ہر مشورہ۔ ہر مسئلہ اپنے مالک کو ہی سناتا ہوں۔ میرے اندر سے اس کا جواب بھی مل جاتا ہے ہر غم ہر خوشی میں اس سے ہی ہمکلام ہوتا ہوں میرے گناہوں کی جو سزا مجھے ملتی رہی۔ اس میں مجھے وہی تسکین دیتا رہا۔ اس سے باتیں کرتے رہنا اس کو اپنا دکھ درد سناتے رہنا۔ یہ میرا عمر بھر کا معمول ہے۔ دنیا میں رہ کر دنیا کا ہر کام انجام دینے کے باوجود میں دنیا سے الگ رہتا ہوں۔ مگر دنیا پھر بھی مجھ سے محبت کرتی ہے۔ بزرگان لاہور مجھ سے خاص شفقت فرماتے ہیں میں نے یہ باتیں بابا کے ساتھ مدتوں رہ کر حاصل کیں۔

احساس اور تصور کے متعلق بابا جی نے بتایا۔ احساس میں انتہائی وسعت پیدا ہوجاتی ہے۔ احساس اور تصورات ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ تصور میں بندہ خانہ کعبہ میں نماز ادا کرتا۔ یا روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری دیتا ہے مسجد نبوی میں نماز پڑھتا ہے۔ یا دل کے اندر ہی نماز ادا کرتا ہے۔ تو یہ سب حقیقت ہی ہوتی ہے۔ اور درویشی کی منزل میں یہ بھی ایک پڑاؤ ہے۔

اس سے آگے عبادت۔ ریاضت اور روح کو پاک کرنے کے عمل جب مکمل ہوجاتے ہیں تو اس منزل پر پہنچ کر بندہ اپنے اس جسم کے ساتھ ہر جگہ چلا جاتا ہے مشاہدہ کی منزل کا آغاز ہوجاتا ہے قرب الٰہی کی منزل حاصل ہوجاتی ہے عشق الٰہی میں جان و تن کا ہوش نہیں رہتا۔ جذب و مستی میں ڈوبے ہوئے بندوں کی یہ

marfat.com
Marfat.com

منزل بھی احساس اور تصور سے بہت آگے ہے ۔ اس منزل میں کچھ لوگ ضبط اختیار کرتے ہیں او رکچھ ضبط نہیں کرسکتے۔ دنیا انہیں سولی پر لٹکا دیتی ہے ۔ یہ اپنے اپنے ظرف کی بات ہے لیکن اس مقام کی لذت کا دنیا کی کوئی لذت مقابلہ نہیں کرسکتی۔ احساس اور تصورات محض ایک معمولی سی پیش رفت ہے ۔

بابا جی نے بتایا یہاں سے دو منزلیں ہوجاتی ہیں ۔ ایک تو عشق الٰہی میں ڈوب رفنا فی اللہ ہوجاتے ہیں ۔ یہ ان کی آخری منزل ہے ۔ دوسری منزل والے کائناتی وسعتوں اور آفاقی سرحدوں سے نکل کر غوث ۔ قطب۔ ابدال۔ اوتاد ۔ نقباء اور دیگر منصبوں تک رسائی حاصل کرلیتے ہیں یہ خدمت خلق کی منزل ہے اس بلند منزل والے کو اس کرہ ارض ۔ انسانوں اور کائنات کے مسائل میں دسترس حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے اختیارات دیئے ہوتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نائبین کی حیثیت سے نظم کائنات میں دسترس رکھتے ہیں ۔ وہ بعض ایسے کام بھی کرجاتے ہیں جو بظاہر ظلم کی حد میں آتے ہیں ۔ مگر باطن کے پس پردہ دور رس فوائد کے حامل ہوتے ہیں سب سے بڑی منزل یہی ہے ۔ تو خدمت خلق کا منصب بہت بڑا منصب ہے۔

پیغمبر اور نبی ان سب منزلوں سے اسی لئے بلند ہوتے ہیں کہ ایک تو وہ ایسی شریعت لے کر آتے ہیں ۔ جن پر چل کر ولایت ملتی ہے اور عام انسانوں کو بھی شریعت صراط مستقیم بتاتی ہے ۔ دوسرے پیغمبر کو خدمت خلق کے لئے وہ ہمت حوصلہ ۔ اور جرات عطا ہوتی ہے جو اور انسانوں کو نہیں ہوتی ۔ تن تنہا نمرودوں ۔ شدادوں اور فرعونوں سے مقابلہ پیغمبری کرسکتے ہیں ۔ اور انسانوں کو سیدھا راستہ دکھانے سے بڑھ کر کوئی اور خدمت خلق نہیں ہے۔

باباجی نے یہ بھی کہا کہ میرے ہاتھ میں چٹکی بھر نمک تھا تو اللہ تعالیٰ کی نعمت پر غور کیا تو آنسو چھلک پڑے ۔ اربوں من نمک کی کانیں اس مالک لم یزل نے انسان کے لئے پیدا کردی ہیں۔ لاکھوں من نمک بہہ کر ہر سال سمندر میں چلا جاتا ہے ۔ اے انسان! اللہ تعالیٰ کی کن کن نعمتوں سے انکار کرے گا۔ ہوا' پانی' زندگی

marfat.com
Marfat.com

بخش سورج کی حرارت جیسی تم کو نعمتیں عطا کردی ہیں - اپنے جسم کی ذرا ذرا سی چیز پر غور کر' موت تک زندہ رہنے کے لئے کوئی کمی بھی اس میں نہیں چھوڑی گئی ہے۔ کائنات کی وسعت پر غور کرے تو پاگل ہو جائے - لامتناہی سلسلہ ہے جو اس رب ذوالجلال کی تخلیق ہے۔ انسانی تصورات کی حدود میں جو کچھ ہے فنا ہونے والا ہے اور اس سے آگے جو کچھ ہے وہ اللہ ہے - جس کی کوئی حد نہ حساب نہ جہت ' نہ ابتدا' نہ انتہا۔

یہ جو درویش بلی' کتوں' پرندوں' چرندوں سے محبت کرتے ہیں یہ بھی ایک راز ہے - یہ بے وفا نہیں۔ نافرمان نہیں۔ جو ذکر ان کو عطا ہوا ہے۔ پورا وفا کا حق ادا کرتے ہوئے فرمانبرداری سے شکر کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ اور جس مخلوق (انسان) کے لئے یہ سب کچھ بنایا گیا ہے - اس نے کبھی شکر کا حق ادا نہیں کیا اس جیسی نافرمان کوئی مخلوق نہیں۔ جن لوگوں کو اس کے شکر کا سلیقہ آجاتا ہے۔ وہ دنیا اور اسباب دنیا سے نفرت کرنے لگتے ہیں - اسی کو درویش کہتے ہیں

پیر غلام دستگیر نامیؒ

آپ رتہ پیراں ضلع شیخوپورہ میں یکم مئی ۱۸۸۳ء منگل کے روز پیدا ہوئے - اور ۲۹ دسمبر ۱۹۶۱ء میں وفات پائی - وفات لاہور میں پائی مگر موضع رتہ پیراں میں دفن ہوئے محترم دستگیر نامی ایک باعظمت تاریخی خاندان سے تھے - آپ کے خاندان کا جتنا قدیم تعلق لاہور سے ہے اتنا کسی اور خاندان کا نہیں - یہ خاندان روحانی - علمی - ادبی حیثیت سے ہمیشہ قابل احترام رہا۔

حضرت پیر دستگیر نامی خود ایک روحانی شخصیت تھے۔ تعلیم معمولی ہونے کے باوجود وہ علم و ادب - تصنیف و تالیف میں ایک بہت بڑا نام ہے آپ ۴۰ معروف کتابوں کے لکھاری ہیں جن میں روحانی کتب اولیاء اللہ کے حالات تاریخی اور تحقیق کے حوالے سے انتہائی قابل قدر ہیں۔ حضرت دستگیر نامی قانون دانی میں بھی

marfat.com
Marfat.com

کافی دسترس رکھتے ہیں ۔ ساری عمر درویشانہ طرز زندگی اختیار کی ۔ بزرگوں کی ہڈیوں کا خراج وصول نہیں کیا۔ رزق حلال سے بچوں کی پرورش کی ۔ کئی محکموں میں ملازمت اختیار کی ۔ مگر وہاں کے حالات دیکھ کر نوکری چھوڑ دیتے ۔ آخر میں لاہور کی تحصیل میں مستقل ملازمت اختیار کی مگر چھ ماہ بعد وہاں رشوت خوری کا ماحول دیکھ کر نوکری چھوڑ دی ۔ آخر محکمہ تعلیم سے منسلک ہوگئے۔ سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور میں خزانچی مقرر ہوئے ۔ یہیں سے ریٹائر ہوئے۔

آپ انتہائی سادہ زندگی بسر کرتے ۔ انتہائی سادہ لباس میں رہتے ایک کپڑے کا تھیلا ہاتھ میں لٹکائے رکھتے ۔ لاہور کے فٹ پاتھوں پر پھرتے رہتے ۔ یا پرانی کتابوں کی دوکانوں پر اکثر دیکھے جاتے ۔ اہل علم اور جاننے والے جہاں دیکھتے احتراماً" جھک کر ملتے ۔ ایسے درویش لوگ بھی صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں ۔ انتہائی امیر خاندان سے تعلق رکھنے کے باوجود درویشانہ زندگی بسر کرتے رہے ۔

مولانا محمد حسین پسروریؒ

آپ بہت بڑے عالم اور نیک سیرت انسان تھے آپ عالم باعمل تھے عاجزی اور انکساری کا مجسمہ تھے۔ دین کا علم لوگوں تک پہنچانے میں ان کی خدمات قابل قدر ہیں ۔ ریلوے اسٹیشن کے پل سے اتر کر چھوٹی سڑک کے راستے باغبانپورہ جائیں تو آغاز میں ہی چمڑہ منڈی سے ذرا آگے جائیں تو ایک بڑی مسجد ہے آپ وہاں جمعہ کی نماز پڑھاتے تھے ۔ عمر کافی ہو چکی تھی مگر بڑے باہمت تھے۔ آپ ہر جمعہ کو صبح پسرور سے یہاں آتے اور جمعہ کی نماز پڑھا کر شام واپس چلے جاتے ۔

دراصل مسجد کے سامنے پسرور کے کچھ خاندان آباد تھے ۔ وہ مولانا محمد حسین کی علمیت اور شرافت سے آگاہ تھے وہ آپ کو زور دے کر یہاں لائے تھے ۔ آپ کئی سال تک یہاں جمعہ کی نماز پڑھاتے رہے ۔ انتہائی شفیق اور نرم دل انسان تھے۔ آپ کی زندگی میں کئی سانحے بھی پیش آئے آپ کا ایک ہی جوان بیٹا تھا۔ جو انتہائی سعادت مند اور نیک تھا۔ وہ بی اے میں پڑھتا تھا کہ اچانک اس کا انتقال

marfat.com

Marfat.com

ہو گیا۔ آپ نے بڑے صبر اور تحمل سے وہ صدمہ برداشت کیا۔ آپ کے بیٹے کے جنازے میں کثیر لوگوں نے شرکت کی۔ آپ اتنا وقت لخت جگر کی قبر پر بیٹھے رہے ۔ جتنی دیر میں ایک اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت بنایا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا حدیث شریف میں ہے اتنی دیر میت کی قبر پر بیٹھنا چاہئے جتنی میں ایک اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت بنالیا جاتا ہے۔ کیونکہ میت اتنی دیر میں سوال وجواب کے مرحلے سے گزر جاتی ہے۔ اگر قبر کے اوپر لوگوں کی آوازیں آتی رہیں۔ تو اہل قبر کو سہولت اور طمانیت ہوتی ہے۔ آپ بڑے قانع اور سادہ مزاج تھے۔

آپ کی وفات پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے قریباً پندرہ سال بعد ہوئی۔ آپ کی قبر سلطانپورہ لاہور میں اسی مسجد کے سامنے ایک پیپل کے درخت کے نیچے ہے۔ عورتیں جمعرات کو مزار پر چراغ جلاتی ہیں۔ اور نمازی آتے جاتے فاتحہ خوانی بھی کرتے ہیں۔ کبھی کبھی وہاں لنگر بھی تقسیم ہوتا ہے۔

باغبانپورہ جانے والی اس سڑک پر بابا گھوڑے شاہ کے علاوہ تیس چالیس مزار ہیں جن پر ہر شب چراغ جلتے ہیں۔'

حضرت حفیظ جالندھریؒ

حضرت حفیظ جالندھری کا مدفن بھی لاہور میں ہے۔ آپ کی اسلام کے لئے بڑی خدمت یہ ہے کہ آپ نے منظوم شاہنامہ اسلام چار جلدوں میں لکھا۔ جن میں اسلامی تاریخ کے اہم واقعات نظم کئے گئے ہیں۔

دوسرا اہم اور بڑا کارنامہ پاکستان کا ترانہ ہے اس ترانے کے باعث آپ کی ذات ہمیشہ کے لئے زندہ رہے گی۔

marfat.com
Marfat.com

سرسکندر حیات

یہ نہ ولی تھے نہ بزرگان دین میں سے تھے۔ زندگی کا کوئی گوشہ منور تھا اس لئے قبر زندہ ہے

سر سکندر حیات کا مدفن لاہور کی شاہی مسجد کی سیڑھیوں کے ایک طرف ہے دوسری طرف حضرت محمد اقبالؒ کا مزار مقدس ہے سر سکندر حیات کا سیاست سے قطع نظر کارنامہ یہ ہے کہ شاہی مسجد کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ ہوگئی تھی۔ میناروں کی برجیاں ٹوٹ کر گرچکی تھیں گنبد قابل مرمت ہوچکے تھے۔ فرش خراب ہوچکے تھے۔ مسجد کی حالت انتہائی خراب ہوچکی تھی۔ سر سکندر حیات نے اپنے دور وزارت میں زمینداروں لور بنیوں کو ٹیکس لگا کر لاکھوں روپے اکٹھے کرکے مسجد کی بہترین مرمت کرائی۔ گنبد۔ فرش۔ وضو کے لئے نئی جگہ بنوائی میناروں پر سفید برجیاں تعمیر ہوئیں۔ تعمیرو مرمت پر دو تین سال لگے لور مسجد کا اصل حسن بحال ہوگیا۔ دوسرا کارنامہ یہ ہے کہ تمام چھوٹے زمینداروں کی زرعی زمینیں جو تمام مسلمانوں کی تھیں لور ہندو بنیوں کے پاس رہن تھیں وہ سب واگزار کرائیں لور کاشتکاروں کو واپس کردی گئیں۔ یہ دونوں کام سر سکندر حیات نے اس وقت کے وزیر مل سر چھوٹو رام سے کرائے۔

marfat.com
Marfat.com

لاہور کے چند مقبرے

شہنشاہ قطب الدین ایبک

یہ خاندان غلاماں سے تھے ۔ بہت نیک بہادر اور دین متین پر چلنے والے بادشاہ تھے ۔ دلی کا لکھ داتا بھی اسی نیک بادشاہ کو کہا جاتا ہے ۔ دلی میں قطب کی لاٹ آپ نے تعمیر کرائی تھی۔ ہندو اسے اشوک کی لاٹ سے منسوب کرتے ہیں ۔ مگر اشوک کی لاٹ مدتوں پہلے ختم ہو چکی تھی ۔ اس خاندان نے بھی ہندوستان پر برسوں راج کیا ۔ اور بہترین فرمانرواؤں میں شمار ہوئے۔ قطب الدین ایبک کی نیکی ۔ بلند کردار ۔ اور اعلیٰ سیرت کی داستانوں سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔ اس خاندان کے دور میں رعایا بہت خوشحال تھی ۔

شہنشاہ قطب الدین ایبک کا دور اس خاندان کے بادشاہوں میں سنہری دور تھا ۔ بڑی وسیع سلطنت تھی۔ یہ خالص مسلمان بادشاہ تھا ۔ قطب الدین ایبک لاہور میں اکثر چوگان کھیلنے مصاحبین کے ساتھ آیا کرتا تھا۔ چوگان پولو کی طرز کا کھیل ہے ۔ جو گھوڑوں پر چڑھ کر کھیلا جاتا تھا۔ آخری بار جب قطب الدین آیا تو گھوڑے سے گر کر فوت ہوگیا۔ اسے لاہور میں ہی دفن کیا گیا ۔ یہ درویش صفت بادشاہ تھا۔ غریب رعایا کا ہر طرح خیال رکھتا تھا ۔ اس کے دور میں بہت سے رفاہی کام ہوئے ۔ مزار انار کلی میں ایبک روڈ پر ہے۔ یہ بازار بادشاہ کے نام پر ہی مشہور ہے پہلے مقبرہ مکانوں میں گھرا ہوا تھا ۔ حکومت نے مکان گرا کر مقبرے کو خوبصورت طریقے پر تعمیر کیا ۔ ساتھ چھوٹی سی پارک ہے جدید طرز کا خوبصورت مقبرہ ہے۔ ہر روز لوگ فاتحہ خوانی کے لئے آتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

مقبرہ جہانگیر

جہانگیر عدل و انصاف کے لئے بہت شہرت رکھتا ہے ۔ اسلامی شعائر کی پابندی کرانے کی بھی اس نے مقدور بھر کوشش کی ۔ جہانگیر اکبر کا لاڈلہ اور اکلوتا بیٹا تھا۔ مگر بہادر اور صاحب علم تھا۔ علم و دانش والے لوگوں کا قدر دان بھی تھا۔ کئی کمزریوں کے باوجود وہ ایک اچھا حکمران تھا عہد شباب میں محل کی ایک کنیز سے اس نے عشق کیا۔ انار کلی سے اس کے عشق کی داستانیں ڈرامائی انداز کی ہیں ۔ کئی فلمیں بن چکی ہیں ۔ کئی اسٹیج ڈرامے کھیلے جا چکے ہیں ۔ کئی کتابیں لکھی جا چکی ہیں ۔ جہانگیر کے عدل و انصاف پر کئی ڈرامے بنے ۔ فلمیں بنیں ۔ کتابیں لکھیں گئیں ہیں ۔ بڑا خوبصورت شہزادہ تھا۔ جہانگیر بحیثیت انسان اور حکمران بھی بہت بڑا آدمی تھا ۔

صحت خراب ہو گئی تو اکثر کشمیر چلا جاتا۔ آخر کشمیر سے واپسی پر بھمبر کے مقام پر ۲۸ اکتوبر ۱۶۲۷ء کو وفات پائی میت لاہور لائی گئی اور شاہدرہ کے مقام پر دفن کیا گیا ۔ مقبرہ نورجہاں نے تعمیر کرایا۔ نورجہاں جہانگیر کے پہلو میں دفن ہونا چاہتی تھی مگر شاہجہان نے ایسا نہ ہونے دیا ۔ وہ قبر جہانگیر کے پہلو میں آج بھی خالی پڑی ہے مقبرہ جہانگیر مغلیہ فن تعمیر کا بہترین نمونہ ہے ۔ ۲۸ صفر کو ہر سال بہت بڑا میلا لگتا ہے ۔ میلا کئی دن جاری رہتا ہے۔ چار سو سال سے میلے کی رونق میں کمی واقع نہیں ہوئی۔

مقبرہ ملکہ نورجہاں

ملکہ نورجہاں کا مزار شاہدرہ میں ہے ۔ یہ ملکہ بڑی ذہین ، بہادر اور علم و فن میں بے مثل تھی ۔ اس کی بہادری اور عقلمندی کی داستانیں بہت مشہور ہیں جہانگیر

marfat.com
Marfat.com

کی حکمرانی میں عملاً" نورجہاں کا دخل تھا۔ جب جہانگیر عدل کے لئے جھروکے میں بیٹھتا تو نورجہاں کا ہاتھ اس کے کندھے پر ہوتا۔ جہانگیر عادل حکمران تھا۔ نورجہاں نے ۳۵ سال کی عمر میں جہانگیر سے شادی کی ۔ اس کا پہلا خاوند شیر افگن قتل ہوگیا تھا۔ نورجہاں صاحب علم اور مخیر خاتون تھی ۔ غریبوں کی ہر طرح امداد کرتی ۔ اس نے غریبوں کی پانچ سو بیٹیوں کی شادیاں کرائی تھیں تمام اخراجات اس نے برداشت کئے جہانگیر عشق کی حد تک اسے چاہتا تھا ۔ جہانگیر کی وفات کے بعد شاہجہان تخت نشین ہوا۔ تو اس نے نورجہاں سے دشمنی ختم کرکے ۲ لاکھ روپے سالانہ ملکہ نورجہاں کی پنشن لگادی اور وہ اپنی بیٹی لاڈلی بیگم کے ساتھ رہنے لگی۔ نورجہاں بہترین خطاط اور شاعرہ بھی تھیں۔

جہانگیر کا مزار نورجہاں نے تعمیر کرایا تھا۔ اور جہانگیر کے پہلو میں اپنی قبر بھی رکھی ۔ مگر جب ۸ دسمبر ۱۶۴۵ء کو ملکہ نورجہاں نے وفات پائی ۔ تو شاہجہان نے اسے اپنے باپ کے پہلو میں دفن کرنے کی بجائے جی ٹی روڈ کے پرلی طرف ریلوے کے پل کے قریب دفن کرایا پہلے نورجہاں کا مزار ویرانی کا سماں پیش کرتا تھا۔ مگر اب مزار کو مرمت کیاگیا اور سجایا بنایا گیا ہے اب وہ بہترین سیرگاہ بن گئی ہے ۔ شاہدرہ میں جہانگیر کے مقبرے سے کچھ فاصلے پر ہے مزار پر روشنی وغیرہ کا انتظام بھی ہے۔

مقبرہ انارکلی

شہنشاہ اکبر کے محلات میں ایک حسین و جمیل کنیز تھی۔ جس کا نام انارکلی تھا ۔ شیخو شہزادہ سلیم اس کنیز پر عاشق ہوگیا مگر اکبر اس معاشقے کے خلاف تھا۔ میدان جنگ کی داستانوں سے محلاتی داستانیں زیادہ دلچسپ اور درد انگیز۔ رومانوی اور افسانوی روپ کی خوابناکیوں میں ڈوبی ہوتی ہیں ۔ مورخین کا بیشتر طبقہ انسانی زندگی کے اس پہلو کو نظرانداز کرتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

شہزادہ سلیم اور انار کلی معاشقے کا دور گو مختصر ہے۔ مگر درد انگیز اور کربناک ہے۔ اکبر بادشاہ نے شہزادہ سلیم کو ہر پہلو اور ہر انداز سے روکنا چاہا مگر محبت کے دریا میں طوفان کو پہاڑ بھی نہیں روک سکتے۔ شہزادہ سلیم کی ماں جودھا بائی نے بھی مقدور بھر کوشش کی ۔ شہنشاہ اکبر نے اس ڈرامے کو ختم کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ مگر شہزادہ سلیم انار کلی کی محبت میں دل کی گہرائیوں تک ڈوبا ہوا تھا یہ اکبر کا بڑا لاڈلہ اور پیارا بیٹا تھا۔ اس بیٹے کے لئے ننگے پاؤں بزرگوں کے آستانوں پر رو رو کر دعائیں مانگتا۔ گڑ گڑا کر التجائیں کرتا۔ بزرگوں کے مزاروں پر ننگے پاؤں چل چل کر چھالے پڑ گئے تھے ۔ تب جاکر کہیں جودھا بائی کے بطن سے شہزادہ سلیم پیدا ہوا تھا۔ اتنے لاڈلے بیٹے کے اس معاشقے نے شہنشاہ کو بڑے امتحان میں ڈال دیا۔ شہزادہ کو پابہ زنجیر کرکے جیل میں بھی ڈالا گیا۔ انار کلی کو بھی زنجیریں پہنا کر قید کردیا گیا مگر عشق بڑا ظالم ہوتا ہے ۔ جب کوئی صورت کارگر ثابت نہ ہوئی تو کہتے ہیں سلیم قید میں تھا ۔ اور انار کلی جیسی حسین و جمیل دوشیزہ کو اینٹوں کی دیواروں میں زندہ چنوا دیا گیا وہ انہیں تنگ دیواروں کے اندر دم گھٹنے سے مرگئی ۔

مگر مورخین اس سے اختلاف کرتے ہیں ۔ ان کا کہنا ہے کہ شہنشاہ اکبر جیسا نرم دل انسان اتنے ظالمانہ فعل کا مرتکب نہیں ہوسکتا تھا۔ کہتے ہیں ۔ انار کلی کی ماں کو بہت سی دولت دے کر ماں بیٹی کو شہربدر کردیا گیا جب شہزادہ سلیم کو انار کلی کے اس انجام کا علم ہوا تو اسے بہت دکھ ہوا۔ کثرت شراب نوشی کا عادی ہوگیا۔ یہاں تک کہ جب جہانگیر برسر اقتدار آیا تو اس نے باپ کے دین الٰہی کو یک قلم ختم کردیا اسلامی قوانین رائج کرنے کا حکم دیا ۔ ساری قلمرو میں شراب نوشی پر پابندی لگادی ۔ مگر محل کے اندر خود کثرت سے شراب پیتا رہا۔

پھر ایک مینا بازار میں نورجہاں کو دیکھا تو اس کے حسن و جمال کا اسیر ہو کر رہ گیا۔ نورجہاں غیاث الدین ایرانی کی بیٹی تھا اور شیر افگن جو ایک بہادر جرنیل تھا اس کی بیوی تھی۔ وہ کسی جنگ میں قتل ہوگیا تھا۔ جہانگیر نے زنجیر عدل بھی لگا

marfat.com
Marfat.com

رکھی تھی ۔ انصاف کے لئے بھی اس کی داستانیں مشہور ہیں ۔ نورجہاں ذہین ۔ فطین ۔ بہادر اور امور جہانبانی میں بے مثل تھی۔ عملاً" حکمرانی اسُ کی تھی۔

جہانگیر نے منشیات پر مکمل پابندی لگادی نہ کوئی تیار کرسکتا تھا نہ اور نہ کوئی استعمال کرسکتا تھا ۔ کہتے ہیں اس نے شراب نوشی کم تو کردی مگر چھوڑ نہ سکا ۔ اسی سے اس کی صحت بہت گرگئی ۔ انارکلی کو اس نے بھلا تو دیا مگر انارکلی کی محبت کا داغ کثرت شراب بھی نہ دھو سکی۔

انار کلی کا مزار لاہور میں لوئر مال پر سیکرٹریٹ کے اندر ہے لور خستہ حالی کا شکار ہے ۔ رومانوی داستان کی شہزادی جس پر بیسیوں کتابیں لکھی گئیں۔ ڈرامے اسٹیج ہوئے ۔ فلمیں بنیں۔ گمنامی کے عالم میں شہرلاہور میں محو خواب ہے۔

مقبرہ زیب النساء

شہزادی زیب النساء شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی بیٹی تھیں ۔ بڑی ذہین لور دانشمند تھیں ۔ فارسی اور عربی ادب میں کافی دسترس رکھتی تھیں حافظ قرآن تھیں۔ قرآن پاک کے ترجمے پر مکمل عبور تھا۔ آپ بہت بڑی شاعرہ تھیں ۔ لدیبہ تھیں ۔ شہزادی زیب النساء بہترین خطاط تھیں خط نستعلیق۔ خط نسخ لور خط شکستہ پر عبور رکھتی تھیں ۔ خط نستعلیق میں استادی کا درجہ رکھتی تھیں شہزادیاں لور شہزادے آپ سے اصلاح لیتے تھے ۔ شہزادی زیب النساء کلفارسی دیوان شائع ہوچکاہے۔ جس سے بلند پایہ شاعرہ کلدرجہ انہیں حاصل ہوگیا ہے ۔ اس دیوان کی بدولت آپ کو بڑی شہرت ملی ہے۔

شہزادی زیب النساء ایک پاکباز خاتون تھیں۔ ساری عمر شادی نہیں کی۔ یہ ایک المیہ تھا کہ مغل بادشاہ بیٹیوں کی شادیاں نہیں کرتے تھے۔ شہزلوی ایک انتہائی نیک سیرت اور بلند کردار تھیں۔ مگر نوجوان جرنیل عاقل خان سے ان کی محبت کی

marfat.com

Marfat.com

داستاں مشہور ہے۔ لوگ اس معاشقے کو تسلیم نہیں کرتے۔ مگر ایک فطری جذبے کی نفی بھی مستحسن بات نہیں۔ انسان کو فرشتہ بنانا انسانیت کے درجے کو گھٹانے کے مترادف ہے۔

مشہور واقعہ ہے کہ عاقل خان نے کسی وجہ سے نوکری چھوڑ دی۔ جب زیب النساء سے ملاقات ہوئی تو اس نے برجستہ کہا۔

شنیدم ترک خدمت کردہ عاقل خاں بہ نادانی

عاقل خان نے بھی برجستہ جواب دیا۔

چہ کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی۔

شہزادی زیب النساء کا مقبرہ لاہور سمن آباد موڑ سے آگے چھپڑ سٹاپ کے قریب ملتان روڈ پر واقع ہے جو کہ ایک چبوترے پر ہے۔ اوپر گنبد بھی ہے۔ مقبرے کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔

marfat.com
Marfat.com

بابا بلھے شاہؒ

ایک لڑکا سایہ دار درخت کے نیچے بے نیازی سے سو رہا تھا۔ ایک کالا ناگ اس کے سرہانے پھن پھیلائے جھوم رہا تھا۔ مویشی لوگوں کے کھیت اجاڑ رہے تھے ۔ مگر وہ میٹھی نیند سو رہا تھا۔ جس کے کھیت مویشی اجاڑ رہے تھے وہ غصے میں لڑکے کے باپ کے پاس گیا اور اسے لے کر آیا۔ باپ نے دیکھا تو رونگٹے کھڑے ہو گئے ۔ کہ لڑکے کے سر پر کالے ناگ نے سایہ کر رکھا ہے۔ ناگ انہیں دیکھ کر چلا گیا۔ باپ نے لڑکے کو آواز دی ۔ لڑکا اٹھا اور کہا کیا بات ہے؟ باپ نے کہا کہ تمہارے مویشی کہاں ہیں۔ دیکھو انہوں نے لوگوں کے کھیت اجاڑ دیئے ہیں ۔ لڑکے نے کہا چلو مجھے دکھاؤ۔ لڑکے کا باپ اور وہ کھیت کا مالک ساتھ ہو لئے ۔ لڑکے نے کہا۔ کونسے کھیت میرے مویشیوں نے اجاڑے ہیں ۔ دکھاؤ مجھے کھیت دیکھے تو فصل پہلے سے بھی زیادہ بلند اور ترو تازہ تھی ۔ پودے لہلہا رہے تھے۔ باپ بزرگوں کی اولاد سے تھا۔ سمجھ گیا۔ کہ یہ بچہ دنیا کے کام کا نہیں یہ بچہ بلھے شاہ تھا۔ اور یہ اس کا بچپن تھا۔

بچپن میں ہی وہ خلق خدا کے ہمدرد اور سچائی کے پرستار تھے ۔ ایک جگہ کچھ عورتیں چینا چھڑ رہی تھیں چینا ایک چھوٹے دانوں والا غلہ ہوتا ہے ۔ اس دور میں لوگ اسے کھاتے تھے ۔ وہ عورتیں یہ غلہ چھڑ رہی تھیں ۔ پورے ردھم یعنی لے تار میں ضربیں لگا رہی تھیں آپ کو وہاں وجد آگیا اور کہا۔

لوکاں دیاں جپ مالیاں نے کے دا جپ لے مل
ساری عمراں مالا پھیری اک نہ گھتا ول

چینا ایں چھڑیندا اے

یہ پتے کی بات انہوں نے بچپن میں پورے شاعرانہ انداز میں کی۔ کہ مالک کسی کا ہے اسے کوئی چھڑ رہا ہے ۔ چھانٹ پھٹک کر رہا ہے اور اس کو کھا کوئی اور جائیگا ۔ اس کا مالک کوئی بھی بن جائے گا غریب منہ دیکھتے اور محنت مشقت ہی

marfat.com
Marfat.com

کرتے رہیں گے۔ ساری عمر عبادت کرتے رہے مگر وہ سب بیکار اور بے فائدہ رہی۔ یہ غلہ تو اسی طرح چھڑا جاتا رہے گا۔ کوئی محنت کرے گا اور کوئی کھائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو خود بنا سنوار کر بھیجا ہوتا ہے۔ علم دے کر بھیجا ہوتا ہے۔ احساس۔ ہمت۔ جرات۔ اور بات کرنے کا سلیقہ دے کر بھیجا ہوتا ہے۔ باپ نے یہ سنا تو دنیا کے سب کام ان سے چھڑا دیئے اور انہیں حضرت حافظ غلام مرتضیٰ کے پاس دینی علوم حاصل کرنے کے لئے بھیج دیا۔ وہ بھی صاحب نظر عالم تھے۔ شاگرد کی صلاحیتوں کا اندازہ کرلیا۔ آپ نے وہاں سے ظاہری علوم حاصل کئے کلام پاک حفظ کیا اس مکتب میں آپ کے ہم جماعت حضرت پیر وارث شاہؒ تھے جن کو دنیا۔ ہیر کے خالق کی حیثیت سے جانتی ہے۔ آپ ظاہری علوم سے فارغ ہوگئے تو اگلی منزل کی جانب پرواز کی فکر ہوئی۔

انہیں خواب میں ایک بزرگ ملے انہوں نے حضرت بلہے شاہ کو شربت پلایا اور بیعت کے لئے حضرت پیر شاہ عنایتؒ کے لئے کہا۔ آپ بیدار ہوئے تو۔ کوئی توجہ نہ دی دوسری رات پھر یہی اشارہ ہوا۔ پھر آپ نے توجہ دی اور تلاش کرکے حضرت شاہ عنایتؒ کو پالیا۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت کے لئے کہا۔ انہوں نے کہا۔ میں تو ایک مالی ہوں۔ پودوں کی رکھوالی کرنا میرا کام ہے۔ ان کو پانی دے کر انہیں پروان چڑھانا میرا کام ہے آپ نے جواب دیا۔ اس پودے کو بھی چشم باطن کے نور کی کرنوں سے آبیاری کرکے آپ ہی پروان چڑھائیں گے۔ بیعت ہوگئی۔ مرشد نے فرش سے عرش تک پہنچا دیا۔ حضرت سید بلہے شاہؒ کے متعلق مؤرخین کا کہنا ہے۔ آپ کے مرشد حضرت شاہ عنایتؒ فنا فی اللہ کی منزل پر تھے آپ نے مرید پر بھی روحانی نوازشات کی بارش کردی۔

اسی دور میں بے روزگاری اور قحط کے آثار پیدا ہوگئے۔ آپ نے بہت مزدور لگائے کہ جہاں آپ کا ڈیرا تھا اسے اونچا کیا جائے۔ مقصد یہ تھا کہ کچھ مزدور لگ جائیں گے ان کا روزگار کچھ دنوں کے لئے بن جائے گا۔ شام مزدور فارغ ہوئے تو انہیں جہاں صف پر بیٹھتے تھے۔ صف کے نیچے سے دو دو آنے دہاڑی دیتے۔ ان مزدوروں میں دو مزدور زیادہ چالاک تھے۔ انہوں نے دیکھا پیر جی صف

marfat.com
Marfat.com

کے نیچے سے پیسے نکالتے جاتے ہیں جانے کوئی خزانہ ہے صف کے نیچے اندھیری رات تھی۔ آدھی رات کا وقت تھا۔ وہ دونوں آئے صف کے نیچے کافی دیر تک خزانہ تلاش کرتے رہے۔ جب کچھ نہ ملا تو پشیمان ہو کر لوٹ گئے۔ اگلے دن پھر مزدور آئے شام تک کام کرتے رہے شام کو پھر باری باری مزدوری تقسیم کی گئی۔ جب وہ دونوں چور آئے تو آپ نے ان کو چار چار آنے دیئے۔ دوسرے مزدوروں نے پوچھا پیر جی یہ کیا بات ہوئی۔ آپ نے فرمایا یہ بیچارے آدھی رات کے وقت بھی یہاں مزدوری کرتے رہے ہیں۔

یہ تو ان کی کرامات کا ذکر تھا۔ فقیر کی ذات ویسے ہی ایک کرامت ہوتی ہے۔ ان کی زندگی ان کا وجود ان کا کردار عبادت سراپا کرامت ہوتی ہے۔ ان کا مقصد حیات خدمت خلق ہوتا ہے۔ رحم، محبت ایثار، قربانی، برداشت، صبر، قناعت، خواہشات کی نفی یہ سب ان کی اہل بصیرت کے لئے کرامات ہوتی ہیں۔

پیر شاہ عنایتؒ لاہور کے بھاٹی دروازہ کے اندر اونچی مسجد میں امامت کرتے تھے۔ اور لوگوں کو روحانی فیض سے بھی فیضیاب کرتے تھے۔ آپ کا تعلق شطاری سلسلے سے تھا۔ بعض روایات کے مطابق حضرت بابا بلھے شاہ کے گھر کی خواتین نے آپ کو طعنہ دیا کہ سید ہو کر ارائیں مرشد پکڑلیا۔ پہلے تو آپ نے اس کی پرواہ نہ کی پھر سادات ہونے کے جذبہ نے سر اٹھایا۔ تو مرشد صاحب کشف تھے۔ تمام روحانی فیض چھین لیا حضرت پیر شاہ عنایت فنافی اللہ کی منزل پر تھے۔ یہ ولایت کی آخری منزلوں میں ہے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت بلھے شاہؒ کے استاد حافظ غلام مرتضٰی کی لڑکی کا بیاہ تھا۔ آپ شاعری اور موسیقی دونوں میں مہارت رکھتے تھے استاد نے لڑکی کی شادی پر مدعو کیا۔ اسی دن حضرت شاہ عنایتؒ کے بھتیجے اور داماد آپ سے ملنے لاہور سے قصور آئے۔ آپ کا نام ظہور محمد تھا بڑے عالم اور فاضل اور صاحب بصیرت تھے۔ وہ رات بھر بابا بلھے شاہ کا انتظار کرتے رہے مگر وہ شادی میں اس قدر مصروف تھے کہ ملاقات کے لئے نہ آسکے۔ حضرت ظہور محمد صبح اٹھ کر بغیر

marfat.com

Marfat.com

انہیں ملے لاہور آ گئے۔ اور بھاٹی دروازہ کے اندر اونچی مسجد میں جاکر حضرت شاہ عنایتؒ سے اس کا شکوہ کیا۔ مرشد کو بھی مرید کا یہ روکھا پن پسند نہ آیا۔ اور تمام روحانی فیض سلب کرلیا۔ جب حضرت بلھے شاہؒ نے دل کو خالی پایا تو بے حد دکھ ہوا۔ آپ مرشد سے ملنے کی بجائے سیدھے گوالیار چلے گئے وہاں شطاری سلسلے کے پیشواء حضرت غوث گوالیاریؒ کے مزار پر حاضری دی آپ کا مزار قلعہ گوالیار میں ہے۔ وہاں جاکر کئی دن اپنی غفلت پر آنسو بہاتے رہے۔ انہوں نے خواب میں آپ کو شفقت کا اشارہ دیا اور کہا نزدیک میاں تان سین کا مزار ہے۔ وہاں ایک بیری کا درخت ہے اس سے اڑھائی پتے کھالو آپ نے ایسا ہی کیا آپ میں موسیقی کا کمال پیدا ہوگیا۔ واپس آئے تو مرشد کی جدائی اور دوری نے پریشان کیا۔ جگہ جگہ گاتے پھرتے۔ اپنا کلام اتنے پرسوز انداز میں گاتے کہ لوگوں پر وجد طاری ہوجاتا۔ یہ سوزو ساز مرشد کی جدائی کے سبب سے تھا۔

جب مرشد کی جدائی میں حالت زیادہ قابل رحم ہوگئی تو حضرت شاہ عنایت قادریؒ کے خاص مرید نے آپ کو مشورہ دیا کہ تم رقاصہ کا بھیس بدل لو گھنگھرو باندھ کر مرشد کو راضی کرلو۔ اللہ نے تمہیں گانے کا علم بھی دیا ہے۔ شاعری تم دل میں اتر جانے والی کرتے ہو۔ میں مرشد پیر شاہ عنایتؒ کو راضی کرلوں گا۔ چنانچہ وہ آپ کے پاس آیا تو باریابی کی استدعا کی اور عرض کی کہ ایک رقاصہ آپ کے دربار میں حاضری دینے کے لئے استدعا کررہی ہے۔ حضرت پیر شاہ عنایتؒ مسکرائے اور فرمایا۔ کہ ہم اس رقاصہ کو جانتے ہیں۔ جب بابا بلھے شاہؒ نے عورت کا بھیس بدل کر آپ کے دربار میں رقص کیا۔ اور وہ مشہور کافی گا کر سنائی۔

تیرے عشق نچایا کرکے تھیا تھیا

اہل دربار پر اور مرشد پاک پر وجد طاری ہوگیا۔ اور اٹھ کر بلھے شاہ کو گلے لگالیا اور مرید کے آنسو تھے کہ تھمتے ہی نہیں تھے۔ تمام فیض جو چھینا گیا تھا واپس مل گیا۔

marfat.com
Marfat.com

بابا بلھے شاہؒ عالم تھے۔ آپ نے جہالت کو مٹانے کی بڑی کوشش کی مگر بے بصر اور دل کے اندھے لوگ آپ سے برگشتہ ہی رہے۔ بہت بڑے عالم ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے شاعر تھے۔ ان کی شاعری اس لئے زندہ ہے کہ انہوں نے زندگی کی سچائیوں کو بڑے سادہ اور خوبصورت انداز میں موسیقی کے حسن میں سمو کر پیش کیا۔ بابا فریدؒ۔ شاہ حسینؒ۔ میاں محمدؒ۔ خواجہ غلام فریدؒ سلطان باہوؒ اور بابا بلھے شاہ کا کلام زندہ ہے۔ ان کی قبریں زندہ ہیں وہ خود زندہ ہیں۔ اگر ان لوگوں کو اللہ تعالٰی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں اس خطہ میں نہ بھیجتا تو یقین جانئے۔ یہ دنیا کا بہت بڑا کفر گڑھ بنا رہتا۔ علمائے ظاہر نے ان پر

کفر کا فتوے بھی لگایا۔ مگر آپ نے یہ سب کچھ اپنی سچائیوں کی روشنی پھیلانے کے لئے برداشت کیا۔

حضرت بابا بلھے شاہ بہت بڑے عالم تھے۔ ولایت کی پہلی منزل حصول علم سے شروع ہوئی۔ پھر آخری منزلوں میں جاکر ایک مقام ایسا آتا ہے۔ کہ پڑھنا بیکار ہوجاتا ہے۔ بہت سے بزرگوں نے ایسی منزل پر پہنچ کر کتابیں دریا میں پھینک دیں۔ کیونکہ علم کی ایک حد یہاں ختم ہوجاتی ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر بابا بلھے شاہ نے فرمایا۔

علم نہ آوے وچ شمار
اکو الف ترے درکار
جاندی عمر دا نئیں اعتبار
علموں بس کریں او یار

اس مرحلے پر عشق الٰہی کے سوا کوئی چیز کوئی بات اچھی نہیں لگتی۔ دل میں سوائے عشق الٰہی کی روشنی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ ان کی باتیں عام لوگوں کی سمجھ سے بالا ہوتی ہیں۔ جب تک ذات میں ذات مل کر ایک نہیں ہوجاتی۔ محبت خدمت خلق۔ خواہشات کو مٹانے کا عمل۔ سادگی۔ رحم۔ ہمدردی زندگی گزارنے

marfat.com
Marfat.com

کی صحیح روشنی ان خاص لوگوں کے کلام سے کردار سے اور عملی طور سے پھوٹتی رہتی ہے۔ جب عشق الٰہی کی منزل شروع ہوتی ہے۔ تو جذب و مستی اور مجذوبیت طاری ہوتی ہے۔ ایسے مقام پر اگر کوئی ہوش مند رہتا ہے تو یہ اس مالک کائنات کے بہت بڑے کرم کی بات ہے۔ منصور رحمتہ اللہ علیہ سے یہ مقام برداشت نہ ہوسکا۔ ان کی بات عام لوگوں اور علمائے ظاہر کی سمجھ سے باہر تھی اس لئے سولی پر چڑھ گئے۔ بڑے بڑے عالموں کو آپ کے ایک نعرہ نے پاگل بنا دیا۔ بابا بلھے شاہ کا کلام جذب و مستی۔ عشق حقیقی۔ عارفانہ رموز۔ طریقت اور معرفت کی روشنی سے مالا مال ہے۔ ہر آدمی کو کافر کہہ دینا تو یار لوگوں کے دائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ لفظ کافر جہاں جہاں غلط استعمال ہوا ہے۔ قیامت کے دن لفظ کافر خود اس کا دفاع کرے گا۔

بابا بلھے شاہؒ کے آباء حلب سے ہندوستان تشریف لائے تھے۔ کئی مقامات سے گزر کر یہ خاندان بہاولپور میں اوچ کے مقام پر آباد ہوا۔ اس خاندان کے جو بزرگ سب سے پہلے برصغیر میں تشریف لائے۔ ان کا نام شیخ بندگی محمد غوث تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ملتا ہے۔ آپ کے والد کا نام حضرت شیخ سخی محمد شاہ تھا۔ آپ اوچ شریف سے اورنگ زیب عالمگیر کے دور میں قصور کے ایک گاؤں میں آکر آباد ہوئے بعد میں گاؤں پانڈو کے بھٹی میں منتقل ہوگئے۔ بابا بلھے شاہ ۱۰۸۱ھ میں پیدا ہوئے۔ والدین نے آپ کا نام عبداللہ رکھا۔ آپ کا وصال ۱۱۸۱ھ کو قصور میں ہوا مزار شریف قصور میں مرجع خاص و عام ہے۔ آپ کے عارفانہ کلام کو برصغیر کے باہر بھی شہرت حاصل ہے۔

marfat.com
Marfat.com

چند لاہور سے باہر کے بزرگ
جن کے عقیدتمند یہاں کثیر تعداد میں ہیں

حضرت سلطان باہوؒ

سلطان العارفینؒ ۔ عارفوں کے بادشاہؒ کے روئیں روئیں سے عرفان الہی کے انوار پھوٹتے تھے ۔ آپ فرماتے ہیں ۔ اپنے آپ کو ذات حق میں سمو لینے سے ہی معرفت حق کے اسرار کھلتے ہیں ۔ جب عارف کا وصل ذات حق میں ہو جاتا ہے تو وہ جس طرف نگاہ کرتا ہے ذات حق کے سوا کچھ نظر نہیں آتا ۔ مرشد وہ ہوتا ہے ۔ جو مرید کا دل جھوٹی خواہشات سے اس طرح پاک کردیتا ہے جس طرح دھوبی کپڑے سے میل کچیل صاف کرکے اسے پاک صاف کردیتا ہے ۔ عرفان کی آخری منزل فنافی اللہ ہے ۔ کائنات کی تخلیق کا مقصد ہی مخلوق حقیقی کی معرفت حاصل کرنا ہے سلطان العارفین نے لافانی کلام جو تخلیق کیا ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ انوار الہی کا پیکر تھے اقلیم جذب و مستی کاسفر مشاہدات کا پرتو ہوتاہے ۔ اس منزل میں جو تعلیم و تربیت حاصل ہوتی ہے ۔ وہ مدرسوں ۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں سے نہیں ملتی ۔ سلطان باہوؒ نے کوئی ظاہری علم حاصل نہیں کیا ۔ علم لدنی سے جو علم حاصل ہوا ۔ وہ فرش و عرش کے ادراک سے مالا مال تھا ۔ اسی علم کی روشنی میں آپ نے فارسی زبان میں ایک سو چالیس کتابیں لکھیں ۔ ان کتب میں تصوف کے نور کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہاہے ۔ آپ کی یہ کتابیں اہل تصوف میں بے حد مقبول ہیں ۔ آپ کی کتب پڑھنے سے سلوک کے راستے روشن ہوجاتے ہیں ۔ مگر برصغیر میں جس لافانی کلام نے آپ کو شہرت دوام بخشی وہ آپ کا پنجابی کلام ہے ۔ ابیات باہوؒ کا ایک ایک بند ۔ ایک ایک مصرعہ اور ایک ایک لفظ ہو کی گونج میں

marfat.com
Marfat.com

اس لئے ڈوبا ہوا ہے کہ آپ ہو بن چکے تھے۔ یعنی اس ذات واحد میں اپنی ذات کو ضم کر چکے تھے۔ اسی لئے جو کچھ کہتے اپنی ذات میں اس ذات کے انوار کی کرنوں کے سینے سے یہ صدا' یہ گونج' پیدا ہوتی تھی۔ اسی لئے جو اس کلام کو پڑھتا ہے جذب و مستی میں ڈوب جاتا ہے جو سنتا ہے۔ ہو کا پیکر بن کر رہ جاتا ہے صدیوں سے ہو کی صدا گونج رہی ہے اور گونجتی رہے گی۔ اس دور کے علامہ اقبالؒ کے الہامی کلام کی طرح سلطان العارفین کا کلام بھی الہامی ہے۔ دل میں اتر جانے والا کلام وہی ہوتا ہے جس میں حق اور سچائی کا نور ہو۔

ہو کی صدا کا پرتو جس پر پڑ جائے اس کو دنیا کا کہاں ہوش رہتا ہے آپ کے کلام میں گہرے معرفت کے تفکر کے ساتھ محبت اور عشق کی خوشبو بھی ہے۔'

آپ کا سلسلۂ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جاملتاہے روحانی طور پر حضرت سلطان العارفین کی بیعت حضور اکرم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہے۔ اور باطنی طور پر حضور پر نورؐ نے غوث الثقلین حضرت عبدالقادرؒ کے سپرد کیا اس کے باوجود آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کو فرمایا کہ ظاہری بیعت بھی ضروری ہے۔ آپ تیس سال ظاہری مرشد کی تلاش میں مارے مارے پھرتے رہے۔ آخر آپ حضرت شاہ حبیب اللہ کی خدمت میں پہنچے انہوں نے آپ پر ایک نظر ڈالی اور فرمایا۔ آپ کا مقام بہت بلند ہے میں آپ سے بیعت لینے کے قابل نہیں ہوں۔ آپ حضرت سید السادات حضرت پیر عبدالرحمٰنؒ قادری دہلوی کے پاس چلے جائیں۔ آپ دہلی گئے اور حضرت عبدالرحمٰن قادری دہلویؒ سے بیعت کی اور روحانی فیوض وبرکات سے مالا مال ہوکر واپس آئے۔ ویسے آپ پیدائشی ولی تھے۔

آپ شاہجہان اور اورنگزیب کے زمانے میں پیدا ہوئے آپ کے والد کا نام حضرت بازید محمدؒ تھا۔ حافظ قرآن تھے۔ شرع محمدیؐ کے پابند تھے۔ شور کوٹ ضلع جھنگ کی معزز ہستیوں میں سے تھے۔ اور مغلیہ خاندان کے منصب دار تھے۔ یہ

marfat.com
Marfat.com

ایک بڑا اعزاز تھا اس کے ساتھ آپ کی جاگیریں بھی تھیں ۔ حضرت سلطان باہوؒ کی والدہ محترمہ کا نام بی بی راستی تھا ۔ جو ایک زاہدہ اور پرہیز گار خاتون تھیں ۔ ماں کی آغوش تربیت سے آپ نے روحانی ' جسمانی اور سلوک کے راستے طے کئے ۔ اپنے کلام میں والدہ ماجدہ کا بکثرت ذکر کیا ہے اور بڑے احترام سے کیا ہے ۔ کیونکہ آپ کے روحانی درجات کا والدہ کو آپ کے بچپن سے ہی معلوم تھا ۔ حضرت سلطان باہوؒ رمضان شریف میں سحری سے افطاری تک ماں کا دودھ نہیں پیتے ۔ اسی کرامت سے ماں کو آپ کے باطنی مقام کا علم ہو گیا تھا ۔ آپ کی دایہ آپ کو سیر و تفریح کے لئے باہر لے جاتی تو جو ہندو آپ کی پیشانی پر نگاہ ڈالتا ۔ مسلمان ہو جاتا ۔ آپ کے چہرے اور پیشانی پر ایک قدرتی کشش اور نور تھا ۔ جو دیکھتا مسحور ہو جاتا ۔ مگر آپ کی بڑی کرامت آپ کا کلام ہے ۔ جو پڑھتا ۔ یا سنتا ہے اس پر روحانی سحر کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے ۔ جذب و مستی طاری ہو جاتی ہے ۔

آپ کا وصال یکم جمادی الثانی رات تین بجے ہوا ۔ دن جمعۃ المبارک کا تھا ۔ آپ کا مزار شریف تحصیل شور کوٹ ۔ ضلع جھنگ کے مشہور قصبہ گڑھ مہاراجہ سے دو میل کے فاصلے پر ہے اور مقام دربار حضرت سلطان باہوؒ کے نام سے مشہور ہے ۔ دور دراز علاقوں سے لوگ دربار مبارک پر حاضری دینے آتے ہیں ۔

سلطان العارفین ہونے اور اتنے بلند درجے پر فائز ہونے کے باوجود قرآن سنت کی سختی سے پابندی کے بلوصف آپ نے بھرپور زندگی گزاری چار شادیاں کیں ۔ اور تبلیغ دین میں بھرپور حصہ لیا ۔ آپ کے ابیات کا ترجمہ انگریزی میں بھی ہو چکا ہے ۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت پیر کرم الٰہیؒ

ایک نوجوان گجری دودھ بیچ رہی تھی ۔ ایک نوجوان آیا تو گجری نے بغیر ناپ تول کے دودھ ڈال دیا۔ ان دنوں پیسے ۔ دھیلے ۔ دمڑیاں۔ اور ذرا بڑے چاندی کے سکے ہوتے تھے ۔ نوجوان نے بغیر حساب کے پیسے گجری کو دیئے ۔ اس نے بغیر دیکھے بغیر گنے ۔ پیسے رکھ لئے ۔ ساتھ ہی ایک نیک سیرت بزرگ دودھ لینے کے لئے کھڑے تھے ۔ اور تسبیح بھی پڑھ رہے تھے۔ گجری نے بزرگ کی طرف دیکھا۔ تسبیح کے دانوں پر اک نظر ڈالی اور ان کے ہاتھ سے برتن لے کر بڑی احتیاط سے من تول کر دودھ برتن میں ڈالا۔ بزرگ نے پیسے دیئے تو گجری نے بڑی توجہ سے پیسے گنے اور رکھ لئے ۔ بزرگ کو حیرت ہوئی۔ دراصل گجری اور وہ نوجوان آپس میں محبت کرتے تھے۔ بزرگ نے حیران ہو کر کہا۔ بی بی ابھی تم نے نوجوان کو بغیر ناپ تول کے دودھ دیا اور جو پیسے اس نے دیئے تم نے رکھ لئے ۔ یہ ماجرا کیا ہے ۔ گجری نے ایک نظر بزرگ کے چہرے پر ڈالی اور ایک نظر اس بزرگ کے ہاتھ میں جو تسبیح تھی اس پر ڈالی اور بڑی بے نیازی سے جواب دیا۔ جہاں پیار ہوتا ہے ۔ وہاں گنتی نہیں ہوتی۔

یہ بزرگ حضرت پیر کرم الٰہیؒ تھے۔ جو سلوک کے ابتدائی مراحل میں تھے اسی وقت تسبیح جیب میں ڈال لی۔ اور ذکر الٰہی میں حساب اور گنتی ختم کر دی اور عشق الٰہی میں اس درجہ غرق ہو گئے ۔ کہ ہر چیز سے بے نیاز ہو گئے ۔ دنیا سے نفرت ہو گی ۔ مگر خلق خدا۔ چرند ۔ پرند آپ سے محبت کرنے لگے۔ مجذوبیت طاری ہو گئی ۔ تن بدن کی ہوش نہ رہی۔ جو آتا دھتکار دیتے ۔ مار مار کر بھگا دیتے۔ لوگ اس کو سعادت سمجھتے ۔ اور مرادوں کی جھولیاں بھر کر لے جاتے کوا قدیم پرندہ ہے ۔ حد درجہ ڈرپوک ہوتا ہے ۔ مگر کوے آپ سے اتنی محبت کرتے تھے ۔ کہ آپ کے قریب بیٹھ جاتے ۔ آپ کے کندھوں پر یا ہاتھ پر بے تکلف

marfat.com
Marfat.com

بیٹھ جاتے۔ چڑیاں۔ کتے، بلیاں۔ آپ کے پاس بے تکلف بیٹھے رہتے۔ اکٹھے کھاتے پیتے اور کسی کو کچھ نہ کہتے۔ کوے اور چڑیوں کا بیر ہوتا ہے۔ کتے اور بلی کا بیر ہوتا ہے مگر اس صاحب کشف و کرامات بزرگ کے ڈیرے پر سب ایک دوسرے سے محبت کرتے محل ماڑیاں چھوڑ کر ایک جھونپڑی میں رہتے۔ وہیں خلق خدا کا ایک ہجوم رہتا۔ آپ کے کوے بھی لوگوں سے نہیں ڈرتے تھے۔ کوؤں اور انسانوں کا ہجوم ایک ساتھ رہتا۔ آپ کی دعاؤں سے سینکڑوں بے اولاد صاحب اولاد بن گئے۔

پسرور مشہور چھوٹا سا شہر ہے۔ پسرور ضلع سیالکوٹ کی مشہور تحصیل ہے شہر کے لوگ صاحب علم خوش شکل متمول اور صاحب فہم فراست ہیں۔ مشہور منڈی ہے اور لوگ کاروباری بھی ہیں۔ تقسیم سے پہلے بھی یہ چھوٹا سا شہر بڑی شہرت کا حامل تھا۔ اور اب پاکستان میں بھی اس کی کافی اہمیت ہے۔ اس علاقے کے لوگ بھی حضرت کانواں والی سرکار کے بڑے معتقد ہیں۔ یہ ۱۹۲۵ کا واقعہ ہے کہ شہر سے باہر ایک ہڈیاں والا ٹال تھا۔ یہاں جانوروں کی ہڈیوں کا ڈھیر لگا رہتا۔ کاروباری لوگ یہاں سے ہڈیاں خرید کر دوسرے شہروں اور ملکوں کو بھیجتے۔ وہاں چھوٹی سی مسجد بھی تھی۔ ایک فقیر کا ڈیرہ بھی تھا ایک دن ایک لڑکے نے دیکھا کہ وہ فقیر باہر آیا تو بیسوں کوے اس کے پیچھے لگ گئے کوئی اس کے سر پر بیٹھتا۔ کوئی کندھے پر بیٹھتا۔ وہ انہیں پیار کرتا اور روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ڈالتا چلا جارہا تھا۔ یہاں سے قریب ایک گاؤں مل لالو ہے۔ وہاں گیا۔ گاؤں کے پرلے سرے پر پہنچ کر اس نے صدا دی۔ اندر سے ایک بارہ سال کا لڑکا نکلا جس کے سر کے بال اتنے لمبے تھے کہ لڑکے کی پنڈلیوں تک لٹک رہے تھے۔ لڑکا اندر گیا۔ کچھ پیسے اور کچھ کھانے کی چیزیں اسے لا کر دیں۔ وہ فقیر بچے کو پیار کر کے چلا گیا۔ معلوم ہوا کہ وہ فقیر حضرت پیر کرم الٰہی کانواں والی سرکار کا خاص مرید تھا۔ اور لمبے بالوں والا لڑکا حضرت کانواں والی سرکار کی دعا سے پیدا ہوا تھا۔

اس لڑکے کا والد چوہدری امام الدین جمعدار۔ لاہور سنٹرل جیل میں چیف ہیڈ

marfat.com
Marfat.com

وارڈر تھا۔ اب یہ چیف ہیڈوارڈر کی پوسٹ ختم ہو چکی ہے۔ اس کے چار لڑکیاں تھیں۔ لڑکا کوئی نہیں تھا۔ وہ پریشان رہتا۔

اکثر لوگوں سے اپنی پریشانی کاذکر کرتا رہتا۔ یہ ۱۹۱۳ء کا ذکر ہے کسی نے اسے کہا۔ گجرات میں پیر کرم الٰہی" کانواں والی سرکار کے پاس جاکر التجا کرو۔ اگر فقیر کی نظر پڑگئی۔ تو چودھری صاحب آپ کی پریشانی دور ہو جائے گی۔ وہ فوراً" بیوی کو لے گجرات گیا۔ آپ سرکار کے ڈیرے پر پہنچا۔ تو سرکار نے انہیں کچھ نہیں کہا۔ اور بہت سے لوگ بیٹھے تھے۔ وہ کچھ دیر بیٹھے رہے۔ آخر سرکار نے بڑے جوش اور جذبے سے انہیں کہا۔ چلے جاؤ۔ چلے جاؤ۔ لوگوں نے کہا چلے جاؤ۔ آپ کا کام ہو گیا۔ امام الدین جمعدار نے وہاں کھڑے ہو کر منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں لڑکا دیا تو بارہ سال کی عمر تک اس کے سر کے بال نہیں منڈائیں گے۔ نو ماہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں چاند سا بیٹا دیا۔ اور جب کانواں والی سرکار کا مرید ان کے دروازے پر گیا تو لڑکا بارہ سال کا ہو چکا تھا۔ امام الدین جمعدار لڑکے کو گجرات لے کر سرکار کے قدموں میں پہنچے اور بہت سی خیرات وہاں کی۔ سرکار کی اجازت سے واپس آکر لڑکے کے بال منڈوائے اور بہت سی خیرات کی۔ وہ لڑکا اب سے کچھ سال پہلے ۱۹۹۳ء میں ۸۰ء سال کی عمر میں بہت سی آل اولاد چھوڑ کر لاہور میں ہی فوت ہوا اس کا نام فضل حسین تھا۔

حضرت پیر کرم الٰہی کانواں والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کی ایک اور کرامت بیان کی جاتی ہے۔ کہ آپ اپنے ڈیرے کے باہر بیٹھے تھے۔ کچھ سرکاری اہلکار سروے کرتے کرتے ادھر آنکلے۔ آپ کو سلام کیا اور عرض کی یا حضرت پیاس لگی ہے۔ اگر کہیں سے لسی وغیرہ مل جائے تو کرم ہوگا۔ قریب ہی ایک کنواں تھا۔ آپ نے اس کی طرف اشارہ کیا تو وہ وہاں گئے۔ کنوئیں سے چشمے کی صورت میں دودھ ابل رہا تھا۔ انہوں نے سیر ہو کر پیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کرامتوں کے متعلق ایک ابہام یہ بھی ہے کہ کوئی کرامت چلتے چلتے۔ کئی

marfat.com
Marfat.com

روائتوں کے بعد کئی روپ بدل لیتی ہے اس سلسلے میں مستند تواریخ اور مشاہدے کے بعد ہی کوئی حتمی صورت لکھنی چاہئے۔

حضرت پیر کلووں والی سرکار کے سارے پنجاب کے بڑے بڑے شہروں میں مرید اور عقید تمند ہیں۔ خاص طور سے لاہور کے عام و خاص لوگ بھی آپ کے عقید تمندوں میں شامل ہیں۔ آپ کی ذات بابرکات سے ہزاروں لوگوں نے دنیاوی اور روحانی فیض حاصل کئے، مسٹر جسٹس محمد الیاس صاحب کو دنیاوی دینی طور پر بہت فیض ملا۔ وہ آپ کے خاص عقید تمندوں میں ہیں۔

پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے پہلے آپ وفات پاچکے تھے ہر سال عرس مبارک پر ہزاروں عقید تمند حاضری دیتے ہیں مزار مبارک مرجع خلائق ہے۔ اور گجرات میں ہے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہؒ

ضلع سیالکوٹ مردم خیز علاقہ ہے۔ لوگ سادہ محنتی اور ذہین ہیں۔ اکثر بزرگوں نے اس علاقے کو پسند فرمایا۔ تحصیل پسرور میں علی پور سیداں کو یہ فضلیت حاصل ہے کہ وہاں حضرت حافظ سید جماعت علی شاہ محدث جیسی ہستی، روحانیت کی شمع جلا کر آسودہ خاک ہیں پورے برصغیر میں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں ان کے مرید اور عقید تمند موجود ہیں۔ اولیاء اللہ کا منصب صرف یہی نہیں کہ وہ دنیا چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کے عشق کی شمع روشن رکھیں۔ بلکہ یہ بھی عشق رب العزت ہی ہے۔ کہ اس کی مخلوق کی خدمت کی جائے اس کو صراط مستقیم پر چلانے کی جدوجہد کی جائے۔ ان کے مسائل، دکھ درد اور مصائب کا مداوا کیا جائے ۔ دنیا اور دنیا میں بسنے والی مخلوق کی رہنمائی اور خدمت بھی اللہ تعالیٰ سے محبت ہی ہے۔ اس تناظر میں دیکھا جائے تو پیر حافظ جماعت علی شاہ کی خدمات بے حد ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

آپ ۱۲۵۷ھ بمطابق ۱۸۴۱ء علی پور سیداں میں ہی پیدا ہوئے آپ کے والد کا نام سید کریم شاہ شیرازی تھا۔ آپ کا خاندان سادات شیراز سے تعلق رکھتا تھا۔ آپ کے بزرگوں کا خاندان ۳۸ واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے بزرگوں میں سید محمد حنیف شاہ شیراز سے ہندوستان تشریف لائے۔ اور جلال الدین اکبر کے عہد میں ضلع سیالکوٹ کے قصبہ علی پور سیداں میں آباد ہوئے۔

دینی اور دنیوی علوم میں پیر جماعت علی شاہ نے بہت سے بزرگوں سے استفادہ کیا۔ حضرت حافظ شہاب الدین کاشمیری سے کلام پاک حفظ کیا۔ان کے علاوہ مولانا عبدالوہاب امرتسری۔ مولانا عبدالرشید علی‘۔ مولانا غلام قادر بھیروی‘ مولانافیض الحسن سہارنپوری‘ ناظم ندوۃ العلماء مولانا محمد علی مونگیری سے کانپور جاکر استفادہ کیا آپ کے علم کا شوق بے پایاں تھا۔ مولانا احمد حسن کانپوری۔ قاری عبدالرحمٰن پانی پتی۔ مولانا عبدالحق مہاجر مکی۔ مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی۔ مدرسہ مظہریہ کے بانی مولانا مظہر سہارنپوری۔ فضل محمد عبداللہ ٹونکی پروفیسر اورنٹل کالج لاہور سے دینی علوم حاصل کئے۔ اس کے بعد خود ایک جید عالم اور مبلغ بن کر دین کی خدمت میں مصروف ہوگئے سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت بابا جی چورے شریف والوں سے شرف بیعت کیا انہیں سے خرقہ خلاف حاصل کیا۔ اور باطنی فیض سے مالا مال ہوئے۔

آپ نے تبلیغ اسلام کے سلسلے میں پورے برصغیر کے ہر شہر۔ ہر بستی اور ہر گاؤں کا دورہ کیا۔ اور گھر گھر جاکر تبلیغ دین کا فریضہ عطا کیا۔ عیسائی مشنریوں ‘ آریہ سماجیوں‘ اور غیر مقلدوں کی سازشوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ شدھی کی تحریک اور مرزائیوں کی زبردست مخالفت کی۔ کثیر تعداد میں ہندو اور عیسائی آپ کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ بلکہ ہندوؤں اور عیسائیوں کے خلاف تبلیغی مرکز قائم کئے دینی اداروں کی ہمیشہ اعانت کی‘ تعاون کیا۔ مالی امداد کی۔ شاردا

marfat.com
Marfat.com

ایکٹ کی منسوخی کے لئے آپ نے بڑا کام کیا۔ سلطان عبدالحمید ترکی والوں نے امداد کے لئے عالم اسلام کو آواز دی تو آپ نے چھ لاکھ روپے دیئے۔ خطہ عرب میں قحط پڑا تو آپ نے ایک لاکھ روپے بھجوائے۔ تبلیغ دین کے لئے آپ رنگون تک گئے۔ اس سلسلے میں بہت سے وفد علماء کے مختلف مقامات پر بھیجے فتنہ ارتداد کے سلسلے میں آپ کی خدمات بے پناہ ہیں تحریک ترک موالات۔ تحریک ہجرت' شہید گنج' ۱۹۳۵ء۔ غرض آپ اسلام کی خدمت اور مسلمانوں کے جذبات کی پاسداری کے لئے کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کرتے تھے۔ شاہی مسجد میں ایک لاکھ کے مجمع سے خطاب فرمایا۔ یہ تقریر اتنی پر تاثیر اور ولولہ انگیز تھی۔ کہ عوام نے اپنے آپ کو امیر ملت کا خطاب دیا۔

تحریک پاکستان کے سلسلے میں بھی آپ کی خدمات بے پناہ ہیں۔ اس سلسلے میں سارے ہندوستان کا دورہ کیا اور علیحدہ وطن کے لئے مسلمانوں کا شعور بیدار کیا حضرت قائد اعظمؒ سے بہت سی ملاقاتیں کیں۔ اپنی اور اپنے مریدوں کی طرف سے تحریک کو کامیاب بنانے کی یقین دہانی کرائی۔ آپ کو علامہ اقبالؒ سے بے حد محبت تھی اور علامہ اقبالؒ بھی آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ پچاس مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے سینکڑوں مسجدیں تعمیر کرائی۔ دینی مدارس جاری کیے علی پور سیداں کی مسجد اس دور میں چھ لاکھ روپے سے تعمیر کرائی۔ تمام مسجد سنگ مرمر کی ہے۔ دروازے صندل کی لکڑی کے ہیں۔ ان میں ہاتھی دانت کا کام بھی ہے مسجد کی چھت وہیل مچھلی کا ۲۱ فٹ لمبا کانٹا آرائش کے لئے لگوایا۔ آپ کے عقیدتمندوں میں آغا خلیل کنجی بردار دربار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ نادر شاہ والئے افغانستان۔ میر عثمان علی' نظام حیدر آباد دکن۔ نواب بہادر یار جنگ' سر آغا خان' نواب وقار الملک' علامہ اقبال' قائد اعظم نواب محمد اسمٰعیل۔ چودھری غلام عباس اور دوسرے کئی مقتدر ہستیاں شامل تھیں۔ آپ بہت سی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ آپ کا وصال ۱۰ ذی العقد ۱۳۷۰ھ بمطابق ۳۱ اگست ۱۹۵۱ء بروز جمعرات ہوا مزار مبارک علی پور سیداں میں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت خالد تاتاریؒ

یہ بزرگ پولینڈ کے علاقے میں چرواہے تھے۔ بھیڑ بکریاں پال رکھی تھیں انہیں لے کر آبادی سے دور نکل جاتے۔ وہ چرتی رہتیں۔ اور آپ تنہا ایک پتھر پر بیٹھے رہتے۔ تاتاری نژاد تھے۔ آتے جاتے لوگ انہیں سلام دعا کر کے گزر جاتے اس علاقے میں اور بھی بہت سے مسلمان خاندان آباد تھے۔ ویسے بھی بہت سے مسلمان پولینڈ کی سرزمین پر تاریکیوں میں حق و صداقت کی شمع روشن کئے ہوئے ہیں۔ اس خطے میں اسلام چراغ نے بہت فروغ پارہا ہے۔

تو خالد چرواہا عام لوگوں کی نظر میں ایک معمولی بھیڑیں چرنے والا تھا۔ اس کی تنہا زندگی معنی خیز تھی۔ مگر لوگوں نے کبھی اس کی جانب زیادہ توجہ نہ دی۔ وہ اپنی تنہائی میں بھی ایک بھرپور محفل تھا۔ اس کی رہائش بھی لوگوں سے الگ تھلگ تھی۔ اس کے گھر والے بھی اس کی جانب زیادہ توجہ نہیں دیتے تھے اسے اپنے حال میں مست رہنے دیتے۔

پولینڈ کے کچھ مسلمان ہوائی جہاز کے ذریعے حج پر جارہے تھے وہ صبح سویرے گزرے تو خالد بکریوں کو لے کر چراگاہ کی طرف جارہا تھا۔ وہ اس تنہائی پسند چرواہے کو جانتے تھے۔ اس سے سلام دعا لے کر وہ چلے گئے۔ ہوائی جہاز کے ذریعے شام تک وہ مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ وہ وہاں نماز ادا کرنے خانہ کعبہ گئے تو۔ سیڑھیوں پر ایک شخص بیٹھا تھا۔ انہوں نے غور سے دیکھا تو وہ خالد چرواہا تھا۔ مگر وہ تذبذب کے عالم میں نماز ادا کرنے چلے گئے۔ دوسرے دن پھر شام کو آئے تو پھر وہی خالد نما انسان بیٹھا تھا۔ آج اس نے انہیں دیکھ کر منہ چھپالیا۔ حج میں کچھ دن دن باقی تھے۔ ان میں ایک شخص انتہائی اہم کام سے واپس گیا۔ دوسرے دن اس نے پھر واپس آنا تھا۔ دوسرے دن وہ پھر صبح سویرے مکہ مکرمہ جانے کے لئے وہاں سے گزرا تو خالد بھیڑیں لے کر جارہا تھا۔ اس شخص کی اس سے سلام ودعا ہوئی۔ وہ

marfat.com
Marfat.com

کچھ حیرت میں ڈوب گیا۔ کہ کل تو یہ مکہ میں خانہ کعبہ کی سیڑھیوں پر تھا۔ مگر اتنی جلدی راتوں رات یہ یہاں کیسے آگیا خیر وہ جلدی میں تھا۔ وہ اسی دن پھر مکہ مکرمہ پہنچ گیا۔ اس نے اس حیران کن واقع کا اپنے ساتھیوں سے ذکر کیا۔ جب شام وہ پھر خانہ کعبہ گئے۔ تو خالد پھر وہاں بیٹھا تھا۔ اس دن انہوں نے اسے پکڑ کر پوچھا۔ تم خالد ہو؟ اس نے کہا ہاں میں وہی خالد چراہا ہوں۔ جسے تم نے صبح وہاں دیکھا اور سلام دعا کی۔ انہوں نے حیرت سے پوچھا۔ خالد یہ ماجرا کیا ہے؟ اس نے کہا یہ اس مالک کا کرم ہے جس پر جب ہو جائے۔ یہ راز کسی کو نہ بتانا۔ اسے پردے میں ہی رہنے دینا۔ میں روزانہ شام کی نماز خانہ کعبہ میں ہی ادا کرتا ہوں۔ مغرب کی اذان ہوئی تو سب نماز ادا کرنے چلے گئے۔ ان کی حیرت میں اور اضافہ ہو گیا۔ نماز کے بعد وہ خالد کو وہاں تلاش کرتے رہے مگر وہ نہ ملا۔

اسی حیران کن حالات میں فریضہ حج ادا کرنے کے بعد وہ واپس آئے تو تشویش مٹانے کے لئے وہ خالد کے ہاں گئے تو انہیں معلوم ہوا کہ وہ وفات پاچکا ہے۔ وہ اس کی قبر ہے۔ جب انہوں نے وہاں کے باقی مسلمانوں کو یہ واقع سنایا تو لوگ فرط عقیدت سے آبدیدہ ہو گئے۔ قبر کو پختہ بنوایا اور مسلمان جوق در جوق اس کی قبر کی زیارت کے لئے آنے لگے۔ فاتحہ پڑھتے اور مرادیں مانگتے۔ کہتے ہیں کہ وہاں کے لوگ جو حج پر جانے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ وہ حج کے دنوں میں اس برگزیدہ ہستی کی قبر کا طواف کرتے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ حج تو نہیں ہوتا۔ مگر حج کا ثواب ضرور مل جاتا ہے۔

پولینڈ اور دیگر آس پاس کے ممالک کمیونسٹوں کے زیر تسلط تھے ان شرقی یورپ کے ملکوں میں کافی تعداد میں مسلمان تھے۔ جنہیں کمیونسٹوں نے بے دین کرنے کے لئے بڑی ظالمانہ کارروائیاں کیں۔ اور ظالمانہ پابندیاں لگائیں۔ جب کمیونسٹوں کا دور ختم ہوا تو مسلمان پھر سے کھلے طور پر اپنے دین اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔ بطور خاص بلغاریہ کے مسلمانوں پر بے دین ظالموں نے بڑے ستم ڈھائے۔ وہاں مسلمانوں والے نام رکھنے پر بھی پابندی تھی۔ پولینڈ بھی مسلمانوں

marfat.com
Marfat.com

کے لئے اسی نوعیت کا ملک تھا مگر کیمونزم دفن ہونے کے بعد یہاں بھی مسلمانوں کے مرجھائے ہوئے چہرے ترو تازہ ہوگئے حضرت خالدؓ بھی اسی دور میں ظاہر ہوئے۔

ان ملکوں کے حالات اور ان ملکوں کے لوگوں کا اسلامی تشخص معلوم کرنے کے لئے سعودی عرب کا ایک جرنلسٹ احمد فارسی وہاں گیا اور اس نے وہاں کے حالات پر ایک جامع مضمون لکھا۔ سعودی عرب کے مشہور جریدہ الفیصل میں شائع ہوا۔ مضمون کا اردو ترجمہ راشد چودھری نے کیا اور لاہور کے روزنامہ امروز کے ۲۱ نومبر ۱۹۸۶ء کے شمارے میں شائع ہوا۔

احمد فارس کے ایک پولش دوست پروفیسر کاریز نے انہیں وہاں کے مسلمانوں کے حالات سے متعارف کرایا وہاں کا ایک چھوٹا شہر بیالو سٹک جو دارالحکومت وارسا سے تین سو کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے وہ وہاں گئے وہاں مسلمانوں کی آبادی قدر زیادہ تھی۔ وہاں مسلمانوں کے سربراہ ڈاکٹر علی پکیووچ سے ملاقات ہوئی اور حضرت خالدؓ کا واقعہ اسی شہر کا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت صوفی برکت علیؒ

ایک سنار کی دوکان پر قلندرانہ شان کے ساتھ ایک بزرگ آکر بیٹھ گئے۔ سنار چھوٹی سی ہتھوڑی کے ساتھ سونے کے خوبصورت زیور پر نقش و نگار کا کام کررہا تھا۔ ہلکی پھلکی ٹک ٹک کی آواز آرہی تھی۔ یہ بزرگ بیٹھا تو سنار نے سر اٹھایا۔ کام روک دیا۔ ہمہ تن گوش ہوکر بزرگ کی باتیں سننے لگا۔کچھ دیر باتیں سنیں۔ پھرگردن ڈال کر ہتھوڑی سے ٹک ٹک کرنے لگا۔ بزرگ بڑے محبت۔ تحمل اور مشفقانہ انداز سے دیکھ رہے تھے۔ جب بزرگ نے بات ختم کی۔ سنار نے ہتھوڑی رکھ دی اور مسکرا کر کہا اے بزرگ محترم جو نقش بنانے کے لئے آپ نے فرمایا۔ اس پر جو الفاظ کندہ کرنے کو کہا ہے۔ اگر میں آپ کو وہ اصلی نقش ہی دے دوں تو یہ ٹھیک نہ ہوگا؟ بزرگ نے کہا کہ اگر ایسا ہوجائے تو تیرا یہ احسان عمر بھر نہیں بھولوں گا۔ سنار نے نقش نکال کردیا۔ توبزرگ کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ اسے چوما سینے سے لگایا اور پھر سنار کو گلے لگاکر پیار کیا۔ اور کہا کیا ہدیہ پیش کروں؟ اس کا ہدیہ صرف میرے حق میں دنیا اور عاقبت میں سرخرو ہونے کے لئے دعائیں ہیں۔

یہ بزرگ صوفی برکت علی تھے جو ۱۹۵۶ء میں بھارت سے ہجرت کرکے یہاں آئے تھے۔ وہ سنار بھی بھارت سے ہی ہجرت کرکے یہاں آیا تھا۔ یہ نقش اسے راستے میں ملا تھا۔ یہ نقش غوثیہ تھا۔ جو حضرت صوفی برکت علی کو جان سے عزیز تھا۔ جو طائف الملوکی کے دور میں ان سے کہیں کھو گیا تھا۔ جس کا انہیں بے حد صدمہ تھا۔ مایوس ہوکر سنار کی دوکان پر گئے کہ شاید وہ مبارک نقش اب بھی نہ ملے۔ تو سنار سے انہیں الفاظ کے ساتھ ویسا نقش بنوالیتے ہیں۔ پیدائشی ولی کی بھی یہ ایک کرامت ہوتی ہے کہ اس کی نیک خواہش پوری ہوجاتی ہے۔ آپ کا پورا نام ابو انیس حضرت محمد برکت علی لدھیانویؒ ہے۔

marfat.com

Marfat.com

جب کسی کے اندر سے دنیا ختم ہوجاتی ہے۔ تو باطن کی تمام غلاظتیں دھل جاتی ہیں۔ اور دنیا والہانہ اس کے پیچھے بھاگتی ہے۔ ان میں قاتل بھی ہوتے ہیں۔ جو۔ پھانسی سے بچنے کے لئے ان کے آستانوں پر پناہ مانگتے ہیں لالچی دولت کے لئے۔ سیاسی لوگ اقتدار کے لئے۔ بیمار شفا کے لئے۔ بے اولاد۔ اولاد کے لئے ان آستانوں پر پناہ مانگتے ہیں۔ یہ بزرگ ہر رنگ کے لوگوں کو برداشت کرتے ہیں اور ان کی مرادیں پوری کرتے ہیں۔ کچھ لوگ روحانی سکون اور روحانی تربیت کے لئے بھی جاتے ہیں۔ یہ قابل تحسین ضرور ہیں۔ سب کچھ دینے والا اللہ ہے۔ مگر ان لوگوں کی دعاؤں سے کئی بلائیں ٹل جاتی ہیں۔ مرادیں پوری ہوجاتی ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالٰی کے مقرب ہوتے ہیں اللہ پاک کے نام کا لنگر جاری رہتا ہے۔ وہاں خلق خدا کا ایک میلا سا لگا رہتا ہے۔

حضرت صوفی برکت علیؒ ۲۱ اپریل ۱۹۱۱ء کو لدھیانہ (بھارت) کے قریب ایک گاؤں برہمی میں پیدا ہوئے۔ والدہ محترمہ کا نام جنت بی بی تھا۔ اور آپ کے والد کا نام نگاہی بخش تھا۔ جو ایک فوجی جوان تھے۔ مگر درویشانہ صفات نمایاں تھیں۔ آپ کے دادا کا نام وندو شاہ تھا۔ جو نو مسلم تھے ان کے جد امجد میر ہٹھا تھے۔ رئیس تھے ان کی بیٹی اکبر بادشاہ سے بیاہی ہوئی تھی۔ اس خاندان کے ہردت سنگھ اور گوردت سنگھ آکر ضلع لدھیانہ میں آباد ہوئے۔ پہلے یہ خاندان بمقام دھاڑیوال میں رہتا تھا۔ آپ کے دادا دندو شاہ ولی تھے۔ قلندر بادشاہ تھے اکثر دریا کے کنارے بیٹھے رہتے۔ انہیں خضرعلیہ اسلام سے فیض ملا تھا۔ دریا کے کنارے ہی وفات پائی۔ بچپن میں صوفی برکت علی اپنے والد کے ساتھ کہیں جاتے تو کئی بزرگوں نے بچے کو پہچان کر کہا۔ آپ کا یہ بچہ بہت بڑا ولی ہوگا۔ باپ آپ کو فوجی افسر بنانا چاہتے تھے۔ مگر بچپن میں کئی کرامات سرزد ہوئیں۔ بچپن سے ذرا آگے بڑھے تو گاؤں میں کوئی مسجد نہ تھی آپ نے ایک دوست کی مدد سے مٹی کے بڑے بڑے ڈھیلے رکھ کر مسجد کی شکل کا دائرہ بنالیا۔ اسی میں نماز پڑھتے۔ اسی میں بیٹھ کر تلاوت کرتے۔ تلاوت میں اتنا انہماک ہوتا۔ کہ کھانا پینا بھول جاتا ماں

marfat.com
Marfat.com

تلاش کر کے لاتی ۔ اور کھانا کھلاتی ۔ ماں کہتی چلو کھانا کھاؤ ۔ تو کہتے ماں ابھی تو کھانا کھایا ہے ۔ اگر تم کہتی ہو تو پھر کھا لیتے ہیں ۔ آپ نے ابتدائی تعلیم آبائی گاؤں برہمی میں ہی حاصل کی ۔ بچپن میں ہی بزرگوں کی محفل میں بیٹھتے اور بزرگوں کا ادب کرتے ۔ ۲۱ سال کی عمر میں شادی ہو گئی ۔ نیک بی بی کا نام برکت بی بی تھا۔

۱۹ سال کی عمر میں فوج کی نوکری کی۔ پندرہ سال اڑھائی ماہ نوکری کی پھر ۲۲ جون ۱۹۴۵ء کو نوکری چھوڑ دی۔ آپ فوجی سٹور کے انچارج تھے ۔ جو کوئی مانگتا اسے دے دیتے ۔ ہندو سکھ آپ کے بڑے مخالف تھے ۔ انگریز کرنل سے آپ کی رپورٹیں کرتے رہتے ۔ مگر سٹور کی چیکنگ ہوتی تو کوئی چیز کم نہ ہوتی۔ رپورٹیں کرنے والوں کو بڑی ندامت ہوتی ۔ پھر رڑکی مشہور چھاؤنی تھی ۔ وہاں سے چار میل پر کلیر شریف تھا۔ رات ڈیوٹی سے فارغ ہو کر کبھی پیدل کبھی سائیکل پر

حضرت خواجہ علاؤ الدین علی احمد صابرؒ کے مزار پر چلے جاتے۔ جھوٹ ماتپ کر رات بھر ذکر میں مشغول رہتے ۔ مخالفوں نے پھر سر اٹھایا ۔ اور رپورٹ کی برکت علی رات بھر غائب رہتا ہے ۔ کرنل ویچ جہاندیدہ آدمی تھا۔ اس نے کہا میں جانتا ہوں مگر وہ کسی غلط جگہ پر نہیں جاتا پیرپلوری کے مزار پر عبادت کے لئے جاتا ہے ۔ مجھے سب کچھ معلوم ہے ۔ مخالف پھر دشمن ہوئے ۔ وہاں کلیر شریف سے بے پناہ روحانی فیض ملا۔ عشق الٰہی کے رنگ میں تو وہیں سے رنگے گئے ۔ مگر وہاں ایک بلخی قلندر تھا۔ جو خواجہ ابراہیم ادھمؒ کے خاندان سے تھے۔ قلندر کا نام صالح تھا۔ مگر سب لوگ حاجی بابا ملنگ انہیں کہتے تھے۔ بڑے جلالی بزرگ تھے۔ لوگوں کو گالیاں دیتے اینٹ پتھر اور ڈنڈے مار کر بھگا دیتے ۔ مگر صوفی برکت علی کو ملنگ بابا کچھ نہ کہتے۔ صوفی صاحب اپنے ہاتھ سے چائے بنا کر ملنگ کو پلاتے اسی ملنگ سے بڑا فیض ملا آپ کو غوغیہ مہر بھی عنایا" ملنگ بابا سے ہی ملی تھی۔

پیٹرول کی قلت ہو گئی ۔ کرنل انچارج نے سب سٹور کیپروں کو کہا کہ وہ لکھ کر بھیجیں کہ سال میں کتنا پیٹرول چاہئے۔ سب سے پہلے آپ کی باری آئی ۔ آپ

marfat.com

Marfat.com

نے جتنا پیٹرول خرچ ہوتا تھا لکھ دیا۔ کرنل نے کہا کل تجھے کتنی رقم چاہیے۔ یہ بتائیں آپ نے کہا مجھے رقم نہیں پیٹرول چاہیے۔ کرنل کو غصہ آیا۔ اس نے فائل اٹھا کر زمین پر پٹخ دی۔ تمام ورق زمین پر بکھر گئے۔ صوفی برکت علی فائل وہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ چند منٹ بعد کرنل اٹھا۔ ایک ایک ورق اکٹھا کیا فائل میں رکھا اور آپ کو دفتر میں جا کر فائل دی اور کہا۔ برکت علی تم نے ٹھیک کہا۔ پیٹرول پانچ روپے گیلن ہے۔ کل کو پندرہ روپے ہو جاتا ہے تو آپ کہاں سے پورا کریں گے واقعی آپ کو قیمت نہیں مقدار چاہیے۔

مخالفین کو اور موقع فراہم ہوا۔ کہ کرنل صاحب برکت علی سے ناراض ہیں۔ انہیں دنوں صوفی صاحب نے غریب فوجیوں میں بہت سے کمبل اور جرسیاں بانٹ دیں مخالفین نے بھرپور شکایت کی۔ اچانک کمپنی کے تمام ڈپوؤں کو تالے لگا دیئے۔ تیسرے دن سٹور چیک ہوئے۔ صوفی برکت علی کے سٹور میں کوئی چیز کم نہیں

تھی۔ باقی سٹوروں میں چیزیں کم تھیں۔ آخر ۱۹۴۵ء مئی میں آپ نے استعفیٰ پیش کیا۔ ابھی جنگ ختم نہیں ہوئی تھی۔ استعفیٰ نامنظور ہوا۔ مگر آپ نے کہا کہ میں ۲۲ جون کو وردی اتار کر پھینک دوں گا اور پھر کبھی نہیں پہنوں گا۔ کرنل کے ساتھ آپ کی کچھ تلخ کلامی بھی ہوئی جب آپ کا کورٹ مارشل ہوا۔ جس میں آپ باعزت بری ہوئے اور استعفیٰ بھی منظور ہوا۔ پھر آپ نے وردی پہنی نہ قیمتی لباس پہنا قلندرانہ روش اختیار کی۔ فوجی نوکری کے دوران آپ درود شریف اور ذکر بہت زیادہ کرتے تھے۔

پاکستان معرض وجود میں آیا تو آپ وہیں رہے۔ پھر ۱۹۵۶ء میں پاکستان آئے۔ پہلے سکھیکی کے قریب پھر سالار والا میں ایسا مقام کیا کہ رہتی دنیا تک ملک میں خدمت خلق کے حوالے سے اپنے نام کا پرچم لہرا دیا۔ یہ مرتبے بڑے نصیب والوں کو حاصل ہوتے ہیں۔ پیدائشی ولی تھے۔ جس طرف جاتے میلے لگ جاتے والد کی قبر شریف برہمی بھارت میں ہے۔ والدہ جنت بی بی کی قبر خوشاب کے نزدیک ایک گاؤں میں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

سالار والا میں جنگل اجاڑ تھا۔ درویش نے ڈیرا لگایا تو جنگل میں منگل بن گیا۔ خلق خدا کے ساتھ چرند اور پرند کی زیارت گاہ کا مقام بن گیا۔ اس صاحب ولایت بزرگ نے خدمت خلق کے حوالے سے جو کام کیا۔ رہتی دنیا تک نام رہے گا دارالاحسان ۔ ہسپتال' آئی کیمپ' قرآن محل' موتی مسجد یہ تمام کچھ خدمت خلق کے مقامات جلیلہ ہیں ۔ اس بزرگ کے روحانی کارناموں ۔ کرامتوں کی خوشبو ایسی پھیلی کہ پاکستان کے وزیر اعظم ۔ صوبائی اور وفاقی وزراء سیاستدان بڑے بڑے جج' ڈاکٹر ۔ بڑے بڑے عہدوں والے سیکرٹری شاعر' ادیب کوئی طبقہ ایسا نہیں تھا جس کے بڑے چھوٹے لوگ وہاں حاضری نہ دیتے ہوں۔ آپ کی کرامات پر کتابیں لکھی گئیں ۔ ایک ایک وقت میں کئی کئی مقامات پر موجود ہوتے۔ لنگر اتنا وسیع تھا کہ ہزاروں لوگ دو وقت کھانا کھاتے ۔ ہر شخص کو اس کی حیثیت کے مطابق کھانا ملتا۔ تقرریوں ' تبادلوں ۔ وزارتوں ۔ اور صدارتوں کی منظوری کے لئے بڑے بڑے

لوگوں کو جاتے دیکھا ہے ۔ بابا جی نے دو لاکھ سانسی ۔ ٹیری وانس اور دیگر غیر مسلموں کو مسلمان کیا۔

آپ کے قائم کردہ آئی کیمپ میں ۴۸ سو کامیاب آپریشن ہوئے ۹ پیدائشی نابیناؤں کو بینائی ملی۔ دارالاحسان میں درس و تدریس کا کام اعلیٰ پیمانے پر جاری ہے۔ قرآن محل میں بڑے پرانے اور نادر قرآن پاک ہیں۔ لاہور آتے تو داتا دربار حاضری دیتے ۔ حضرت میاں میرؒ۔ حضرت علامہ اقبالؒ۔ اور دیگر مزارات پر حاضری دیتے اور وہاں کے بہت سے سالکوں اور قلندروں سے ملاقات کرتے دربار میں ایک کمبل پوش مائی شیراں سے ملاقات ہوئی تو اس مجذوبہ نے تن کر کہا۔ ایک مرد قلندر نظر آیا ہے ۔ باقی سب ایسے ہی ہیں۔ دربار داتا گنج بخشؒ ننگے پاؤں حاضری کے لئے آتے۔ آپ کا کوئی خلیفہ نہیں ہے۔ مگر جو کام درس و تدریس اور خدمت خلق کے شروع کئے وہ بدستور جاری ہیں۔ دن رات ایک میلا لگا رہتا تھا۔ شروع میں مائی صاحبہ اپنے ہاتھ سے درویشوں اور زیارت کے لئے آنے والوں کے لئے لنگر پکاتی تھیں اس دور میں پاکستان کے اندر اتنا بڑا درویش نظر نہیں آیا۔ مگر

marfat.com
Marfat.com

کم لوگوں نے آپ سے روحانی اور باطنی فیض حاصل کیا۔ ہزاروں نہیں لاکھوں لوگ آپ سے دنیا ہی حاصل کرنے جاتے تھے۔ مگر اس بزرگ کی وسعت قلبی کی انتہاء ہے کہ آپ نے کبھی کسی کو مایوس نہیں کیا تھا۔ دوسرے اس مسلک کے مخالفین کو بھی آپ کی برائی کرتے نہیں سنا۔ ورنہ صاحب ولایت لوگوں کی مخالفت ان کی زندگی میں بہت ہوتی ہے۔ آپ کی وفات ۱۹۹۷ء میں ہوئی۔

میاں چنوںؒ

بہت سے بزرگ جمع تھے درمیان میں ایک نوجوان ننگے سر بیٹھا تھا۔ لوگ خوش تھے۔ اس کی بہادری کا تذکرہ کر رہے تھے۔ اور دعا کر رہے تھے اللہ کرے یہ اپنے کام میں باکمال ہو پھر ایک بزرگ اٹھا اور اس کے سر پر دستار فضیلت بندھائی۔ وہ خوبصورت نوجوان خوش تھا۔ کہ اس کی دستار بندی ہوئی ہے۔ اس علاقے کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی نوجوان پہلی مرتبہ اپنے فن کا مظاہرہ کرتا تو اس کی دستار بندی ہوتی۔ تمام لوگ اسے مبارک باد دیتے اور خراج تحسین پیش کرتے اس دن سے اسے پگڑی باندھنے کی اجازت مل جاتی۔ کمال فن کا مظاہرہ کئے بغیر نوجوان کو پگڑی باندھنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی وہ کمال فن کیا تھا؟ وہ فن چوری اور ڈاکے کا تھا۔ جو کوئی نوجوان پہلی مرتبہ چوری یا ڈاکے میں اپنے فن کا مظاہرہ کرتا تو باقاعدہ اس کی دستار بندی ہوتی خراج تحسین پیش کیا جاتا۔ آفرین و تحسین کے ڈونگرے برسائے جاتے۔ اس کی عزت اور عظمت بلند ہو جاتی۔

یہ غیاث الدین بلبن کے عہد کا ذکر ہے۔ قریباً" سات' آٹھ سو سال پہلے علاقہ جھنگ کے انتہائی زرخیز علاقے کے معاشرے کا ایک دھندلا سا عکس ہے۔ وہ نوجوان جس کی سر پر پگڑی باندھی گئی وہ خوبصورت نوجوان چنن دین تھا جو بعد میں میاں چنوں کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کا ایک ساتھی میاں مجید جنجوعہ تھا۔ عجیب معاشرہ اور عجیب لوگ تھے اس دور کے چور اور ڈاکو تو اب بھی سردار ہی ہیں لوگ ان سے ڈرتے ہیں۔ ان کی دہشت گردی کے باعث ان کی عزت کرتے ہیں مگر

marfat.com
Marfat.com

آٹھ سو سال قبل جھنگ کے زرخیز علاقے میں ڈاکو اور چور باقاعدہ شرفاء اور باعظمت تسلیم ہوتے تھے۔

میاں چنوں جھنگ کے علاقے میں رہتے تھے۔ مگر وہاں سے نقل مکانی کر کے ملتان کے قریب جہاں اب میاں چنوں کا شہر آباد ہے یہاں آکر آباد ہو گئے یہاں ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ بعد میں ایک معروف قصبہ بن گیا۔ میاں چنوں کی دستار بندی یہیں ہوئی۔ اس علاقے میں میاں چنوں کی دھاک ہر طرف بیٹھی ہوئی تھی۔ ڈاکو بھی اس کے نام سے خوف کھاتے تھے۔ اس کا نام سن کر دور دور کے علاقوں میں لوگ دہشت زدہ ہو جاتے تھے۔ میاں چنوں کو علاقے کا سب سے بہادر شخص کہا جاتا تھا میاں چنوں کو کرائے کے قاتلوں کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ ان کے ساتھ میاں چنوں کے ساتھ میاں مجید جنجوعہ بہادر اور نڈر قسم کا ساتھی تھا۔ دونوں دوست جہاں جاتے۔ علاقے کو تہہ تیغ کر کے رکھ دیتے۔ اس علاقے میں ان کی بادشاہی تھی۔ دونوں بے باک اور نڈر ڈاکو تھے۔ پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ میاں چنوں ایک باکمال ڈاکو سے میاں چنوں رحمتہ اللہ علیہ بن گئے۔

ایک مرتبہ یہ ہوا کہ اس علاقے کے جنگل میں حضرت بہاؤ الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ جا رہے تھے۔ وہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دے کر واپس تشریف لا رہے تھے اور واپس ملتان جا رہے تھے۔ میاں چنوں اور میاں مجید بھی اسی جنگل میں اپنے شکار کی تلاش میں تھے۔ کہ راستے میں ملاقات ہو گئی یہ بات مشہور ہے کہ ڈاکو اور چور بزرگوں کے بڑے عقیدتمند ہوتے ہیں بلکہ جب وہ کسی واردات کے لئے جاتے ہیں تو بزرگوں کے مزار پر حاضری دے کر جاتے ہیں۔ میاں چنوں حضرت بہاء الدین زکریاؒ کی بزرگی سے واقف ہونے کے ساتھ ساتھ عقیدتمند بھی تھے۔ بڑے ادب سے دونوں آپؒ کو ملے آپ نے فرمایا ہمیں پیاس لگی ہے جاؤ کہیں سے پانی لاؤ دونوں نے جنگل میں بھاگ دوڑ کی مگر پانی نہ ملا۔ کافی دیر کے بعد واپس لوٹے تو حضرت غوث بہاء الدین وہاں سے جا چکے تھے انہیں رنج ہوا کہ ہم بزرگ محترم کو پانی لا کر نہیں دے سکے۔ دونوں معافی مانگنے آپ کی تلاش کرنے لگے پانچ میل کی

marfat.com
Marfat.com

مسافت پر ایک ویران ٹیلے پر آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ دونوں معذرت کے لئے ٹیلے پر گئے۔ تو دیکھا کہ اس ویران ٹیلے پر ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا چشمہ ابل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ خاص بندوں کی ضرورت سے آگاہ ہوتا ہے۔ آپ تشنہ لب تھے۔ آپ کو وہاں ایڑی مارنے کو کہا گیا۔ آپ نے وہاں ایڑی ماری تو چشمہ بہہ نکلا۔ پانی بھی ٹھنڈا اور میٹھا تھا۔ میاں چنوں اور میاں مجید آپؒ کی یہ کرامت دیکھ کر آپ کے قدموں پر گر پڑے۔ پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ کیونکہ مردہ دلوں پر آفتاب وہدایت کی زندگی بخش نظر پڑ چکی تھی۔ آپ نے دونوں کو اٹھا کر گلے لگایا اور دعا فرمائی اے رب العزت یہ دونوں توبہ کرکے تیرے دربار میں حاضر ہیں انہیں معاف فرمادے۔ تو غفور الرحیم ہے غوث کی دعا قبول ہوئی اور

دونوں کے سینے روشن ہوگئے علم بصیرت کا نور سینوں میں چمکنے لگا۔ حضرت غوث بہاء الدین زکریاؒ نے اس علاقے میں تبلیغ دین کا کام آپ کے سپرد کیا اور فرمایا تم اس علاقے میں ڈاکوؤں اور چوروں کو راہ راست پر لاکر انہیں ہدایت یافتہ بنادو یہی تمہاری ڈیوٹی ہے میاں چنوںؒ کے سینے میں عشق الٰہی موجزن ہوگیا اور تمام عمر گناہوں میں ڈوبے ہوئے معاشرے کو ہدایت یافتہ بنانے میں گزار دی تمام علاقے کو چور ڈاکو تائب ہوگئے اور ایک صاف ستھرا معاشرہ اس علاقے میں ظہور پذیر ہوا میاں چنوںؒ نے کیونکہ عین جوانی میں توبہ کی اس لئے بہت جلد طریقت کی منزلیں طے کرلیں۔ جہاں حضرت بہاء الدین زکریاؒ کی کرامت سے چشمہ جاری ہوا تھا۔ وہ علاقہ بنجر تھا تمام علاقہ چشمہ سے سیراب ہوکر سرسبز و شاداب ہوگیا اب اس چشمہ کی جگہ وہاں کنواں ہے۔

حضرت میاں چنوں رحمتہ اللہ علیہ کی شادی اور اولاد کے متعلق مؤرخ خاموش ہیں۔ آپ کی وفات ۷۳۵ھ میں ہوئی مزار شریف میاں چنوں میں شمال کی جانب ہے اور عرس ہر سال ۱۱۔۱۰۔ ۹ ساون کو بڑی دھوم دھام سے منعقد ہوتا ہے۔ دور دراز علاقوں سے لوگ عرس مبارک میں شریک ہوتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت صوفی حفیظ اللہؒ

صوفی محمد حفیظ اللہ بڑیلا شریف والی سرکار۔ بڑیلا شریف تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ میں واقع ہے۔ صوفی حفیظ اللہ صاحب ولایت اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ حضرت بابو غلام سرورؒ موچی دروازے والوں کے خلیفہ اول تھے صوفی صاحب کو اپنے مرشد پاک سے بے حد محبت اور عقیدت تھی۔ اپنے گاؤں سے پیدل چل کر مرشد کے آستانے پر حاضری دینے آتے اگر دروازہ بند ہوتا تو پاس ادب اتنا کہ کبھی دستک نہ دیتے۔ جب دروازہ کھلتا تو مرشد کے دیدار کا شرف حاصل کرتے۔ اکثر ایسا بھی ہوا کہ آپ آئے باہر کھڑے رہے۔ حضرت بابو غلام سرورؒ نے اندر سے ہی آواز دے دی حفیظ اللہ واپس چلے جاؤ۔ تو آپ واپس چلے جاتے۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ رات کے وقت پہنچے۔ باہر کھڑے رہے صبح دروازہ کھلا تو مرشد پاک نے آواز دی حفیظ اللہ آجاؤ تمہارا امتحان مکمل ہوا۔ آؤ اور میرے سینے سے لگ جاؤ۔ مرشد نے سینے سے لگایا تو سینہ روشن ہوگیا۔ مرشد نے فرمایا۔ اب تم نہ آنا۔ جو روشنی تمہیں ملی ہے۔ اسے سارے علاقے میں پھیلا دو۔ صاحب دل لوگوں کے سینے روشن کردو۔ درویشی میں ادب کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

خرقہ خلافت لے کر جب واپس گئے تو لوگ جوق در جوق آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے۔ آپ کی دعائیں قبول ہوئیں۔ آپ صاحب کشف بزرگ تھے۔ اس علاقے کے لوگوں نے آپ سے بڑا فیض پایا آپ کا لنگر ہروقت جاری رہتا۔ عبادت و ریاضت سے اور مرشد پاک کی نگہ کرم سے مشاہدے کی منزل تک پہنچے مرشد پاک نے آپ کو بے حد فیض پہنچایا۔

آخر جب حضرت بابو غلام سرور رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو آپ بہت

marfat.com
Marfat.com

روئے ۔ فوراً لاہور پہنچے اور جنازے میں شرکت کی پھر ہر سال مرشد پاک کے عرس کی تقریبات میں شرکت کے لئے لاہور تشریف لاتے آپ کے کچھ مرید اور عقید تمند لاہور میں بھی تھے۔ یہ لوگ خیرو برکت کے لئے آپ کو اپنے ہاں لے جاتے ۔ کئی دن قیام کے بعد واپس چلے جاتے ۔ جب تک زندہ رہے یہ معمول بدستور جاری رہا۔

حضرت بابو غلام سرورؒ کا وصال ۲۹ جنوری ۱۹۴۹ء کو ہوا ۔ مرشد کی وفات کے بعد قریباً تیس سال زندہ رہے تاریخ وفات کا علم نہ ہوسکا۔ بڑیلہ شریف میں آپ کا مزار مرجع خاص و عام ہے ۔عرس ہر سال باقاعدگی سے منعقد ہوتا ہے لاہور سے بھی عقید تمند شرکت کے لئے جاتے ہیں۔

حاجی پیر حیات محمدؒ

آپ کے آباؤاجداد بیچ وہاڑا کشمیر کے رہنے والے تھے ۔ وہاں سے آپ کے بزرگ نقل مکانی کرکے سیالکوٹ آگئے۔ آپ کے والد کا نام پیر بہادر شاہ تھا۔ پہلے بمقام سوہدرہ قیام پذیر رہے پھر سیالکوٹ آکر مستقل رہائش اختیار کی ۔

حضرت پیر حیات محمد حضرت پیر جماعت علی شاہ سے بیعت تھے انہیں سے خرقہ خلافت ملا اور آپ کے خلیفہ اعظم کہلائے ۔ مرشد پاک حضرت پیر جماعت علی شاہ آپ پر خاص توجہ فرماتے تھے ۔ تبلیغ دین کے سلسلے میں پنجاب اور کشمیر کے بے شمار دیہات کا دورہ کیا۔ بہت سے لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی ۔ پیر جماعت علی شاہ کے تبلیغی دوروں میں اکثر اپنے مرشد کے ساتھ ہوتے ۔ اکیلے بھی تبلیغی دورے کرتے آپ کے وعظ میں اثر تھا لوگ متاثر ہوکر آپ کے مرید بن جاتے ۔

صاحب کشف و کرامات تھے ۔ زاہدو عابد بزرگ تھے۔ حج کی سعادت سے بھی فیض یاب ہوئے ۔ آپ کے خلفاء میں پیر خلیل احمد فرزند اور سجادہ نشین مفتی

marfat.com
Marfat.com

محمد شفیع خطیب کامونکی اور پیر محمد صادق نقشبندی لاہوری تھے۔ حضرت پیر حیات محمد کی اولاد میں پیر محمد خلیل ' پیر جمیل احمد ' بشیر احمد اور پیر محمد شریف آپ کی وفات کے بعد پیر خلیل آپ کے سجادہ نشین ہوئے۔

حضرت پیر محمد حیات ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ بمطابق ۲۶ جون ۱۹۴۲ء بروز جمعۃ المبارک بعد نماز مغرب ہوئی۔

آپ کے پیر مرشد حضرت پیر جماعت علی شاہؒ اطلاع ملنے پر اسی وقت سیالکوٹ پہنچے اور نماز جنازہ پڑھائی۔ میت کو کندھا بھی دیا۔ دیگر جنازہ میں شریک ہونے والوں میں لاہور سے حضرت ابوالبرکات" مولانا محمد شریف کوٹلوی۔ مفتی نور الحسن خطیب جامع مسجد عبدالحکیم۔ مولانا محمد یوسف سیالکوٹی۔ مولانا امام الدین مدیر انوار الصوفیہ۔ مولانا عبدالغنی خطیب مسجد دو دروازہ اور دیگر زعماء نے جنازے میں شرکت کی۔ مزار سیالکوٹ میں ہے۔ آپ کے سجادہ نشین اور بڑے صاحبزادے پیر محمد خلیل بھی ۱۴۰۳ھ بمطابق ۱۹۸۳ء میں مالک حقیقی سے جا ملے۔

پیر محمد صادق نقشبندیؒ

حضرت پیر محمد صادق نقشبندی لاہوری ۱۹۱۳ء میں موضع بوگڑہ تحصیل مانسہرہ ضلع ایبٹ آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام عبدالواحد تھا۔ والدہ کا نام ملک جانہ تھا۔ والد امام مسجد تھے۔ آپ کے خاندان کے سارے بزرگ درس و تدریس اور امامت کے پیشے سے منسلک تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ والد وفات پاگئے تو والدہ ان کو لے کر کوٹ بالا ضلع مانسہرہ میں چلی گئیں۔ آپ کی عمر اس وقت گیارہ سال تھی۔

آپ چودہ سال کی عمر میں لاہور تشریف لائے۔ باغبانپورہ کے محلہ شاہ بخاری میں رہائش اختیار کی۔ یہاں تعلیم مکمل کی اور کلام پاک حفظ کیا۔ کچھ فارسی کتابیں اندرون دہلی دروازہ مسجد وزیر خان میں حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ سے پڑھیں

marfat.com

Marfat.com

چار سال لاہور میں رہے پھر سیرو سیاحت اور بزرگوں کے مزارات پر حاضری کے لئے ۔ ہندوستان کا رخ کیا ۱۹۲۲ میں جذب مستی کے عالم میں بمبئی۔ پونا۔ ترچنا پلی۔ اور دہلی کی سیاحت کی اور بزرگوں کے مزارات پر حاضری دی ۔ پہاڑوں اور جنگلوں میں عبادت و ریاضت کے لئے کئی سال بسر کئے آپ کسی سے کچھ مانگتے نہیں تھے۔ پنجاب کے اندر بھی امرتسر۔انبالہ اور دیگر مقامات میں بزرگوں کے مزارات پر حاضری دی۔

لاہور واپس آئے تو مرشد کی تلاش میں علی پور سیداں میں پیر جماعت شاہؒ صاحب کے پاس گئے آپ نے فرمایا تمہارا حصہ سیالکوٹ شہر میں پیر حیات محمد نقشبندیؒ کے پاس ہے سیالکوٹ میں ان سے بیعت کے بعد واپس لاہور آئے کئی آبادیوں میں قیام کے بعد ہنجروال قیام کیا یہاں ایک مسجد تعمیر کرائی۔ پھر باغبانپورہ میں آگئے ہندوستان اور پاکستان کے تمام شہروں میں بزرگوں کے مقامات پر حاضری دی ۔ دہلی میں قطب الاقطاب خواجہ بختیار کاکیؒ حضرت نظام الدین اولیاء حضرت شاہ نصیر چراغ دہلیؒ ۔ خواجہ باقی باللہ ۔ ان سے روحانی فیض حاصل کیا۔

حضرت امیر خسروؒ کے مزار پر بھی حاضری دی ۔ اجمیر میں خواجہ معین الدین چشتی کے مزار پر آٹھ دن تک رہے ۔ پھر مظفر نگر ۔ سہارنپور اور امرتسر بھی گئے ۔ پاکستان میں کراچی ۔ حیدر آباد سکھر' سیہون شریف ۔ پاکپتن ' چمن پیر۔ حضرت سلطان باہوؒ حضرت بری امام گجرات۔ ملتان ۔ چوہا سیدن شاہ دیگر مقامات پر بزرگوں کے آستانوں پر حاضری دی۔

پھر آپ مجذوبیت کے عالم میں مغلپورہ ۔ ریلوے لائن اور نہر کے قریب جذب مستی میں رہتے رات دن پھرتے رہتے۔ پہلے کپڑے پہنتے تھے پھر گرمی سردی میں صرف ایک تہبند باندھتے ۔ لوگوں کا ہجوم گرد رہتا۔ آپ کی بے شمار کرامات ہیں۔

مغلپورہ ڈاک خانے کے قریب موٹر سائیکل کے حادثے میں زخمی ہوئے دس رمضان ۱۴۰۴ھ بمطابق دس جون ۱۹۸۴ء میں وفات پائی ۔ ہسپتال میں بھی آپ

marfat.com
Marfat.com

دس نمبر وارڈ اور دس نمبر کے بستر پر رہے ۔ مزار مبارک مغلپورہ میں ریلوے لائن اور نہر کے درمیان ہے یہاں ایک عالی شان مسجد ہے اور درس نقشبندیہ کا دینی مدرسہ بھی مقبرہ کے ساتھ ہے آپ کے لاہور میں بے شمار مرید ہیں ۔

حضرت صوفی محمد اقبال

حضرت صوفی محمد اقبال بھی حضرت بابو غلام سرورؒ کے مرید اور خلیفہ ہیں آپ کا گاؤں ظفروال کے قریب ہے گاؤں کا نام جندراں کا تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ میں ہے گاؤں صوفی صاحب کی وجہ سے بہت مشہور ہے ۔ لوگوں کو آپ کی ذات سے بہت فیض پہنچ رہا ہے ۔ آپ صاحب کشف کرامات بزرگ ہیں اس علاقے کے علاوہ لوگ لاہور سے دعاؤں کے لئے جندراں کا جاتے ہیں آپ کا اخلاق اور عوام سے محبت بہت زیادہ ہے ۔ آپ کا لنگر اتنا وسیع ہے کہ ایک ہوٹل کی طرز کا بڑا ہال ہے جس میں میزیں کرسیاں لگی رہتیں ہیں بڑے بڑے آفیسر اور متمول لوگ آپ کے ہاں حاضری دینے جاتے ہیں ان کی خدمت ان کے حیثیت کے مطابق کی جاتی ہے باقی دوسرے عام لوگ صبح و شام لنگر سے کھانا کھاتے ہیں آپ نے کوشش کرکے تمام عادات اور معمولات اپنے مرشد کی طرز پر بنائے ہوئے ہیں ۔ مرشد کی طرح بڑے خوش پوش اور صاحب مروت بزرگ ہیں مرشد کی تقلید میں کسی کو خالی ہاتھ واپس نہیں جانے دیتے اس علاقے میں آپ کے بہت زیادہ مرید ہیں آپ زندہ (۱۹۹۸ء تک) ہیں مگر ہر سال بہت بڑا میلا لگتا ہے اپنے مرشد پاک کے عرس کی تقریبات میں ہر سال باقاعدگی سے شرکت کرتے ہیں صاحب کشف و کرامات بزرگ ہیں ۔ عبادت و ریاضت میں اکثر مشغول رہتے ہیں ۔

marfat.com
Marfat.com

مائی پٹیاں والی

مائی صاحبہ کا نام تو یاد نہیں ۔ بلکہ کسی کو بھی معلوم نہیں تھا۔ اس علاقے کی تمام عورتیں ان کی بہت معتقد تھیں۔ یہ اکثر چاہ میراں۔ سلطانپورہ۔ چٹرہ منڈی کے علاقے میں گھومتی پھرتی تھیں۔ عورتیں گھروں میں لے جاتیں اور مائی صاحبہ سے دعائیں کراتیں ۔ وہ مجذوبہ تو نہیں تھیں۔ مگر پراسرار ضرور تھیں۔ کپڑے صاف ستھرے پہنتیں ۔ مگر پاؤں میں جوتا نہیں پہنتیں تھی ۔ صرف پاؤں پر ٹخنوں سے اوپر تک پٹیاں لپیٹے رہتیں ۔ پٹیاں بھی ایک نہیں۔ کئی کئی اوپر تلے کپڑے کی پٹیاں لپیٹے ہوتی تھیں ۔ چلنے میں بھی کچھ دشواری محسوس کرتی تھیں ۔ آہستہ چلتی تھیں اور لاٹھی ہاتھ میں رکھتی تھیں عمر بھی بہت زیادہ نہیں تھی۔

اسی علاقے میں ایک درزی کی دکان تھی اس کی دکان کے قریب اس کے بھائی کا گھر تھا ۔ اس کے بھائی کی بیوی اکثر اس سے دعائیں کراتی رہتی ۔ درزی کا مائی صاحبہ پر یقین نہیں تھا۔ وہ اس کو ڈھونگ سمجھتا تھا۔ ایک دن دوپہر کے وقت مائی صاحبہ درزی کی بھاوج کے پاس بیٹھی تھی ۔ یہ بھی کسی کام سے وہاں چلا گیا۔ مائی صاحبہ کو دیکھ کر ان سے ہنسی مذاق کرنے لگا۔ کافی دیر تک مائی صاحبہ کو اس نے پریشان کیا۔ مائی صاحبہ بھی جلال میں آگئیں اور بڑے جوش و جذبے سے کہا جا اپنی دکان کی خبر لے وہ دکان پر آیا تو لوگوں کے تمام کپڑے کوئی اٹھا کر لے گیا تھا۔ دوکان گلی میں تھی اور دوکان پر وہ اکیلا ہی کام کرتا تھا ۔ دوکان کو صرف کنڈی لگا کر آیا تھا۔ آدھ گھنٹے میں چوری کی یہ واردات ہوگئی ۔ وہ پریشانی کے عالم میں بھاگ کر گھر گیا۔ تو مائی صاحبہ جا چکی تھیں تلاش کرنے پر بھی وہ مائی صاحبہ نہ ملیں ۔ اس کے بعد مائی پٹیاں والی کو اس محلے میں نہیں دیکھا گیا۔ ۱۹۴۶ء کا واقعہ ہے۔

marfat.com

Marfat.com

بابا سیالکوٹ والے

یہ بابا جی کئی سالوں سے لاہور میں رہتے تھے۔ ان کا ٹھکانہ حضرت شاہ محمد غوثؒ کے آستانے پر ہوتا ہے۔ اسی آستانے سے باباجی کو بے انتہاء فیض ملا۔ یہیں عبادت و ریاضت کرتے۔ حضرت شاہ محمد غوثؒ نے روحانی طور پر آپ کو مالا مال کردیا تھا۔ آپ صاحب کشف القلوب تھے۔ بے شمار لوگ آپ کے پاس دعا کے لئے آتے۔ آپ سال میں صرف دو ماہ کے لئے اپنے گاؤں جاتے۔ کہتے ہیں کہ آپ کوٹلی سیداں ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔

بابا لاہور کے تمام بزرگوں کے مزاروں پر حاضری دیتے دینی کتب خانوں میں کتابیں خریدنے جاتے خاص طور پر تاج کمپنی میں وظائف کی کتابیں خریدنے کے لئے یہاں اکثر آتے تھے۔ وہ لوگ بابا جی کی بڑی عزت کرتے اور اکثر کتابوں کے پیسے بھی نہ لیتے تھے۔

باباجی کسی سے مانگتے نہیں تھے ہر وقت حضرت شاہ محمد غوثؒ والی مسجد میں عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے۔ ایک دن بابا جی تاج کمپنی آئے تو بہت سارے اور لوگ بھی بیٹھے تھے۔ ایک شخص باہر سے آیا تو بابا جی اسے بڑی گہری نظر سے دیکھتے رہے کچھ دیر بیٹھنے کے بعد وہ شخص اٹھ کر چلا تو باباجی نے بھی سلام دعا لے کر اس کے پیچھے ہولئے گیٹ پر جاکر اسے ملے اور کہا کہ عزیز میرے دوست تو بہت بڑی مصیبت میں ہے اگر یہ مصیبت کسی اور پر نازل ہوتی تو مرجاتا تو مضبوط آدمی ہے اس لئے بزرگوں کی دعاؤں سے بچا ہوا ہے تو ایسے کر کہ دعائے حزب البحر پڑھا کر انشاء اللہ جلد مصیبت ٹل جائے گی' اگر کوئی دشواری پیش آئے تو حضرت شاہ محمد غوثؒ والی مسجد میں آجانا۔ اس شخص نے کہا کہ بابا اس دعا کے لئے کسی بزرگ سے اجازت لینی پڑتی ہے۔ باباجی نے کہا کہ میں جو تجھے اجازت دے رہا ہوں۔ مطمئن ہوکر عصر اور مغرب کے درمیان جتنی مرتبہ ہوسکے پڑھتے

marfat.com

Marfat.com

رہنا۔ انشاء اللہ مصیبت ٹل جائے گی' ایسا ہی ہوا۔ اس شخص کو مصیبت سے نجات مل گئی۔

بابا جی بالکل سادہ زندگی گزارتے تھے۔ سر پر ایک میلی سی سفید پگڑی لٹھے کا میلا تہبند۔ دیسی موٹے چمڑے کا سادہ سا جوتا۔ قمیض کے اوپر ایک میلا سا کوٹ' موٹے شیشے والی عینک دونوں طرف کالی دوڑی باندھ کر کانوں میں لپیٹی ہوتی۔ ایک لاٹھی میں ایک پوٹلی لٹکائے ہوئے۔ لاٹھی کندھے پر رکھتے۔ اس شخص کی مصیبت ٹل گئی۔ تو بابا جی کو بھول گیا۔ ایک سال بعد اس کا ایک دوست مصیبت میں مبتلا ہوا۔ تو اس شخص کو بابا یاد آگئے اس نے اپنے دوست کو بتایا کہ دشمنوں نے میرے خلاف تیرہ جھوٹے مقدمات قائم کرر کھے تھے سخت اذیت میں تھا۔ ایک بابا شاہ محمد غوثؒ میں بیٹھتے تھے وہ ملے تو انہوں نے خود بخود میرے دل کی کیفیت جان کر مجھے ایک دعا پڑھنے کے لئے بتائی۔ جس سے میری مصیبت ٹل گئی۔

اس شخص کے دوست نے کہا مجھے بھی ان کے پاس لے چلو وہ دونوں اسی وقت حضرت شاہ محمد غوثؒ گئے۔ مسجد اور مزار کا کونا کونا چھان مارا مگر کہیں سراغ نہ ملا لوگوں سے پوچھا تو سب نے لاعلمی کا اظہار کیا آخر ایک شخص پرانا حاضری دینے والا آیا تو اس نے بتایا کہ وہ سیالکوٹ والے بابا تو کئی ماہ ہوئے وفات پاگئے ہیں یہ قریباً ۱۹۸۵ء کی بات ہے۔

یکے مجذوب

لکشمی چوک لاہور ایسے مجذوب لوگوں کا گڑھ ہے۔ جن کو ظاہری نظر والے لوگ نہیں پہچان سکتے۔ اس چوک میں ایک مجذوب بھاگتا پھرتا۔ ہر وقت دوڑتا رہتا وہ تھکتا بھی نہیں تھا۔ وہ ایک ہی آواز لگاتا۔ یہ الفاظ وہ بلند آواز سے سے کہتا

marfat.com
Marfat.com

یکے یکے یکے

کئی سال سے وہ میکلوڈ کے اس لکشمی چوک میں یہی آواز لگاتا پھرتا تھا۔ لوگ اسے دیکھتے اس کی آواز سنتے اور پاگل سمجھ کر ہنستے ہوئے چلے جاتے۔ اس کو کبھی کچھ کھاتے بھی نہیں دیکھا۔ کبھی کبھی کوئی چائے پلا دیتا تو وہ بیٹھ کر یا کھڑے کھڑے پی لیتا۔ پھر دوڑ لگا دیتا۔ یکے۔ یکے۔ یکے جب وہ بلند آواز سے یکے کہتا تو ہلکا سے درمیان میں وقفہ دیتا۔

روز نامہ کوہستان کا کرائم رپورٹر پرویز چشتی اسی چوک کے قریب ہوٹلوں میں زیادہ تر بیٹھتا تھا۔ ایک دن وہ اس مجذوب کے بالکل قریب کھڑا ہوگیا۔ مجذوب کا دھیان دوسری طرف تھا۔ مجذوب ہر وقت اپنے کان کھینچتا رہتا تھا۔ پرویز چشتی اس کے قریب کھڑا ہوا تو اس نے آواز لگائی یکے۔ یکے پرویز چشتی نے کان اس کے نزدیک کرکے سنا تو وہ کہہ رہا تھا یکے اللہ یکے محمدؐ یکے بلند آواز سے کہتا اللہ اور محمدؐ بالکل آہستہ آواز میں کہتا تھا۔ جب مجذوب نے چشتی کو اپنے اتنے قریب دیکھا تو قہقہے لگاتا ہوا بھاگ گیا۔ مجذوب سر اور پاؤں سے ننگا رہتا اور ململ سی پھٹی پرانی قمیض اور تنگ موری کا پاجامہ جو بہت میلا ہوتا پہنے رہتا اس دن سے وہ مجذوب ایسا غائب ہوا ہے کہ پھر اس کو آج تک کبھی اس چوک میں کسی نے نہیں دیکھا۔

marfat.com
Marfat.com

سائیں دیوانہ

انار کلی سے پیسہ اخبار روڈ کی طرف جائیں تو۔ پہلے ہی چوک میں مشہور شاعر حافظ امرتسری کی دوکان تھی ۔ سامنے چودھری فروٹ والا تھا۔ ساتھ خان جوتے مرمت کرنے والا تھا ۔ اوھر حافظ کے ساتھ عالم لانڈری والا تھا ۔ اچانک ایک باہوش لمبا سا آدمی بھاگتا ہوا آیا۔ گندا سے تنگ موری کا پاجامہ ایک میلی قمیض اوپر ایک کالا گندا سا کوٹ۔ وہ دور سے بھاگتا آرہا تھا بہت سے بچے اس کے پیچھے بھاگتے آرہے تھے ۔وہ ہانپتا ہوا آیا اور عالم لانڈری والے کی دوکان پر کھڑا ہوگیا اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔ بچے اسے پتھر مار رہے تھے ۔ ایک پتھر سر میں لگا۔ سر پھٹ گیا خون بہنے لگا عالم کے پاس کھڑے ہوئے ایک شخص نے پوچھا یہ کون ہے ؟ عالم نے بتایا یہ دیوانہ ہے یہ اس کا روز کا معمول ہے۔ پہلے بچوں کو خود چھیڑتا ہے بچے پاگل ای اوے ۔ پاگل ای اوئے کہتے اس کے پیچھے بھاگتے ہیں ۔ اور روڑے ' پتھر وغیرہ مارتے ہیں ۔ خون بہہ رہا تھا اور وہ خاموش کھڑا تھا اس شخص نے اس کے قریب کھڑے ہوکر دیکھا تو وہ منہ ہی منہ میں کلمہ طیبہ کاذکر کررہاتھا ۔ اس شخص نے بچوں کو دبکا کر بھگا دیا اور کپڑا وغیرہ لے کر اس کا خون پونچھا اور عالم سے کہا۔ اس کا خیال رکھا کرو۔ یہ پاگل نہیں ۔ درویش ہے۔

اس کے چند دنوں بعد وہ شخص پھر آیا اور عالم سے پوچھا وہ سائیں دیوانہ کہاں ہے ؟ تو عالم نے بتایا۔ وہ فوت ہوچکا ہے ۔ یہ قریباً" ۱۹۸۵ء کا واقعہ ہے۔

marfat.com
Marfat.com

سائیں مجذوب

ایک مولوی صاحب موہنی روڈ کی ایک مسجد میں امامت بھی کراتے تھے اور وہاں عطار کی دوکان بھی کرتے تھے ویسے روزنامہ امروز لاہور میں کتابت بھی کرتے تھے ان کی دوکان داتا دربار کے عقب میں موہنی روڈ پر تھی وہاں ایک مجذوب ننگ دھڑنگ لنگوٹی باندھے بھاگتا پھرتا۔ ایک پل کے لئے بھی چین نہ کرتا ہنستا رہتا قہقہے لگاتا رہتا۔ اور بھاگتا رہتا۔ وہ مجذوب کسی سے کوئی کھانے والی چیز لے کر نہ کھاتا تھا۔ صرف اس عطار کی دوکان پر جاکر بیٹھتا۔ وہ اسے ایک شربت کاگلاس پلاتا۔ وہ خوش ہوکر پی لیتا۔ اور پھر بھاگ جاتا سردی ہو۔گرمی ہو۔ اس کا یہی معمول تھا۔ اس کے متعلق یہ کسی کو معلوم نہیں تھا۔ کہ وہ کون ہے کہاں سے آیا ہے کہاں رہتا ہے کیانام ہے۔ ؟

ایک دن ایسا ہوا کہ وہ مولوی صاحب جو خود بھی روحانی مسلک سے تعلق رکھتے تھے صلوٰۃ و صوم کے پابند تھے۔خوبصورت چہرہ کھدر کا شریفانہ کرتہ اور شلوار سر پر سفید پگڑی باندھتے۔ ان کا گھر دریائے راوی کے بند کے قریب تھا ان دونوں یہ علاقہ آباد نہیں تھا۔ اجاڑہ اور ویران قسم کا ماحول تھا۔ مولوی صاحب کو مسجد میں دیر ہوگئی۔ سخت سردی کے دن تھے آدھی رات کے قریب وقت تھا۔ وہ جارہے تھے۔ سنسان سا راستہ تھا انہوں نے دیکھا دور آگ کے شعلے بلند ہورہے ہیں اور نزدیک گئے تو دیکھا کہ کوئی آگ کے قریب بیٹھا ہے۔ اور قریب گئے تو ان کی حیرت کی انتہاء نہ رہی کہ کسی ننگے بدن والے نے اپنی ٹانگیں آگ کے شعلوں میں رکھی ہوئی ہیں جب بالکل اس کے سر پر پہنچ گئے تو دیکھا موٹی لکڑیوں کا مچ لگا ہوا ہے اور وہی مجذوب جو اس سے شربت پیتا ہے۔ اس نے اپنی ٹانگیں آگ میں رکھی ہوئی ہیں۔ وہ مولوی صاحب کو دیکھ کر ٹھٹھا کرکے ہنسنے لگا مولوی صاحب نے حیرت سے کہا اوئے تو؟ اور یہ کیا کررہاہے ؟ اس نے سنجیدہ

marfat.com
Marfat.com

ہو کر کہا۔ مولوی کسی کو بتاتا نہیں جو چیز پانی سے پاک نہ ہو آگ سے پاک کر لی جاتی ہے۔

اس کے بعد اس مجذوب کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ یہ واقعہ ۱۹۸۰ء کا ہے۔

مجذوب بچہ

یہ ۱۹۸۸ء کا ذکر ہے۔ ایک مصیبت کا مارا شخص سید موج دریا بخاریؒ کے مزار پر حاضری دے کر آیا۔ وہ پریشان تھا۔ وہ کسی مصیبت میں مبتلا تھا اس شخص کو اس بزرگ کے عالی مقام سے فیض ملتا تھا۔ جب کوئی دنیاوی مشکل پیش آتی۔ وہ اسی آستانے پر حاضری دیتا اور مشکل حل ہو جاتی۔ وہ حاضری دے کر پریشانی کے عالم میں سڑک پر کسٹم ہاؤس کے ساتھ ساتھ فٹ پاتھ پر جا رہا تھا۔ کہ سامنے سے ایک بارہ تیرا سال کا بڑے خوبصورت چہرے والا بچہ آتا دکھائی دیا لوہے کی ہلکی سی زنجیریں گلے میں ڈال کر ان زنجیروں سے اس کے ہاتھ جکڑے ہوئے تھے۔ جب وہ اس شخص کے قریب آیا تو کہا۔

(اساں کچہریاں تے تھانیاں وچ نئیں جانا)

وہ شخص کچھ دور گیا تو اسے خیال آیا کہ یہ جو اس مجذوب بچے نے بات کہی ہے کہ ہم نے کچہریاں اور تھانوں میں نہیں جانا۔ یہ بات تو میرے دل میں تھی۔ کہ ایسا ہی اسے مسئلہ درپیش تھا۔ جس سے تھانوں اور کچہریوں تک جانے کا خدشہ تھا۔ وہ حضرت موج دریا بخاریؒ کے آستانے پر یہی پریشانی لے کر گیا تھا وہ شخص اس بچے کو تلاش کرنے کے لئے اس کے پیچھے گیا۔ بڑی بھاگ دوڑ کی مگر وہ مجذوب بچہ نہ ملا۔

مگر وہ زنجیروں میں جکڑا ہوا بچہ جو بات کہہ گیا تھا۔ بالکل ویسا ہی ہوا۔ بغیر

marfat.com
Marfat.com

کسی پریشانی کے وہ مسئلہ حل ہوگیا۔ مگر اس بچے کے نہ ملنے کا اسے بہت افسوس ہوا۔ جانے وہ صاحب ولایت بچہ کس کا تھا۔ کسی صاحب ولایت بزرگ کی نظر اس پر پڑ گئی جس نے اسے پتھر سے سونا بنا دیا۔

marfat.com
Marfat.com

ثاقب شاہ

ہوٹل میں کچھ دوست بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ یہ تمام لوگ اہل علم وفن تھے۔ اعلیٰ مذاق اور اخلاق کے مالک تھے ۔ ہوٹل کا بڑا گیٹ کھلا اور خوبصورت چہرے والا نوجوان داخل ہوا۔ ان لوگوں کے پاس آکر کھڑا ہوگیا۔ وہ سب لوگ اس نوجوان کو اچھی طرح جانتے تھے ان دوستوں میں ایک انٹیلی جنس کاافسر بھی بیٹھا ہوا تھا۔ نوجوان نے اس افسر کی جانب اشارہ کرکے کہا۔ آپ مجھے بیس روپے دے دیں ۔ افسر نے کہا معذرت اس وقت میرے پاس نہیں ہیں ۔ نوجوان نے گہری نظر سے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا ۔ اور کہا کہ آپ کے بٹوے میں اس وقت تین سو ساٹھ روپے ہیں تین ایک ایک روپے کے نوٹ اور دو اٹھنیاں ہیں ۔ افسر کا رنگ اڑ گیا ۔ اس نے بٹوہ نکالا ۔ سب کے سامنے نوٹ گنے ۔ تین سو ساٹھ روپے کے علاوہ ایک ایک روپے کے تین نوٹ اور دو اٹھنیاں تھیں۔ نوجوان کھڑا ہنس رہا تھا اور بار بار اپنے ہاتھوں کے انگوٹھے چبا رہا تھا۔

یہ نوجوان ثاقب شاہ تھا۔ اور افسر چودھری عطا حمید ڈی ۔ ایس ۔ پی انٹیلی جینس تھا ۔ چودھری انتہائی بااخلاق ۔ دوستوں کا دوست اور عظیم انسان تھا ۔ اس نے کہا کہ ثاقب شاہ سچ بتا ۔ تیرے پاس مسمریزم ہے ۔ کلا جادو ہے یا سفید جادو ہے ؟ ثاقب شاہ کھڑا ہنس رہا تھا ۔ اور بار بار ہاتھوں کے انگوٹھے چبا رہا تھا ۔ اس کا رنگ گورا تھا ۔ سر پر گھنگھریالے بال تھے۔ قد قدرے چھوٹا تھا۔ کپڑے درمیانے درجے کے پہنتا تھا۔ فلم والے لوگ اسے ساتھ سٹوڈیو لے جاتے فلمی لوگوں میں ثاقب شاہ کا بڑا چرچا تھا ۔ یہ لوگ اس کے بڑے عقیدتمند تھے ۔ اس سے بڑی محبت کرتے ۔ اکثر اس سے دعائیں کراتے ۔ کئی مرتبہ اسے چھوٹا موٹا کام فلم میں دے دیتے اسے پیسے بھی بہت دیتے ثاقب شاہ کی عمر قریباً" پچیس (۲۵) سال تھی۔ وہ شادی شدہ تھا۔ دو بچے بھی تھے وہ اکثر کہتا میں نے بیوی بچوں کو اللہ کے

marfat.com
Marfat.com

سپرد کر رکھا ہے۔ وہ بہتر حفاظت کرنے والا ہے یہ بات اس وقت کہتا جب جو کچھ ہوتا وہ لوگوں میں تقسیم کر دیتا۔ یا انہیں اسی ہوٹل سے چائے پلا دیتا۔ اسے کرکٹ کھیلنے کا بھی شوق تھا۔

جب چودھری عطا حمید نے اس کو بیس روپے دیئے تو وہ فوراً لے کر باہر آیا۔ وہاں اس کا ایک بیکار دوست کھڑا تھا۔ دس روپے اس کو دیئے۔ دس لے کر وہ پھر ہوٹل میں چلا گیا۔ وہاں ایک دوسری ٹیبل پر چند ایسے دوستوں کے ساتھ جاکر بیٹھ گیا۔ جو فلموں میں کام نہ ملنے کے باعث بیکار تھے۔ وہ اسی انتظار میں رہتے تھے کہ کوئی چائے پلانے والا آئے۔ ثاقب شاہ نے انہیں چائے پلا دی آپ پھر باہر نکل گیا۔ یہی اس کا معمول تھا۔ لوگ اسے پیسے دیتے وہ مستحق لوگوں میں تقسیم کر دیتا۔

لکشمی چوک میں کھڑا رہتا یا اسی چوک کے ہوٹلوں میں دوستوں کے ساتھ بیٹھتا ایک دن وہ کھڑا تھا کہ وہی بیکار دوست آگیا ثاقب شاہ اسے دیکھ کر بہت ہنسا۔ اور ہاتھوں کے انگوٹھے چباتے ہوئے کہا کہ آؤ یار آج تمہیں سیر کرادوں۔ ایک رکشے والے کو بلایا، اس میں بیٹھ گئے اور شاہدرہ سے آگے شیخوپورہ روڈ پر جنگل میں ایک اجاڑ جگہ پر جاکر رکشہ کھڑا کر دیا۔ سامنے ایک فیکٹری تھی۔ چاروں طرف درخت اور کھیت تھے ثاقب شاہ کا دوست ڈر رہا تھا کہ پیسے تو دونوں کے پاس نہیں ہیں اور یہاں کوئی آدمی بھی نہیں ہے۔ ثاقب شاہ سیدھا فیکٹری کی طرف گیا اور آہستہ آہستہ دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کھلا تو ثاقب شاہ نے اپنے دوست اور رکشے والا کو بلایا۔ فیکٹری میں بیٹھے ہوئے خوش پوش نوجوان سے کہا۔ پہلے اس رکشے والا کو فارغ کریں۔ رکشے والا ثاقب شاہ کا واقف تھا اس نے کہا شاہ صاحب جو دیں گے لے لوں گا۔ ثاقب شاہ نے کہا کہ جو کہو گے وہی ملے گا۔ سستا زمانہ تھا اس نے ۳۰ روپے مانگے جو اسے مل گئے وہ خوش ہو کر چلا گیا۔

فیکٹری ربڑ کے سکریپ کی تھی بہت وسیع رقبہ پر چار دیواری تھی جسمیں

marfat.com
Marfat.com

کھیت اور باغ تھا۔ بہت سی سبزیاں بھی اندر ایک کونے میں لگی ہوئی تھیں۔ پہلے اس فیکٹری کی سیر کی دونوں بہت خوش ہوئے پھر مالک نے کہا کہ سبزیاں جتنی چاہئیں لے جاؤ۔ ثاقب نے کہا نہیں پھر دفتر میں آئے جنگل میں منگل کا سماں تھا چائے اور کیک اور بسکٹ آ گئے۔

ثاقب شاہ مسلسل ہنس رہا تھا اور انگوٹھے چبا رہا تھا چائے پی لی تو ثاقب شاہ نے کہا۔ میاں صاحب ہم اب چلتے ہیں مالک نے کہا پیسے چاہئیں تو لے لو ثاقب شاہ نے کہا کہ ہاں پیسے چاہئیں اس فیکٹری کے مالک نے بہت سے نوٹ نکال کر میز پر رکھ دیئے دس پندرہ ہزار کے نوٹ تھے اس نے کہا جتنے چاہئیں لے لو ثاقب شاہ نے ۳۰ روپے اٹھا لئے اور سلام دعا کے بعد دونوں سڑک پر آ گئے کچھ دور پیدل چلے تو ایک رکشہ ملا اس میں بیٹھ گئے قلعہ شاہی کی دیوار کے ساتھ شیر شاہ ولی اللہؒ کی خانقاہ پر اترے رکشے والے کو بیس روپے دیئے وہ خوش ہو گیا ثاقب شاہ نے کہا دیکھو دوست یہ ولی کی قبر ہے کبھی یہاں ایک شیر بھی حاضری دیا کرتا تھا۔ آؤ یہاں دعا پڑھیں۔ دونوں نے فاتحہ خوانی کی۔ ثاقب شاہ نے دوست کو پانچ روپے دیئے اور کہا۔ اب تم جاؤ۔ اس کے بعد کئی سال ثاقب کا سراغ نہ ملا لوگوں نے بہت تلاش کیا چوبرجی کے قریب دیواروں پر کافی لمبے چوڑے موٹے حروف میں لکھا تھا عامل کامل ثاقب شاہ کچھ دوست بہت خوش ہوئے شاید وہی ثاقب ہو خوشی خوشی اس پتے پر پہنچے تو وہ کوئی بڑی عمر کا دکاندار آدمی تھا دوست بڑی مایوسی میں واپس آ گئے۔

ثاقب شاہ کا بے روزگار دوست جو اب صاحب روزگار ہو چکا تھا وہ ثاقب شاہ کو اکثر تلاش کرتا رہتا۔ ایک دن وہ دوست ریلوے روڈ "تاج کمپنی" کے قریب جا رہا تھا کہ اچانک سامنے سے ثاقب شاہ ہنستا ہوا اور ہاتھوں کے انگوٹھے چباتا ہوا آ رہا تھا۔ ایک دوسرے سے گلے ملے اور بہت خوش ہوئے ثاقب شاہ نے کہا بات کوئی نہ پوچھنا کہ کہاں رہے چپکے سے میرے ساتھ آ جاؤ۔ دوست نے کہا کہ آج میں آپ کو چائے پلاؤں گا۔ اس نے ہنس کر کہا نہیں چائے میں ہی پلاؤں گا

marfat.com
Marfat.com

۔ اسلامیہ کالج والی سائڈ پر ایک سینیٹری کے سامان کی دکان تھی کچھ لوہے کا سامان تھا ثاقب شاہ دوست کو لے کر وہاں چلا گیا اور جاتے ہی کہا۔ فوراً چائے منگاؤ میرا دوست آیا ہے ۔ اس نے چائے منگائی پیسٹری منگائی دونوں نے چائے پی اور پیسٹری کھائی چائے سے فارغ ہونے کے بعد ثاقب شاہ نے دوکان کے مالک سے کہا ساڑھے تین سو روپیہ دے دو ' ساڑھے تین سو زیادہ رقم تھی ۔ اس نے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا ۔ مگر ثاقب شاہ نے جلالی لہجے میں کہا ۔ فوراً دے دو۔ دوست نے ثاقب شاہ کو کچھ کہنا چاہا۔ مگر اس نے ڈانٹ کر کہا ۔ تم چپ رہو جی۔ اس شخص چھ لاکھ ڈوبا ہوا روپیہ دلوایا ہے دکاندار نے پیسے دے دیئے ۔ دوست سے ہاتھ ملایا اور کہا خدا حافظ یہ آج سے چھ سال پہلے کی بات ہے۔ اب ۱۹۹۹ء ہے ثاقب شاہ کا کہیں علم نہیں تلاش کرنے کے بعد کہیں نہیں ملا ۔ زندہ ہے اور لاہور میں ہی ہے۔ تلاش کے باوجود پتہ نہیں چل سکا۔

marfat.com
Marfat.com

marfat.com